تفسیر فاضلی

منزل ششم

الصّٰفّٰت ـ الحجرات

حضرت فضل شاہ

محمد اشرف فاضلی

۱۴۱۸ھ

فاضلی فاؤنڈیشن ۔ لاہور

fat.com

rfat.com

تفسیرِ فاضلی

مَنزل ششم

الصّٰفّٰت۔ الحجُرات

بیان :

امام العارفین ، سراج السالکین ، راحت العاشقین

حضرت فضل شاہ قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ

تحریر :

ڈاکٹر محمد اشرف فاضلی

۱۴۱۸ھ

فاضلی فاؤنڈیشن ، لاہور

جملہ حقوق بحق فاضلی فاؤنڈیشن محفوظ

باراوّل : ۱۹۹۷ء، ۱۴۱۸ھجری

باردوم : ۲۰۱۵ء، ۱۴۳۶ھجری

ناشر : محمد اشرف فاضلی
فاضلی فاؤنڈیشن، پیکو روڈ، کوٹ لکھپت، لاہور
فون:042-35943292

کمپوزنگ : حسن رشید، مکتبہ جدید پریس

پرنٹر : رشید احمد چودھری
مکتبہ جدید پریس، ۱۴۔ایمپریس روڈ، لاہور
فون:042-6307639-40

rfat.com

فہرست

ابتدائی کلمات

ڈاکٹر محمد اشرف فاضلی

(۱)	سورۃ الصافات	۱
(۲)	سورۃ ص	۴۷
(۳)	سورۃ الزمر	۷۶
(۴)	سورۃ المؤمن (غافر)	۱۰۹
(۵)	سورۃ حٰم السجدۃ (فصلت)	۱۴۵
(۶)	سورۃ الشوریٰ	۱۶۸
(۷)	سورۃ الزخرف	۱۹۳
(۸)	سورۃ الدخان	۲۲۵
(۹)	سورۃ الجاثیہ	۲۴۳
(۱۰)	سورۃ الاحقاف	۲۵۹
(۱۱)	سورۃ محمد	۲۷۷
(۱۲)	سورۃ الفتح	۲۹۶
(۱۳)	سورۃ الحجرات	۳۱۳

کیٹلاگ کارڈ نمبر ۲۹۷،۱۲۲۹
297.1229۔ فضل شاہ، حضرت
تفسیر فاضلی، (الصافات تا الحجرات)۔ مرتبہ: محمد اشرف فاضلی
لاہور، فاضلی فاؤنڈیشن، پیکو روڈ کوٹ لکھپت لاہور۔ پوسٹ کوڈ: 54770
ج۔۶ (منزل ششم)

تصدیق کی جاتی ہے کہ میں نے تفسیر فاضلی منزل ششم (الصافات تا الحجرات) کا عربی متن بغور مطالعہ کیا ہے لہذا میں تصدیق کرتا ہوں کہ اس کی عربی عبارت میں اب کوئی لفظی یا اعرابی غلطی نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حافظ قاری عالم سعید
رجسٹرڈ پروف ریڈر
(حکومت پنجاب)

rfat.com

ابتدائی کلمات

منزل ششم میں تیرہ (13) سورتیں ہیں، اور اس میں ۸۴۲ آیات ہیں

(۱) سورۃ الصفات	میں	۱۸۲	آیات ہیں۔
(۲) سورۃ ص	میں	۸۸	آیات ہیں۔
(۳) سورۃ الزمر	میں	۷۵	آیات ہیں۔
(۴) سورۃ المومن	میں	۸۵	آیات ہیں۔
(۵) سورۃ حم السجدۃ	میں	۵۴	آیات ہیں۔
(۶) سورۃ الشوریٰ	میں	۵۳	آیات ہیں۔
(۷) سورۃ الزخرف	میں	۸۹	آیات ہیں۔
(۸) سورۃ الدخان	میں	۵۹	آیات ہیں۔
(۹) سورۃ الجاثیہ	میں	۳۷	آیات ہیں۔
(۱۰) سورۃ الاحقاف	میں	۳۵	آیات ہیں۔
(۱۱) سورۃ محمد	میں	۳۸	آیات ہیں۔
(۱۲) سورۃ الفتح	میں	۲۹	آیات ہیں۔
(۱۳) سورۃ الحجرات	میں	۱۸	آیات ہیں۔

یہ منزل تیئسویں (23) پارے میں سورۃ الصافات سے شروع ہوتی ہے اور چھبیسویں (26) پارے میں [illegible] الحجرات پر ختم ہوتی ہے۔

کسی بھی تحریک کی ابتداء کے وقت علم والے اخروی حالات سے آگاہ ہوتے ہیں [illegible] آزمائش آنے والے ہوتے ہیں۔ مگر جب علم والوں کو عملوں سے [illegible] درست نہ ہو تو خرابیاں بڑھتی چلی جاتی ہیں۔

اصلاح حال کی صورت یہ ہے کہ حق کی بات حق سے [illegible] معیار کو اس قدر روشن کر دیا جائے کہ مخالفت کرنے والوں سے [illegible]

ہدایت یافتہ بھی خواہوں کی بے قدری سے پیدا ہونے والے [illegible] ہوگا۔ تب کہیں جا کر یہ بھی ہوگا، اور محسنین کی شان بھی واضح ہوتی جائے گی۔

مستقبل کے حوالے سے بھی اپنا حق پہچانے [illegible] نوازے۔ اگر آپ معلم ہیں تو آپ کی قدر و منزلت ہو، اور اگر آپ متعلم ہیں تو آپ علم والوں کی قدر [illegible]

[illegible]

۲۲ [illegible]

اشاعتِ ثانی

پہلی بار تفسیر فاضلی کی منزل ششم ۱۴۱۸ھ میں چھپی تھی، اب ۱۴۳۶ھ میں چھپ رہی ہے۔

اس منزل میں ۱۳ سورتیں ہیں، اوراُن کی کل آیات ۸۴۲ ہیں۔

اس منزل کی پہلی سورۃ الصافات ہے اور آخری سورۃ الحجرات ہے۔

بنی نوع انسان کے سب سے بڑے بہی خواہ، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔اُن پر لوگوں کا مشقت میں پڑنا بہت گراں ہوتا ہے۔انہیں حرص ہوتی ہے کہ لوگوں کا بھلا ہو۔آپ ایمان والوں کے لئے بہت مہربان اور بڑے رحیم ہیں۔

اگر ہمیں اُن سے اپنے تعلق کا علم ہو جائے،تو ہماری زبان کو پاک ہو جانا چاہیے، ہمارے ہاتھ کو امین ہو جانا چاہیے، ہمارے اجتماعی رویے میں امانت، اہلیت اور معاشرتی بھلائی کے لئے سعیٔ مسلسل نظر آنی چاہیے۔

شعوری بیداری کا ثبوت ہمیں اس طرح دینا چاہیے، کہ ہر دعویٰ کرنے والے سے اُس کی صداقت کی سند معلوم کی جائے۔اس طرح بے سند باتیں کرنے والے رُک جائیں گے اور ہمارا معاشرہ اچھی روایات کا حامل ہوتا جائے گا۔

اپنے مستقبل کو بہتر بنانے کے لئے اپنے حال کو بہتر بنایئے۔

اللہ آپ کو رحمت و برکات سے نوازے اور ہر مقام پر پورا رکھے۔

اشرف فاضلی

فاضلی فاؤنڈیشن

پیکو روڈ،کوٹ لکھپت، لاہور

۱۲ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ

آیاتھا ۱۸۲ | (۳۷) سُوْرَةُ الصّٰفّٰتِ مَكِّيَّةٌ (۵۶) | رکوعاتھا ۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ (۱) قسم ان کی جو صف باندھے حاضر رہتے ہیں۔

قسم، بیان کی شان کو بڑھانے کے لئے بھی ہوتی ہے اور شہادت کے لئے بھی ہوتی ہے۔ فرشتوں کا مقام یہ ہے۔ وہ صف باندھے رہتے ہیں جس کا انہیں امر دیا جاتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کو اس کا مقام معلوم ہوتا ہے۔ وہ اللہ کے حضور صف بستہ رہتے ہیں، تسبیح کرتے رہتے ہیں۔

حاصل: شاہد کے حضور تعمیل ارشاد کے لئے حاضر رہنا بڑی قابل قدر بات ہے کہ شاہد کی بات اللہ کی بات ہوتی ہے۔

فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۙ (۲) پھر ان کی کہ جھڑک کر ڈانٹیں۔

فرشتوں کو جس کام پر بھی مامور کیا گیا ہو وہ امر الٰہی کی تعمیل بصد ادب کرتے ہیں۔ شیاطین جب ملاء اعلیٰ کی طرف رسائی کی کوشش کرتے ہیں تو ان کو جھڑکنا، ڈانٹنا اور انہیں مار کر بھگانا فرشتوں کا کام ہوتا ہے۔

حاصل: من مانی کرنے والوں کو ایسے مقامات تک آنے سے روکنا چاہئے جہاں تسبیح ہو، وہ اپنی عادت کے حوالے سے لوگوں کے لئے زیادہ دکھ دینے والے بن جاتے ہیں۔

فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۙ (۳) پھر تلاوت ذکر کرنے والوں کی۔

یہ صفت مذکورہ فرشتوں کی ہے کہ وہ ادب سے اپنے رب کی حمد بیان کرتے ہیں، تسبیح پڑھتے ہیں۔ [illegible] باعث راحت ہوتی ہے۔

حاصل: قرآن پاک کی تلاوت بڑے ادب سے کرنی چاہئے، اور تعمیل ارشاد کے ارادے سے کرنی چاہئے۔

اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۭ (۴) بے شک تمہارا معبود ایک ہی ہے۔

فرشتوں کی تین صفات واضح فرمانے کے بعد یہ ارشاد ہوا کہ بے شک تمہارا معبود ایک ہی ہے۔ فرشتے کوئی [illegible] نہیں کرتے۔ وہ امر الٰہی کی تعمیل میں لگے رہتے ہیں۔ حمد کے ساتھ اپنے رب کی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ [illegible] کی بندگی کرنے لگتے ہیں اور یہ گمان رکھتے ہیں کہ فرشتے ان کی شفاعت کریں گے۔ [illegible] اتباع ان کو خسارے میں ہی ڈال [illegible]۔

حاصل: تمام معبودوں کو ایک اور اللہ کا شریک ماننے کا ثبوت پیش کرنے والے، اس مقام پر اللہ کی [illegible] ٹھہراتے ہیں۔

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ﴿۵﴾ — رب آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے مابین ہے، اور ربّ مشارق کا۔

اللہ جو ایک ہے اور لاشریک ہے، آسمانوں میں بھی ربوبیت وہی کرتا ہے، زمین میں بھی ربوبیت اسی کی شان ہے اور آسمانوں اور زمین کے مابین تمام مقامات پر اپنی مخلوق کو علم سے پالنا اسی کا کام ہے۔ مشرق کی طرف سورج کے تمام مقامات طلوع اپنا اپنا کام رکھتے ہیں اور اپنے اپنے کام کے حوالے سے اپنی ضروریات بھی رکھتے ہیں۔ ان ضروریات کو پورا کرنا اور کائنات میں ایک نظم کو قائم رکھنا، اللہ کی شان ہے۔ مقاماتِ طلوع کے دو انتہائی مقامات مشرقین ہیں۔ اسی طرح مقامات غروب کے دو انتہائی مقامات مغربین ہیں۔ مشرقین کے درمیان سورج کے طلوع ہونے کے سب مقامات مشارق ہیں اور مغربین کے درمیان سورج کے غروب ہونے کے سب مقامات مغارب ہیں۔

حاصل: رب العالمین ایک ہے اور لاشریک ہے۔ ربوبیت کائنات کی جان ہے، اور کائنات کا نظم یہ ثابت کرتا ہے کہ ربوبیت ساری کائنات میں صرف اللہ ہی کر رہا ہے۔ طلوع آفتاب کے سب مقامات پر لوازماتِ حیات کو جاننے کا دعویٰ اللہ ہی کو زیب دیتا ہے۔

اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ٍالْكَوَاكِبِ ﴿۶﴾ — بے شک ہم نے دنیا کے آسمان کو کواکب کی زینت سے مزیّن فرمایا ہے۔

غروب آفتاب کے بعد ربوبیت کے تقاضے اور ہوتے ہیں۔ ستاروں کی روشنی کائنات میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ تمام اشیاء اس روشنی سے اثر پذیر ہوتی ہیں، اور یہ روشنی دینے والے کواکب، اللہ نے سماء دنیا پر سجائے ہیں۔ ان کا سجانا بھی اللہ کے ایک اور لاشریک ہونے کا ثبوت ہے، کہ یہ صرف اپنے افعال سے ہی کائنات میں اہم نہیں ہیں، بلکہ اپنی سجاوٹ کے حوالے سے بھی اہم ہیں۔ اللہ نے ان کو بڑے علم سے سجایا ہے۔

حاصل: سماء دنیا کو کواکب سے سجانا بھی ربوبیت کا حصہ ہے۔ اس میں لوگوں کے لئے بہت منافع ہیں۔ سمت کا تعیّن بھی انسانی ضرورت ہے اور سمت رات کو ستاروں سے ہی متعیّن کی جاسکتی ہے۔

وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ﴿۷﴾ — اور اس کو ہر شیطان سرکش سے محفوظ کیا ہے۔

سماء دنیا کی زینت کواکب سے کی گئی ہے، اور اس کو شیطان سے محفوظ رکھنے کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔ اس مقام تک شیطان کی رسائی کو ناممکن کر دیا گیا ہے، جس سے حاصل ہونے والے علم کو بنیاد بنا کر وہ لوگوں کو اپنے اتباع کی بڑی دعوت دے سکتا ہے۔

حاصل: اجتماعی بھلائی کے فیصلے ان مقامات پر کرنے چاہئیں جو بالکل محفوظ ہوں اور خلاف حق کرنے والوں کو وہاں تک رسائی نہ ہو۔ حکم کے نفاذ سے پہلے اس کی حفاظت بہت ضروری ہوتی ہے۔

لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ﴿۸﴾ — وہ ملاء اعلیٰ کی طرف کان نہیں لگانے پاتے کہ ان پر ہر طرف سے مار پھینکی جاتی ہے۔

at.com

شیطان، انسان کا کھلا دشمن ہے۔ ملاء اعلیٰ سے خبر پا کر وہ انسان دشمنی کی استعداد کو بڑھا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام کیا ہے کہ جب بھی شیطان ملاء اعلیٰ کی طرف کان لگانے کی کوشش کریں ان کو دھتکار دیا جاتا ہے۔ ان پر ہر طرف سے مار پڑتی ہے۔

حاصل: خلافِ حق کرنے والے ہمیشہ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ انہیں حق کو اپنی مرضی کے مطابق بنانے کا موقع ملے۔ ایسے لوگوں کو ان مقامات سے دھتکارنے کا پورا بندوبست ہونا چاہئے، جہاں سے معلومات لے کر یہ فساد برپا کر دیتے ہیں۔

دُحُوۡرًا وَّ لَهُمۡ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۙ﴿۹﴾ دھتکارنے کے لئے، اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔

ملاء اعلیٰ سے شیطانوں کو دھتکارنے کا خدائی انتظام موجود ہے۔ وقتِ معلوم تک شیطان کو جو مہلت ملی ہے اس میں انسان دشمنی سے بڑھ کر اس کے لئے کوئی کام نہیں ہے۔ انسانوں کو بھی ذاتی اور اجتماعی حفاظت سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہئے۔ جو کوئی حق کی خلاف ورزی کو اپنی شناخت بنالے وہ شیطان ہے اور اس کے لئے دائمی عذاب رکھا گیا ہے۔

حاصل: شیطان کو پاک جگہوں سے دھتکارنے کا انتظام اللہ کی سنت ہے، دائمی عذاب آخرت میں ہوگا۔

اِلَّا مَنۡ خَطِفَ الۡخَطۡفَةَ فَاَتۡبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾ مگر جو چھوٹا اچک لی ہے تو ایک شہاب ثاقب اس کے پیچھے لگتا ہے۔

اچکا ہونا، شیطانی صفت ہے۔ ملاء اعلیٰ سے اگر کوئی شیطان چوری کرتا ہے تو وہ اسے انسان دشمنی کے لئے استعمال کرتا ہے۔ شیطان اپنی برائی کے ہوتے ہوئے ساتھ اس حقیقت کو کبھی بیان نہیں کرتا کہ ملاء اعلیٰ تک رسائی کے باوجود وہ ساری باتیں جاننے کی قدرت نہیں رکھتا۔ جب شیطان ملاء اعلیٰ سے چوری کرتا ہے تو ایک چمکتا ہوا شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے۔ چور کا کام اندھیرے سے تعلق رکھتا ہے، روشنی چور کو منظر پر لاتی ہے۔ اس کے برائی کا ہونا ... سے کیا جاتا ہے۔

حاصل: عالم بالا سے خواہش کی پیروی کرنے والوں کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اچھوں کو روشنی میں ... بڑی سزا ہے۔

فَاسۡتَفۡتِهِمۡ اَهُمۡ اَشَدُّ خَلۡقًا اَمۡ مَّنۡ خَلَقۡنَا ؕ اِنَّا خَلَقۡنٰهُمۡ مِّنۡ طِيۡنٍ لَّازِبٍ ﴿۱۱﴾ ان سے پوچھئے کیا ان کی تخلیق اشد ہے یا ان چیزوں کی جو ہم نے پیدا کی ہیں۔ ان کو ہم نے چپکتی مٹی سے پیدا کیا ہے۔

بعث بعد الموت کا انکار کرنے والوں سے یہ پوچھنے کا حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ... ہے ...

حقائق کو بھی دیکھو۔آسمان اور زمین سے ان کا تعلق ہے۔ان چیزوں کی تخلیق یقیناً انسان کی تخلیق سے بڑا کام ہے،اور یہ کام کرنے کے لئے اللہ کو کسی مددگار کی احتیاج نہیں ہوئی،کسی سامان کی فراہمی مشکل نہیں ہوئی،کوئی دوسرے مسائل پیدا نہیں ہوئے۔انسان کی تخلیق میں کام آنے والا مادہ تو ہے ہی چپکتی مٹی۔خالق کل کے لئے انسان کی تخلیق پہلے بھی کوئی بڑا کام نہیں تھا،دوبارہ بھی یہ کوئی بڑا کام نہیں ہوگا۔

حاصل: آسمانوں اور زمین کی تخلیق،انسان کی تخلیق کے مقابل بڑا کام ہے،اور یہ بہت بڑی چیزیں ہیں جن کی تخلیق انسان کی تخلیق کے مقابل بڑا کام ہے۔خالق کل،قادر مطلق ہے،اس کے لئے انسان کو جزا کے لئے اٹھانا کچھ مشکل نہیں ہوگا۔

بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ﴿۱۲﴾ بلکہ آپ تعجب کرتے ہیں اور وہ تمسخر کرتے ہیں۔

تبلیغ حق کرنے والے کو تعجب اس بات پر ہوتا ہے کہ اس قدر روشن بیان،لوگوں پر واضح نہیں ہو رہا اور وہ اللہ کی قدرت کو موضوع بحث بناتے ہوئے،اپنے مقام کو بھی نہیں دیکھتے،اللہ کی قدرت کے مظاہر کو بھی نہیں دیکھتے۔اور وہ لوگ ہیں کہ حقائق کو سن کر ان کا مذاق اڑاتے ہیں،اور بعث بعد الموت کو انہونی بات کہہ کر ہنس دیتے ہیں۔

حاصل: روشن بیان سے استفادہ نہ کرنے والوں پر پاک لوگوں کو تعجب ہوتا ہے،اور طلب ہدایت نہ رکھنے والے حقائق کو سن کر ان کا مذاق اڑایا کرتے ہیں۔

وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ﴿۱۳﴾ اور جب انہیں نصیحت کی جائے،وہ دھیان نہیں کرتے۔

طلب ہدایت نہ رکھنے والے لوگوں کو جب نصیحت کی جائے تو وہ اس کی طرف دھیان نہیں کرتے۔حق کے مقابل ان کی پسند ان کے نزدیک بڑی وقعت رکھتی ہے،اس لئے وہ حق کو سن کر اپنے زاویہ نگاہ کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔حق کو سن کر،ان سنا کر دینا اپنے آپ کو دھوکے میں ڈالنے والی بات ہوتی ہے۔

حاصل: حق کا مذاق اڑانے والے کبھی نصیحت کے قدردان نہیں ہوتے۔

وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ اور جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں،تمسخر کرتے ہیں۔

نصیحت کی قدر نہ کرنے والوں کے سامنے بھی حق کی نشانیاں ضرور آتی ہیں،کہ اتمام حجت،اللہ کا طریقہ ہے۔مگر وہ لوگ حق کی نشانیوں کو دیکھ کر قادر مطلق کو ماننے کی بجائے،ان نشانیوں کا مذاق اڑانے لگتے ہیں۔حق کو جان کر اسے اختیار نہ کرنا انکبار ہے اور حق کا تمسخر اڑانا،انکبار کی ایک صورت ہے۔

حاصل: حق کا تمسخر اڑانے والے اللہ کی قدرت کو دیکھتے ہیں مگر قادر مطلق کی طرف نہیں بڑھتے۔

وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ اور کہتے ہیں یہ تو نہیں مگر کھلا جادو۔

at.com

منکرین حق کے مشاہدے میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں آتی ہیں۔ تبلیغ حق کرنے والے صاحب منکرین حق [illegible] ہیں اور کہتے ہیں، یہ دیکھو اللہ کی قدرت کی نشانیاں، اور غور کرو کیا تم قادر مطلق کی قدرت کا احاطہ کر سکتے [illegible] قدرت کا احاطہ کیا جا سکے تو پھر اس بات کے انکار کا جواز کیا رہ جاتا ہے کہ اللہ لوگوں کو جزا کے لئے قیامت [illegible] اللہ کی قدرت کی نشانیوں کو دیکھ کر یہ کہتے ہیں کہ یہ تو جادو کے کرشمے ہیں، جو ہمیں دکھائے جا رہے ہیں۔

حاصل: ناصحین سے محبت ہو تو اللہ کی قدرت کی نشانیاں ایمان کو بڑھاتی ہیں، ورنہ منکرین حق تو انہیں جادو [illegible] کہہ دیا کرتے ہیں۔

ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝ کیا جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو کیا [illegible] اٹھائے جائیں گے۔

منکرین حق یہ کہتے ہیں کہ اتنی بڑی بات کیسے مان لی جائے کہ جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو [illegible] جائے گا، اور ہم کو ہمارے اعمال کی جزا دی جائے گی۔ مٹی اور ہڈیاں ہو جانے سے پہلے [illegible] رہتا ہے، تو مردہ جسم میں جان پڑ جانا بھی بڑی بات ہے، [illegible] کے ذرات میں تبدیل ہو چکا ہو اور پھر وہ زندہ ہو جائے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

حاصل: خلق اول، عدم سے وجود میں لانے کی صورت ہے۔ خلق آخر [illegible] صورت ہوگی۔ خالق کل خلق اول پر بھی قادر ہے، خلق آخر پر بھی قادر ہے۔ [illegible] سے ہونا چاہئے۔

اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ۝ اور کیا ہمارے اگلے باپ بھی۔

منکرین حق کا یہ سوال کہ کیا ہم مٹی اور ہڈیاں ہو کر پھر اٹھائے جائیں گے [illegible] سے یہ کہا کہ کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی اٹھائے جائیں گے [illegible] اس کا قادر مطلق ہونا ہی ثابت کرتا ہے [illegible]

حاصل: علم والوں سے سوال کیا جائے تو ارادہ حصول علم ہونا چاہئے [illegible]

قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ۝ فرما دیجئے ہاں اور تم ذلیل ہو گے۔

آخرت کا انکار کرنے والے، جزا کا انکار کرنے والے جب قبروں سے اٹھائے جائیں گے [illegible] جس دن کے انکار پر وہ اب بضد ہیں [illegible] بچنے کا طریق یہی ہے کہ جزا کا انکار نہ کیا جائے [illegible] معیار مان لیا جائے۔

حاصل: حق کا مذاق اڑانے والوں کو ان کے انجام سے آگاہ کرنا بھی تبلیغ حق کا حصہ ہے۔

فَاِنَّمَا هِیَ زَجۡرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمۡ یَنۡظُرُوۡنَ ﴿۱۹﴾ بس وہ تو ایک جھڑک ہی ہے جبھی وہ دیکھنے لگیں گے۔

صور پھونکنے کی آواز لمبی نہیں ہوگی۔ بس یہ ایک جھڑک ہی ہوگی، اور دفعتہً وہ بیداری کی حالت میں ہوں گے، اور ایک سراسیمگی ان پر طاری ہوگی۔ وہ تبدیلی جس کو منکرین آخرت ناممکن کہتے ہوئے سب کچھ خلاف حق کرنے پر لگاتے رہتے ہیں، اچانک واقع ہو جائے گی۔

حاصل: بعث بعد الموت کو واقع ہوتے دیر نہیں لگے گی، بس ایک جھڑک کے ساتھ ہی حال، مستقبل میں بدل جائے گا۔

وَقَالُوۡا یٰوَیۡلَنَا هٰذَا یَوۡمُ الدِّیۡنِ ﴿۲۰﴾ اور کہیں گے ہائے خرابی ہماری، یہ تو یوم الدین ہے۔

منکرین آخرت قبروں سے اٹھتے ہی، یوم الدین کو دیکھ لیں گے۔ اسی دن کے انکار پر وہ سب کچھ ضائع کر چکے ہوں گے، اس لئے انہیں اس دن اپنی خرابی میں کچھ شک نہ ہوگا۔ جو بعث بعد الموت انہیں ناممکن نظر آتی تھی، وہ اس وقت واقع ہو چکی ہوگی، اور یہ جزا کا دن ہوگا۔ یوم الدین کے انکار کو طریق زندگی بنانے والے جس خرابی کی طرف جا رہے ہیں وہ آخرت میں بالکل واضح ہوگی، اور اس وقت حق کو مان لینا کسی کو نفع نہ دے گا۔

حاصل: یوم الدین کے پہچاننے میں منکرین حق کو دیر نہیں لگے گی، وہ قبروں سے اٹھتے ہی اسے دیکھ لیں گے۔ حال پر جزا کا یقین رکھنا یقیناً عقل مندی ہے۔

هٰذَا یَوۡمُ الۡفَصۡلِ الَّذِیۡ كُنۡتُمۡ بِهٖ تُكَذِّبُوۡنَ ﴿۲۱﴾ یہ ہے فیصلے کا دن، جس کی تم تکذیب کرتے تھے۔

منکرین حق یوم الدین کو دیکھ لیں گے تو ملائکہ کی طرف سے کہا جائے گا، یہ وہی فیصلے کا دن ہے، جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔ حال پر ملی ہوئی مہلت میں اپنے آپ کو سچا ثابت کرنا بہت بڑی بات ہے۔ جزا کے دن اصلاح حال کا موقع نہیں ہوگا۔

حاصل: توفیق بھی اللہ نے دی ہے، معیار حق بھی اسی کا مقرر کردہ ہے، جزا بھی وہی دے گا۔ فیصلے کے دن کو جھٹلانا انتہائی غفلت ہے۔

شہادت: اس دن کے بارے میں سورہ الروم (۳۰) میں یہ فرمایا گیا ہے۔ فَیَوۡمَئِذٍ لَّا یَنۡفَعُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا مَعۡذِرَتُهُمۡ وَلَا هُمۡ یُسۡتَعۡتَبُوۡنَ ﴿﴾ تو اس دن ظالموں کو ان کی معذرت نفع نہ دے گی اور نہ ان سے کوئی راضی کرنا مانگے گا۔

اُحۡشُرُوا الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا وَاَزۡوَاجَهُمۡ وَمَا كَانُوۡا یَعۡبُدُوۡنَ ﴿۲۲﴾ جمع کرو ظالموں کو اور ان کے جوڑوں کو اور ان کو جن کی یہ بندگی کرتے تھے۔

یہ حکم مالک یوم الدین کی طرف سے ملائکہ کو دیا جائے گا، کہ خلاف حق کرنے والوں کو، ان کے ہم مشرب لوگوں کو اور جن کی یہ پرستش

کرتے رہے ہیں، سب کو جمع کرو۔ یہ سب شرک کے عمل میں شامل تھے۔ شرک کی ترغیب دینے والے، ان کی ترغیب ماننے والے اور جن کو اللہ کا شریک ٹھہرایا جاتا ہے، یہ سب حال پر بالفعل یکجا ہوتے ہیں، آخرت میں یہ سب جزا کے واسطے جمع کیے جائیں گے۔

حاصل: اپنا حال دیکھنا چاہئے۔ جن کے ساتھ ہمارا بالفعل تعلق ہے، وہ ظالم ہوں تو ہمارا انجام اچھا نہیں ہوگا کہ اسی حال کا مستقبل بننے والا ہے۔

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ۝ اللہ کے مقابل۔ پھر ان کو دوزخ کا راستہ دکھاؤ۔

جو لوگ خلافِ حق کرتے کرتے اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں، یہ اللہ کے مقابل شیطان کی بندگی کرنے والے ہوتے ہیں۔ قیامت کے دن جب یہ قبروں سے اٹھیں گے تو فرشتوں کو حکم ہوگا کہ ان کو دوزخ کا راستہ دکھاؤ، اور اس کی طرف لے جاؤ۔

حاصل: شیطان کی بندگی کرنے والے، دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے۔

وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ۝ اور انہیں ذرا ٹھہراؤ، ان سے سوال ہوگا۔

فرشتوں کو جو منکرینِ حق کو دوزخ کی طرف ہانک رہے ہوں گے حکم ہوگا کہ ان کو ذرا ٹھہراؤ، یہ خلافِ حق جو کام کیا کرتے تھے، وہ دعوے کدھر گئے۔ یہ کہا کرتے تھے ہم ایک دوسرے کے مددگار ہیں، اب یہ دوزخ کی طرف کیوں ہانکے جا رہے ہیں۔

حاصل: جب کوئی اپنے دعوے کے حوالے سے جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر اس سے سوال کیا جاتا ہے۔

مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ۝ تمہیں کیا ہوا کہ ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے۔

دوزخ کی طرف ہانکے جانے والے لوگوں سے پوچھا جائے گا کہ تم یہ دعویٰ کیا کرتے تھے کہ ہم ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور جس انجام سے تمہیں ڈرایا جا رہا ہے ہم اس سے نمٹ لیں گے، اب وقت آ گیا ہے۔ تم ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے، مگر تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے۔

حاصل: منکرینِ حق کو ان کے دعوے کے حوالے سے وہ وقت یاد دلایا جائے گا جس وقت یہ ایک دوسرے کی مدد کا زعم رکھتے تھے، اللہ کی شان ہے۔

بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ۝ بلکہ یہ تو آج بالکل تسلیم کیے ہوئے ہیں۔

منکرینِ حق کو جب یہ یاد دلایا جائے گا کہ جس انجام سے تمہیں ڈرایا جاتا تھا تم یہ دعویٰ کرتے تھے کہ ہم ایک دوسرے کی مدد کرنے والے ہیں، جس انجام کا انکار ہوا، وہ انجام تم پر واقع ہو چکا ہے۔ تو منکرین کی طرف سے کوئی جواب نہیں ہوگا، اطاعت، ذلت و عاجزی ان کی حالت سے ظاہر ہو رہی ہے۔

حاصل: حال پر تسلیمِ حق نفع بخش ہے۔ آخرت میں تسلیمِ حق سے کام چلنے والا نہیں ہوگا، اس لئے اس وقت حق ۔۔۔

Marfat.com

ماننا نافع نہ ہوگا۔

وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ اور ان کے بعضوں نے بعض کی طرف منہ کرتے ہوئے، پوچھنا شروع کیا۔

زبردست اور زیردست جب دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے، اور ایک دوسرے کی مدد کرنے کی دعوے میں جھوٹے ثابت ہوجائیں گے، تو ان سے پوچھا جائے گا، تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کررہے۔ وہ تو سر تسلیم خم کئے ہوں گے۔ پھر وہ لوگ اپنے ماضی کے حوالے سے ایک دوسرے سے پوچھنے لگیں گے، اور سابقہ دوستی کا انجام دشمنی کی صورت میں ظاہر ہونے لگے گا۔

حاصل: جس دوستی کی بنا تقویٰ پر نہ ہو، اس کا انجام بھلا ہو ہی نہیں سکتا۔

قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿۲۸﴾ کہنے لگے تم ہی تو تھے کہ ہم پر دائیں طرف سے آتے تھے۔

زیردست، زبردستوں سے کہیں گے کہ تم لوگ ہی تو ہماری گمراہی کا سبب بنے ہو۔ تم ہی تو تھے کہ ہم کو حق کی طرف آنے نہ دیتے تھے اور ہمیں استکبار میں مبتلا کردیتے تھے۔

حاصل: حال پر دیکھنا چاہئے، ہمارے ساتھ دوستی کا دعویٰ کرنے والے ہمیں حق کو ماننے میں مدد دے رہے ہیں، یا ہماری خواہشات نفس کو ابھار رہے ہیں۔ مسلم اور مجرم کبھی مساوی نہیں ہوتے۔

قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۹﴾ جواب دیں گے، بلکہ تم خود ہی ایمان لانے والے نہ تھے۔

زیردستوں کو یہ جواب ان کی طرف سے دیا جائے گا، جو انہیں برائی کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ یہ لوگ قیامت کے دن ان سے کہیں گے، تم یہ الزام ہم پر نہ رکھو کہ ہم نے تمہیں ماننے سے روکا ہے بلکہ تم خود ہی ایمان لانے والے نہ تھے۔ تمہیں ہدایت کی طلب ہی نہ تھی۔

حاصل: برائی کی ترغیب دینے والے، اپنے پیروؤں کی بات کا جواب فوراً دیں گے، اور ان کے الزام کو رد کرتے ہوئے کہیں گے، تم خود ہی ایمان لانے والے نہ تھے۔

وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿۳۰﴾ اور ہمارا تم پر کچھ قابو نہ تھا، بلکہ تم خود سرکش لوگ تھے۔

برائی کی ترغیب دینے والے، اپنے پیروؤں سے یہ کہیں گے کہ ہمارا تم پر کچھ زور تو تھا نہیں۔ ہم نے تمہیں خلاف حق کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ تمہارے اندر سرکشی موجود تھی۔ یہی سرکشی تمہیں ہمارے قریب لائی اور تم وہ کچھ کرتے رہے، جس کا انجام آج تمہارے سامنے ہے۔

at.com

حاصل: حق کے مقابل من مانی کرنا سرکشی ہے۔ سرکش کو کوئی برائی پر مجبور نہیں کرتا۔

فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ ۖ إِنَّا لَذَآئِقُونَ ﴿۳۱﴾ تو ہم پر ہمارے رب کی بات پوری ہوئی ہمیں اس کا مزا چکھنا پڑے گا۔

شیطان کے اس دعوے کے بعد کہ وہ اللہ کے مخلص بندوں کے علاوہ سب کو گمراہ کرے گا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فیصلہ آیا تھا کہ میں تم سے اور تمہارا اتباع کرنے والوں سے جہنم کو بھر دوں گا۔ برائی کی ترغیب دینے والے اس وقت یقین سے کہیں گے کہ ہمارے رب کی بات ہم پر پوری ہو چکی ہے، اور ہمیں ضرور جہنم کا عذاب ملے گا، کہ یہ اللہ کا فرمان ہے۔

حاصل: شیطان، انسان کا کھلا دشمن ہے۔ اپنی پیروی کرنے والوں کو خسارے تک پہنچا کر حقیقت ان سے صاف بیان کر دیتا ہے۔

فَأَغْوَيْنَٰكُمْ إِنَّا كُنَّا غَٰوِينَ ﴿۳۲﴾ اور ہم نے تمہیں گمراہ کیا جیسے خود گمراہ تھے۔

بھلائی سے منع کرنے والے اور برائی کا امر کرنے والے، قیامت کے دن اپنی پیروی کرنے والوں سے کہیں گے کہ ہم نے تمہیں گمراہ کیا جیسے ہم خود گمراہ تھے۔ تمہیں گمراہی عزیز تھی تو تم نے ہمارے ساتھ تعلقات استوار کیے، اور ہم اپنی گمراہی پر رہتے ہوئے اسی کی طرف تمہیں بلاتے رہے۔

حاصل: جو ہمیں خواہشات کی پیروی کی ترغیب دیتا ہے، وہ گمراہ ہے اور گمراہی چھپا رہا ہے۔ گمراہی میں پڑنے والوں سے صراطِ مستقیم نہ کسی کو ملا ہے نہ مل سکتا ہے۔

فَإِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِى ٱلْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ ﴿۳۳﴾ تو وہ سب اس دن عذاب میں شریک ہوں گے۔

برائی کی طرف بلانے والے اور ان کے پیروکار سب قیامت کے دن عذاب میں شریک ہوں گے۔ دنیا میں ان کا اشتراک خلاف حق کرنے کے حوالے سے تھا، عذاب میں اشتراک جزا کے حوالے سے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سب کو ان کے کیے کی پوری جزا دی جائے گی۔

حاصل: خلاف حق کرنے والے حال پر اپنے اندر ایک اشتراک رکھتے ہیں۔ جزا کے وقت ان کو عذاب میں مشترک رکھا جائے گا۔ پوری پوری جزا دینے والا، مالک یوم الدین کی پکڑ تو رہتی ہی ہے۔

إِنَّا كَذَٰلِكَ نَفْعَلُ بِٱلْمُجْرِمِينَ ﴿۳۴﴾ مجرمین کے ساتھ ہم ایسے ہی کرتے ہیں۔

مسلمین حق کو مانتے ہیں، مجرمین حق کے خلاف کرتے ہیں۔ حق کو ماننے والے اور حق کا انکار کرنے والے برابر نہیں ہو سکتے۔ مجرمین کو ان کے اعمال کی جزا دیتے وقت ان کے طور پر بھی انکار کیا جاتا ہے۔ یہ ان سے رحمت کا ہٹا لیا جانا ہے۔ مجرمین سے یہی رحمۃ اللہ کا طریقہ ہے۔

rfat.com

حاصل: جرم ہمیشہ اپنی خواہش کی پیروی سے ہوتا ہے۔ خواہشات کا اشتراک مجرمین کو اکٹھا رکھتا ہے۔ جزا کے وقت اللہ تعالیٰ ان کو عذاب میں اکٹھا رکھتا ہے۔

اِنَّهُمْ كَانُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ۙ﴿۳۵﴾ بے شک جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو یہ استکبار کرتے تھے۔

مجرمین کا حال بیان فرمایا گیا ہے، کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو یہ لوگ غرور کرتے تھے اور اپنی بڑائی کا اظہار کرتے تھے۔ اللہ کو معبود ماننے والے یہ یقین رکھتے ہیں کہ ان کا خالق، اللہ ہے۔ اللہ نے ان کو بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ ان کو اللہ نے توفیق بھی دی ہے، مہلت بھی دی ہے اور وہ اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے تو انہیں ان کے اعمال کی جزا دی جائے گی۔ مجرم نہ مقصدِ حیات کو مانتے ہیں، نہ عطائے الٰہی کو مانتے ہیں، نہ جزا کو مانتے ہیں۔

حاصل: جو اللہ کو معبود مانتا ہے وہ استکبار نہیں کرتا۔ جو شرک کرتا ہے وہ استکبار کا مرتکب ہوتا ہے۔ جرم کی ابتدا استکبار سے ہی ہوتی ہے۔

وَ يَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْۤا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ؕ﴿۳۶﴾ اور کہتے تھے کیا ہم ایک شاعر، مجنون کے کہنے سے اپنے معبودوں کو ترک کر دیں۔

استکبار کرنے والے یہ کہتے تھے، کہ دعوتِ حق کے نام سے جو کلام ہمیں سنایا جا رہا ہے، یہ کلام بہت اچھا ہے، الفاظ بہت موزوں ہیں، باتیں ایک خاص انداز سے کی گئی ہیں، مگر ہیں یہ باتیں تصوراتی اور شاعر لوگ ایسی ہی تصوراتی زندگی کے نقشے کھینچتے رہتے ہیں۔ مجنون اس لئے ہیں کہ یہ اپنی ذاتی غرض کو بھی اہمیت نہیں دیتے۔ ان کے کہنے سے ہم اس طریق زندگی کو کیسے ترک کر دیں جس میں ہماری پسند کو بڑی اہمیت حاصل ہے، جس میں ہمیں شان و شوکت نظر آتی ہے، اور یہ طریق زندگی ہماری شناخت ہے۔

حاصل: استکبار کرنے والے، دعوتِ حق دینے والے کو شاعر اور مجنون کہتے ہیں، اور اس طرح اپنے طریق زندگی کو برتر ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَ صَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۷﴾ بلکہ وہ حق لے کر آئے اور مرسلین کی تصدیق فرمائی۔

علیمِ مطلق نے یہ سند نازل فرمائی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حق لے کر آئے ہیں۔ ماضی میں مرسلین اپنے اپنے حال پر ان کی بشارت دیتے رہے ہیں اور یہ حال پر مرسلین کی تصدیق کرتے ہیں۔ ماضی حال کی تصدیق کرے اور حال ماضی کی تصدیق کرے تو شبہات کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ خاتم النّبیین کو ماننا ہی پہلے انبیاء کرام کو ماننے کا ثبوت ہو سکتا ہے۔ جو لوگ آپ کو شاعر اور مجنون کہہ کر استکبار کرتے ہیں، انہیں یاد رکھنا چاہئے، اللہ تعالیٰ نے آپ کے بیان کے حق ہونے کی شہادت دی ہے، اور آپ کے مقام کے بارے میں یہ شہادت دی ہے کہ یہ مرسلین کے مصدق ہیں۔

حاصل: خاتم النّبیین کے بیان کو حق ماننا اور آپ کو مرسلین کا مصدق ماننا، اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا جزو لازم ہے۔

at.com

اِنَّكُمْ لَذَآىِٕقُوا الْعَذَابِ الْاَلِیْمِ ﴿۳۸﴾ بے شک تمہیں المناک عذاب پانا ہے۔

جولوگ حق کو سن کر دعوت حق دینے والے کو شاعر اور مجنون کہہ دیتے ہیں، ان مجرموں کے متعلق یہ فرمایا گیا ہے کہ ان کو دردناک عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یقیناً ان کو ان کے کیے کی جزا ہی دی جائے گی۔ دعوت حق دینے والے کی بات اللہ کی بات ہوتی ہے اس کا انکار اللہ کا انکار ہوتا ہے۔ مجرم استکبار کرتے ہوئے اللہ کا انکار کرتا ہے، اور جرم اس کائنات میں استکبار سے ہی شروع ہوا ہے۔

حاصل: جرم کی ابتداء استکبار سے ہی ہوتی ہے۔ دعوت حق دینے والے کی شان میں گستاخی اس کی انتہا ہے، اور المناک عذاب اس کی سزا ہے۔

وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۹﴾ اور تمہیں وہی جزا دی جائے گی جو عمل تم کرتے رہے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو توفیق دی ہے، مہلت دی ہے، شعور کے ساتھ حق اور ناحق میں سے کسی ایک کے انتخاب کا اختیار دیا ہے۔ حق کو مانتے ہوئے جو سچے ثابت ہو جاتے ہیں وہ صادق ہیں، جو جھوٹے ثابت ہوتے ہیں وہ کاذب ہیں۔ جزا ویسی ہی دی جائے گی جیسے عمل اس نے کئے ہوں گے۔

حاصل: ہمارے اعمال کو حق کے حوالے سے ہونا چاہئے اور اسوۂ حسنہ کے مطابق ہونا چاہئے [illegible] ہمارے اعمال سے ظاہر نہیں ہوگا۔

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۴۰﴾ مگر جو اللہ کے مخلص بندے ہیں۔

جن بندوں کو اللہ مخلص ہونے کا مرتبہ عطا کرتا ہے، ان کی صفات وہ [illegible] ان کو [illegible] ہو، ہاں حق کے مطابق رہتے ہیں۔ خلوت میں بھی [illegible] استقامت عطا کرتی ہے۔ ان کا قول پاک ہوتا ہے، ان کے اعمال صالح ہوتے ہیں [illegible] نتائج کو باذن اللہ مانتے ہیں۔ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل و رحمت سے [illegible] احسن انداز کے بعد یہ دیکھنا کہ ان کے ساتھ کیا ہوتا ہے [illegible] ان کے مرتبے [illegible] اللہ تعالیٰ کی طرف سے [illegible] نوازا جائے گا، وہ اللہ کی شان ہے۔

حاصل: اللہ کے مخلص بندوں کے ساتھ کو مقصود بنایا جائے تو بہت آسانیاں حاصل ہو جاتی ہیں۔ [illegible] اس کی رحمت شامل حال ہو جاتی ہے۔

اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴۱﴾ یہ لوگ ہیں جن کے لئے رزق معلوم ہوگا۔

مخلصین کے متعلق یہ فرمایا گیا ہے کہ انہیں جو رزق دیا جائے گا وہ ان کی پسند کے مطابق ہوگا، ان کے لئے [illegible]

اوقات ضرورت کو دیکھ کر دیا جائے گا۔ رزق معلوم، اللہ کے بندے کی شان کو ظاہر کرتا ہے۔

حاصل: اللہ کے پاک بندوں کے لئے مفید چیزوں کا اہتمام کرنا چاہئے، اور ان کی پسند کا پورا لحاظ رکھنا چاہئے۔

فَوَاكِهُ ۚ وَهُم مُّكْرَمُونَ ﴿٤٢﴾ میوے۔ اور وہ مکرم ہوں گے۔

جو رزق مخلصین کو دیا جائے گا، اس کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ وہ میوے ہوں گے، اور مخلصین کو جنت میں بڑی عزت نصیب ہوئی۔ تقویٰ کے مقام پر پورے رہنے کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مکرم ہوں گے۔

حاصل: اللہ کی سنّت یہی ہے جس کو میوہ دے اس کی عزت بھی کرتا ہے۔ ہمارا طریق زندگی بھی یہی ہونا چاہئے۔

فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿٤٣﴾ نعمت کے باغوں میں۔

مخلصین کا مستقر وہ باغ ہوں گے، جو نعمتوں سے پُر ہوں گے۔ ان باغوں میں ان کو وہی ملے گا جو وہ چاہیں گے، اور جس قدر وہ چاہیں گے۔

حاصل: مخلصین کا مستقر بھی ان کی سہولت کے حوالے سے آراستہ ہوگا۔

عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ﴿٤٤﴾ تختوں پر آمنے سامنے ہوں گے۔

مخلصین کا باہمی تعلق حیات دنیا میں بھی ایسا ہوتا ہے، کہ وہ ایک دوسرے کی قدر کرتے ہیں، ایک دوسرے کو سکھ دیتے ہیں اور ایک دوسرے کو دیکھ کر راحت پاتے ہیں، نعمت کے باغوں میں بھی وہ آمنے سامنے ہوں گے۔ ایک دوسرے سے بے پرواہی مخلصین کی طریقت نہیں ہے۔

حاصل: مخلصین پر اللہ کا فضل ہوتا ہے۔ یہ لوگ ایک دوسرے کو دیکھ کر راحت پاتے ہیں۔

يُطَافُ عَلَيْهِم بِكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ ﴿٤٥﴾ شراب لطیف کے جام گردش میں ہوں گے۔

انسان کی بنائی ہوئی شراب میں منافع کم اور نقصانات زیادہ ہوتے ہیں۔ حقوق اللہ کی ادائیگی بھی مشکل ہو جاتی ہے، حقوق العباد کی ادائیگی میں بھی توازن بگڑ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو پینے کی نعمت عطا کی جائے گی، اس میں لطافت ہی لطافت ہوگی۔

حاصل: علیم مطلق کی عطا کی ہوئی پینے کی نعمت اپنی مثال آپ ہی ہوگی۔ اس میں کثافت تو ہوگی ہی نہیں۔

بَيْضَاءَ لَذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ ﴿٤٦﴾ شفاف اور پینے والوں کے لئے سراسر لذت۔

اس مشروب کی صفات کا ذکر ہے جو اہل جنت کو پلایا جائے گا۔ وہ بالکل صاف، شفاف ہوگا۔ یہ لطافت کی انتہا ہے، کہ افادیت بھی بہت ہو اور گدلا پن نام کو بھی نہ ہو، پھر پینے والوں کے لئے وہ سراسر لذت ہو۔

at.com

حاصل: کسی مشروب کا شفاف اور لذیذ ہونا، اور مفید ہونا بڑی قابل قدر بات ہے۔

لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴿﴾ نہ اس میں ضرر ہوگا اور نہ وہ اسے پی کر بہکیں گے۔

مذکورہ مشروب میں کوئی خرابی نہ ہوگی۔ نہ اس کو پی کر سر چکرائے گا، اور نہ اس کو پی کر عقل معطل ہوگی۔ وہ مشروب جو مدہوشی/اذیت میں مبتلا کرے اور عقل کو معطل کرے وہ معاشرے میں فساد کی آبیاری کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس لئے وہ حرام ہے۔

حاصل: مشروب بناتے وقت یہ ملحوظ رکھنا چاہئے کہ وہ مضر نہ ہو اور اس سے اضمحلال نہ پیدا ہو۔

وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ﴿﴾ اور ان کے پاس عورتیں ہیں نیچی نگاہ رکھنے والیاں اور بڑی آنکھوں والیاں۔

عورت مرد کے جوڑے کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس تعلق میں اللہ نے بڑی راحت رکھی ہے۔ عورت کی پاکیزہ صفات بیان فرمائی گئی ہیں، کہ ان کی نگاہ نیچی ہو، اور وہ اپنی حفاظت کو ملحوظ رکھے ہوئے ہوں۔

حاصل: پاکیزگی کی قدر کرنی چاہئے۔ عورتیں نگاہ نیچی رکھیں اور اپنی حفاظت پر نظر رکھیں تو یہ ان کے پاکیزہ ہونے کی سند ہے۔

كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿﴾ گویا وہ انڈے ہیں چھپا کر رکھے ہوئے۔

ان عورتوں کی پاکیزگی کو روشن کرنے کے لئے یہ تشبیہ دی گئی ہے، کہ وہ انڈوں کی طرح نازک ہیں، اور ان کو اس طرح محفوظ رکھا جائے جیسے انڈوں کو محفوظ رکھا جاتا ہے۔ جو ان کی نزاکت کا تقاضا ہوتا ہے۔

حاصل: بچیوں کی حفاظت کے لئے خصوصی انتظامات کرنے چاہئیں، یہی اللہ کی مرضی ہے۔

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿﴾ پھر وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کلام کریں گے۔

اس ماحول کو بیان فرمانے کے بعد جو انعامات الٰہی کی صورت سے جنت میں ہوگا یہ بتایا گیا ہے کہ اہل جنت ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کلام کریں گے۔ یہ کلام ماضی سے واسطے رکھتا ہوگا اور اپنی باتیں کریں گے۔

حاصل: کیف و سرور کے انتہائی بلند مقام پر بھی پاک لوگوں کی ہمکلامی زبان اور طعام دینی ہوتا ہے۔

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ ﴿﴾ ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا میرا ایک ساتھی ہوتا تھا۔

ماضی کو بیان کرنا اپنے تجربات و مشاہدات کے حوالے سے ہو اور اظہار بندگی کے لئے ہو تو سامعین کو اس سے راحت ملتی ہے۔ پاک لوگوں کی مجلس میں ایک بولتا ہے باقی سنتے ہیں۔

حاصل: پاک لوگوں کی مجلس میں ایک بولتا ہے باقی سنتے ہیں، بات اظہار بندگی کے لئے ہوتی ہے۔

يَّقُوۡلُ اَءِنَّكَ لَمِنَ الۡمُصَدِّقِيۡنَ ﴿۵۲﴾ جو کہا کرتا تھا، کیا تم بھی تصدیق کرنے والوں سے ہو۔

وہ ساتھی مجھے کہا کرتا تھا، کیا تم بھی ان لوگوں میں شمار ہو، جو اس بات کی تصدیق کرتے ہیں، کہ بعث بعد الموت یقیناً ہوگی۔ وہ ساتھی آخرت پر یقین رکھنے کی وجہ سے مجھے بے وقوف کہتے ہوئے ملامت کرتا تھا، اور میرے عقیدے کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔

حاصل: اچھی بات کی یہ صفات ہیں، کہ وہ سننے والوں کے فہم کے حوالے سے پوری ہوتی ہے، مختصر ہوتی ہے اور اس میں کوئی ابہام نہیں ہوتا۔

ءَاِذَا مِتۡنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيۡنُوۡنَ ﴿۵۳﴾ کیا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہو گئے، تو ہم کو جزا ملے گی۔

وہ ساتھی میرے عقیدے کا مذاق اڑاتے ہوئے یہ کہا کرتا تھا، کیا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو ہم کو اٹھایا جائے گا اور ہمیں ہمارے اعمال کی جزا دی جائے گی۔ وہ اس کو ناممکن کہتا تھا اور اللہ تعالی کی قدرت کا انکار کرتا تھا۔

حاصل: جس نے پہلے نہ ہونے سے ہونا بنایا ہے، اس کے لئے دوبارہ بنانا مشکل نہیں ہو سکتا۔ جزا کا انکار ہو تو برائی کا ارتکاب ممکن ہوتا ہے۔

قَالَ هَلۡ اَنۡتُمۡ مُّطَّلِعُوۡنَ ﴿۵۴﴾ کہا کیا آپ جھانک کر دیکھیں گے۔

اس ساتھی کے عقیدے کا ذکر کرنے کے بعد اس کے انجام کو دیکھنے میں اہل جنت کی پسند کے بارے میں پوچھنا، بڑے ادب کی بات ہے۔

حاصل: پاک لوگوں سے بات کرتے وقت ان کی پسند کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔

فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِىۡ سَوَآءِ الۡجَحِيۡمِ ﴿۵۵﴾ پھر جھانکا تو اُسے جہنم کے بیچوں بیچ دیکھا۔

اہل جنت کو اس شرف سے بھی نوازا جائے گا، کہ وہ جو کچھ دیکھنا چاہیں گے، انہیں دکھا دیا جائے گا اور اس میں کوئی مشقت بھی نہیں ہوگی۔ جس ساتھی کو وہ منکر جزا کے طور پر یاد کر رہے تھے اس کے انجام کو اس طرح دیکھیں گے کہ وہ انہیں دوزخ کے بیچوں بیچ نظر آئے گا۔

حاصل: اہل جنت اپنے جس سابقہ ساتھی کے انجام کو دیکھنا چاہیں گے، وہ انہیں دکھا دیا جائے گا۔

قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ﴿۵۶﴾ کہا اللہ کی قسم تم تو مجھے بھی گرا دینے والے تھے۔

جو صاحب اپنے سابقہ منکر جزا ساتھی کا ذکر کر رہے تھے، وہ اس ساتھی کو دوزخ کے بیچوں بیچ دیکھ کر اس سے مخاطب ہو کر [illegible] کی قسم تم تو مجھے بھی دوزخ میں گرانے لگے تھے۔ تمہارا رخ درست نہیں تھا اور تم مجھے بھی من مانی کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ تمہاری بات ماننے کی صورت میں میرا انجام بھی یہی ہوتا جو تمہارا ہوا ہے۔

حاصل: اہل جنت اپنی بات کو جہاں پہنچانا چاہیں گے، پہنچا سکیں گے۔ من مانی کرنے کا نتیجہ [illegible] ہوگا۔

وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۵۷﴾ اور اگر میرے رب کی نعمت نہ ہوتی تو میں بھی [illegible] حاضر کیے گئے لوگوں سے ہوتا۔

اللہ تعالیٰ اسے ہدایت دیتا ہے، جو اس کی طرف رجوع لائے۔ رجوع لانے کی صورت یہ ہے [illegible] طرف رجوع لا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے سے تعلق کا استوار ہونا اللہ کی نعمت ہے۔ اس نعمت [illegible] میں داخل ہوتا ہے، اور کفر فسوق اور عصیان سے کراہت ہو جاتی ہے۔ جو اللہ اور اس کے رسول [illegible] وہ مجرم ہوتا ہے، اور مجرم پکڑ کر حاضر کیا جاتا ہے۔

حاصل: پاک لوگ اپنے حال کو نعمت ربی کی بدولت جانتے ہیں اور کہتے ہیں اگر میرے رب کی نعمت نہ ہوتی [illegible] میں بھی پکڑا جاتا۔

اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ﴿۵۸﴾ تو کیا ہمیں موت نہیں ہوگی۔

یہ جنتی حضرات کے کلمات مسرت ہیں۔ انہیں یقین ہوگا کہ حیات آخرت کے بعد [illegible] ہوئے یہ کہیں گے، کیا اب ہمیں موت نہیں ہوگی۔

حاصل: مسرت کا اظہار ایسے سوال سے بھی ہوتا ہے جس کے جواب کا [illegible] یقین ہوتا ہے۔

اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۵۹﴾ مگر موت جو ہو چکی اور ہمیں عذاب نہیں ہوگا۔

خوشی کے اظہار کے لیے یہ کلمات ادا کیے جائیں گے۔ [illegible] پہنچ کا، وہ ہمیشہ کبھی رہیں گے۔ جزا کا یقین رکھتے ہوئے عمل کرنے کا صلہ [illegible] ہے۔

حاصل: موت اور عذاب سے نجات کا یقین خوشی کے اظہار میں مدد [illegible] رہتا ہے۔

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۰﴾ بے شک یہی عظیم کامیابی ہے۔

rfat.com

عظیم کامیابی یہ ہے کہ فانی اشیاء کے رضائے الٰہی کے مطابق استعمال کرنے کی جزا دائمی راحت ہوگی۔

حاصل: دائمی راحت عظیم کامیابی ہے۔

لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ عمل کرنے والوں کو اسی کے لئے عمل کرنا چاہئے۔

عمل اگر حق کے مطابق نہ ہو تو خلاف حق ضرور ہوتا ہے، نتیجہ بہر حال باذن اللہ ہوتا ہے۔ فانی اشیاء کو استعمال کرنے کی دو صورتیں ہیں: ایک نفس کی خواہش کے مطابق ہے، دوسری حق کے مطابق ہے۔ خلاف حق کرنے میں صریحا خسارہ ہے۔ حق کی ادائیگی میں عظیم کامیابی ہے۔ عقل کے ساتھ عمل کرنے والوں کو عظیم کامیابی کے لئے عمل کرنا چاہئے۔

حاصل: عقل کی موجودگی میں عظیم کامیابی کے لئے ہی عمل کرنا چاہئے۔

اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿۶۲﴾ تو یہ ضیافت بہتر ہے یا شجر زقوم۔

مذکورہ ضیافت اہل جنت کے لئے ہے اور ان کے صالح اعمال کا صلہ ہے۔ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے نوازا ہے، یہ عظیم کامیابی ہے۔ اعمال کی جزا تو بہر حال ہوتی ہے۔ جو خلاف حق کریں گے ان کی جزا زقوم کا درخت ہے۔ یہ گناہ گاروں کا طعام ہے۔ یہ ذائقے کے لحاظ سے بھی تکلیف دہ ہے، یہ اثرات کے لحاظ سے بھی تکلیف دہ ہے اور پھر اس غذا کا تسلسل کس قدر تکلیف دہ ہوگا، اللہ کی پناہ۔

حاصل: دیکھنا چاہئے ہم اپنے اعمال کے اعتبار سے کس ضیافت کے مستحق ہیں۔ رخ کو درست کرنے کا وقت صرف حال ہے۔

اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۳﴾ بے شک ہم نے اسے ظالمین کے لئے فتنہ ٹھہرایا ہے۔

آخرت کا انکار کرنے والے ظالمین ہیں، اور شجر زقوم کی دوزخ میں موجودگی ان کے لئے فتنہ بن جاتی ہے۔ وہ آگ میں شجر کی موجودگی کو ناممکن کہتے ہوئے اس بات کا مذاق اڑاتے ہیں۔

حاصل: وہی بات جس کو ایمان والے حق مانتے ہیں، کبھی ظالمین کے لئے فتنہ بن جاتی ہے۔

اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْۤ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿۶۴﴾ بے شک وہ ایک شجر ہے کہ دوزخ کے پیندے سے نکلتا ہے۔

شجر زقوم کے متعلق یہ فرمایا گیا ہے کہ ایک درخت ہے، کہ وہ دوزخ کے پیندے سے نکلتا ہے۔ اس درخت کے لئے مناسب ماحول، مناسب درجہ حرارت اور مناسب نمی کا اللہ تعالیٰ نے ایسا معیار رکھا ہے کہ وہ پیدا ہی دوزخ میں ہوسکتا ہے۔ یہ خالق کل کی شان ہے، کوئی دوسرا یہ دعویٰ کر ہی نہیں سکتا۔

حاصل: خالق کل ہی کسی شجر کے لئے مناسب ماحول، مناسب نمی اور مناسب درجہ حرارت دیتا ہے۔

طَلۡعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوۡسُ الشَّيٰطِيۡنِ ﴿۶۵﴾ اس کا خوشہ شیاطین کے سروں کی طرح ہے۔

شجر زقوم کے خوشے کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ وہ شیاطین کے سروں کی طرح ہے [illegible]

حاصل: کریہہ المنظر شے کو اسی طرح تشبیہ دینی چاہئے۔

فَاِنَّهُمۡ لَاٰكِلُوۡنَ مِنۡهَا فَمٰلِـُٔوۡنَ مِنۡهَا الۡبُطُوۡنَ ﴿۶۶﴾ تو وہ اس میں سے کھائیں گے پھر وہ اس سے پیٹ بھریں گے۔

زقوم کا کھانا جہنمی لوگوں کی مجبوری ہوگی۔ حالت اضطراری ہوگی اور کھانے کو صرف زقوم ہوگا۔ [illegible]
میں ہوگا جیسے پگھلا ہوا تانبا۔ یہ کھانا بذات خود ایک عذاب ہوگا۔

حاصل: خلاف حق کرنے والے مجرم ہیں۔ جہنم میں ان کو وہ کھانا دیا جائے گا جو بذات خود ایک عذاب ہوگا۔

ثُمَّ اِنَّ لَهُمۡ عَلَيۡهَا لَشَوۡبًا مِّنۡ حَمِيۡمٍ ﴿۶۷﴾ پھر اس کے اوپر [illegible] پانی پئیں گے۔

زقوم کھانے کے بعد پیاس کی شدت ہوگی اور اس پیاس کو بجھانے کے لئے انہیں وہ پانی دیا جائے گا [illegible]
ہوگا۔ اس قدر تکلیف دہ مشروب کا اثر یہ ہوگا کہ انتڑیاں کٹ کر باہر آ جائیں گی۔

حاصل: انتڑیوں کی جلن میں گرم مشروب سے تکلیف کی شدت بڑھ جاتی ہے۔

ثُمَّ اِنَّ مَرۡجِعَهُمۡ لَاِلَى الۡجَحِيۡمِ ﴿۶۸﴾ پھر ان کی مراجعت [illegible]

[illegible] کھانے اور پینے کے بعد ان کو جہنم کی طرف لوٹنا ہوگا۔ یہ عذاب [illegible]
کہ ظلم کرنا اللہ کی شان کے خلاف ہے۔ اللہ تو ان کے اعمال کا [illegible]

حاصل: آگ کی سزا دینا اللہ کا کام ہے [illegible]

اِنَّهُمۡ اَلۡفَوۡا اٰبَآءَهُمۡ ضَآلِّيۡنَ ﴿۶۹﴾ بیشک انہوں نے اپنے آباء کو گمراہ پایا۔

منکرین حق کے آباء و اجداد اور [illegible]
[illegible]

حاصل: اگر آباء و اجداد اپنی خواہشات کی پیروی میں [illegible]

rfat.com

فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ۝ تو وہ انہی کے آثار پر دوڑے چلے جاتے ہیں۔

منکرینِ حق کو کہا جاتا ہے، اس کا اتباع کرو جو اللہ نے نازل فرمایا ہے، تو کہتے ہیں ہم اس کا اتباع کرتے ہیں جس پر ہم نے اپنے آباء واجداد کو پایا۔ آباء کے حق پر ہونے کی سند موجود نہ ہو، اور ان کی پیروی بھی ہوتی رہے تو یہ اندھی تقلید باعث عذاب ہی ہو سکتی ہے۔

حاصل: اپنے آباء کے آثار کو معیار جاننا اور ان کے نقوش قدم پر دوڑے چلے جانا اور اپنے آباء کے حق پر ہونے کی سند کو نہ دیکھنا، گمراہ لوگوں کا طریق زندگی ہے۔

وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ اور ان سے قبل بھی اوّلین میں اکثر گمراہ ہوئے۔

اوّلین میں حق کو ماننے والے بھی ہوئے ہیں، حق کا انکار کرنے والے بھی ہوئے ہیں۔ اکثریت خلاف حق کرنے والوں کی ہی رہی ہے۔ شکر گزار بندے قلیل ہی تھے۔ اس لئے اوّلین بذات خود کوئی معیار نہیں ہو سکتے۔

حاصل: اوّلین کی طریقت اسی صورت میں سند کا درجہ رکھتی ہے جب وہ صراط مستقیم پر ہونے کی شہادت رکھتے ہوں۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ۝ اور بیشک ہم نے ان میں ڈرسنانے والے بھیجے۔

اللہ تعالیٰ علیم مطلق ہے۔ وہ لوگوں کو ان کے اعمال کے نتائج سے ضرور آگاہی دیتا ہے۔ ڈرسنانے والے ہمیشہ لوگوں کو ان کی زبان میں ٹھیک ٹھیک ان کے انجام سے آگاہ کرتے رہے ہیں، اور سلامتی کی راہ دکھاتے رہے ہیں۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ کسی قوم میں ڈرسنانے والے نہ آئے ہوں اور اس قوم پر عذاب الٰہی آجائے۔

حاصل: ڈرسنانے والے ہمیشہ اللہ کی طرف سے بھیجے جاتے رہے ہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کوئی قوم اپنے انجام سے آگاہ نہ ہوا اور وہ عذاب میں پکڑ لی جائے۔

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ۝ تو نظر کرو ان کی عاقبت کیسی ہوئی جن کو ڈرسنایا گیا۔

جن لوگوں کو خلاف حق کرنے کے انجام سے ڈرایا گیا اور انہوں نے اپنے آباء واجداد کی روش کو چھوڑنے سے انکار کیا وہ ہمیشہ عذاب الٰہی کی پکڑ میں آتے رہے۔ اللہ نے ان کی جڑ کاٹ دی اور وہ اپنا کچھ بھی دفاع نہ کر سکے۔ اللہ کی قدرت ہر شے پر محیط ہے۔

حاصل: خلاف حق کرنے والوں کو ان کے انجام سے ڈرایا جاتا ہے۔ وہ اصلاح کو حال پر قبول نہ کریں تو ان کا انجام کبھی اچھا نہیں ہوتا۔

ع اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ سوائے اللہ کے مخلص بندوں کے۔

اللہ کے مخلص بندے ناصحین سے محبت رکھتے ہیں، شیطان انہیں بہکا نہیں سکتا۔ انہیں شاہد سے محبت ہوتی ہے۔ وہ شاہد کے قول پر اپنے قول کو نثار کر دیتے ہیں، اس طرح ان کا قول پاک ہو جاتا ہے۔ شاہد کے حسن عمل کو دیکھ کر ناقص اعمال کو ترک کرتے جاتے ہیں، اس طرح ان کے اعمال صالح ہو جاتے ہیں۔ جس علم سے یہ فیض یاب ہوتے ہیں وہ علم، طلب گاروں کو آسانی کے ساتھ عطا کرتے ہیں۔ ان پاک

Marfa

لوگوں کو اخلاص کی بارش سے نوازا جاتا ہے۔ ان ہی کا انجام ہمیشہ اچھا ہوتا ہے۔

حاصل: اللہ کے عباد مخلصین میں شمار ہونا فلاح دارین کے حصول کی سند ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحشر (۵۹) میں فرمایا ہے: كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۝ شیطان کی مثال جب اس نے انسان سے کہا کہ کفر کر۔ پھر جب اس نے کفر کیا تو کہنے لگا میں تجھ سے الگ ہوں میں اللہ سے خائف ہوں جو رب العالمین ہے۔ تو ان دونوں کی عاقبت یہ ہوئی کہ وہ دونوں آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے، اور ظالمین کی یہی جزا ہے۔

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ۝ اور نوح علیہ السلام نے ہمیں ندا دی تو ہم کیا اچھے مجیب ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارتے ہوئے گزارش کی تھی کہ [illegible] فاجرہ کا فریق ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی ندا قوم کے حال پر شہادت [illegible] لوگوں کے لئے اپنے اندر درس عبرت لئے ہوئے ہے۔ [illegible]

حاصل: جس کی بات حق ہو اس کی گواہی اللہ کے نزدیک سند کا درجہ رکھتی ہے۔ [illegible] ہو ہی نہیں سکتا۔

وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝ اور ہم نے آپ کو اور آپ کے اہل کو [illegible] سے نجات دی۔

حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کو [illegible] حضرت نوح علیہ السلام [illegible] میں بٹھا لیا [illegible] حضرت نوح علیہ السلام [illegible] نجات دی [illegible]

حاصل: اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو مدد کی جاتی ہے [illegible] کہ علیم مطلق کی سب سے بڑی مدد ہے سکتا ہے۔

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ۝ اور ہم نے آپ کی ذریت کو ہی باقی [illegible]

rfat.com

حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد اور آپ کے ساتھی جو آپ سے محبت رکھتے تھے، وہی باقی رہنے والے ہوئے اور منکرین حق کا نشان مٹ گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام اس لحاظ سے حضرت آدم علیہ السلام کی طرح ہیں، کہ ان ہی سے نسل انسانی دوبارہ شروع ہوئی۔ اللہ کی رحمت شامل حال ہو جائے تو مغلوب کے غالب ہونے میں دیر ہی کیا لگتی ہے۔ اللہ نے مومنین کی نصرت کا وعدہ فرما رکھا ہے۔ اللہ جس کا مددگار ہو وہی باقی رہنے والا ہوتا ہے۔

حاصل: اللہ کی نصرت حاصل ہو تو اولاد میں کام جاری رہتا ہے، نام باقی رہتا ہے۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۝٧٨ اور پچھلوں کو ان کے طریقے پر رکھا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے مکذبین حق کے جواب میں جس طرح صبر کا مظاہرہ کیا وہ اتنا بڑا معیار ہے، کہ قیامت تک طلب حق رکھنے والے اس سے فیض یاب ہوتے رہیں گے، قیامت تک استقامت کے ساتھ حق کی احسن ادائیگی کرنے والے آپ کی زندگی کو مانتے رہیں گے۔

حاصل: اللہ کے نزدیک حضرت نوح علیہ السلام کا طریق زندگی پیچھے آنے والوں کے لئے معیار ہے۔ پاک لوگ اس معیار سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

سَلٰمٌ عَلٰى نُوحٍ فِي الْعٰلَمِينَ ۝٧٩ سلام ہو نوح پر عالمین میں۔

حضرت نوح علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام، بندے کی قدر و منزلت کے حوالے سے بڑا بلند مقام ہے۔ عالمین میں جہاں جہاں رب کو ماننے والے ہیں اور ہوں گے، وہ حضرت نوح علیہ السلام پر سلام بھیجتے ہیں اور آپ پر سلام بھیجتے رہیں گے، کہ حق کی تکذیب کرنے والوں کی تکلیف دہ باتوں پر آپ صدیوں صبر کرتے رہے، اور اللہ کی رضا کے لئے جو کچھ آپ کو کرنا چاہئے تھا، اس کا تسلسل توڑنے نہیں دیا، تا آنکہ اس قوم کو عمل کے لئے دی گئی مہلت ختم ہوگئی۔

حاصل: مخالفین حق کے ساتھ صبر کا رویہ رکھنے والا جہاں بھی ہو، لازم ہے کہ وہ حضرت نوح پر سلام بھیجے۔

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝٨٠ بے شک محسنین کو ہم ایسے ہی جزا دیتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس قدر و منزلت سے نوازا گیا، وہ ان کے محسن ہونے کی جزا ہے، اور محسنین کو ایسی ہی جزا سے نوازا جاتا ہے۔ اللہ کی سنت یہی رہی ہے۔ محسنین، منکرین حق کی باتوں کو سن کر صبر کرتے ہوئے وہ کچھ پہنچاتے رہتے ہیں، جس کے پہنچانے کا ان پر حق عائد ہوتا ہے۔

حاصل: محسنین اپنی پسند کو اللہ کی رضا پر قربان کرتے ہیں، اور اللہ کے شکر گزار بھی ہوتے ہیں۔

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ۝٨١ بے شک وہ ہمارے مومن بندوں سے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومن ہونے کی اور مومنین سے ہونے کی سند نازل فرمائی گئی ہے۔

Marfa

آپ کے بارے میں بات کرنے سے پہلے آپ کے اس مرتبے کو دیکھنا ضروری ہے۔ آپ کے بارے میں کوئی ایسی بات [illegible] شان کے لائق نہیں ہوتی قطعاً خلافِ حق ہوگی۔

حاصل: احسان کرنے والے ہی مومنین کی صف میں شمار ہوتے ہیں۔ مومن کے مرتبے [illegible] بارے میں بات کرنی چاہیے۔

ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِیْنَ — پھر ہم نے آخرین کو غرق کر دیا۔

جو مومن تھے اور حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ تھے، وہ طوفان سے نجات پانے والے ہوئے۔ [illegible] کر دیئے گئے۔ گمراہی اللہ کے پاک بندوں کی تکذیب سے شروع ہوتی ہے۔ [illegible]

حاصل: حق کی مخالفت راہِ ہلاکت ہے۔ جو اس راہ کو اختیار کرتا ہے وہ اپنے آپ کو [illegible]

وقف لازم

وَاِنَّ مِنْ شِیْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِیْمَ — اور بے شک آپ کی [illegible] علیہ السلام ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی وہی طریقت اپنائی جو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنائی تھی [illegible] کے معاملہ کرنا، ان کی تکلیف دہ باتوں پر صبر کرنا [illegible]

حاصل: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرتِ مبارکہ حضرت نوح علیہ السلام کی سیرت [illegible] رکھتی ہے۔

اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ — جب قلبِ سلیم کے ساتھ اپنے رب کے [illegible] حاضر ہوئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے [illegible] صاحبِ قلبِ سلیم کی شان ہے۔ [illegible]

حاصل: اپنے رب کے حضور قلبِ سلیم کے ساتھ حاضر ہونے [illegible] حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔

اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ — جب آپ نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے [illegible] آپ لوگ کس کی عبادت کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو اور اپنی قوم کو بت پرستی کرتے دیکھا تو ان سے پوچھا، آپ لوگ کس کی عبادت کرتے ہیں۔ ان کا جواب تھا ہم نے اپنے آبا، کو ان بتوں کی عبادت کرتے پایا ہے، اس لیے ہم بھی ان کی عبادت کرتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا، یہ تو صریحاً گمراہی ہے۔ اگر آبا، کے راہ راست پر ہونے کی سند موجود نہ ہو تو ان کی پیروی سے فلاح کا حاصل ہونا ممکن ہی نہیں۔

حاصل: مشرکین سے پوچھنا چاہیے تم کس کی عبادت کرتے ہو تا کہ ان کا دعویٰ سامنے آئے۔

اَئِفْکًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ﴿۸۶﴾ کیا اللہ کے مقابل من گھڑت معبودوں کے طالب ہو۔

جب قوم نے اپنے من گھڑت معبودوں کی عبادت کا دعویٰ کیا، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: کیا اللہ کے مقابل تم اپنی پسند کے معبود بنانا چاہتے ہو۔ تم جس کو اپنی پسند سے معبود بناؤ گے وہ تمہارا مالک نہیں ہوسکتا۔ تم اپنے بنائے ہوؤں کو مانتے ہو، اپنے بنانے والے کو نہیں مانتے۔

حاصل: حق کے مقابل جو اپنی تجویز رکھتا ہے وہ اپنا من گھڑت معبود بنانا چاہتا ہے۔

فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ رب العالمین کے بارے میں تمہارا ظن ہے کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے لوگوں سے یہ پوچھا کہ رب العالمین کے بارے میں تمہارا گمان ہے کیا، یہ معلوم ہونا چاہیے۔ یقیناً وہ گمان درست نہیں ہے، ورنہ من مانی کرنے کا راستہ تو بن ہی نہیں سکتا، اور آپ لوگوں نے من مانی کرتے ہوئے اپنے معبود گھڑ لیے ہیں۔ عالمین کو پالنے والا کسی کا محتاج نہیں ہے۔ وہی ہر ایک مخلوق کی ضروریات کو جانتا ہے اور وُہی ہر ایک کو اپنے علم سے پالتا ہے۔

حاصل: منکرین حق سے یہ پوچھنا چاہیے کہ رب العالمین کے بارے میں تمہارا گمان ہے کیا۔

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ﴿۸۸﴾ پھر آپ نے ایک نظر ستاروں پر ڈالی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے علما، سے پوچھا تھا کہ رب العالمین کے بارے میں تمہارا گمان ہے کیا۔ اس کے جواب میں ان لوگوں نے جو کچھ بھی کہا وہ قطعاً بے سند باتیں تھیں۔ ایسی بے استدلال باتیں سننے کی ایک حد ہوتی ہے۔ سنانے والوں کو یہ احساس دلانے کے لیے کہ آپ نے اس بیان کو بہت طویل کر دیا ہے اور آپ وہ ثابت نہیں کر سکے، جو آپ ثابت کرنا چاہتے تھے، آپ نے وقت کو دیکھنے کے لیے ستاروں پر نظر ڈالی۔

حاصل: جس کا بیان تکلیف دہ حد تک طویل ہو جائے اس کو اس کا احساس دلانے کے لیے وقت کا دیکھنا بھی ایک طریقہ ہے۔

فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ﴿۸۹﴾ تو کہا میں مضمحل ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے اس گمان کو جو رب العالمین کے بارے میں رکھتی تھی، سنا اور ان کی بات کے لاحاصل ہونے کا اظہار وقت کو دیکھ کر کیا، اور یہ کہا کہ میں تھک چکا ہوں، آپ لوگ اپنے عقیدے کے درست ہونے کو ثابت نہیں کر سکے۔

حاصل: کسی بیان کی طوالت کا احساس دلانے کے باوجود اگر سنانے والے اس کو ختم نہ کریں تو کہہ دینا چاہیے کہ میں مضمحل ہو گیا ہوں۔

فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ۞ تو وہ آپ سے پیٹھ پھیر کر چلے گئے۔

قوم نے اپنے عقیدے کو درست ثابت کرنے کی بہت کوشش کی مگر [illegible] حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس حالت میں چھوڑ کر چلے گئے کہ وہ ان کی باتوں [illegible] تھے۔

حاصل: منکرین حق اپنے دعوے کو ثابت نہ کر سکیں تو وہ اپنی غلطی ماننے پر تیار نہیں ہوتے۔ ایسی صورت میں وہ پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں۔

فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۞ پھر ان کے معبودوں کی طرف جا پہنچے اور کہا آپ کھاتے کیوں نہیں۔

عبادت خانہ اجتماعی ضرورت کے لیے بنایا جاتا ہے [illegible] عبادت خانے میں عبادت کرنے والوں کے لیے سامان رکھا ہوتا ہے [illegible] بتوں کے پاس اس وقت پہنچے جب اللہ کے سوا کوئی وہاں موجود نہیں تھا [illegible] بتوں سے مخاطب ہو کر کہا یہ کھانے کی مرغوب چیزیں آپ کے سامنے رکھی ہیں تو آپ [illegible] پیش کی گئی ہوں اور جن کو پیش کی گئی ہوں ان کی قدرت [illegible]

حاصل: حضرت ابراہیم علیہ السلام بتوں کے پاس اس وقت پہنچے جب اللہ کے سوا کوئی [illegible] بتوں سے سوال کرنا ان کے بارے میں لوگوں کے عقیدے کی حقیقت ثابت کرنے کے لیے تھا۔

مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ۞ تمہیں کیا ہے کہ بولتے نہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں سے یہ پوچھا کہ بولتے کیوں نہیں [illegible] ہیں اور تم بولتے نہیں ہو پوچھا جائے تو جواب بھی نہیں دیتے۔

حاصل: کسی عقیدے کو جانچنے کے لیے متعدد سوال [illegible] کرنے چاہئیں۔

فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ ۞ پھر ان پر دائیں ہاتھ سے ضرب لگاتے ہوئے [illegible]

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان بتوں [illegible] اپنے معبودوں [illegible] ہو جاتے ہیں۔

rfat.com

حاصل: بت شکنی لوگوں کو یہ احساس دلانے کے لیے تھی کہ ان کے گھڑے ہوئے معبود کوئی قدرت نہیں رکھتے۔

فَاَقْبَلُوْٓا اِلَیْهِ یَزِفُّوْنَ ﴿۹۴﴾ تو لوگ آپ کی طرف دوڑ کر آئے گھبرائے ہوئے۔

جب لوگ معبد میں آئے اور بتوں کو ٹوٹا ہوا پایا، تو وہ بہت پریشان ہوئے، اور کہا، جس نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے اس نے بڑی زیادتی کی ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم نے ایک نوجوان کو جسے ابراہیم کہتے ہیں بتوں کی برائی کرتے سنا ہے۔ حکم دینے والوں نے حکم دیا، لاؤ اسے لوگوں کے سامنے کہ لوگ اس پر گواہی دیں۔ تو لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف دوڑ پڑے، کہ انہیں فیصلہ کرنے والوں کے سامنے پیش کرنے کا شرف حاصل کریں۔

حاصل: کھوج لگانے کے لیے اس واقعہ سے پہلے کی کڑیوں کو ملانا ضروری ہوتا ہے، پھر غالب امکان کی طرف بڑھنا چاہیے۔

قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿۹۵﴾ فرمایا، کیا تم اپنے ہاتھوں تراشے ہوؤں کی عبادت کرتے ہو۔

لوگ جب دوڑے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو ان کا اس طرح آنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توقع کے مطابق تھا۔ آپ اس صورت حال میں اپنا حق ادا کرنے کے لیے تیار تھے۔ پوچھا گیا، کیا آپ نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ فعل کیا ہے۔ آپ نے جواب دیا: اس نے یہ فعل کیا ہے، جسے تم نے ان کی برائی کرتے سنا ہے، ان کے بڑے سے پوچھ لو اگر یہ بولتے ہوں۔ قوم کے بڑوں نے کہا، یہ بولتے تو نہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا تم اپنے تراشے ہوؤں کو مانتے ہو۔ کیا تمہارا معبود تمہارا اپنا بنایا ہوا ہونا چاہیے۔ تمہارے بنانے والے کے مقابل ان کی حیثیت ہی کیا ہے۔ یہ تو اپنی حفاظت کرنے پر بھی قادر نہیں ہیں، تمہارا کیا سنوار سکتے ہیں۔

حاصل: اپنی تخلیق کو اپنے خالق کے مقابل کبھی اہمیت نہیں دینی چاہیے، یہ بڑی بے عقلی ہے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ اور اللہ ہی نے تم کو اور جن چیزوں کو تم کام میں لاتے ہو خلق کیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اللہ ہی نے تم لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ ان بتوں کے خالق، اللہ کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔ وہ چیزیں جن پر عمل کر کے تم ان کو معبود ٹھہرا لیتے ہو، وہ بھی اللہ کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ خالق کل تو اللہ ہی ہے، ان مورتوں کا مقام اللہ کے سامنے کچھ بھی تو نہیں۔

حاصل: خالق کل نہ ہونے سے، ہونا بنا سکتا ہے۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا قطعاً خلاف حق ہے۔

قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْیَانًا فَاَلْقُوْهُ فِی الْجَحِیْمِ ﴿۹۷﴾ کہنے لگے اس کے لیے ایک عمارت بناؤ پھر اس کو آگ میں جھونک دو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مبارک کلام کے مقابل خود کوئی جواب نہ پاتے ہوئے قوم نے [illegible] مدد کرنی ضروری ہے، اور گستاخی کی سزا ایسی ہونی چاہیے کہ ان کو آگ میں جھونک دیا جائے۔ اس آگ کے لیے [illegible] زندگی کے دوسرے معمولات پر اثر انداز بھی نہ ہو اس کے لیے موزوں عمارت بنائی جائے۔

حاصل: منکرینِ حق اپنے عقیدے کے مخالفین کو اتنی بڑی سزا دینا چاہتے ہیں کہ [illegible]

فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۹۸﴾

تو انہوں نے آپ کے ساتھ برا داؤ چلنے کا ارادہ کیا تو ہم نے انہی کو نیچا دکھا دیا۔

قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا بڑا اہتمام کیا [illegible] آگ کتنی بڑی ہو سکتی تھی یہ بالکل واضح ہے۔ اس آگ میں ڈالنے کے بعد [illegible] عطا ہوئی اور برا داؤ چلنے والے خسارے میں پڑے۔

حاصل: اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مشیت کے سامنے کسی کا داؤ نہیں چلتا۔ [illegible]

وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۹۹﴾

اور کہا کہ میں اپنے رب کی طرف چلتا ہوں وہ جلدی مجھے راستہ دکھا دے گا۔

قوم کے خسارے میں مبتلا ہونے کے بعد آپ نے وہاں سے چلے جانے کا فیصلہ [illegible] اس کی رضا مجھے مطلوب ہے۔ یہاں سے چلا جانا ضروری ہے [illegible] میرا رب بتا دے گا، میں اپنے رب کی طرف چلتا ہوں۔

حاصل: تبلیغِ حق کرنے والے کی شان یہی ہے کہ جہاں اس کا کام نہ ہو [illegible] جائے وہاں سے چل پڑے [illegible] جہاں اللہ لے جائے۔

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۰﴾

اے میرے رب مجھے صالحین سے عطا فرما۔

یہ دعا اس مقام پر پہنچنے کے بعد [illegible] تھی فوری ضرورت تو ساتھیوں کی تھی اور مستقبل سے تعلق تھا۔

حاصل: دعا اپنے حال سے تعلق رکھتی ہے اور مستقبل سے بھی تعلق رکھتی ہے۔

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾

تو ہم نے آپ کو ایک حلیم بیٹے کی بشارت دی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس مقام پر [illegible]

نے حلیم فرمایا ہے۔ یہ صفت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ بھی بیان فرمائی گئی ہے۔ جو بیٹا صالح والدین کے سامنے اپنی کوئی تجویز نہ رکھتا ہو اور صداقت کے ساتھ ان کی خدمت کرتے رہنے میں راحت پاتا ہو، وہ حلیم ہوتا ہے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے ہیں، جن کو حلیم فرمایا گیا ہے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پہلے پیدا ہوئے اور دوڑنے پھرنے کی عمر میں ذبیح اللہ ہو گئے جب کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کے ساتھ ہی آپ کی اولاد حضرت یعقوب علیہ السلام کی بشارت کا بھی ذکر فرمایا گیا ہے۔ اس لیے اسرائیلی روایت کوئی حقیقت نہیں رکھتی، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہی ذبیح اللہ ہیں۔ جو صاحبان حق کے فرمان کو فرمان الٰہی جان کر مانے، اور حکم الٰہی پر جان تک قربان کرنے کو تیار ہو، اس کو بھی ذبیح اللہ کا مقام عطا ہو جاتا ہے۔ ذبیح اللہ، صادق الوعد بھی ہوتا ہے، صابر بھی ہوتا ہے۔

حاصل: حلیم باپ اور حلیم بیٹے کے بارے میں اپنی اولاد کو بتانا چاہئے کہ ان کا مرتبہ کیا تھا، ہماری اولاد کا رُخ اسی طرح درست رہ سکتا ہے۔ امّی (بنی اسمٰعیل میں سے) ہونے کے لیے موصوف کی صفت کو پانا لازم ہے۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۭ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝۱۰۲

پھر جب وہ آپ کی معیت میں دوڑنے پھرنے لگا، فرمایا: اے میرے بیٹے میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں، پھر تُو نظر کر تیری رائے کیا ہے۔ عرض کی اے میرے باپ وہی کیجئے جس کا آپ کو امر ہوتا ہے، جلد ہی انشاء اللہ آپ مجھے صابرین سے پائیں گے۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جب دوڑنے پھرنے لگے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہاتھ بٹانے لگے تو اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک خواب آیا۔ آپ نے اپنے بیٹے سے وہ خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا: اے میرے بیٹے میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں تم دیکھو تمہاری رائے کیا ہے۔ بیٹے کی رائے معلوم کرنا قطعاً حق تھا کہ قربان ہونے والے کی نیت کو قربان ہونے کے عمل میں سب سے زیادہ اہمیت حاصل تھی۔ بیٹے نے جواب دیا: والد محترم وہی کیجئے جس کا آپ کو امر دیا گیا ہے۔ بیٹے نے باپ کے مرتبے کو دیکھتے ہوئے باپ کے خواب کو باپ کے لیے امر الٰہی جانا اور جہاں تک اس عمل میں بیٹے کی ذات کا تعلق تھا، صبر کے ساتھ اس مقام پر انشاء اللہ کہتے ہوئے پورا رہنے کے عزم کا اظہار کیا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اس مقام کو مستقبل قریب میں دیکھا، وہیں آپ کے صبر کا ثبوت ملنا تھا، اس لیے آپ نے یہ عرض کیا کہ عن قریب آپ مجھے صابرین سے پائیں گے۔

حاصل: خواب کی حقیقت آگاہی ہوتی ہے۔ جس عمل میں بندے کی رضا شامل نہ ہو وہ عمل کوئی معنی نہیں رکھتا۔ حلیم بیٹے اپنے صالح باپ کی بات کو بڑے ادب سے مانتے ہیں، قربان ہونے کا مقام آجائے تو صبر سے اس مقام پر انشاء اللہ کہتے ہوئے اپنے عزم کا اظہار کر دیتے ہیں۔

Marfat

فَلَمَّآ اَسۡلَمَا وَتَلَّهٗ لِلۡجَبِيۡنِ ۚ پھر جب دونوں تیار ہو گئے اور آپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹا دیا۔

امر الٰہی کے مطابق ذبح کرنے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تیاری یہ تھی کہ اللہ کی رضا کے لیے وہی [illegible] ہے اور ویسے کرنا ہے جیسے خواب میں دکھایا گیا ہے، ذبح کرنے والا آلہ بالکل ٹھیک ہونا چاہیے۔ ذبح ہونے والے حضرت [illegible] تیاری یہ تھی کہ آپ قربان ہونے کے لیے تیار تھے، امر الٰہی کے سامنے اپنی کوئی تجویز نہ رکھتے تھے، اور [illegible] خواب میں دیکھا ہے، بالکل ویسے ہی کیجیے۔ ماتھے کے بل لٹانے میں آپ کا منشا اظہار ادب تھا اور آپ نے خواب میں [illegible]

حاصل: نیت پہلے ہوتی ہے عمل بعد میں ہوتا ہے۔ سجدے کی صورت، اظہار بندگی میں اللہ [illegible] حوالے سے پسندیدہ ہے۔

وَنَادَيۡنٰهُ اَنۡ يّٰۤاِبۡرٰهِيۡمُ ۙ اور ہم نے آپ کو ندا دی اے ابراہیم علیہ السلام۔

ذبح کرنے کا عمل شروع ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام لے کر ندا دی۔ [illegible] قرب الٰہی کا وہ مقام پایا جو دائرہ عبدیت میں بلند ترین مقام ہے۔

حاصل: معبود کا عبد کو ندا دینا، عبد کے لیے اتنا بڑا اعزاز ہے کہ اس اعزاز سے [illegible]

قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ بے شک آپ نے خواب سچ [illegible] محسنین کو ایسے ہی جزا دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سند نازل فرمائی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام [illegible] دکھایا۔ رضائے الٰہی کے حصول سے بڑی کامیابی دنیا میں ملتی ہے نہ آخرت میں [illegible] ہی ہوتے ہیں۔ محسنین کو تعلق مع اللہ کی وجہ سے [illegible]

حاصل: خلوت، جلوت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ [illegible] کرتا ہے۔

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الۡبَلٰٓـؤُا الۡمُبِيۡنُ یقیناً یہ ایک عظیم امتحان تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ سے دوستی کا دعویٰ اس امتحان سے [illegible] ہے۔ جس دعوے کے ساتھ شہادت [illegible] دعویٰ بے حقیقت ہوتا ہے۔

حاصل: ہمارے دعویٰ ایمان کے ساتھ بھی ہماری صداقت کا ثبوت ہونا چاہیے۔

rfat.com

وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۷﴾ اور ہم نے اس کے لیے ذبحِ عظیم سے فدیہ دیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے لیے قربانی کا جانور بطور فدیہ دیا۔ یہ قربانی معنوں میں عظیم ہے کہ قبول کرنے والے مالک کل کی طرف سے دی گئی ہے۔

حاصل: مالکِ کُل نے جس کے لیے فدیہ دیا، اس کا مرتبہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا ہے اور لوگوں کے لیے لائق تکریم ہے۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ اور ہم نے اس پر آخرین کو قائم رکھا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے لیے ذبحِ عظیم کا فدیہ، قربانی کے حوالے سے بلند ترین مقام ہے۔ اللہ نے اس عمل کو قرب الٰہی کے لیے ایک رکن ٹھہرا دیا ہے۔ مناسکِ حج میں اس کا ایک مقام ہے اور قربانی (ذبحِ عظیم بطور سنت) بڑھتی چلی جارہی ہے اور بڑھتی چلی جائے گی۔

حاصل: قربانی کو اللہ نے باقی رکھا ہے، اس کو قربِ الٰہی کے لیے اہم ٹھہرایا ہے اور وہ بڑھتی چلی جارہی ہے۔

سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۱۰۹﴾ سلام ہے ابراہیم پر۔

حضرت ابراہیم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام فرمایا گیا ہے۔ معبود جس بندے پر سلام فرمائے عبادِ صالحین پر اس بندے کی تعظیم لازم ہو جاتی ہے، اس کی توقیر لازم ہو جاتی ہے، اور اس کے مبارک نام کے ساتھ علیہ السلام کہنا حق ہو جاتا ہے۔

حاصل: حضرت ابراہیم کے مبارک نام کے ساتھ علیہ السلام لکھنا بھی چاہیے اور آپ کا مبارک نام لیتے ہوئے علیہ السلام کہنا بھی چاہیے۔

كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۰﴾ ہم محسنین کو ایسے ہی جزا دیتے ہیں۔

عبدیت کے دائرے میں اللہ کی رضا پر سب کچھ قربان کر دینا، احسان کا بلند ترین مقام ہے۔ معبود کی طرف سے عبد کے محسن ہونے کی تصدیق اور اس پر سلام بہت بڑی جزا ہے۔

حاصل: محسن ہونا عبد کی شان ہے جزا دینا معبود کی شان ہے۔

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ بے شک وہ ہمارے عبادِ مومنین سے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مومن ہونے کی اور مومن بندوں میں سے ہونے کی سند نازل فرمائی ہے۔ مومن کے نو مقامات کا قرآن پاک میں ذکر کیا گیا ہے: توبہ، عبادت، حمد، روزہ، رکوع، سجدہ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور حدود اللہ کی حفاظت۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ان مقامات پر پورا رہنے کی اللہ نے شہادت دی ہے۔ مومن ذاتی زندگی کے حوالے سے بھی معیار ہوتا ہے،

اجتماعی زندگی کے حوالے سے بھی معیار ہوتا ہے۔

حاصل: عباد مومنین کا ساتھ صراطِ مستقیم ہے۔ کسی ایسی بات کو جو مومن کی شان کے خلاف ہو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ منسوب کرنا صریحاً گناہ ہے کہ اللہ نے آپ کے مومن ہونے کی سند نازل فرمائی ہے۔

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۱۲﴾

اور ہم نے آپ کو اسحاق علیہ السلام کی بشارت دی جو صالحین سے نبی ہوں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت کے ساتھ ہی ان کے نبی ہونے کی بھی بشارت دی گئی۔ یہ ثبوت حضرت اسحاق علیہ السلام کے ذبیح اللہ نہ ہونے کا ثبوت ہے۔ کہ ذبیح اللہ ہونے کا مقام تو اوائل عمری میں آیا، حضرت اسحاق علیہ السلام کے نبی ہونے کی بشارت پیدائش کے ساتھ ہی دی گئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے یہ بڑی راحت کی بات تھی۔ ان کی اولاد میں اللہ نے نبوت کو رکھنا پسند فرمایا۔

حاصل: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے محسن ہونے کا، مومن ہونے کا انعام حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت کی صورت میں بھی دیا گیا۔

وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ۭ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ﴿۱۱۳﴾ ع

اور ہم نے اسے بھی برکت دی اور اسحاق علیہ السلام کو بھی برکت دی۔ اور ان دونوں کی اولاد میں محسن بھی ہیں اور اپنے آپ پر صریح ظلم کرنے والے بھی ہیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام دونوں بھائی ہیں۔ ان دونوں کی اولاد میں بھی جو لوگ اپنی پسند کو اللہ کی رضا پر قربان کرنے والے ہیں وہ سب محسن ہیں اور جو اپنی پسند پر چلتے ہیں وہ اپنے آپ پر ظلم کرنے والے ہیں۔

حاصل: آباء کا بابرکت ہونا کسی کے محسن ہونے کی سند نہیں ہوتا۔ اگر ہمارے اعمال خلاف حق ہوں تو ہم اپنے آباء کی برکت سے کچھ حاصل نہیں کر سکتے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحجرات (۴۹) میں فرمایا ہے: یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۭ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ۔ اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور تمہیں شعبے اور قبیلے ٹھہرایا کہ تعارف ہو سکے۔ بے شک اللہ کے نزدیک اکرم وہ ہے جو تقویٰ میں بڑا ہے۔ بے شک اللہ علم والا خبر والا ہے۔

rfat.com

وَ لَقَدۡ مَنَنَّا عَلٰی مُوۡسٰی وَ هٰرُوۡنَ ﴿۱۱۴﴾ اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام پر احسان فرمایا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو فرعون کی طرف تبلیغ حق کے لیے بھیجا گیا۔ قوم فرعون استکبار میں مبتلا تھی۔ یہ لوگ بنی اسرائیل پر قہر کرنے میں اپنی شان دیکھتے تھے۔ بنی اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کر دیتے تھے اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھتے تھے۔ ایسے ظالم لوگوں سے بنی اسرائیل کو چھڑا کر لے جانا، اس احسان کی بدولت ممکن ہوا جو اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام پر فرمایا۔

حاصل: جس پر اللہ کا کرم ہو اس کے ساتھ میں یقیناً فلاح ہوتی ہے۔

وَ نَجَّیۡنٰهُمَا وَ قَوۡمَهُمَا مِنَ الۡكَرۡبِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۱۱۵﴾ اور ہم نے انہیں اور ان کی قوم کو کربِ عظیم سے نجات دی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو فرعون اور آل فرعون سے بہت دکھ پہنچتے تھے۔ بنی اسرائیل سے خدمات بھی لی جاتی تھیں، ان پر قہر بھی کیا جاتا تھا۔ ان کے بیٹوں کو قتل کر دیا جاتا تھا اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دیا جاتا تھا۔ بنی اسرائیل جسمانی طور پر بھی دکھ اٹھاتے تھے روحانی طور پر بھی دکھ میں رہتے تھے۔ اللہ نے ہی ان لوگوں کو کربِ عظیم سے نجات دی۔

حاصل: دکھ سے نجات اللہ ہی دیتا ہے، اور پاک لوگوں کی معیت نصیب ہو تو دکھ سے نجات حاصل ہوتی ہے۔

وَ نَصَرۡنٰهُمۡ فَكَانُوۡا هُمُ الۡغٰلِبِیۡنَ ﴿۱۱۶﴾ اور ہم نے انہیں نصرت دی تو وہی غالب ہوئے۔

فرعون اور اس کے ساتھیوں نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہہ دیا کہ ہم کبھی بھی آپ پر ایمان نہ لائیں گے تو یہ ان کے ناقابل اصلاح ہونے کا ثبوت تھا۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ آپ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر راتوں رات دریا عبور کر جائیں۔ دریا نے امر الٰہی کے مطابق آپ کو راستہ دیا اور آپ مع بنی اسرائیل کے سلامتی کے ساتھ دریا سے گزر گئے۔ آل فرعون آپ کے تعاقب میں دریا پر پہنچے تو عجیب منظر دیکھا کہ دریا میں بنی اسرائیل کے لیے راستہ بنا ہوا ہے۔ ان لوگوں نے بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی نصرت کو دیکھا اور نظر انداز کر دیا۔ آل فرعون اور فرعون اسی راستے پر چل پڑے جو اللہ نے بنی اسرائیل کے لیے بنایا تھا۔ جب یہ سب لوگ دریا کے پیٹ میں آ گئے تو پانی کے عظیم تودے آپس میں مل گئے، اور بنی اسرائیل کے دشمن مغلوب ہو گئے۔ اللہ کی نصرت نے بنی اسرائیل کو غالب کر دیا۔

حاصل: فخر غلبے پر نہیں ہونا چاہئے، غالب کرنے والے پر ہونا چاہئے۔ اللہ کی نصرت سے ہی مغلوب، غالب ہو سکتے ہیں۔

وَ اٰتَیۡنٰهُمَا الۡكِتٰبَ الۡمُسۡتَبِیۡنَ ﴿۱۱۷﴾ اور ہم نے انہیں روشن کتاب عطا فرمائی۔

at.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو کتاب عطا فرمائی گئی، وہ تورات شریف ہے۔ حضرت ہارون علیہ السلام، اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مددگار بنایا گیا تھا، اس لیے کتاب اللہ سے روشنی لینے والوں میں اور اس نور کو تقسیم کرنے میں حضرت ہارون علیہ السلام کا مقام لائق صد احترام ہے۔ تورات شریف، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس وقت عطا فرمائی گئی جب ایک معاشرہ [illegible] وجود میں آ گیا تھا۔ اللہ کے نزدیک پسندیدہ کیا ہے اور ناپسندیدہ کیا ہے، اللہ کی بیان کردہ مثالیں یا تیں، تعلیم [illegible] کیسی ہونی چاہیے، افراد کے مابین تعلقات کو کس طرح ہونا چاہیے، ان کی حفاظت کیسے ہونی چاہیے، اس طرح [illegible] کتاب الٰہی نے طلب ہدایت رکھنے والوں کو روشنی دی۔

حاصل: اللہ تعالیٰ علیم مطلق ہے، اس کی عطا اس کے علم سے ہوتی ہے اور حال کی [illegible] ہوتی ہے۔

وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ اور انہیں صراط مستقیم کی ہدایت فرمائی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو ہدایت یافتہ ہونے کی سند اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی [illegible] صراط مستقیم ٹھہرائے گئے۔ یہ بنی اسرائیل کے لیے بڑی آسانی تھی کہ وہ امرِ الٰہی کی تعمیل سے پہلے [illegible] حضرت ہارون علیہ السلام کی طریقت دیکھ سکتے تھے اور عمل [illegible] کر سکتے تھے۔

حاصل: اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے کا اتباع کیا جائے تو اس سے ہدایت ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی [illegible] رجوع لانے والے کی خواہشات کی پیروی سے بچنے میں مدد [illegible] ہیں۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ اور آخرین میں ہم نے ان کے [illegible] باقی [illegible]

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کا طریق [illegible] روشنی پاتے رہے اور ان حضرات کا ذکر خیر پیچھے آنے والوں میں جاری رہا [illegible]

حاصل: جن کے ذکر خیر کو اللہ باقی رکھے، وہ طالبِ ہدایت [illegible]

سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝ سلام ہے موسیٰ پر اور ہارون پر۔

حضرت موسیٰ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام فرمایا گیا ہے۔ حضرت ہارون پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے [illegible] پر سلام ہے۔ یہ سلام صراط مستقیم پر ہونے کی سند ہے۔ یہ سلام پیچھے آنے والوں [illegible]

حاصل: جن پر اللہ نے سلام فرمایا ہے ان کے نقوش قدم سے سلامتی کے راستے کا تعین ہوتا ہے۔

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ بے شک ہم محسنین والے کی جزا دیتے ہیں۔

معبود کا عبد پر سلام اتنی بڑی جزا ہے، کہ اس کے لیے سب کچھ قربان کیا جا سکتا ہے۔ اللہ سے بڑا جزا دینے والا کوئی نہیں ہے۔ اللہ پہلے محسنین کو جزا دیتا رہا ہے، آئندہ بھی جزا دیتا رہے گا۔

حاصل: حسنِ عمل بندے کے ذمے ہے، جزا دینا اللہ کی شان ہے۔

اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾ بیشک وہ دونوں ہمارے مومن بندوں سے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے بارے میں یہ سند نازل فرمائی گئی ہے، کہ وہ اللہ کے مومن بندوں سے ہیں۔ ایسی کوئی بات جو مومن کی شان کے لائق نہ ہو ان حضرات کے ساتھ منسوب نہ کی جائے ورنہ اللہ کے فرمان کا انکار ہو جائے گا جو قطعاً ظلم ہے۔ اس لیے اسرائیلی روایات جو آپ کی شان کے منافی ہوں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ علیمِ مطلق جن کے مومن ہونے کی شہادت دے ان کو معیارِ ہدایت جاننا چاہیے۔

حاصل: مومن بندوں کی صفات کو اپنانا چاہیے، کہ ان کے ساتھ میں ہی فلاحِ دارین رکھی گئی ہے۔

وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اور بیشک الیاس علیہ السلام مرسلین سے ہیں۔

حضرت الیاس علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں۔ رسول کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی لیے بھیجا جاتا تھا، کہ وہ اللہ کے احکامات کو عملاً نافذ کرے، اور حکم الٰہی کو ماننے کے لیے جس نمونے کی ضرورت ہوتی تھی اس نمونے کے بارے میں لوگ یقین کے ساتھ یکسو ہو جائیں۔

حاصل: حضرت الیاس علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں، اس لیے ان کی تعلیمات میں کوئی بات خلافِ حق نہیں ہو سکتی۔

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۳۴﴾ جب آپ نے اپنی قوم سے فرمایا، کیا تم لوگ ڈرتے نہیں۔

حضرت الیاس علیہ السلام نے مرسلین کی طریقت کے مطابق اپنی قوم کو ان کے انجام سے ڈرایا۔ ماضی میں خلافِ حق کرنے والوں کے انجام کو ان کے سامنے رکھا، اللہ کی قدرت کے سامنے اپنی حیثیت کو دیکھنے کی ترغیب دی اور فرمایا، کیا تم لوگ اللہ سے ڈرتے نہیں ہو۔

حاصل: تقویٰ کرنے والے لوگ ہی عقل مند ہوتے ہیں۔ وہ ماضی سے سبق سیکھتے ہیں اور انجام سے غافل نہیں ہوتے۔

اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّ تَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ کیا تم بعل کو پکارتے ہو اور احسن الخالقین کو چھوڑتے ہو۔

بعل ایک بت تھا، جس کی پرستش میں حضرت الیاس علیہ السلام کی قوم لگی تھی۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم کیا تم بعل کو پکارتے ہو، جو انسانی ہاتھوں سے بنا ہے اور خود کچھ نہیں بنا سکتا اور خالق کل کو، علم مطلق سے پیدا کرنے والے، اور سب سے بہتر پیدا کرنے والے کو چھوڑ رہے ہو۔

حاصل: تقابل سے دعوت غور وفکر دی جائے تو احسن الخالقین کے مقابل انسانی تخلیق ہیچ نظر آتی ہے۔

اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ (۱۲۶) اللہ جو تمہارا رب ہے اور تمہارے اولین آباء کا رب ہے۔

جس کو تم لوگ چھوڑ کر بعل کی پرستش میں لگے ہوئے ہو، وہ تمہارا رب ہے۔ وہ تمہیں عدم سے وجود میں لانے والا ہے۔ وہی ہر حال میں تمہاری ضروریات کا جاننے والا ہے اور وہی ان ضروریات کا پورا کرنے والا ہے۔ تمہارے آباء و اجداد کا بھی وہی ہے کے آباء کا رب بھی وہی ہے، اور خالق کل بھی وہی ہے۔ اس کے مقابل تو کوئی ہے ہی نہیں۔ یہ بعل جو تمہاری خواہشات سے بنایا گیا ہے، یہ تمہارے نفع وضرر پر قادر نہیں ہے۔ یہ تو تمہارا محتاج ہے۔ یہ تمہارا رب نہیں ہے۔

حاصل: ربوبیت ہماری سب سے بڑی ضرورت ہے۔ یہی ماضی میں سب سے بڑی ضرورت تھی اور یہی مستقبل میں سب سے بڑی ضرورت ہوگی۔ رب کو پہچاننا، طلب ہدایت کا ثبوت ہے اور اس کے پہچاننے میں مدد اللہ کے پاک بندوں کی طریقت ہے۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ (۱۲۷) پھر انہوں نے آپ کی تکذیب کی، تو وہ پکڑ کر حاضر کیے جائیں گے۔

حضرت الیاس علیہ السلام کو جھٹلانے والے لوگ بصورت مجرمین اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر کیے جائیں گے۔ دنیا میں بھی انجام خاسرین کے ساتھ ہوا، آخرت میں بھی یہ خاسرین کے ساتھ ہوں گے۔ جو اللہ کے رسول کی بات کا انکار کرے وہ مجرم ہو جاتا ہے۔ محرم اور مجرم کے ساتھ ایک جیسا سلوک نہیں ہوتا۔

حاصل: اللہ کے رسول کی تکذیب وہی کرتے ہیں جن کے نزدیک ان کی اپنی پسند سے زیادہ اہم کچھ نہیں ہوتا۔ یہ لوگ دنیا وآخرت کے خسارے میں پڑتے ہیں۔

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ (۱۲۸) سوائے اللہ کے مخلصین کے۔

اللہ کے مخلصین ہی اللہ کے رسول کو مانتے ہیں جیسے ماننے کا حق ہوتا ہے۔ مخلصین وقتی فائدے کو معیار نہیں جانتے۔ انہیں محبت ان کو اتنا سہارا دیتی ہے کہ وہ مشکل مقامات سے اپنے صاحب کے نقش قدم پر چلتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔ یہ لوگ دنیا میں بھی فلاح پاتے ہیں، آخرت میں بھی فلاح پاتے ہیں۔

rfat.com

حاصل: اللہ کے عبادِ مخلصین ہی دنیاوآخرت میں سکھی رہتے ہیں، دنیاوآخرت میں عزت انہی کی ہوتی ہے۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿۱۲۹﴾ اور ہم نے آخرین میں ان کے طریقے کو باقی رکھا۔

حضرت الیاس علیہ السلام کی بارگاہ الٰہی میں مقبولیت کی یہ سند ہے کہ ان کا ذکر خیر ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ جو اللہ کے ساتھ ہو جائے اسے بقاباللہ کا مقام حاصل ہو جاتا ہے۔ دائمی پاک دامنی کا مقام پانے والے ہی پیچھے آنے والوں کے لیے مشعل راہ ہوتے ہیں۔

حاصل: جسے بقاباللہ کا مقام حاصل ہو جائے اس کا ذکر خیر، اللہ کے فضل سے ہوتا رہتا ہے۔

سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ سلام ہو الیاس والوں پر۔

الیاسین میں وہ سب حضرات شامل ہیں، جو آپ کے ساتھ تھے۔ جو تعلق اللہ کے لیے ہو وہی تعلق پورا ہوتا ہے اور دائمی ہوتا ہے، باقی سب تعلقات غرض وغایت کے زمرے میں آتے ہیں۔

حاصل: جو پاک ہو جائے اور خلوت وجلوت میں اپنے شاہد کے ساتھ رہے، سلامتی اس کا احاطہ کیے رکھتی ہے۔

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ بے شک ہم محسنین کو ایسے ہی جزا دیتے ہیں۔

محسنین کی جزا کو بیان کرنے کا منشا، لوگوں کو احسان کرنے کی ترغیب دینا ہے۔ معبود کی طرف سے عبد پر سلام ہو تو یہ رضاء الٰہی کے حصول کی سند ہے، یہ محسنین کی پاک جماعت میں شامل ہونے کی سند ہے۔

حاصل: محسنین کی پاک جماعت میں شامل ہونے والے رضاء الٰہی کے حصول کی سند رکھتے ہیں۔

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾ بے شک وہ ہمارے مومن بندوں سے ہیں۔

مومن بندے حق کو تسلیم کرتے ہیں اور رضاء الٰہی کے حصول کو ہر مقام پر مقصود جانتے ہیں۔ بھول جانا بھی محبوب بندوں کی ایک صفت ہے مگر خلاف حق کرنے کا اور جان بوجھ کر خلاف حق کرنے کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ وہ نتائج کو باذن اللہ جانتے ہوئے حال پر رہتے ہیں، ماضی میں بھی نہیں رہتے، مستقبل میں بھی نہیں رہتے۔ حق کو عملاً دیکھنے کے لیے مومن بندوں کو حال پر دیکھنا ضروری ہوتا ہے۔

حاصل: مومن بندوں کے ساتھ کسی منفی صفت کو منسوب کرنا خلاف حق ہے۔

وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اور بے شک لوط علیہ السلام مرسلین سے ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام کے مرسلین سے ہونے کی سند نازل فرمائی گئی ہے۔ مرسل وہ معیار ہوتا رہا ہے، جس کے اتباع میں اللہ کی رضا کا حصول یقینی ہوتا تھا۔ حکم الٰہی کو ماننے کے لیے جو حوالہ اللہ کے نزدیک معیار تھا، وہ ہر زمانے میں اللہ نے ہی بھیجا ہے۔ اس حوالے کو ادب سے ماننے والے اس صاحب سے محبت کرنے والے ہی ایمان والے ہوئے ہیں۔

Marfa

حاصل: جس کا تعارف کروایا جا رہا ہو پہلے اس کا مقام بیان کرنا چاہئے۔ مرسلین کا نام ادب سے لینا چاہیے اور ان پر سلام بھیجنا چاہیے۔

اِذۡ نَجَّیۡنٰہُ وَ اَہۡلَہٗۤ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۱۳۴﴾

جب ہم نے آپ کو اور آپ کے سب اہل کو نجات دی۔

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو عذاب الٰہی سے ڈرایا اور انہیں بےحیائی کے کاموں سے منع کیا [illegible] تم سے پہلے عالمین میں کسی نے نہ کی تھی تو انہوں نے کہا کہ اس کام سے تو ہم باز نہیں آئیں گے [illegible] سے ضرور نکال باہر کریں گے۔ حضرت لوط علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اپنے ایمان والے ساتھیوں کو لے کر اس بستی سے نکل جائیں [illegible] حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے سب پاک ساتھیوں کو پہلے محفوظ مقام پر پہنچا دیا اور عذاب میں [illegible] کو عذاب میں پکڑا۔

حاصل: اللہ اپنے پاک بندوں کو نجات دیتا رہا ہے۔ یہی اس کی سنت ہے [illegible] ہونا بندے کا حق ہے۔

اِلَّا عَجُوۡزًا فِی الۡغٰبِرِیۡنَ ﴿۱۳۵﴾

مگر ایک بڑھیا کہ پیچھے رہ جانے والوں سے ہوئی۔

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوئی [illegible] لوط علیہ السلام سے ازدواجی رشتے کے باوجود وہ قوم کے ساتھ تھی اور حق کے مقابل [illegible] والوں میں شامل تھی۔

حاصل: پاک لوگوں کے ساتھ کی قدر ہو تو اس سے تعلق کی [illegible]

ثُمَّ دَمَّرۡنَا الۡاٰخَرِیۡنَ ﴿۱۳۶﴾

پھر باقی لوگوں کو ہم نے [illegible]

[illegible] حضرت لوط علیہ السلام کی مخالفت میں [illegible] کی اور ان کو تباہ کر دیا گیا۔

حاصل: جو لوگ ناپاکی کو اپنا اختیار کرتا ہے [illegible]

وَ اِنَّکُمۡ لَتَمُرُّوۡنَ عَلَیۡہِمۡ مُّصۡبِحِیۡنَ ﴿۱۳۷﴾

اور تم ان پر گزرتے ہو [illegible]

اہل مکہ شام کی طرف تجارت کے لیے آتے جاتے تھے [illegible] آثار ہیں۔ [illegible]

حاصل: [illegible] سے سبق لینا چاہئے۔ اللہ کی قدرت [illegible]

ع وَبِالَّيْلِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٣٨﴾ اور رات کو بھی، تو کیا عقل نہیں کرتے۔

جن بستیوں پر عذاب الٰہی نازل ہوا، رات کو بھی ان کے پاس سے گزرنے والے عبرت پکڑتے ہیں، اور اللہ کی قدرت سے واقع ہونے والی تبدیلی رات کو بھی نظر آتی ہے۔ عقل کرنے والوں کو دیکھنا چاہیے کہ اللہ کی عطا کردہ توفیق کو خلاف حق استعمال کرنا باعث عذاب الٰہی ہوتا ہے، اور اللہ کی قدرت کے سامنے کسی بھی طاقت کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

حاصل: ماضی کے واقعات سے سبق سیکھنا عقل مندی ہے، اور عقل کرنا اللہ کے نزدیک پسندیدہ صفت ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورہ المومنون (۲۳) میں ارشاد فرمایا ہے: اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿﴾ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں عبث خلق کیا ہے اور تمہیں ہماری طرف لوٹ کر نہیں آنا ہے۔

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٣٩﴾ اور بے شک یونس علیہ السلام مرسلین سے ہیں۔

حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق یہ سند نازل فرمائی گئی ہے کہ وہ مرسلین سے ہیں۔ اللہ نے مرسلین پر سلام فرمایا ہے۔ اللہ نے ان حضرات کو اعلیٰ قدر و عالمین پر فضیلت دی ہے۔ اللہ نے ان حضرات کو شاہد بنا کر بھیجا ہے۔ ان کی اطاعت کو اطاعت الٰہی ٹھہرایا ہے۔ ان کا اتباع کرنے والے اللہ کی ہدایت سے فیض پاتے رہے ہیں۔

حاصل: حضرت یونس علیہ السلام کے مرسل ہونے کو ملحوظ رکھتے ہوئے بڑے ادب سے ان کے متعلق زبان کھولنی چاہیے۔ اسرائیلی روایات قطعاً سند کا درجہ نہیں رکھتیں۔

اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿١٤٠﴾ جب آپ بھری ہوئی کشتی کی طرف پہنچے۔

حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ کا پیغام پہنچایا۔ قوم نے آپ کو ماننے سے انکار کر دیا۔ آپ نے یہ دیکھا کہ اب ان پر عذاب الٰہی آیا ہی چاہتا ہے، میرا کام ختم ہو چکا ہے، اس لیے آپ وہاں سے چل پڑے۔ اللہ کی سنت یہی رہی ہے کہ اس کا بھیجا ہوا بندہ، منکرین حق کے عذاب میں پکڑے جانے پر بھی شاہد ہوا ہے۔ اللہ اپنے بھیجے ہوئے شاہد کو دکھاتا رہا ہے کہ تیرے حکم عدولی کرنے والے اسی انجام کو پہنچے ہیں جس انجام سے ان کو ڈرایا گیا تھا۔ حضرت یونس علیہ السلام جس کشتی میں سوار ہوئے، یہ کشتی بھری ہوئی تھی اور آپ کے انتظار میں تھی۔ حضرت یونس علیہ السلام کو اپنے ساتھیوں سمیت اس بستی سے نکل جانے کا حکم اللہ کی طرف سے دیا نہیں گیا تھا۔

حاصل: اپنے ساتھیوں کی حفاظت پاک لوگوں کی نظر میں اہم ترین کام ہوتا ہے، اس لیے اوّلین ترجیح اسی کام کو دی جاتی ہے۔

فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿١٤١﴾ پھر قرعہ ڈلوایا، پھر خود ہی نکلے۔

کشتی بھری ہوئی تھی۔ جب دریا میں کسی مشکل مقام پر وہ پھنس گئی، تو کشتی کو بچانے کے معنی جماعت کو بچانے کے تھے اور بچاؤ کی

Marfa

ایک ہی صورت تھی، کہ اس کے بوجھ کو کم کیا جائے۔ ایسے موقع پر قربانی پیش کرنے سے پہلے قرعہ اندازی [illegible] افراد کے مابین شکوک کی گنجائش پیدا نہیں ہوتی۔ حضرت یونس علیہ السلام نے کشتی والوں [illegible] کرنے کے لیے خود دریا میں اتر جانے کا فیصلہ کیا۔

حاصل: قرعہ اندازی اگر کسی فیصلے کی بنیاد پر ہو تو بھی اللہ کی رضا و مشیت [illegible] ہے۔

فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ۝ پھر مچھلی نے آپ کو نگل لیا اور آپ [illegible] تھے۔

جب حضرت یونس علیہ السلام پانی میں اترے تو حکم الٰہی سے ایک بڑی مچھلی نے آپ کو نگل لیا اور آپ [illegible] آگئے۔ ظلمات کے اس مقام کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا جو مچھلی کے پیٹ میں حضرت یونس علیہ السلام [illegible] پر اللہ کی تسبیح کرتے رہے۔ [illegible] کوتاہی ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ اسے معاف کر سکتا ہے۔

حاصل: جس درجے کا علم ہو اسی حوالے سے حق بھی ادا ہوتا ہے۔ [illegible] ہوتے ہیں کہ حق کی ادائیگی میں ان سے کوتاہی ہوئی ہے۔

فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ۝ تو اگر آپ تسبیح [illegible]

اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنا [illegible] اپنے معبود [illegible]

حاصل: تسبیح کرنا [illegible]

لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ تو یوم بعثت تک [illegible]

حضرت یونس علیہ السلام نے اللہ کی تسبیح [illegible] مچھلی [illegible]

حاصل: حضرت یونس علیہ السلام کی [illegible] نجات اللہ کی [illegible]

فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ۝ پھر ہم نے آپ کو [illegible] نڈھال تھے۔

rfat.com

مچھلی کے لیے خشک جگہ پر جانا اور اپنے لقمے کو اگلنا بہت بڑے کام ہیں۔ مگر جب اللہ ایسا چاہے تو ان کو ہوتے دیر بھی نہیں لگتی۔ خشک جگہ پر ہونا حضرت یونس علیہ السلام کی جسمانی ضرورت تھی۔ نڈھال ہونے کا حال یہ تھا کہ ابتداءً ہلنے جلنے کی سکت بھی نہ تھی۔

حاصل: اللہ ہی حفاظت کرنے والا، علم والا ہے۔ ہر مقام پر اسی کے فضل سے اور اسی کے علم سے حفاظت ہوتی ہے۔

وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿۱۴۶﴾ اور ہم نے آپ پر کدو کی ایک بیل اُگا دی۔

دریا کے کنارے خشک جگہ پر پڑے ہوئے حضرت یونس علیہ السلام کی ضروریات کا سب سے بڑا جاننے والا خالق کل ان کے لیے کدو کی ایک بیل وہاں اس طرح پیدا کرتا ہے، کہ حضرت کو ضروری حد تک شفا بخش سایہ ملے اور کچھ دھوپ بھی لگے۔ اللہ نے لوگوں کو علم عطا کرنے کے لیے یہ بیان فرمایا ہے، ورنہ وہ قادر مطلق ہے، کمزوری کی کیفیت کو جلد زائل کرنے میں بھی اسے کچھ مشکل نہیں ہو سکتی تھی۔

حاصل: کدو کی بیل، اس کے پتے اور پھل پھول سب شفا بخش ہیں۔ ان کو ان کے محل پر استعمال کرنا باعث برکات ہوتا ہے۔

وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ اور آپ کو ایک لاکھ یا کچھ زیادہ لوگوں کی طرف بھیجا۔

حضرت یونس علیہ السلام کو جن لوگوں میں مبعوث فرمایا گیا تھا، ان کی تعداد ایک لاکھ یا اس سے کچھ زیادہ تھی۔ آبادی کو پورے اعداد کے ساتھ بیان کرنا درست نہیں ہوتا، کہ اس میں اضافہ بھی ہوتا رہتا ہے، اس میں اموات کی وجہ سے کمی بھی ہوتی رہتی ہے۔ دس سے پندرہ ہزار لوگوں کی بستی میں بہت سی آسانیاں ہوں گی، آمد و رفت کے مسائل نہیں ہوں گے۔ افراد کے مابین روابط بہتر ہوں گے۔ جرائم پیشہ لوگوں کو محفوظ مقامات میسر نہیں آئیں گے۔ بڑی سے بڑی آبادی ایک لاکھ کے قریب ہو جائے، کہ اس کا ذکر قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے۔ بہت بڑے شہر بہت بڑے مسائل کا باعث بنتے ہیں۔ بڑے شہروں میں ایسے کاموں پر باقاعدہ اور مسلسل اخراجات ہوتے ہیں، جن کاموں پر چھوٹے شہروں میں کچھ بھی خرچ نہیں ہوتا۔ اجتماعی زندگی کے حسن کو بڑھانے کے نام پر بڑے شہر بسائے جاتے ہیں اور اجتماعی زندگی میں بڑے بڑے شہر حسن معاشرت کو کم کرتے ہی نظر آتے ہیں۔

حاصل: شہروں کی آبادی کو دس سے پندرہ ہزار تک رکھا جائے تو اس سے بڑا سکھ ہوتا ہے۔ بڑے شہر کو ایک لاکھ کے قریب رکھا جائے۔ اجتماعی ضروریات کے حوالے سے شہر بسانے چاہئیں اور جتنے لوگوں کے لیے شہر بسایا جائے، اس حد سے آبادی بڑھنے لگے تو ضروری فاصلے پر دوسرے شہر کو بسانا چاہیے۔

فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۴۸﴾ تو وہ ایمان لائے۔ پھر ہم نے انہیں ایک وقت تک متاع دی۔

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم پر عذاب آیا اور ٹل گیا، کہ جس شاہد نے انہیں عذاب الٰہی سے ڈرایا تھا وہ وقت عذاب انہیں دیکھ نہیں رہا تھا۔ اللہ نے ان لوگوں سے عذاب کو ٹال دیا۔ یہ سب تائب ہوئے اور حضرت یونس علیہ السلام کی جستجو میں لگے رہے۔ ایک وقت کے بعد جب حضرت یونس علیہ السلام ان کے پاس تشریف لائے تو یہ سب لوگ ان سے محبت رکھنے والے ہو گئے، ادب سے ان کو مانتے رہے اور اللہ

at.com

نے بھی ان کو بہت آسانیوں سے نوازا اور یہ ایک وقت تک عطاءِ الٰہی سے فیض یاب ہوتے رہے۔

حاصل: ناصحین سے محبت ہو تو ایمان نصیب ہوتا ہے۔ ایمان والوں کو اللہ بہت سی آسانیاں عطا کرتا ہے۔

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ۝ تو ان سے پوچھئے کیا آپ کے رب کے لیے بیٹیاں ہیں اور ان کے لیے بیٹے ہیں۔

منکرین حق ملائکہ کو اللہ کی بیٹیاں ٹھہراتے تھے۔ ان سے پوچھنے کا حکم دیا گیا ہے [illegible] تم اپنے لیے بیٹے پسند کرتے ہو [illegible] جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو ہنسی اڑانے لگتے ہیں [illegible] تم لوگ اپنے لیے بیٹے پسند کرتے ہو اور اللہ کے لیے بیٹیاں ٹھہراتے ہو [illegible]

حاصل: منکرین حق کے عقائد میں تضاد ہوتا ہی ہے [illegible]

اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ۝ یا ہم نے ملائکہ کو مونث بنایا اور وہ دیکھ رہے تھے۔

منکرین حق کی پسند میں [illegible]

حاصل: [illegible]

اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ۝ سن لو یہ اپنی من گھڑت بات کہتے ہیں۔

منکرین حق کا یہ کہنا کہ اللہ کی بیٹیاں ہیں [illegible]

حاصل: من گھڑت بات کرنے والے بے توفیق ہوتے ہیں۔

وَلَدَ اللّٰهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ کہ اللہ کی اولاد ہے اور یقیناً یہ جھوٹے ہیں۔

منکرین حق کا یہ کہنا کہ اللہ کی اولاد ہے قطعاً ان کی من گھڑت بات ہے [illegible] ہمیشہ رہے گا۔

حاصل: جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے۔ اللہ نے ان کے جھوٹ [illegible]

Marfat.c

کبھی اپنا رہنما نہیں بنانا چاہیے، اس کو کبھی شاہد نہیں بنانا چاہیے۔

اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ کیا اس نے بیٹوں پر بیٹیوں کو ترجیح دی۔

منکرین حق پر واضح کیا جارہا ہے، کہ خالق کل تو اللہ ہی ہے۔ سب سے بڑے علم والا بھی وہی ہے۔ سب سے بڑی قدرت والا بھی وہی ہے۔ تم یہ کہتے ہو کہ ملائکہ اللہ کی بیٹیاں ہیں، اسے اگر اختیار کرنا ہی تھا جو قطعاً اس کی شان کے خلاف ہے، تو وہ بیٹیوں کو کیوں ترجیح دیتا۔

حاصل: جو بات اپنے لیے پسند نہ ہو، اس کو دوسروں کے لیے پسند کرنا، دوسروں کی شان گھٹانے والی بات ہوگی۔

مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ تمہیں کیا ہو گیا ہے تم کیسا حکم لگاتے ہو۔

شعور کی موجودگی میں دھیان کرنا لازم ہوتا ہے اور دھیان کرنے والے کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ حکم لگاتے وقت یہ ثابت کرے کہ اس کی بات بڑا وزن رکھتی ہے، اور اس نے بڑے علم سے بات کی ہے۔ بات سے ہی بات کرنے والے کے علم کا پتہ چلے گا۔

حاصل: بات سے ہی بات کرنے والے کے حال کا پتہ چلتا ہے اس لیے ہماری بات کو بالکل درست ہونا چاہیے۔

اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ تو کیا تم دھیان نہیں کرتے۔

دھیان کرنا وہ صفت ہے، جو بندے کو تضاد بیانی سے روکتی ہے۔ تضاد بیانی بندے کی وقعت کو کم کرتی ہے، اور بندے کو یہی عزیز ہوتا ہے کہ اس کی وقعت بڑھے۔

حاصل: جس کی تضاد بیانی سے اس کی وقعت کم ہو رہی ہو، اس کو کہنا چاہیے: دھیان کرو، کیا کہہ رہے ہو۔

اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵۶﴾ یا تمہارے پاس کوئی روشن سند ہے۔

دعویٰ بغیر دلیل کے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے، انہیں اپنے پاس اس دعوے کے ثبوت کو بھی دیکھنا چاہئے، اور اس ثبوت کو اس قدر روشن ہونا چاہئے کہ اس کی تردید ممکن نہ ہو۔

حاصل: ہماری بات کو من گھڑت نہیں ہونا چاہئے۔ اللہ کے بارے میں وہی کہنا چاہئے، جس کا ثبوت ہمارے پاس موجود ہو۔

فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ تو لاؤ اپنی کتاب اگر تم سچے ہو۔

اللہ تعالیٰ کے بارے میں کچھ کہنا، سند سے ہونا چاہئے، اور یہ سند کتاب اللہ ہی ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ اللہ کی اولاد ہے، پیش کی جائے یہی صداقت کا ثبوت ہو سکتا ہے۔

حاصل: اللہ کی بھیجی ہوئی ہر کتاب اس کی تصدیق کرتی ہے، کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ اللہ کے بارے میں

at.com

بے سند بات کرنا خلاف ادب ہے۔

وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ۗ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ۙ

اور اس کے اور جنوں کے بیچ نسبت ٹھہراتے ہیں۔ اور بے شک جنوں کو علم ہے کہ وہ پکڑے جائیں گے۔

منکرینِ حق جنوں کی بھی پرستش کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں یہ تصور رکھتے ہیں [illegible] کی قدرت رکھتے ہیں۔ یہ بے بنیاد بات ہے۔ اس عقیدے کی حقیقت [illegible] جائے گی۔ وہ کبھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ جزا دینے والے ہیں۔ وہ جزا پانے والے [illegible]

حاصل: جنوں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ نفع ضرر دینے کی قدرت رکھتے ہیں [illegible] نفع و ضرر باذن اللہ ہوتا ہے۔ جنوں کو یہ علم ہے کہ وہ جزا دینے والے نہیں ہیں [illegible]

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۙ

اللہ پاک ہے ان باتوں سے جو یہ بیان کرتے ہیں۔

منکرینِ حق اللہ تعالیٰ کے بارے میں جو باتیں بیان کرتے ہیں [illegible]

اللہ کے ہاں پیدا ہوا ہے۔ نہ اللہ کسی سے پیدا ہوا ہے [illegible]

شریک ہیں۔ جنوں کو تو یہ علم ہے [illegible]

حاصل: منکرینِ حق [illegible]

دیکھنا چاہئے۔

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۝

مگر اللہ کے مخلص بندے۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

حاصل: اللہ کے مخلص بندوں کے تعلق [illegible]

فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ۙ

تم اور [illegible]

[illegible]

کے ساتھ عبد و معبود کے رشتے میں باندھا ہے، اس سے تمہاری حیثیت کس قدر بدلی ہے۔

حاصل: عبد کو دیکھنا چاہیے کہ معبود کے ساتھ سے میری حیثیت میں کیا تبدیلی آئی ہے۔

مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ تم ہرگز کسی کو فتنے میں نہیں ڈال سکتے۔

منکرینِ حق اور ان کے معبود جن مل کر بھی کسی کو بہکانے کی قدرت نہیں رکھتے۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ اسے مجبور کر کے، دھوکا دے کر بت پرستی کرائی گئی ہے، تو اس کی بات اس سند کے خلاف ہوگی، جو اللہ نے نازل فرمائی ہے۔

حاصل: کوئی طاقت کسی کو غیر اللہ کی پرستش پر مجبور نہیں کر سکتی۔

اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۶۳﴾ مگر انہی کو جو بھڑکتی آگ میں جانے والے ہیں۔

جو خلافِ حق کرتا ہے، وہ شعور کے ساتھ من مانی کرتے ہوئے دوزخ کی طرف جا رہا ہوتا ہے۔ جو دوزخ کی طرف جائے گا، اس کا انجام بھڑکتی آگ میں ہوگا۔ جو بھٹکنے کے لیے تیار ہو، شیطان اس کے گلے پڑ جاتا ہے۔ جو حق کو نہ مانے وہ خلافِ حق کرنے سے بچ نہیں سکتا۔

حاصل: حق کو ماننے کا انجام فلاح ہے، حق کے انکار کا انجام بھڑکتی آگ ہے۔

وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾ اور ہم میں سے جو بھی ہے اس کا ایک معلوم مقام ہے۔

ملائکہ کے بارے میں من گھڑت عقائد رکھنے والوں پر یہ واضح فرمایا گیا ہے، کہ ملائکہ کی اپنے زمرے کے بارے میں کہی ہوئی بات بھی پیشِ نظر رکھنی چاہیے۔ حضرت جبریل علیہ السلام یہ روشن کر رہے ہیں، کہ ہم ملائکہ میں سے ہر ایک کا ایک معلوم مقام ہے، اور ہم وہی کرتے ہیں جس کا ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے امر دیا جاتا ہے۔ ہماری کارکردگی اسی دائرہ کار میں ہوتی ہے، جو اللہ نے ہمارے لیے رکھا ہو۔

حاصل: جس کا مقام معلوم ہو، وہ معبود نہیں ہو سکتا۔ اللہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے اور اللہ کا کوئی شریک نہیں۔

وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾ اور بے شک ہم تو صف بستہ رہتے ہیں۔

ملائکہ کی شان یہی ہے، کہ وہ امرِ الٰہی کی تعمیل کے لیے صف بستہ رہتے ہیں۔ اپنے زمرے کے بارے میں یہ وضاحت کہ ہم تو صف بستہ رہتے ہیں فرشتوں کے بارے میں بے سند عقائد رکھنے والوں کو اصلاحِ حال میں مدد دینے کے لیے ہے۔

حاصل: امرِ الٰہی کی تعمیل میں صف بستہ رہنا یہی ثابت کرتا ہے کہ فرشتے وہی کرتے ہیں جو شانِ بندگی سے تعلق رکھتا ہے۔

وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾ اور ہم تو تسبیح کرتے رہتے ہیں۔

ملائکہ کا اپنے بارے میں یہ کہنا کہ ہم تو اللہ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں، یہ روشن کرتا ہے کہ ملائکہ کو اللہ کی تسبیح کرتے رہنے میں اپنی شان نظر

at.com

آتی ہے، اللہ کے ساتھ کا احساس ہوتا ہے۔ حمد کے ساتھ اللہ کی تسبیح کرنا، اللہ کی پاکی بیان کرنا۔ [illegible]
بارے میں بے سند باتوں سے کراہت ہوتی ہے۔

حاصل: اللہ تعالیٰ کے بارے میں بے سند باتیں ملائکہ کے لیے باعث کراہت ہوتی ہیں۔ اللہ کی تسبیح کرنے والے اللہ کو ایک اور لاشریک مانتے ہیں۔

وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ۙ‏
اور یہ لوگ تو کہا کرتے تھے۔

بنی اسرائیل نے کس کس طرح اللہ کے رسولوں کے ساتھ برا سلوک کیا، انبیاء سابقین کی قوموں نے [illegible] کیا اور ان کا انجام کیا ہوا، یہ واقعات سن کر لوگ کہا کرتے تھے کہ [illegible] رسولوں کی قدر نہیں کرتے تھے۔

حاصل: ماضی کے واقعات کو سن کر جو نتائج اخذ کیے جائیں ان میں اپنے مقام کو بھی دیکھنا چاہیے۔

لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۙ‏
اگر ہمارے پاس اگلوں کی کوئی نصیحت ہوتی۔

قوموں کے بارے میں واقعات سن کر [illegible] بھیجی ہوئی نصیحت کی بے قدری کی [illegible]

حاصل: نصیحت لوگوں کے سامنے آتی ہے، اور اللہ کی طرف سے آتی ہے۔ [illegible] ہی ہوتی ہے۔

لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۝
تو ہم اللہ کے مخلصین ہوتے۔

[illegible]

حاصل: ہمیں اپنے اندر دیکھنا چاہیے کہ ہمارے اندر [illegible]

فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝
تو انہوں نے اس کا انکار کیا تو عنقریب [illegible] جان لیں گے۔

[illegible] مخلصین میں شامل ہونا چاہتے تھے، اس نصیحت کی بے قدری کے مرتکب ہوئے [illegible] عمل کے لیے دین کی بات اور توفیق الٰہی [illegible]

حاصل: اپنی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کو دیکھنا چاہیے۔ ہمارے عمل ہمارے قول کی تصدیق [illegible]

rfat.com

کا انکار کرنے والے اسی انجام کو پہنچتے ہیں، جس انجام کو پہلے منکرینِ حق پہنچ چکے ہیں۔

وَ لَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اور بے شک ہماری بات ہمارے عبادِ مرسلین کے بارے میں ہو چکی ہے۔

اللہ کی یہ سنت بندوں کے مشاہدے میں آ چکی ہے، کہ اللہ حق کی تکذیب کرنے والوں پر حجت تمام کرنے کے بعد اپنے پاک بندوں کو اپنی خصوصی رحمت سے نوازتا ہے، اور منکرین کو نابود کر دیتا ہے۔ حق کے غلبے کو اللہ نے اپنا اور اپنے رسولوں کا غلبہ فرمایا ہے۔ جو لوگ یہ مانتے ہیں کہ اللہ کا وعدہ ہمیشہ پورا ہو کر رہتا ہے، وہی حق کی راہ کو اختیار کرتے ہیں۔

حاصل: عبادِ مرسلین کی قدر و منزلت، ان کی اطاعت، ان کا اتباع، ان سے محبت رکھنا، یہ سب ہمارے ذمے ہے۔ اللہ کا وعدہ تو ہمیشہ پورا ہو کر رہتا ہے۔

اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۝ بے شک وہی منصور ہوتے ہیں۔

عبادِ مرسلین کو اللہ کی نصرت حاصل ہوتی ہے۔ اللہ کی نصرت سے بڑی کوئی نصرت نہیں ہو سکتی۔ یہ نصرت جو نتائج پیدا کرتی ہے، اس سے حق واضح ہو جاتا ہے، اور باطل کا بھیجہ نکال کر رکھ دیا جاتا ہے۔

حاصل: اللہ کی نصرت کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھنے کے معنی یہی ہیں، کہ مکذبینِ حق کی کوئی تیاری اور کوئی تعداد ہمیں مرعوب نہ کرے۔

وَ اِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ اور بے شک ہمارا ہی لشکر غالب ہے۔

اللہ کے لشکر میں اللہ کے پاک بندے ہوتے ہیں، اور ان کی مدد کرنے کے لیے، اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہوتے ہیں۔ اس لشکر کے مقابل جو قوت بھی ہو وہ مغلوب ہی ہوتی ہے، کہ قادرِ مطلق کے مقابل کسی کی کوئی حیثیت ہوتی ہی نہیں۔ اللہ کے لشکر میں جو لوگ شامل ہوتے ہیں، ان کا منشا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کو حاصل کرنا ہوتا ہے۔ وہ نتائج کو نہیں دیکھتے اپنے حق کی احسن ادائیگی کو پیشِ نظر رکھتے ہیں۔ خلوت، جلوت میں ان کی پاکیزگی پر شہادت موجود ہوتی ہے۔

حاصل: اللہ کا لشکر ہمیشہ غالب رہتا ہے، کہ اللہ قادرِ مطلق ہے۔

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ۝ تو ایک وقت تک ان سے منہ پھیر لیجیے۔

اتمامِ حجت اللہ کی سنت ہے۔ اس سنت میں جتنے بھی مقام ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایک کو پورا کیا جاتا ہے۔ حق کو روشن کرنے کے بعد، مکذبین کو مہلت دینے کا بھی ایک مقام ہوتا ہے۔ اس وقت میں تبلیغِ حق ساکن ہو جاتی ہے۔

حاصل: مکذبینِ حق سے منہ پھیر لینے کے حکم سے پہلے تبلیغِ حق کا عمل جاری رہتا ہے۔ اتمامِ حجت اللہ کی شان ہے۔

at.com

وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ۝ اور انہیں دیکھتے رہئے تو وہ قریب دیکھ لیں گے۔

تبلیغِ حق کے عمل کو ساکن کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کو دیکھتے رہنے کا حکم تھا، اس وقت میں مذنبین پر [illegible] بڑی اہمیت رکھتا ہے، کہ تباہی سے پہلے کسی قوم کی حرکات اسے کس قریب عذاب میں مبتلا ہونے کی خبر [illegible] پکڑے جانے والوں کو وہ عذاب اسی وقت نظر آتا ہے جب وہ واقع ہو جاتا ہے۔

حاصل: تبلیغِ حق کے بعد دیکھتے رہنے کا مقام ہوتا ہے۔ صاحبِ نظر اور اندیشے [illegible]

اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ۝ کیا ہمارے عذاب میں شتاب چاہتے ہیں۔

جو لوگ حق کے انکار کو اپنا طریقِ زندگی بنا لیتے ہیں، وہ عذابِ الٰہی سے ڈرانے والوں سے کہتے ہیں [illegible] ڈرایا جا رہا ہے وہ آ کیوں نہیں رہا۔ انجام سے غافل لوگ ہر زمانے میں یہی کہتے رہتے ہیں۔

حاصل: انجام سے غافل لوگ عذابِ الٰہی کو جلدی چاہتے ہیں [illegible] عذابِ الٰہی [illegible] نہیں جانتے۔

فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ۝ پھر جب ان کے صحنوں میں اترے گا تو [illegible] ڈرائے ہوؤں کی صبح [illegible]

جو لوگ عذابِ الٰہی جلد مانگتے ہیں ان سے متعلق فرمایا گیا کہ عذابِ الٰہی جب [illegible] کوئی صورت نہیں ہوتی اور یہ اللہ کے حکم میں ہوتا ہے [illegible]

حاصل: عذابِ الٰہی اللہ کے حکم سے آتا ہے، بالکل ٹھیک وقت پر آتا ہے، اس وقت [illegible]

وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ۝ اور ایک وقت تک ان سے [illegible]

عذابِ الٰہی حق کی صداقت [illegible] منہ پھیر لینا بھی اتمامِ حجت کا ایک [illegible] تو تباہی [illegible] اپنے [illegible] کرتے ہیں۔

حاصل: منکرینِ حق سے ایک وقت پر منہ پھیر لینا بھی حکمِ الٰہی ہے [illegible] کرتے ہیں۔

وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ۝ اور دیکھتے رہئے وہ بھی جلد ہی دیکھ لیں گے۔

منکرینِ حق سے منہ پھیر لینے [illegible]

جس انجام سے آپ نے ان کو آگاہ کیا تھا، وہ انجام آپ کی شہادت کے مطابق ان پر مسلط ہو جائے گا۔

حاصل: حق کا انکار کرنے والوں پر ان کا انجام شاہدین کے سامنے مسلّط ہوتا ہے۔

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ آپ کا ربّ، ربّ العزت ہے اور ان صفات سے پاک ہے، جو وہ اس کے لیے بیان کرتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رب، عزت کا مالک ہے۔ اس سے ہی عزت ملتی ہے، مرسلین کو بھی، مومنین کو بھی۔ جو لوگ حصول عزت کے لیے اپنا من پسند راستہ اختیار کرتے ہیں وہ اللہ کے ساتھ جن صفات کا ذکر کرتے ہیں، وہ صفات اللہ کی شان کے لائق نہیں ہوتیں۔ اللہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ قادر مطلق ہے، وہ علیم مطلق ہے وہ ہر ایک کو ہر حال میں دیکھ رہا ہے۔ اس سے کسی کی نیت بھی مخفی نہیں ہے، کسی کا عمل بھی مخفی نہیں ہے۔ وہ تعین سے پاک ہے اور کوئی شے اس کے مثل نہیں ہے۔

حاصل: مومن پاک اور عزت والے ہوتے ہیں۔ یہ پاکیزگی، رب العزت کی شان کو بیان کرنے کے لیے ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ من گھڑت صفات کو بیان کرنا بے عزت کافروں کا طریقہ ہے۔

وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ اور مرسلین پر سلام ہے۔

مرسلین، اللہ کے وہ بندے ہیں، جو قول، عمل، علم اور اخلاص کے حوالے سے لوگوں کے لیے سند کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان کے نقوش قدم سے ہی صراط مستقیم کا تعین ہوتا ہے۔ ان کی عصمت میں کوئی شک نہیں، ان کے منصور ہونے میں کوئی شک نہیں۔ ان پر اللہ سلام فرماتا ہے۔ جہاں بھی ان کے اسماء گرامی کا ذکر ہو، ان پر سلام کہنا چاہیے۔

حاصل: مرسلین کے اسماء گرامی کے ساتھ سلام کہنا بھی چاہیے اور لکھنے کا موقع ہو تو لکھنا بھی چاہئے۔ ان کی تعظیم اور توقیر کا ہم پر حق ہے۔

ع **وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾** اور حمد اللہ ہی کی ہے جو ربّ العالمین ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ وہ سب کو پالتا ہے اور علم سے پالتا ہے۔ اس کے پالنے میں کسی کی تجویز کو دخل نہیں ہوتا۔

حاصل: ربوبیّت عالمین کی سب سے بڑی ضرورت ہے، اور اس کو ربّ العالمین ہی پورا کر رہا ہے۔ جو اس بات کو مان لے، اس کی سعی حق کی احسن ادائیگی کے لیے ہوتی ہے۔ اپنی خواہش کی پیروی کے دائرے سے وہ نکل جاتا ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحدید (۵۷) میں ارشاد فرمایا ہے: سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۱﴾ اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور جنت کی طرف بڑھو، جس کا پھیلاؤ ہے جیسے آسمان اور زمین کا۔ تیار ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے، عطا کرتا ہے جس کو چاہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

ایاتها ۸۸ | ۳۸ سُوْرَةُ صٓ مَكِّيَّةٌ ۳۸ | رکوعاتها ۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ ۝ — صٓ اور نصیحت والے قرآن کی قسم۔

صٓ حروف مقطعات سے ہے۔ انسانی زندگی میں نصیحت کی اہمیت بہت واضح ہے۔ جو نصیحت [illegible] بڑی کوئی نصیحت ہو نہیں سکتی۔ اس نصیحت میں مقاصد حیات کو بیان فرمایا گیا ہے۔ [illegible] کے واقعات سے نتائج اخذ کرنے کا رخ دکھایا گیا ہے۔ جزا پر یقین رکھنے والوں اور [illegible] ہے۔ اس میں وہ سب کچھ ہے جو بندوں کو کسی مقام پر اور کسی حال پر [illegible] نصیحت سے [illegible]

حاصل: خاموشی کے مقامات پر خاموش رہنا چاہیے۔ جو نصیحت قرآن پاک سے [illegible] حاصل نہیں ہوتا۔

بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ۝ — بلکہ کافر گھمنڈ اور مخاصمت میں پڑے ہوئے ہیں۔

قرآن پاک کے نصیحت ہونے میں کوئی شک نہیں۔ ہدایت کی طلب رکھنے والوں [illegible] سے فائدہ نہیں اٹھاتے کہ ان کو گھمنڈ اور مخاصمت نے گھیرا ہوا ہوتا ہے۔ [illegible] دیتے اور حق کے انکار کو اپنا امتیاز بنا لینے والے مخاصمت میں پھنس جاتے ہیں۔

حاصل: طالب ہدایت کا دعویٰ ہو تو گھمنڈ اور مخاصمت سے بچنا لازم ہے۔

كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ۝ — ہم نے ان سے قبل کتنی قوموں کو [illegible] فریاد کرتے رہے اور [illegible]

جو لوگ گھمنڈ اور مخاصمت والا طریق زندگی اپنا لیتے ہیں [illegible] ہونے والوں کا انجام [illegible] یہ واضح فرمایا گیا ہے [illegible] گھمنڈ میں [illegible] کے لیے کوئی مہلت [illegible] حق سے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔

حاصل: اصلاح حال کے لیے دی گئی مہلت میں ہی حق کو مان لینا [illegible] یا فائدہ دے سکتی ہے۔

وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝ — اور تعجب کرتے ہیں کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک ڈرانے والا آگیا اور کافر کہنے لگے یہ تو جادوگر کذاب ہے۔

منکرین حق کو جس بات پر ہمیشہ تعجب رہا ہے وہ یہ ہے کہ ان کے پاس حق پہنچانے کے لیے، اور خلاف حق کرنے کی صورت میں انجام سے ڈرانے کے لیے، انہی کی مثل ایک بشر کیسے رسول ہوسکتا ہے۔ اللہ کی بندگی میں قول، عمل، علم اور اخلاص میں بشر ہی ہر مقام پر شاہد ہوسکتا ہے، اس لیے بشر کا رسول ہونا اللہ نے پسند فرمایا ہے۔ کافروں نے ہمیشہ اللہ کے رسول کو ساحر اور کذاب کہا ہے۔ یہ لوگ اللہ کے رسول کو ساحر اس لیے کہتے تھے کہ وہ ان کے ہاں جو نشانیاں دیکھتے تھے، ان کو محیر العقول مانتے تھے۔ مگر ان کی تعلیمات کو ماننے سے اپنی خواہشات کے دائرے سے نکلنا پڑتا تھا، اور یہ انہیں قبول نہ ہوتا تھا، اس لیے ڈر سنانے والے کو جھوٹا کہہ دیتے تھے۔

حاصل: اللہ ڈر سنانے والا، بھیجتا رہا ہے اور وہ ہمیشہ علوم زمانہ پر حق کی فوقیت کو روشن کرتا رہا ہے۔ کافر اللہ کے رسول کو ساحر و کذاب کہتے رہے ہیں۔

أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَٰهًا وَاحِدًا ۖ إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ﴿٥﴾ کیا اس نے اتنے معبودوں کو واحد معبود کر دیا، بے شک یہ عجیب بات ہے۔

منکرین حق کے من گھڑت معبود ان کی خواہشات سے وجود پاتے ہیں، اس لیے ان کی تعداد بہت ہوتی ہے۔ جب انہیں معبود لاشریک کی بندگی کی طرف بلایا گیا، تو انہوں نے کہا: یہ کیا بات ہوئی، اتنے سارے معبود چھوڑ کر ایک معبود کو مانا جائے۔ اتنے معبودوں کی نفی کر دینا اور عقائد کو ایک رخ پر لانا بڑی عجیب بات ہوگی۔

حاصل: اپنی تخلیق میں ہماری تجویز کو دخل نہیں ہوتا۔ اپنے معبود کی تجسیم ہمارے علم سے ہو تو یہ بڑی عجیب بات ہوگی۔

وَانْطَلَقَ الْمَلَأُ مِنْهُمْ أَنِ امْشُوا وَاصْبِرُوا عَلَىٰ آلِهَتِكُمْ ۖ إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ يُرَادُ ﴿٦﴾ اور ان کے سردار اٹھے اور کہنے لگے جاؤ اور اپنے معبودوں کے ساتھ لگے رہو، بے شک یہ کام کرنے کا ہے۔

منکرین کے سرداروں نے معبود لاشریک کی بندگی کی دعوت کے جواب میں اپنے پیروکاروں سے کہا: یہ عجیب عقیدہ ہے کہ ہم اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں، اور ان کے معبود کو مان لیں۔ تم لوگ جاؤ اور اپنے اپنے معبودوں کے ساتھ لگے رہو، یہ بہت ضروری کام ہے۔ اس میں کوتاہی ہوئی تو ہمارے عقائد ختم ہو جائیں گے، پھر ہمارا تشخص کیا رہ جائے گا۔

حاصل: منکرین حق کے سردار، لوگوں کو ان کی خواہشات سے جوڑے رکھنے میں اپنی سرداری کی سلامتی دیکھتے ہیں اس لیے اس کام میں کبھی کوتاہی نہیں کرتے۔

مَا سَمِعْنَا بِهَٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْآخِرَةِ إِنْ هَٰذَا إِلَّا اخْتِلَاقٌ ﴿٧﴾ یہ ہم نے ملتِ آخر میں تو سنا نہیں، یہ صرف من گھڑت بات ہے۔

Marfat

منکرینِ حق کے سامنے جب اللہ کے ایک ہونے کا ذکر کیا گیا، اور لاشریک ہونے کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد میں تو یہ سنا نہیں۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو اس کا ذکر وہاں ضرور ہوتا۔ یہ بات تو محض من گھڑت [illegible] معلوم ہوتی ہے۔ [illegible] رسول ﷺ نے انبیاء سابقین کے حوالے سے یہ روشن کر دیا تھا کہ وہ سب حضرات اللہ واحد کو مانتے تھے۔ [illegible] تھے، یک سو تھے اور حق کے مقابل بھی اپنی پسند کو اہمیت نہیں دیتے تھے۔

حاصل: اپنے آباؤ اجداد کو سند جاننا اسی صورت میں درست ہوتا ہے، جب ان کا عمل حق کے مطابق ہو۔

ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا ۭ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ ۚ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ۝

کیا ہم میں سے اسی پر نصیحت کا نزول ہوا ہے؟ [illegible] میری نصیحت میں شک کرتے ہیں، [illegible] عذاب نہیں چکھا۔

منکرینِ حق یہ کہا کرتے تھے کہ حق کا نزول اگر اللہ تعالیٰ کو کرنا ہی تھا تو اس کے لیے [illegible] تھا کہ لوگ اس کی شان و شوکت دیکھتے اور اس کی بات سنتے۔ [illegible] جس پر اپنی نصیحت کو نازل فرمایا ہے، اس سے بہتر اس کام کے لیے کوئی ہو ہی نہیں سکتا [illegible] ہیں، اور اس نصیحت کو من گھڑت کہتے ہیں۔ جس انجام سے ان لوگوں کو ڈرایا جا رہا ہے [illegible] کا شک رفع ہو جائے گا۔

حاصل: اللہ کے علم کی شان سب سے بڑی ہے۔ اس نے جس پر نصیحت نازل فرمائی [illegible] بہترین صورت تھی۔ نصیحت میں شک ہونا [illegible] کرتے ہیں۔

اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَاۗىِٕنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ۝

کیا آپ کے رب [illegible] خزانے ان کے پاس ہیں؟

جن لوگوں کو نصیحت کے نزول کے متعلق اعتراض ہے ان سے [illegible] مالک کل ہے، سب خزانے اسی کے ہیں [illegible] صاحب پر نصیحت کو نازل فرمایا ہے، اس سے بہتر کوئی نہیں [illegible] بھی اللہ کے علم سے ہوتی ہے اور اللہ کے حکم سے ہوتی ہے۔

حاصل: عطاء الٰہی پر اعتراض کرنے والے [illegible]

اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۣ فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ ۝

کیا آسمانوں اور زمین میں اور ان کے [illegible] پر ان کی حکومت ہے؟ [illegible]

رب عزیز وو ہاب کی رحمت کے خزانے، آسمانوں اور زمین اور ان کے مابین مقامات سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان سب مقامات پر اللہ کی حکومت ہے۔ وہ جو چاہے کرتا ہے۔ اس کی قدرت ہر شے پر محیط ہے۔ اگر نصیحت کے نزول میں، اعتراض کرنے والوں کو کچھ دخل ہو سکتا ہے تو پھر وہ ان مقامات تک پہنچیں جہاں سے یہ رحمت تقسیم ہو رہی ہے۔ یہ تو ان لوگوں کے لیے ممکن ہی نہیں ہے پھر ان کا اعتراض کیا معنی رکھتا ہے۔

حاصل: آسمانوں اور زمین میں اور ان کے مابین سب مقامات پر اللہ کی حکومت ہے، اور اس کی حکومت میں دخل دینا ممکن ہی نہیں۔

جُنۡدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهۡزُوۡمٌ مِّنَ الۡاَحۡزَابِ ۝۱۱ ایک لشکر یہ بھی ہزیمت اٹھانے والے لشکروں میں ہو گا۔

جو لوگ گھمنڈ میں مبتلا تھے، اور حق کے ساتھ مخاصمت کو اپنا امتیاز جانتے تھے، ان کے بارے میں فرمایا گیا ہے، کہ یہ لوگ جس راستے پر چل پڑے ہیں، اس راستے پر چلنے والے ہزیمت ہی اٹھاتے ہیں۔ ان کی کوئی تعداد، ان کی کوئی تیاری، انہیں تباہی سے بچا نہیں سکتی، کہ قادر مطلق کے سامنے کسی طاقت کا مقام ہی کیا ہوتا ہے۔

حاصل: حق پر رہنے والوں کو اس بات سے بڑی تقویت ملتی ہے، کہ خلافِ حق کرنے والے لوگوں کا انجام ہزیمت ہی ہوتا ہے۔

كَذَّبَتۡ قَبۡلَهُمۡ قَوۡمُ نُوۡحٍ وَّعَادٌ وَّفِرۡعَوۡنُ ذُو الۡاَوۡتَادِ ۝۱۲ ان سے قبل قوم نوح اور عاد، اور لشکروں والے فرعون نے تکذیب کی۔

ماضی میں ہزیمت اٹھانے والے لشکروں کا ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو اندھی قوم فرمایا گیا ہے۔ یہ لوگ حق کی مخالفت میں اندھے ہو گئے تھے، بہت بڑی تعداد میں تھے، بڑے قوی لوگ تھے مگر عذاب الٰہی نے ان کو غرق کر دیا۔ عاد بھی بڑے زور آور تھے، بڑے ہنر مند تھے، تعداد بھی بہت تھی، عذاب الٰہی نے انہیں مٹا کر رکھ دیا۔ فرعون کی فوجیں بڑے لشکروں پر مشتمل تھیں۔ زمین میں وہ اپنی قوت کا بڑا زعم رکھتا تھا۔ عذاب الٰہی کے سامنے اسے اور اس کی فوجوں کو کتنی دیر ٹھہرنا نصیب ہوا۔

حاصل: حق کی تکذیب کرنے والے، بہت بڑی تعداد میں ہوں، بڑی قوت والے ہوں، بڑے ہنر مند ہوں، بڑے منظم ہوں، وہ ہمیشہ ہزیمت ہی اٹھایا کرتے ہیں۔

وَثَمُوۡدُ وَقَوۡمُ لُوۡطٍ وَّاَصۡحٰبُ لۡئَيۡكَةِ ؕ اُولٰٓئِكَ الۡاَحۡزَابُ ۝۱۳ اور ثمود اور قومِ لوط اور بَن والے، یہ بڑے لشکر تھے۔

ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا گیا۔ یہ بڑے طاقت ور لوگ تھے، پہاڑوں میں گھر تراش لیتے تھے۔ ان لوگوں نے اللہ کی نشانی دیکھی۔ اس نشانی کو جو اللہ کی اونٹنی تھی، برائی سے مس کرنا منع فرمایا گیا تھا۔ ان لوگوں نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔ حضرت لوط

علیہ السلام کی قوم بھی آسودہ لوگوں پر مشتمل تھی۔ ان لوگوں نے فحاشی کو اپنا امتیاز بنا لیا تھا، اور عورتوں سے [illegible]
رکھتے تھے۔ ان لوگوں کو جب نصیحت کی گئی تو انہوں نے جواب یہی دیا [illegible]
جائے۔ بن والوں کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام رسول ہوئے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان [illegible]
تول کو پورا رکھنے کی تاکید کی۔ یہ سب بہت بڑے بڑے گروہ تھے، بڑے مال والے [illegible]
کی راہ کو اختیار کیا۔

حاصل: ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کی مخالفت کی، قوم لوط نے حضرت لوط علیہ السلام کی [illegible]
والوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کی مخالفت کی۔ خلاف حق [illegible]
کرکے دیکھ لینا چاہیے۔

اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ﴿﴾ ان سب نے رسولوں کی تکذیب کی [illegible]
ہو کے رہا۔

مذکورہ قوموں کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ان سب نے رسولوں کی تکذیب کی [illegible]
ہو کے رہا۔ ان لشکروں کی یہ طاقت نہ تھی کہ اللہ کے عذاب سے بچ جاتے [illegible]

حاصل: حق کو جھٹلانے کا انجام تباہی ہوا کرتا ہے۔ اللہ کے عذاب سے [illegible]
صالحین کا انجام اور ہوتا ہے، مفسدین کا انجام اور ہوتا ہے۔ متقین کا انجام اور ہوتا ہے [illegible]

شہادت: اللہ نے سورۂ صٓ (۳۸) میں ارشاد فرمایا ہے: اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ [illegible]
فِي الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ۔ کیا ہم ایمان والوں [illegible]
والوں کی طرح کر دیں گے۔ کیا ہم متقین کو فجار کی طرح کر دیں گے۔

وَ مَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ﴿﴾ اور یہ لوگ [illegible]
[illegible]

[illegible]

حاصل: [illegible]
[illegible]

وَ قَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴿﴾ اور کہتے ہیں اے ہمارے رب [illegible]
[illegible]

منکرینِ حق ازراہ تمسخر یہ کہا کرتے تھے کہ ہمیں یوم حساب سے ڈرایا جا رہا ہے۔ وہ تو پتہ نہیں کب آئے گا، اے اللہ اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے، یا ہم پر کوئی المناک عذاب لے آ۔ سورۂ انفال آیت نمبر ۳۲ میں یہ فرمایا گیا ہے۔ یہاں بھی اللہ کے رسول کی صداقت کو تسلیم کرنے کے لیے عذاب الٰہی مانگا گیا ہے اور جلدی مانگا گیا ہے۔ عذاب الٰہی کے سامنے اپنی حیثیت کو نہ دیکھنے والے ہی ایسی باتیں کیا کرتے ہیں۔

حاصل: جہالت وغرور لازم وملزوم ہوتے ہیں۔ جن لوگوں نے عذاب الٰہی کو دیکھ کر حق کو ماننے کا دعویٰ کیا ہے، ان کی بات کبھی سنی نہیں گئی، کہ عمل کے لیے دی گئی مہلت ختم ہو چکی ہو تو، تو بہ قابل سماعت نہیں رہتی۔

اِصۡبِرۡ عَلٰی مَا یَقُوۡلُوۡنَ وَ اذۡکُرۡ عَبۡدَنَا دَاوٗدَ ذَا الۡاَیۡدِ ۚ اِنَّہٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۰﴾

ان کی باتوں پر صبر کیجئے اور ہمارے بندے داؤد علیہ السلام کو یاد کیجئے جو قوت والے تھے، بے شک وہ رجوع رہنے والے تھے۔

مکذبین حق کی تکلیف دہ باتوں پر صبر کرنے کا حکم ہے۔ صبر یہ ہے کہ مکذبین حق کی بے ہودگی کا جواب نہ دیا جائے، اور اللہ کی رضا کے مطابق رہا جائے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی حیات طیبہ میں اقتدار کا بہت بڑا مقام تھا، بڑی بادشاہی تھی۔ جسمانی قوت بھی بہت تھی۔ مگر مشکل مقامات سے ان کا بھی گزر ہوا۔ حضرت داؤد علیہ السلام تائید ایزدی کے لیے ہمہ وقت رجوع الی اللہ رہتے تھے، اپنا حق ادا کرنے میں کمی نہیں کرتے تھے، نتائج کو باذن اللہ مانتے تھے اور اللہ کی رضا کو ہر مقام پر مقصود جانتے تھے۔

حاصل: مکذبین حق کی باتوں پر صبر کرنا پاک لوگوں کی طریقت ہے۔ قوت واقتدار کی موجودگی میں حضرت داؤد علیہ السلام اللہ کی رضا کو ہر مقام پر مقصود جانتے تھے۔ حال کی تصدیق ماضی سے ہوتی ہے۔

اِنَّا سَخَّرۡنَا الۡجِبَالَ مَعَہٗ یُسَبِّحۡنَ بِالۡعَشِیِّ وَ الۡاِشۡرَاقِ ﴿ۙ۱۸﴾

ہم نے پہاڑوں کو آپ کی معیت میں مسخر کر دیا، کہ وہ شام وصبح کو تسبیح کرتے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ شان عطا کی گئی، کہ پہاڑوں کو اللہ نے آپ کے لیے مسخر کر دیا۔ شام وقت تغیر ہے کہ رات کی آمد ہو رہی ہوتی ہے، اشراق وقت تغیر ہے کہ دن کی آمد ہو رہی ہوتی ہے۔ ان اوقات میں تسبیح کرنا اللہ کے پاک بندوں کی طریقت رہی ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام بھی شام وصبح اللہ کی تسبیح کرتے تھے، مگر اس تسبیح میں پہاڑ بھی آپ کے ہم نوا ہوتے تھے۔

حاصل: شام کو بھی تسبیح کرنی چاہئے، صبح کو بھی تسبیح کرنی چاہئے، اور بلند آواز کے ساتھ کرنی چاہیے۔

وَ الطَّیۡرَ مَحۡشُوۡرَۃً ؕ کُلٌّ لَّہٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۹﴾

اور پرندے، جھنڈ کے جھنڈ آپ کے ساتھ رجوع لاتے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام جب اللہ کی تسبیح کرتے تھے، تو شام وصبح کو سماں یہ ہوتا تھا، کہ پہاڑ آپ کے ہم نوا ہوتے تھے، پرندے اپنی اپنی ٹولیوں کے ساتھ آپ کے ہم نوا ہوتے تھے۔ ہر شے اپنے خالق کی تسبیح کرتی ہے اور اللہ کے پاک بندے کے مقام اور اہمیت کے

حوالے سے اس کے ساتھ ہی قدر کرتی ہے۔

حاصل: پرندے اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔ شام کو بھی کرتے ہیں صبح کو بھی کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ [illegible] میں جو راحت ہے اسے عملاً محسوس کیا جا سکتا ہے۔

وَ شَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَ اٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَ فَصْلَ الْخِطَابِ ۝

اور ہم نے آپ کے ملک کو مستحکم کیا اور آپ کو حکمت عطا کی اور عادلانہ فیصلہ کرنے کا شرف بخشا۔

اللہ نے رعایا کے دلوں میں حضرت داؤد علیہ السلام کی پاکیزگی کو محبوب بنایا۔ ان کی قوت و حکمت کے حق سے [illegible] یقین ان کے اندر راسخ ہو گیا۔ یوں اللہ نے آپ کے ملک کو مستحکم کیا۔ آپ کو حکمت عطا فرمائی۔ حکمت [illegible] آپ [illegible] محل پر رکھتے تھے۔ اس طرح ہر شے اپنی افادیت دکھاتی تھی اور آپ ترجیحات کا تعین حکمت سے کرتے تھے۔ [illegible] فیصلہ، معاشرتی زندگی میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام حق کے جانتے [illegible] مطابق اور جلد ہو جاتا تھا۔

حاصل: رعایا، حاکم کو محبوب جانتی ہو تو ملک مستحکم ہوتا ہے۔ اللہ ہی کسی کے ملک کو مستحکم کرتا ہے [illegible] حکمت و فصل خطاب، حاکم کی وہ صفات ہیں جو حکومت کی شان دوبالا کرتی ہیں۔

وَ هَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ۝ۙ

اور کیا آپ کو ان جھگڑنے والوں کی خبر پہنچی ہے جب انہوں نے محراب کی دیوار پھاندی۔

وقف لازم

مستحکم حکومت کی مثال بیان فرمائی گئی ہے۔ ایک مقدمے کے دو فریق [illegible] کرتے ہیں۔ وہ وقت مقدمات کے سننے کے لیے مخصوص نہیں ہے۔ [illegible] فیصلہ چاہنے والے اپنے [illegible] داؤد علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ جاتے ہیں۔

حاصل: عادلانہ فیصلہ کرنے والے صاحب تمکنت [illegible] انتظار ممکن نہ ہو تو مقررہ حد و اوقات کا احترام نہیں رہتا۔

اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَ لَا تُشْطِطْ وَ اهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ۝

جب وہ داؤد علیہ السلام کے پاس داخل ہوئے تو [illegible] آپ [illegible] ہم دو فریق ہیں ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے تو ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیجئے اور بات [illegible] اور ہمیں سیدھی راہ دکھائیے۔

rfat.com

جب یہ لوگ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس خلوت میں پہنچ گئے، تو آپ کو اس سے حیرت ہوئی۔ ان کا بے وقت آنا، ان کی تعداد، دربانوں کا لوگوں کی آمد سے پہلے آگاہ نہ کرنا وغیرہ باعث حیرت ہوا۔ ان لوگوں نے عرض کیا، کہ آپ خائف نہ ہوں۔ عام آدمی ایسی صورت میں اپنی کیفیت کو جانتے ہوئے، کسی پاک بندے کے بارے میں بھی یہی سوچ سکتا ہے۔ مگر جو اللہ کے ساتھ ہو اس کو گھبراہٹ نہیں ہوتی۔ ان لوگوں نے اپنی حاضری کا مقصد بیان کرتے ہوئے کہا: ہم دو فریق ہیں۔ ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔ آپ سے فیصلہ چاہتے ہیں۔ آپ حق کے مطابق فیصلہ کر دیجئے اور بات کو دور نہ ڈالیے اور ہمیں سیدھی راہ دکھا دیجئے، کہ ہم حق کے حوالے سے اپنے آپ کو ٹھیک رکھ سکیں اور خواہشات کی پیروی سے بچ سکیں۔

حاصل: پاک لوگوں کو اللہ کے ساتھ کی بدولت کبھی گھبراہٹ نہیں ہوتی۔ خلافِ معمول واقعات باعثِ حیرت ہوتے ہیں۔ جھگڑے کے بعد فریقین کا تعین، جھگڑے کی نوعیت، عدل کرنے والے کے سامنے حق کے مطابق فیصلہ کرنے کی درخواست، تاخیر سے بچانے کی استدعا اور سیدھی راہ کی طرف راہنمائی، حصولِ امن کے لیے یہ سب ارکان ہیں۔

اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ ۣ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۣ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ۝۲۳

یہ میرا بھائی ہے۔ اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں، اور میرے پاس ایک ہی دنبی ہے۔ تو یہ کہتا ہے وہ بھی مجھے دے دے، اور خطاب میں مجھ پر بھاری ہے۔

مظلوم فریق نے اپنا مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے کہا، کہ یہ میرا بھائی ہے۔ اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک ہی دنبی ہے۔ تو یہ کہتا ہے وہ بھی مجھے دے دے اور خطاب میں مجھ پر بھاری ہے۔ ملت کے حوالے سے اخوت کا رشتہ تعارف میں اپنا مقام رکھتا ہے۔ دنبیاں جہاں معاش کے حصول کا ذریعہ ہوں وہاں وہ معاشی اکائی بھی بن جاتی ہیں۔ ننانوے دنبیاں رکھنے والا یہ کہتا ہے، ایک دنبی کو رکھ کر تم خواہ مخواہ مشقت میں پڑے ہو، یہ بھی مجھے دے دو، اور بات میں مجھ پر بھاری ہے، میں اس کے استدلال کے سامنے دبا ہوا ہوں۔ زبردست کو زبردست سے بچنے کے لیے عدل کرنے والوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔

حاصل: عدل کرنے والے کے سامنے مقدمہ پیش کرتے وقت، حقائق بیان کرنے چاہئیں اور مخالف کے سامنے اپنی حیثیت کا ذکر بھی کرنا چاہیے۔

قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَاۗءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰي بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ۭ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ۝۲۴

فرمایا، بے شک یہ تمہاری دنبی کو اپنی دنبیوں میں ملانے کے سوال سے تم پر ظلم کرتا ہے اور بے شک اکثر مخلوط کام کرنے والے ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں، سوائے ان کے جو ایمان لائے اور صالح عمل کیے، اور وہ قلیل ہی ہیں۔ اور داؤد علیہ السلام نے جانا کہ ہم نے انہیں دیکھا ہے، پھر اپنے ربّ سے استغفار کی اور رکوع میں پڑے اور رجوع لائے۔

at.com

مدعا علیہ نے مدعی کے بیان کو درست تسلیم کیا۔ عدم اعتراض بھی تسلیم کی ایک صورت ہوتی ہے۔ [illegible] میں دیر نہیں لگی۔ آپ نے فیصلہ فرما دیا، کہ ننانوے دنبیوں والا ایک دنبی والے سے اس کی ایک دنبی مانگ کر ظلم کا مرتکب ہوا ہے۔ [illegible] فرمایا کہ لوگ اکثر مال کے لالچ میں دوسروں پر زیادتی کرتے ہیں۔ جو لوگ ایمان والے ہوں، صالح عمل کرتے ہوں [illegible] ہیں مگر رزق کو اللہ تعالیٰ کی عطا جانتے ہیں اور عطاء الٰہی کو پورا جانتے ہیں۔ ایسے لوگ قلیل ہی ہوتے ہیں۔ [illegible] حضرت داؤد علیہ السلام نے فیصلہ فرمانے کے بعد یہ محسوس کیا، کہ ہم نے انہیں [illegible] جانے والوں سے خفگی کا اظہار ہوا۔ حضرت داؤد علیہ السلام پر روشن ہوا کہ عدالت کے اوقات [illegible] کے لیے، عدل کرنے والوں تک رسائی آسان ہونی چاہیے۔ اس پر آپ نے اپنے رب سے بخشش [illegible] کی طرف رجوع لائے۔

حاصل: مدعا علیہ کا موقف سننے کے بعد فیصلہ کرنا چاہیے۔ ظلم کا تعین ہو تو عدل ممکن ہوتا ہے۔ [illegible] دوسرے کے حق کے مقابل اپنی حیثیت کو بڑھانے کی کوشش میں لگ جائیں تو زیادتی ہوتی ہے۔ [illegible] صالح عمل کرنے والے محنت ضرور کرتے ہیں اور اپنے مقام پر بھی قناعت کرتے ہیں [illegible] اور پورا مانتے ہیں۔ خدمت خلق کا جو شرف بھی حاصل ہو اس میں [illegible]

فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ۗ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝

پھر ہم نے آپ کو معاف [illegible]

[illegible]

حاصل: [illegible]

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۗ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ۝ ع

اے داؤد علیہ السلام [illegible] جاتے ہیں ان کے لیے شدید عذاب [illegible]

حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ نے زمین میں خلیفہ ٹھہرایا، اور خلافت کا علم بھی عطا فرمایا۔ خلافت کا علم یہ ہے کہ لوگوں کے مابین حق کے مطابق فیصلہ کیا جائے اور کسی فیصلے میں اپنی پسند کو داخل نہ کیا جائے، کہ حق کے ساتھ اپنی پسند کو داخل کرنا بندے کو راہ راست سے ہٹا دیتا ہے۔ جو لوگ اللہ کی راہ سے پھر جاتے ہیں وہ یوم حساب کو بھولے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کے اعمال کا انجام شدید عذاب کی صورت میں ان کو گھیرے گا۔

حاصل: اللہ جس کو آسانی عطا کرے وہ بھی فیض یاب ہوتا ہے اس کے پیچھے آنے والے بھی اس فیض سے نوازے جاتے ہیں۔ خلافت کا علم یہ ہے کہ لوگوں کے مابین حق کے مطابق فیصلہ کیا جائے، اور خواہش کی پیروی نہ کی جائے۔ خواہش کی پیروی سے بندہ یوم حساب کو بھلانے کا ثبوت دیتا ہے، جس کا انجام عذاب شدید ہوگا۔

شہادت: اللہ نے سورۃ سبا (۳۴) میں ارشاد فرمایا ہے: وَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَ مَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ۝ اور ان سے پہلے لوگوں نے بھی تکذیب کی، اور یہ ان کے دسویں حصے کو بھی نہ پہنچے جو ہم نے انہیں عطا فرمایا تھا۔ پھر انہوں نے میرے رسولوں کی تکذیب کی، تو کیسا ہوا میرا انکار۔

وَ مَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۭ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ۝۲۷

اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے مابین ہے، بے مقصد نہیں پیدا کیا۔ یہ کافروں کا گمان ہے۔ تو خرابی ہے کافروں کے لیے آگ سے۔

تخلیق سے پہلے مقصد تخلیق کا ہونا ضروری ہے۔ آسمانوں کا خالق بھی اللہ ہے، زمین کا خالق بھی اللہ ہے، اور آسمانوں اور زمین کے مابین جو کچھ ہے وہ بھی اللہ کا پیدا کیا ہوا ہے۔ اللہ ہی خالق کل ہے۔ اس نے کسی شے کو بھی بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ جو شے مقصدِ تخلیق کے مطابق استعمال ہوگی، اس کا شکر یہ ادا ہو جائے گا، اور جو شے اپنے مقصد تخلیق کے خلاف استعمال ہوگی، اس کی ناشکری ہو جائے گی۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی اشیا، کو خلاف حق استعمال کرتے ہیں، ان کا گمان ہے کہ اشیاء کے استعمال کا کوئی راستہ اللہ نے متعین نہیں کیا ہے اور من مانی کرنا جائز ہے۔ وہ کافر ہیں اور خرابی کے راستے پر چلے جا رہے ہیں۔ یہ لوگ اس راستے سے دوزخ میں جا پڑیں گے۔

حاصل: کسی شے کو بھی خلاف حق استعمال کرنا، ناشکری ہے، اور ناشکری بندے کو زیب نہیں دیتی۔ من مانی کرنا کافروں کا طریقہ ہے اور کافروں کا انجام جہنم کی آگ ہے۔

اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ۝۲۸

کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے صالح عمل کیے، زمین میں فساد کرنے والوں کی طرح ٹھہرا دیں گے، یا ہم متقین کو فاجروں کی طرح ٹھہرا دیں گے۔

اللہ پر ایمان لانے والے اپنی صداقت کا ثبوت صالح اعمال سے پیش کرتے ہیں، صالحین کو معیار جانتے ہیں اور کسی مقام پر من مانی

at.com

نہیں کرتے۔ کسی جگہ بھول ہو جائے تو اصلاح کو اختیار کرتے ہوئے توبہ سے آلودگی دور کرتے ہیں۔ زمین میں فساد پھیلانے والے [illegible] کرتے ہیں ظلم کے مرتکب ہوتے ہیں اور امن کو تباہ کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ صالحین سے خلاف ہوتے ہیں۔ متقی [illegible] ڈرتے ہیں، اپنا حق ادا کرنے کے بعد نتائج کو باذن اللہ جانتے ہیں، اور جزا کا یقین ان کے حسن عمل میں [illegible] جزا کو نہیں مانتے، جہالت اور غرور سے خلاف حق کرتے رہتے ہیں اور ماننے میں فاجروں کے انجام سے [illegible]

حاصل: ایمان والے صالح اعمال سے اپنی صداقت کا ثبوت دیتے ہیں۔ صالحین اور مفسدین [illegible] خلاف حق ہے۔ متقیوں کو فاجروں کے برابر ٹھہرانا خلاف حق ہے۔ جہاں اللہ نے فرق [illegible] رکھنا قطعاً حق ہے۔

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾

یہ کتاب مبارک ہے جو ہم نے آپ کی طرف نازل فرمائی ہے، کہ لوگ اس کی آیات میں تدبر کریں اور عقل والے نصیحت مانیں۔

قرآن پاک ہدایت و رحمت ہے مگر استفادہ وہی کرتے ہیں [illegible] کمند اور مخاصمت کی روش کو چھوڑ دیں۔ یہ کتاب [illegible] کی طرف سے نازل فرمائی ہے [illegible] کا اتباع لازم ہے جس پر اس کتاب کا نزول ہوا ہے [illegible] ہے کہ انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی فرمان الٰہی سے [illegible] غرض نہ ہو اور [illegible] علم والا ہو وہ اس نصیحت کو ماننے میں [illegible]

حاصل: قرآن پاک مبارک کتاب ہے۔ [illegible]

[illegible]

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۳۰﴾

اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا [illegible] بہت خوب بندے تھے [illegible] والے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ نے فرزند [illegible] سلیمان علیہ السلام [illegible] ہونے کی خدا نے [illegible] بہت [illegible] اکار ہے۔ خدمت خلق [illegible] باذن اللہ [illegible] اواب وہ ہوتا ہے [illegible]

حاصل: خوب بندے [illegible]

بندگی کا حق ادا کر دیا ہے، وہ یہی کہتا ہے: یاالٰہ العالمین میرے اعمال کی طرف نہ دیکھیو، اپنے کرم کی طرف دیکھیو۔

اِذۡ عُرِضَ عَلَیۡہِ بِالۡعَشِیِّ الصّٰفِنٰتُ الۡجِیَادُ ﴿۳۱﴾ جب آپ کی خدمت میں تیسرے پہر عمدہ اور تیز رفتار گھوڑے پیش کئے گئے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو بہت بڑی سلطنت عطا فرمائی گئی تھی۔ اس بڑی سلطنت کے ساتھ جہاد کی تیاری واضح اہمیت رکھتی ہے۔ جہاد کے لیے گھوڑوں کا پالنا اور سنبھالنا ایک رکن کا درجہ رکھتا ہے۔ جن لوگوں کے ذمے یہ خدمت لگائی گئی تھی، انہوں نے اپنی کارکردگی دکھانے کے لیے عمدہ گھوڑے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں تیسرے پہر پیش کیے۔

حاصل: جہاد سے متعلق امور کو امیر المومنین کے سامنے پیش کرنے کا منشاء تیاری اور حسن کارکردگی پر انہیں شاہد بنانا ہوتا ہے۔

فَقَالَ اِنِّیۡۤ اَحۡبَبۡتُ حُبَّ الۡخَیۡرِ عَنۡ ذِکۡرِ رَبِّیۡ ۚ حَتّٰی تَوَارَتۡ بِالۡحِجَابِ ﴿ٝ۳۲﴾ تو فرمایا، بے شک میں اپنے ربّ کی خاطر ان کو پسند کرتا ہوں، حتیٰ کہ وہ آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔

نعم العبد کی وضاحت فرمائی گئی ہے، کہ گھوڑوں کو جہاد کے لیے تیار دیکھ کر آپ کو خوشی ہوئی تو آپ نے اس وقت بھی اپنے ربّ کی حمد ہی بیان کی، اور اپنی پسند کو اپنے رب کی رضا کے تابع رکھا۔ گھوڑے بڑی تعداد میں تھے۔ آپ ان کی کارکردگی دیکھتے رہے۔ وہ گھوڑے اپنی تیز رفتاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپ کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ آپ نے ان گھوڑوں کو جاتے ہوئے دیکھا، اور اس تیاری پر آپ کو خوشی ہوئی۔

حاصل: خوب بندے کی یہ شان ہے، کہ وہ جو بھی کرتا ہے اپنے ربّ کی رضا کے لیے کرتا ہے۔ امیر المومنین کو جہاد کی تیاری کا مشاہدہ کرتے رہنا چاہئے۔

رُدُّوۡہَا عَلَیَّ ؕ فَطَفِقَ مَسۡحًۢا بِالسُّوۡقِ وَ الۡاَعۡنَاقِ ﴿۳۳﴾ انہیں میرے پاس واپس لاؤ۔ پھر ان کی پنڈلیوں پر اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے گھوڑوں کی روانگی دیکھی۔ آپ کو خوشی ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے ان کی آمد کو دیکھنا ضروری سمجھا۔ حکم دیا گیا، انہیں میرے پاس واپس لاؤ۔ آپ نے سبک رفتاری سے گھوڑوں کو آتے دیکھا تو اس مشاہدے کا حق ادا ہو گیا۔ پھر آپ نے قریب ہو کر ان کی پنڈلیوں پر اور گردنوں پر ہاتھ پھیرا۔ گھوڑوں کو تیار کرنے والوں نے جس حسن کارکردگی کا مظاہرہ کیا تھا، ان کو داد دینے کا صحیح طریقہ یہی تھا، کہ گھوڑوں کی پنڈلیوں پر ہاتھ پھیر کر اور گردنوں پر ہاتھ پھیر کر ان لوگوں کو شاباش دی جائے۔

حاصل: گھوڑوں کی روانگی بھی دیکھنی چاہئے، آمد بھی دیکھنی چاہئے، اور گھوڑوں کو تیار کرنے والوں کے کام کی داد

دیتے وقت گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنا چاہتے۔

وَ لَقَدۡ فَتَنَّا سُلَیۡمٰنَ وَ اَلۡقَیۡنَا عَلٰی کُرۡسِیِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾

اور بے شک ہم نے سلیمان علیہ السلام کو جانچا اور ایک جسد ان کی کرسی پر ڈال دیا۔ پھر آپ رجوع لائے۔

اللہ تعالیٰ نے نعم العبد حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق فرمایا ہے کہ ہم نے ان کا امتحان لیا۔ ہونے سے مقام [illegible] اور نہ ہونے کے مقام پر صبر کرنے والے اللہ کے پیارے ہوتے ہیں۔ موثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اللہ نے شیاطین کو توفیق [illegible] کر سکیں۔ جسد اس بے جان بچھڑے کے لیے بھی آیا ہے جس سے گائے کی طرح کی آواز نکلتی تھی۔ [illegible] حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی پر رکھ دیا گیا، اور شیاطین نے اس کی پوجا کی اور فخر سے مرتکب ہوئے [illegible] متعلق یہ سند موجود ہے کہ انہوں نے فخر نہیں کیا۔ شیاطین لوگوں کو یہ کہتے رہے [illegible] کی باتوں کو مانتے بھی رہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت کا نظام ان کی آنکھوں سے [illegible] حیثیت وضاحت کے ساتھ معلوم ہوگئی۔ اللہ کی قدرت، اس کا فضل، اس کی [illegible] ان مشاہدے کے بعد معطی مطلق کی طرف رجوع ہو کر بندگی کا حق ادا کیا۔

حاصل: اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیکھا جاتا ہے۔ کس کس طرح دیکھتے ہیں [illegible] ہوتے ہیں، اس طرح ان کی صداقت کا ثبوت ملتا ہے۔ جو لوگ پاس نہیں ہوتے ان سے [illegible] خوب بندے کی یہی شان ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لائے اور اپنی حیثیت [illegible] جائے۔

قَالَ رَبِّ اغۡفِرۡ لِیۡ وَ هَبۡ لِیۡ مُلۡکًا لَّا یَنۡۢبَغِیۡ لِاَحَدٍ مِّنۡۢ بَعۡدِیۡ ۚ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡوَهَّابُ ﴿۳۵﴾

[illegible] مجھے ایسی سلطنت [illegible] شایاں نہ ہو، بے شک تو ہی [illegible]

[illegible] عبادت میں پہلا مقام [illegible] ہے، نا [illegible] طور پر بھی [illegible] ہو جاتی ہے۔ [illegible] کی کے شایاں نہ ہو۔ آپ نے [illegible] جاہ و جلال کے لیے نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے [illegible] آپ [illegible] مقام [illegible] محتاج ہیں اور [illegible] احتیاج نہیں۔ [illegible] بے چینی نہیں ہوتی۔

حاصل: دعا کی ابتدا طلب مغفرت سے کرنی چاہیے۔ [illegible]

rfat.com

چاہیے، یا اللہ تو ہی وھاب ہے۔

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ ﴿٣٦﴾

تو ہم نے آپ کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا، کہ وہ آپ کے امر سے چلے، آرام کے ساتھ، اور وہ جائیں جہاں چاہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا گیا۔ ہوا کو آپ کے امر کے تابع بنایا گیا، کہ وہ آرام کے ساتھ آپ کو آپ کی وسیع سلطنت میں جہاں آپ چاہیں، لے جاتی تھی۔ بادشاہ کے بارے میں حکومت کے ارکان کو یہ یقین ہو کہ وہ جب چاہے سرعت کے ساتھ ان کے پاس پہنچ سکتا ہے، تو وہ نظام حکومت کے درست رکھنے میں کبھی غفلت نہیں برتتے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ نے یہ آسانی عطا فرمائی، کہ اصلاح حال کے لیے کسی بھی مقام پر سرعت کے ساتھ پہنچ سکتے تھے۔

حاصل: آسانیاں عطا کرنا اللہ کی شان ہے۔ اصلاح حال کے لیے سربراہ حکومت کا موقع پر پہنچ جانا، بے بدل افادیت رکھتا ہے۔ نظام حکومت کے درست رکھنے میں اس سے بڑی مدد ملتی ہے۔

وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَغَوَّاصٍ ﴿٣٧﴾

اور شیاطین کو بھی، جو ماہر معمار اور غوطہ خور تھے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا کو مسخر کر دینے کے بعد، جس نوازش الٰہی کا ذکر ہے، وہ بیان فرمائی گئی ہے۔ شیاطین کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے مسخر کر دیا گیا تھا۔ یہ شیاطین جن تھے، جو آپ کے حکم کے مطابق خدمات سرانجام دیتے تھے۔ ان کی صلاحیت کے مطابق حضرت سلیمان علیہ السلام ان سے خدمات لے لیتے تھے۔

حاصل: اللہ تعالیٰ حال پر جو آسانیاں عطا کرنا چاہے، اسے دیر نہیں لگتی۔ مخالفت کرنے والوں کو مغلوب کر دینا، انہیں خادم بنا دینا اللہ کے لیے کیا مشکل ہے۔ اللہ جو بھی کرتا ہے اپنے علم سے کرتا ہے۔

وَآخَرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ﴿٣٨﴾

اور دوسرے وہ جو بیڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔

جو شیاطین، فساد سے رکتے نہیں تھے، ان کو بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے مسخر کر دیا گیا تھا۔ یہ آپ کی قید میں تھے۔ یہ آپ کی منشا، کے خلاف کوئی کام کرنے کی جرات نہیں کرتے تھے۔ اس قوت کو بھی حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی ضرورت کے مطابق استعمال کر سکتے تھے۔

حاصل: جو فساد سے باز نہ آئے، اس کے دائرہ کار کو محدود کر دینا ضروری ہوتا ہے۔ عطاء الٰہی بڑے علم سے ہوتی ہے، اس لیے اس سے جو فائدہ پہنچتا ہے، وہ کسی دوسری صورت میں پہنچ نہیں سکتا۔

هَٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٩﴾

یہ ہماری عطا ہے تو احسان کیجئے یا روک رکھئے، آپ پر کچھ حساب نہیں۔

at.com

حضرت سلیمان علیہ السلام کے امتحان کے بعد، ان کی صداقت کے ثبوت کے بعد، ان والی مقام پر پوا دیکھنے سے بعد [illegible] کے علاوہ ان کو کچھ مطلوب نہیں ہے، عطاء الٰہی کا ذکر کیا گیا ہے۔ احسان کرنے کی حقیقت، اصلاح یافتہ قیدیوں [illegible] کی حقیقت یہ ہے، کہ کسی کے دعویٰ کو کہ وہ کبھی فساد نہیں کرے گا، نہ مانا جائے۔ فیصلہ کرنے کا حق حضرت سلیمان علیہ السلام [illegible]۔

حاصل: اختیارات دینے سے پہلے، صداقت و امانت کی تصدیق کا مقام ہونا چاہیے۔ بعد میں صاحب اختیار [illegible] قدر ہی کرنی چاہیے۔

ع وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝ — اور بے شک آپ کے لیے ہمارے پاس مرتبہ [illegible] احسن ٹھکانا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے یہ سند نازل فرمائی گئی ہے، کہ ان کا مقام اللہ کے نزدیک بلند ہے [illegible] بیان آپ کے مقام کو پست ثابت کرے، جو بیان آپ کے انجام کو اچھا ثابت نہ کرے [illegible] حق ہے۔ جو لوگ، اللہ کے پاک بندوں کے اخلاق حسنہ سے روشنی نہیں [illegible] والوں کی راہ کا انجام ہمیشہ خسارہ ہی ہوتا ہے۔

حاصل: جس کے مرتبے اور احسن مقام کی اللہ نے سند نازل فرمائی ہے، ان سے [illegible] منسوب کرنا فرمان الٰہی کا انکار ہوگا۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے اسی سورۃ ص (۳۸) میں فرمایا ہے۔ ھٰذَا ذِكْرٌ ؕ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ [illegible] ہے، اور بے شک متقین کا ٹھکانا احسن ہے۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَاۤ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ۝ — اور ہمارے بندے ایوب علیہ السلام [illegible] جب آپ نے اپنے رب [illegible] شیطان نے مجھے [illegible]۔

حضرت ایوب علیہ السلام [illegible]

حاصل: کسی خلاف حق بات کو اللہ کے پاک بندوں سے منسوب کرنا [illegible]

طرف سے جاننا حق ہے، برائی کو شیطان سے منسوب کرنا، بندگی کا حصہ ہے۔ شیطان، انسانی صفات کو جانتا ہے۔

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ۝

اپنے پاؤں سے ٹھوکر لگائیے، یہ ہے ٹھنڈے پانی کا چشمہ غسل کے لیے اور پینے کے لیے۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنا دکھ اور اذیت بارگاہ الٰہی میں بیان کیا اور پاکیزگی اور سلامتی کے لیے دعا کی، تو حکم ہوا کہ اپنے پاؤں سے ٹھوکر لگائیے۔ جسم میں اتنی سکت تھی کہ آپ ٹھوکر لگا سکتے تھے۔ آپ کا ٹھوکر لگانا تھا کہ ایک چشمہ جاری ہوگیا۔ یہ پانی آپ کے لیے باعث شفا ہوا۔ بیرونی استعمال کے لیے بھی یہی پانی تھا، اور پینے کے لیے بھی یہی پانی تھا

حاصل: دعا حسب حال ہونی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کو آسانیاں عطا کرنے میں دیر نہیں لگتی۔ ٹھنڈے اور صاف پانی کا جلد پر بھی اچھا اثر ہوتا ہے، احشاء پر بھی اچھا اثر ہوتا ہے۔

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ۝

اور ہم نے آپ کو آپ کے اہل، اور ان کے ساتھ ان کی مثل اور، عطا فرمائے اپنی رحمت سے اور عقل والوں کی نصیحت کے لیے۔

مقام شکر وصبر پر پورا دیکھنے کے بعد حضرت ایوب علیہ السلام کو انعامات الٰہی سے نوازا گیا۔ وہ سب کچھ جو آپ کو حاصل تھا، وہ بھی عطا کیا گیا مزید بھی عطا کیا گیا۔ رحمت الٰہی سے آپ کی ذات بابرکات نے فیض پایا اور عقل والوں پر یہ واضح ہوا، کہ بے صبری مشکلات کا حل نہیں ہوسکتی اور بے صبری سے قرب الٰہی کے مقام پر رہنا ممکن نہیں ہوتا اور قرب الٰہی سے جو فائدہ پہنچتا ہے وہ کسی دوسری صورت میں پہنچ ہی نہیں سکتا۔

حاصل: جس کی صداقت اللہ کے ہاں دیکھی جائے، اسے انعامات سے نوازا جاتا ہے۔ اللہ کی رحمت اس کا احاطہ کرلیتی ہے، عقل والے اس سے نصیحت لیتے ہیں۔

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ۝

اور اپنے ہاتھ میں سینکوں کا ایک مٹھا لے کر اس سے ضرب لگا لیجئے، اور قسم نہ توڑیئے۔ بے شک ہم نے آپ کو صابر پایا، خوب بندگی کرنے والا۔ بے شک وہ بہت رجوع کرنے والے تھے۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنے آپ کو سزا دینے کی قسم کھائی تھی، احساس یہ تھا کہ مقام صبر پر خاموش رہنا چاہئے تھا، نفس کو دکھ کے اظہار کی اجازت نہیں ہونی چاہئے تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسانی عطا فرمائی اور یہ حکم دیا کہ جتنی ضربیں لگانے کی قسم کھائی تھی، ان کو یکبارگی لگا لیجئے۔ مٹھا پکڑ کر ایک ہی بار اپنے آپ کو مار لیجئے، بات پوری ہوجائے گی۔ پاک بندے کی زبان، اللہ کے نزدیک بڑی اہمیت رکھتی ہے،

اس لیے اس سے نکلے ہوئے الفاظ کو وقعت دینی چاہیے۔ اللہ نے حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر و استقامت کا [illegible]
کیا ہے اور آپ کی انابت کا ذکر کیا ہے۔ یہ سب صفات قرب الٰہی کے لیے لوازمات کا درجہ رکھتی ہیں۔

حاصل: پاک زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کو وقعت دینی چاہیے، یہ اللہ کی سنت ہے۔ صبر و استقامت [illegible]
اور اوابیت قرب الٰہی کے لیے لوازمات کا درجہ رکھتی ہیں۔

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ ۝

اور ہمارے بندوں ابراہیم علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کو یاد کیجیے جو قوت والے اور بصیرت والے تھے۔

اللہ کے رسولوں کا منشا لوگوں کو بشارت دینا اور ڈرسنانا تھا۔ اقامت حق میں اس کی اہمیت واضح ہے۔ قوت کی حقیقت امانت ہے [illegible]
ہاتھ امین ہو وہ امامت کا حق ادا کرسکتا ہے۔ لوگ اس کو اجتماعی مفادات کا محافظ جانتے ہیں اور اس کی قدر کرتے ہیں [illegible]
مقصود رکھے وہ منور ہو جاتا ہے اور صاحب بصیرت ہو جاتا ہے۔ لوگ اس سے نور ہدایت کی دولت حاصل [illegible]
حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام [illegible]

حاصل: قوت کی حقیقت امانت ہے، اور بصیرت کی حقیقت حق کی قدر [illegible] ہے۔

اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ۝

بے شک ہم نے انہیں [illegible] آخرت [illegible] ممتاز کیا تھا۔

جو قوت و بصیرت کے ساتھ حق کی [illegible] اپنا حال بنا لے [illegible]
کہ حق سے کبھی غافل نہ ہوتا اور یاد رکھتا [illegible] مسلمان کی حیثیت سے [illegible]
آخرت میں بھی اسے ساتھ حاصل ہو [illegible] آخرت پر یقین [illegible]
کو پتہ چلتا ہے کہ کس طرح قول پر عمل شاہد ہونا چاہیے۔

حاصل: خلوص خصوصیت کا اصل ہے۔ اور آخرت پر یقین [illegible]
طرح روشنی حاصل ہو سکتی ہے۔

وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ۝

اور بے شک وہ ہمارے نزدیک چنے ہوئے [illegible] میں سے ہیں۔

جو اللہ کے نزدیک خیر والے ہیں [illegible]
ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہوئے [illegible]
[illegible]

حاصل: نیک لوگ ہمیشہ صابر ہوتے ہیں، خوب بندگی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع رکھنے والے ہوتے ہیں۔ ان سے محبت رکھنے والے بھی بلاشبہ نیک ہوتے ہیں۔

وَ اذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَ الْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ وَ كُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ؕ ﴿۴۸﴾ اور اسمٰعیل علیہ السلام اور یسع علیہ السلام اور ذوالکفل علیہ السلام کو یاد کیجئے، وہ سب اخیار میں سے ہیں۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت ذوالکفل علیہ السلام کے متعلق صابر ہونے کی اور صالح ہونے کی سند نازل فرمائی گئی ہے۔ سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۸۶ میں حضرت یسع علیہ السلام کی عالمین پر فضیلت مذکور ہے۔ یہ سب حضرات، اللہ کے نزدیک خیر والے لوگ ہیں۔ ان کا مقصود رضاءِ الٰہی کا حصول تھا۔ ہونے کے مقام پر ان حضرات نے شکر کیا ہے، نہ ہونے کے مقام پر ان حضرات نے صبر کیا ہے۔ یہ نہیں دیکھا کہ ان کے ساتھ کیا کیا جا رہا ہے، یہی دیکھا ہے کہ ان پر جو حق عائد ہوتا ہے وہ رضاءِ الٰہی کے مطابق شاہدین کے حوالے سے پورا ہونا چاہیے۔ یہ حضرات نتائج کو ہمیشہ باذن اللہ جانتے رہے ہیں۔

حاصل: اخیار کا ذکرِ خیر ہمیشہ باعث برکت ہوتا ہے، کہ ان کے نقوشِ قدم سے نیک لوگوں کو تقویت ملتی ہے۔ جس صفت کی قدر کی جائے، اسے قدردان کی صفت بن جانا چاہیے، اس سے کم ماننے کا ثبوت کیا ہوگا۔

هٰذَا ذِكْرٌ ؕ وَ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ۙ ﴿۴۹﴾ یہ نصیحت ہے، اور بے شک متقین کا ٹھکانا احسن ہے۔

قرآن پاک نصیحت ہے۔ علیم مطلق کی طرف سے ہے۔ اس میں ماننے والوں کی بھلائی کا یقینی علم ہے۔ ناصحین، نصیحت کے ساتھ کسی اجر کا سوال نہیں کرتے۔ جس نصیحت کا تعلق قرآن پاک سے نہ ہو وہ سند کا درجہ نہیں رکھتی۔ حق کے مطابق ہو جانے والے اور نصیحت سے فائدہ اٹھانے والے لوگ متقی ہیں۔ ان کا ٹھکانا دنیا میں بھی احسن ہے کہ انہیں اللہ کی معیت نصیب ہے، آخرت میں بھی احسن ہوگا، کہ یہ انعامات سے نوازے جائیں گے۔

حاصل: نصیحت کا تعلق ہمیشہ قرآنِ پاک سے ہونا چاہیے۔ نصیحت کو ماننے والوں کا ٹھکانا دنیا میں بھی احسن ہے، آخرت میں بھی احسن ہوگا۔

جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ۚ ﴿۵۰﴾ سدا بہنے کے باغ۔ ان کے لیے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔

متقی حضرات کے متعلق یہ فرمایا گیا ہے، کہ ان کے اعمال کی جزا سدا بہنے کے باغ ہوں گے۔ جنت کے دروازے، جنتیوں کے انتظار میں کھلے ہوئے ہوں گے۔ فرشتے جنتی حضرات پر ان کے جنت میں داخلے کے وقت سلام کہیں گے۔ اللہ کے ہاں پاک لوگوں کی یہ قدر و منزلت ہوگی۔

حاصل: بیٹھنے کے مقامات کو پودوں سے زینت دینا حسن معاشرت کا حصہ ہے۔ مہمانوں کی قدر و منزلت کا اظہار عملاً ہونا چاہئے۔

مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ﴿۵۱﴾

تکیہ لگائے ہوئے وہ وہاں بہت سے میوے اور مشروبات طلب کرتے ہوں گے۔

اہل جنت سکھ میں ہوں گے۔ وہ تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ انہیں جنت میں [illegible] بہت سے میوے اور مشروبات، ان کی طلب کے مطابق انہیں پیش کیے جائیں گے۔ جیسے اپنے گھر میں کسی شے کے طلب [illegible] ہی متقین کو جنت میں کسی شے کے طلب کرنے میں حجاب نہیں ہوگا۔ طلب جو بھی ہوں وہ ساتھیوں کی تکریم [illegible]

حاصل: تکیہ لگا کر بیٹھنا اور بٹھانا، پھلوں اور مشروبات سے مہمانوں کی تواضع [illegible] حسن معاشرت کا حصہ ہے۔

وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ﴿۵۲﴾

اور ان کے پاس بیویاں ہوں گی نیچی نگاہ والی ہم سن۔

اہل جنت کو جنت میں اجتماعی حیات کے ساتھ انفرادی نجی زندگی بھی [illegible] شوہر کے علاوہ کسی طرف دیکھنا ان کو گوارا نہ ہو۔ یقیناً بڑی نعمت ہے [illegible] کہ اللہ نے ان کی طہارت پر شہادت دی ہے۔

حاصل: بیویوں کی صفات کو روشن کرنا چاہیے کہ بیویاں ان صفات [illegible] حال بنائیں۔

هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۵۳﴾

یہ ہے جس کا تمہیں [illegible] کے لیے۔

اہل جنت [illegible] اور اللہ کا وعدہ [illegible] ماضی، حال اور مستقبل [illegible]

حاصل: [illegible]

اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾

بے شک یہ ہمارا رزق ہے [illegible]

اہل جنت کو جو کچھ بھی عطا ہوگا اس کو رزق فرمایا گیا ہے [illegible]

اللہ کے ہاں صداقت کا ثبوت ملنے کے بعد دائمی پاک دامنی کی سند مل جاتی ہے۔ پھر ایسی بہار آتی ہے جس کے بعد اللہ نے خزاں کا مقام ہی نہیں رکھا۔

حاصل: اللہ کے انعامات رزق ہیں۔ اللہ کے ہاں صداقت کا ثبوت، دائمی پاک دامنی کے انعام سے جڑا ہوا ہے۔ اللہ کا دیا ہوا رزق دائمی ہوگا۔

هٰذَا ۭ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ۝۵۵ ان کو تو یہ ہے۔ اور بے شک سرکشوں کا ٹھکانا بہت بُرا ہوگا۔

متقین اہل جنت ہوں گے۔ ان کا انجام بیان فرمانے کے بعد، طاغوت پر ایمان لانے والوں کا انجام بیان فرمایا جا رہا ہے۔ یہ سرکش لوگ بڑائی اور حق سے مخاصمت کو اپنا طریق زندگی بنا لیتے ہیں۔ حال پر خوف و حزن کے مقام پر رہتے ہیں، آخرت میں عذاب کے مقام پر ہوں گے۔ من مانی کرنا سرکشی کی بنیاد ہے۔

حاصل: انجام کے تقابل سے حجت پوری ہوتی ہے۔ من مانی کرنا سرکشی کی بنیاد ہے۔ سرکش لوگ بڑائی کے اظہار اور حق سے مخاصمت کو اپنا طریق زندگی بنا لیتے ہیں۔ حال پر خوف و حزن کے مقام پر رہتے ہیں، آخرت میں عذاب کے مقام پر ہوں گے۔

جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝۵۶ جہنم، کہ اس میں جائیں گے، تو کیا ہی بُرا بچھونا ہے۔

سرکش لوگوں کا انجام جہنم ہوگا۔ سرکش اپنے اعمال کی جزا جس مقام پر پائیں گے وہ مقام جہنم ہے، اور جہنم بہت ہی برا بچھونا ہے۔ اعمال میں رخ درست ہو تو انجام راحت کی صورت میں سامنے آتا ہے، رخ درست نہ ہو تو انجام دکھ کی صورت میں سامنے آتا ہے۔

حاصل: جہنم میں جانا سرکشی کی جزا ہے۔ اعمال میں رخ درست نہ ہو تو انجام برا ہی ہوتا ہے۔

هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ۝۵۷ یہ ہے جلانے والا پانی اور پیپ، تو یہ لوگ اس کو چکھیں۔

سرکشوں کو ان کے اعمال کے بدے میں جو کچھ جہنم میں ملے گا، اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ تکلیف دہ مشروب ہوں گے، جو انتہائی گرم، انتہائی بدذائقہ اور سخت ناگوار بو والے ہوں گے، اور ان لوگوں کو جہنم میں مذکورہ چیزوں کو پینا پڑے گا۔

حاصل: سرکش لوگوں کو ان کے اعمال کے بدلے، حقوق العباد کی ادائیگی کے مقابل من مانی کرنے کے بدلے، ایسے مشروب پینے پڑیں گے، جو لمس کے اعتبار سے بھی شدید ہوں گے، ذائقے اور بُو کے اعتبار سے بھی سخت ناگوار ہوں گے۔

وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ ۝۵۸ اور ان کے علاوہ ان کی ہم شکل اور چیزیں ہوں گی۔

جہنم میں سرکش لوگوں کو جو کچھ بھی ملے گا، وہ ان کے اعمال کا بدلہ ہوگا، جو دیکھنے میں بھی تکلیف دہ ہوگا، چکھنے میں بھی تکلیف دہ ہوگا [illegible] کے لحاظ سے بھی تکلیف دہ ہوگا اور اس کو کھائے پیے بغیر کوئی چارہ بھی نہ ہوگا۔

حاصل: سرکش لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ ایسی خوراک کی صورت میں دیا جائے گا جس کا دیکھنا، چکھنا، سونگھنا سب تکلیف دہ ہوگا، مگر اس خوراک کو استعمال بھی کرنا پڑے گا۔

هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ۚ إِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿٥٩﴾

یہ گروہ بھی تمہارے ساتھ گھستے ہیں۔ ان کے لیے مرحبا نہیں ہے۔ یہ سب آگ میں جانے والے ہیں۔

سرداران ضلالت جب اپنے پیروکاروں کو دوزخ کی طرف آتا دیکھیں گے تو آپس میں یہ بات کریں گے [illegible] ساتھ ہی جہنم میں پڑے گا، ان کے لیے خوش آمدید نہیں ہے، ان پر خدا کی مار ہو، یہ سب آگ میں جانے والے ہیں۔ [illegible] غرض و غایت کے لیے ہوتی ہے اور جب غرض و غایت ختم ہو جائے تو دشمنی میں بدل جاتی ہے۔ قیامت کے دن [illegible] کے دشمن ہوں گے سوائے متقین کے۔

حاصل: سرداران ضلالت دنیا میں اپنے پیروکاروں کو مرحبا کہتے ہیں، آخرت میں ان کے [illegible] من مانی کرنے والے عذاب کی طرف جارہے ہوتے ہیں۔

قَالُوا بَلْ أَنتُمْ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ ۖ أَنتُمْ قَدَّمْتُمُوهُ لَنَا ۖ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿٦٠﴾

وہ کہیں گے بلکہ تمہیں کوئی مرحبا نہ ہو [illegible] ہمارے لیے فراہم کیا ہے۔ تو یہ بری [illegible]

پیروکار جب اپنے سرداروں کی بات سنیں گے تو ان کی زبان میں جواب دیں گے [illegible] ہیں، یہ تمہارا ہی فراہم کردہ ہے۔ تم ہمیں اس کی دعوت دیتے رہے ہو [illegible] اور آگ کا عذاب ہے۔

حاصل: پیروکار جب سرداروں کی بدخواہی دیکھیں گے تو [illegible] وہ ٹھکانا برا ہے، جہاں برائی کی ترغیب دینے والوں کا ساتھ ہو [illegible]

قَالُوا رَبَّنَا مَن قَدَّمَ لَنَا هَٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴿٦١﴾

وہ کہیں گے اے ہمارے رب [illegible] لیے یہ سامان کیا اسے آگ میں دگنا عذاب دے۔

گمراہوں کے پیروکار یہ کہیں گے [illegible] پر اکسایا جس نے ہمیں اس منزل پر پہنچایا اسے آگ میں دگنا عذاب دے [illegible] لیے بھی [illegible] ہے۔

Marfat.c

حاصل: خلافِ حق کرنے والے پیروی تو اپنی خواہشات کی کرتے ہیں، مگر برائی کا انجام سامنے آنے پر سردارانِ ضلالت کے لیے بڑے عذاب کی دعا کرتے ہیں۔

وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿۶۲﴾ اور کہیں گے کیا بات ہے، کہ ہم ان لوگوں کو یہاں نہیں دیکھتے جنہیں ہم اشرار میں شمار کرتے تھے۔

سردارانِ ضلالت کہیں گے، کہ ہم یہاں دوزخ میں ان لوگوں کو نہیں دیکھ رہے، جن کو ہم اشرار میں شمار کرتے تھے۔ وہ لوگ رسومات کو اہمیت نہ دیتے تھے، اس لیے رسومات کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ کسی کے مال کی کثرت انہیں مرعوب نہ کرتی تھی، بس پاکی کی باتیں کرتے رہتے تھے۔ ناداری کی شکایت وہ نہیں کرتے تھے۔ ہم ان لوگوں کے بارے میں قسمیں کھاتے تھے، کہ ان کا کبھی بھلا نہیں ہوگا۔

حاصل: جو منکرینِ حق کے خلاف ہو وہ اسے شر پسند کہتے ہیں۔ جب انجام کار حق کو ماننے والے خسارے میں نظر نہ آئیں تو منکرینِ حق کو حیرت ہوتی ہے۔

اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾ کیا ہم نے ان کے ساتھ تمسخر کیا تھا، یا ہماری آنکھیں ان سے چوک رہی ہیں۔

سردارانِ ضلالت یہ کہیں گے، کہ جن لوگوں کو ہم اشرار کہتے تھے، جن کو دباتے ہوئے ہم کہتے تھے کہ تم ہماری ملت میں لوٹ آؤ، ورنہ ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو اپنے قریئے سے نکال دیں گے، اور جو ہماری اس بات کے جواب میں اپنی کراہت کا واضح طور پر اظہار کرتے تھے، کیا ہم نے ان کی ناداری کو دیکھتے ہوئے ان کے ساتھ مذاق کیا تھا در آنحالیکہ وہ اللہ کے پاک بندے تھے اور ناصحین سے محبت رکھتے تھے، یا یہ بات ہے کہ وہ یہیں کہیں ہیں اور ہماری آنکھیں انہیں دیکھ نہیں رہیں۔

حاصل: عمل کے لیے دیئے گئے وقت کے گزر جانے کے بعد غور و فکر کرنا اور اپنے مشاہدے اور عمل کو ناقص ماننے پر تیار ہونا بے عقل لوگوں کا کام ہے۔

عٓ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾ بے شک اہلِ نار کی مخاصمانہ باتیں ایک امر واقعہ ہے۔

اہلِ جہنم کی تو تکار ایک حقیقت ہے، جو یقیناً واقع ہوگی۔ جب ان لوگوں کو یہ معلوم ہوگا کہ جن کو وہ اشرار کہتے تھے اور جن کے بارے میں قسمیں کھاتے تھے کہ اللہ ان پر کبھی رحمت نہ کرے گا، وہ تو جنت میں ہیں تو ان کو اپنے ماضی پر سخت افسوس ہوگا۔

حاصل: اہلِ نار کا آپس میں باہمی رشتہ غرض و غایت پر قائم ہوتا ہے اور پاکی سے خالی ہوتا ہے۔ جس تعلق کی بنیاد پاکیزگی پر نہ ہو اس کا انجام باہمی جھگڑا ہی ہوتا ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانبیاء (۲۱) میں منکرینِ حق کے متعلق فرمایا ہے: اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

at.com

حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنۡتُمۡ لَهَا وٰرِدُوۡنَ ۞ تم اور جن کو تم اللہ کے مقابل پوجتے ہو، دوزخ کا ایندھن ہے، تم نہیں اس پر [illegible]
پہنچنا ہے۔

قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا مُنۡذِرٌ ٭ۖ وَّمَا مِنۡ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الۡوَاحِدُ الۡقَهَّارُ ۞ فرما دیجئے کہ میں تو منذر ہی ہوں اور [illegible] سوائے اللہ واحد قہار کے۔

منذر کی شان ہے کہ اسے علم الٰہی سے نوازا گیا۔ آپ نے حق پر پورا زور دکھایا اور خلاف حق [illegible] ڈرایا۔ علم حقیقی کے بڑھنے سے خوف خدا کا بڑھنا لازم ہے۔ جو خوف خدا رکھتا ہو [illegible] اور ایک ہے اور قہار ہے۔ اسے کسی کی احتیاج نہیں ہے۔ وہ کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہے۔ [illegible] کے مطابق جواب دہ ہیں۔ جو منذر کی مان لے اس کی بات اللہ مان لیتا ہے۔ جو منذر کی [illegible] کی صفات کو اپنا لے وہ ماننے کے دعوے میں سچا ہے۔ جو حق کو نہ مانے اور [illegible] عذاب کا مرتکب ہوتا ہے۔

حاصل: حق تبلیغ صرف اللہ کی رضا کے لیے ہی ادا کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو معبود ماننا [illegible] ہے۔ ماننے کا ثبوت خلوت و جلوت میں اللہ کی رضا کو مقصد حیات بنانے سے ملتا ہے۔

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا الۡعَزِيۡزُ الۡغَفَّارُ ۞ رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو ان کے درمیان ہے [illegible] عزت والا بخشنے والا۔

یہ معبود کی شان ہے جو ایک ہے اور قہار ہے۔ آسمانوں میں، زمین میں اور آسمانوں اور زمین کے [illegible] کی طرف سے ہوتی ہے۔ رب العالمین کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہے۔ [illegible] مقام پر ہوتا ہے۔ جو حق کو مان لے وہ عزت پاتا ہے۔ [illegible] نوازا جاتا ہے۔

حاصل: ربوبیت کے مقام پر اللہ کی شان ہے۔ حق کو ماننے والوں کی عزت میں اضافہ [illegible] ہوتی ہے۔ تبلیغ حق کرنے والوں کو یہ دیکھنا چاہیے کہ حق کو ماننے والوں کی عزت میں اضافہ [illegible] جانے کے بعد ان کے ماضی کا ذکر نہ ہو۔

قُلۡ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيۡمٌ ۞ فرما دیجئے یہ ایک عظیم خبر ہے۔

قیامت کی خبر بہت بڑی خبر ہے۔ [illegible] خبر ہے۔ قیامت کے وقوع کو اتنا قطعاً ممکن نہیں [illegible] منکرین حق پر وہ دن بڑا بھاری ہوگا۔

rfat.com

حاصل: قیامت کی خبر بہت بڑی خبر ہے۔اس خبر کے دینے والے کو ناصح امین ماننا چاہیے۔

اَنۡتُمۡ عَنۡهُ مُعۡرِضُوۡنَ ﴿۶۸﴾ تم اس سے اعراض کر رہے ہو۔

یوم الدین کی خبر کو سن کر اصلاح کی طرف آنے سے غفلت، اعراض ہے۔ بہت بڑی خبر دینے والے سے اپنا تعلق معلوم ہو، تو خبر دینے والے کی قدر کی جاتی ہے، اس سے ہدایت طلب کی جاتی ہے، راہ ہدایت اختیار کی جاتی ہے اور ناصح صاحب کو اپنا شاہد بنایا جاتا ہے۔

حاصل: جزا کی خبر سن کر من مانی کے راستے کو نہ چھوڑنا وہ رویہ ہے، جو غافل کو خسارے تک پہنچا دیتا ہے۔

مَا كَانَ لِيَ مِنۡ عِلۡمٍۢ بِالۡمَلَاِ الۡاَعۡلٰۤى اِذۡ يَخۡتَصِمُوۡنَ ﴿۶۹﴾ مجھے عالم بالا کا علم نہیں جب وہ تکرار کر رہے تھے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔آپ نے جو بھی فرمایا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم سے فرمایا ہے۔ عالم بالا میں ملائکہ کی باتیں جو حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے حوالے سے انہوں نے کی تھیں، آپ کی زبان پاک سے بیان ہوئیں۔ یہ بیان اللہ تعالیٰ سے آپ کے تعلق کو ثابت کرتا ہے۔

حاصل: علم حقیقی کی شان کو پہچاننا چاہیے۔جس کو اللہ اپنی بات عطا کر دے، اس کی ذاتی بات کوئی ہوتی ہی نہیں۔

اِنۡ يُّوۡحٰۤى اِلَىَّ اِلَّاۤ اَنَّمَاۤ اَنَا نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۷۰﴾ مجھے تو یہی وحی ہوتی ہے کہ میں واضح ڈر سنانے والا ہوں۔

شان رسالت کو روشن فرمایا گیا ہے، کہ اللہ کے رسول کسی ذاتی علم سے بات نہیں کرتے، اللہ کے عطا کردہ علم سے بولتے ہیں۔ وحی سے جو جو علم عطا ہوا وہی سب سے ارفع ہے۔ اس عطاء الٰہی کا منشاء یہ بتایا گیا ہے، کہ لوگوں پر ان کے رخ کے حوالے سے ان کے انجام کو واضح کر دیا جائے تاکہ وہ شعور کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق کو استعمال کریں۔

حاصل: اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ روشن راستہ ہے، جس سے قیامت تک لوگ استفادہ کرتے رہیں گے۔

اِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىۡ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنۡ طِيۡنٍ ﴿۷۱﴾ جب تمہارے ربّ نے ملائکہ سے فرمایا، بے شک میں بشر کو مٹی سے خلق کرنے والا ہوں۔

ملاءِ اعلیٰ میں جو باتیں ہوئیں ان کا ذکر کیا جا رہا ہے، کہ بشر پر حقائق روشن ہوں، اس کی ابتداء اس کے علم میں آئے، ملائکہ کے تاثرات اس کے علم میں آئیں، خالق کل کا یہ بیان اس کے علم میں آئے کہ اس نے ملائکہ سے فرمایا، مجھے علم ہے اور سب سے بڑا علم میرا ہی ہے، تم نہیں جانتے۔

حاصل: کائنات میں بشر کے مقام کو خالق کل نے جس قدر اہمیت دی ہے، اس پر نظر رہنی چاہیے۔قرب الٰہی کے

Marfat

لیے، نیابت کے لیے جو اہلیت بشر کو دی گئی ہے وہ کسی اور کو نہیں دی گئی۔

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ

پھر جب میں اسے پورا کر دوں اور اپنی روح سے اس میں پھونک دوں تو تم اسے سجدہ کرنا۔

حضرت آدم علیہ السلام کے وجود میں آنے سے پہلے، ایوانِ بشریت میں آنے سے پہلے ملائکہ کو آپ کی تعظیم [illegible] حکم دیا گیا، کہ جب وہ بنائے جا چکیں اور ان میں روح پھونک دی جائے تو سب سجدہ کریں۔ [illegible] علیہ السلام کے مقام کی فضیلت کو منوایا گیا۔

حاصل: بشر کو ہی خلافت کا اہل بنایا گیا ہے۔ اپنے خلیفہ کی فضیلت کا اعتراف [illegible] رکھنا چاہیے کہ ابتداء درست ہو۔

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ

تو سب ملائکہ نے آپ کو سجدہ کیا۔

حضرت آدم علیہ السلام کے وجود میں آنے کے بعد اور آپ کے وجود میں روح پھونکے جانے کے [illegible] مطابق آپ کی تعظیم کی اور آپ کو سجدہ کیا۔ اللہ کے حکم کو ماننا [illegible] کا ثبوت ہے۔ [illegible] بندگی کا حق ادا کرتا ہے۔ حکم کو ماننا حکم دینے والے کی شان کو تسلیم کرنا ہے اور ادب ہے۔

حاصل: امر الٰہی کی تعمیل، اللہ تعالیٰ کو اعلم ماننے کا ثبوت ہے۔ [illegible]

اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ

سوائے ابلیس کے، اس نے تکبر کیا اور [illegible] والوں سے ہو گیا۔

ابلیس بھی اللہ کو ماننے کا دعویٰ رکھتا تھا، ملائکہ کے ساتھ تھا، جب ملائکہ نے امر الٰہی [illegible] سجدہ نہ کیا۔ اس نے امر الٰہی کو نہ مان کر تکبر کیا۔ اس طرح نہ ماننے والوں [illegible]

حاصل: باادب ہونے کا دعویٰ ہو تو محض اس کا ثبوت بھی دینا چاہیے۔ [illegible]

قَالَ يٰۤاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَیَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ

فرمایا: اے ابلیس تجھے کس نے اسے سجدہ کرنے سے روکا جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے خلق کیا، کیا تو نے تکبر کیا یا تو ہے ہی بڑائی والوں سے۔

علیم مطلق کی طرف سے ابلیس کے سجدہ نہ کرنے پر یہ پوچھا گیا کہ تجھے کس چیز نے [illegible] دستِ قدرت سے وجود پانے کا شرف حاصل ہے۔ اللہ کے ہاتھوں کا تعین ممکن نہیں۔ اس کی قدرت [illegible]

خودسری کی ہے، یا تو ہے ہی ان سے جو بڑائی کے زعم میں مبتلا رہتے ہیں۔ استکبار کسی صفت یا صفات سے متعلق ہو سکتا ہے، بڑائی کا زعم نسب سے تعلق رکھتا ہے۔

حاصل: علیم مطلق ہر حال کا علم رکھتا ہے۔ ابلیس کو کس چیز نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے منع کیا تھا، اللہ یقیناً جانتا تھا، سنت الٰہی یہ رکھی گئی ہے کہ حکم عدولی کرنے والے سے یہ سوال کرنا چاہئے۔ کسی حکم عدولی کرنے والے سے وضاحت طلب کرنے سے پہلے اگر اسے سزا دی جائے گی، تو اللہ سے آگے قدم بڑھانے والی بات ہوگی اور یہ ممنوع ہے۔

قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۭ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝ کہنے لگا، میں اس سے بہتر ہوں۔ مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔

ہر شے کا علم رکھنے والے، خالق کل کے سامنے ابلیس کا جواب یہ تھا: کہ میں اس بشر سے بہتر ہوں۔ مجھے آگ سے پیدا کیا گیا ہے، اس حوالے سے میرا نسب برتر ہے اس کے مقابل جسے مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ علیم مطلق کو اپنے مقام کے بارے میں بتانا یقیناً جہالت ہے۔ مٹی کا مقام کیا ہے، اس میں کیا کیا خزانے رکھے گئے ہیں، اس کائنات کی زینت میں اس کا کتنا حصہ ہے، آگ کا مقام کیا ہے اس کا دائرہ کار کہاں سے شروع ہوتا ہے، کہاں پر ختم ہوتا ہے، یہ سب اللہ جانتا ہے کہ وہی خالق کل ہے۔

حاصل: نسب کا تعلق کسی برتری سے نہیں ہوتا۔ نسب کو فضیلت کی سند کے طور پر پیش کرنا، ابلیس کا کام ہے اور قطعاً جہالت ہے۔

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ۝ حکم ہوا، تو یہاں سے نکل جا، کہ تو راندۂ درگاہ ہے۔

ابلیس نے جب تک زبان حال سے تکبر کا اظہار نہیں کیا، اس کو جنت سے نکل جانے کا حکم نہیں دیا گیا، اور اس کے راندۂ درگاہ ہونے کا عنوان نہیں رکھا گیا۔ جب اس نے تکبر کا اظہار کیا، تو فرمایا گیا: تو یہاں سے اتر جا، تجھے نہیں پہنچتا کہ یہاں رہ کر تکبر کرے۔ نکل جا تو ذلیلوں سے ہے۔ راندۂ درگاہ قرب الٰہی کی اہلیت کو کھو دیتا ہے۔

حاصل: تکبر کے اظہار کے بعد، بندہ پاکی کے مقام سے گر جاتا ہے۔ راندۂ درگاہ قرب الٰہی کی اہلیت کو کھو دیتا ہے۔

وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اور بے شک تجھ پر یوم الدین تک میری لعنت ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابلیس کو جنت سے نکل جانے کا حکم دیا گیا، اسے رجیم قرار دیا گیا، اور جزا کے دن تک اسے لعنتی ٹھہرایا گیا۔ لعنتی کبھی رحمت الٰہی سے فیض یاب نہیں ہوتا۔ یوم الدین تک ابلیس رحمتِ الٰہی سے فیضیاب نہیں ہو سکتا۔ دارِ عمل کی انتہائی حد تک ابلیس پر لعنت ہے۔ اس کے بعد جزا کا مقام ہوگا۔ یوم الدین تک ابلیس کے رخ سے بچنا ہر بندے کے لیے لازم ہے۔ کسی مقام پر بھی اس سے صرف نظر

نہیں کرنا چاہیے۔

حاصل: ابلیس کے ساتھ سے کسی کا بھلا ہو ہی نہیں سکتا۔ لعنت ابلیس سے [illegible] ہے، جو کوئی اس سے [illegible] کرے وہ اس آئینے میں خود کو دیکھ لے۔ دوسروں کو لعنتی کہنا ہمیں زیب نہیں دیتا۔

قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾ کہنے لگا میرے رب، مجھے یوم [illegible] تک مہلت دے۔

یوم الدین تک لعنتی قرار پانے کے بعد ابلیس نے اپنے رب سے یہ مانگا کہ مجھے اس دن تک مہلت دے [illegible] قبروں سے اٹھایا جائے گا۔ یہ مہلت ابلیس نے اصلاح حال کے لیے تو مانگی نہیں تھی [illegible] نہیں تھی۔ اس مہلت میں اسے ایک ہی کام ہو سکتا تھا، اور وہ کام تھا انسان دشمنی۔

حاصل: انسان دشمنی کے لیے ابلیس نے دار العمل کی انتہا تک مہلت مانگی۔ [illegible]

قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ﴿۸۰﴾ ارشاد ہوا، تجھے مہلت دی گئی۔

ابلیس نے انسان دشمنی کو مقصد حیات بنانے کے لیے انتہائی مہلت مانگی [illegible] مہلت دی گئی۔ انسان دوستی اللہ کے نزدیک [illegible] ہے۔ اس میں اپنی حیثیت سے [illegible]

حاصل: انسان دشمنی کے لیے ابلیس کے پاس مہلت ہے۔ [illegible] دوست قوتوں کو منظم کرنا بہت بڑی خدمت ہے۔

اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۱﴾ وقت معلوم کے دن تک۔

[illegible] دی گئی مہلت کی انتہا ہے۔ [illegible]

حاصل: ابلیس کو دی گئی مہلت قیامت کے دن سے پہلے [illegible]

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۸۲﴾ کہنے لگا، تیری عزت کی قسم میں ان سب کو [illegible] گا۔

[illegible]

کیا ہے اور بائیں سے آنے کا اعلان کیا ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے، کہ تو انہیں اکثر شکر گزار نہ پائے گا۔

حاصل: ابلیس نے مہلت پالینے کے بعد، مہلت مانگنے کا مقصد بیان کیا۔ پاک اور ناپاک کے مابین وقف لازم ہوتا ہے۔ ہمیں ذاتی حفاظت سے بھی کبھی غافل نہیں ہونا چاہئے، اجتماعی حفاظت سے بھی غافل نہیں ہونا چاہئے۔

اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۸۳﴾ سوائے تیرے بندوں کے جو ان میں سے تیرے مخلص ہوں گے۔

ابلیس نے یہ تسلیم کیا، کہ وہ مخلص کو نہیں بہکا سکے گا۔ اللہ کے مخلص بندے، ہونے اور نہ ہونے کو باذن اللہ جانتے ہیں۔ قول حق کو مانتے ہیں عملاً اپنے آپ کو سچا ثابت کرتے ہیں۔ اپنے علم سے لوگوں کو سکھ دیتے ہیں۔ قول، عمل، علم کے مقامات پر پورا رہنے کا انعام یہ ملتا ہے کہ اخلاص ان پر حسن کی صورت میں برسنے لگ جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام ہے۔ جس کو رضائے الٰہی کے علاوہ کچھ مطلوب ہی نہ ہو، وہاں ابلیس کا اثر ہو ہی نہیں سکتا۔

حاصل: اللہ کے عباد مخلصین میں شمار ہونا وہ مقام ہے، جو حیات دنیا میں حاصل ہوتا ہے اور جس میں فلاح کی ضمانت رکھی گئی ہے۔ قول پاک ہو، عمل صالح ہوں، علم حقیقی ہو تو مخلص ہونے کی سند عطا ہو جاتی ہے۔ شاہدین اخلاص کی تصدیق کرتے ہیں۔

قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿۸۴﴾ ارشاد ہوا حق کی قسم، اور میرا قول حق ہی ہوتا ہے۔

جب ابلیس نے اللہ سے ملنے والی مہلت اور توفیق کا استعمال بیان کیا، اور یہ کہا کہ میں تیرے بندوں کو گمراہ کروں گا، سوائے ان کے جو تیرے مخلص بندے ہوں گے، تو جواب میں فرمایا گیا: کہ حق کی قسم اور میرا قول حق ہی ہوتا ہے۔ حق وہ پاک کلام ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے، جس میں ماننے والوں کی فلاح یقینی ہوتی ہے، اور رب العالمین کی کوئی احتیاج نہیں ہوتی۔ اللہ کا فرمان یہ شان رکھتا ہے، کہ اس کے ماننے والے کا بھلا ہوتا ہے، نہ ماننے والا خسارے میں پڑ جاتا ہے۔

حاصل: حق کی قسم کھانا، پاکی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اللہ کی بات ہمیشہ حق ہوتی ہے۔ اس سے بہتر بات کو تلاش کرنے والے گمراہ ہو جاتے ہیں۔ حق کے بعد ہے ہی گمراہی۔

لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۵﴾ میں تجھ سے اور جو تیرا اتباع کریں گے، جہنم کو بھر دوں گا۔

ابلیس پر اس کا انجام واضح کر دیا گیا۔ جو لوگ اس کی پیروی کریں گے ان کا انجام بھی ابلیس کے ساتھ ہوگا۔ یہ سب جہنم میں بھر دیئے جائیں گے۔ انجام سے آگاہی ہو جائے اور وہ انجام مطلوب نہ ہو تو اس سے بچنے کی راہ بھی اختیار کرنی چاہئے اور یہ حال پر ہی ہو سکتا ہے۔

حاصل: حق کے مقابل من مانی کرنے والے ابلیس کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اس ساتھ کا انجام جہنم ہوتا ہے۔

قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ۝ فرما دیجئے میں اس پر تم سے کوئی اجر کا سوال نہیں کرتا۔ اور نہ میں تکلف کرنے والوں سے ہوں۔

تبلیغ حق کرنے والی ذات بابرکات کی صفات بیان فرمائی گئی ہیں کہ اس کی طرف سے تبلیغ اللہ کی طرف سے ہے وہی اس کا اجر دینے والا بھی اللہ ہی ہے اور اس سے بجز کوئی اجر دینے والا ہو بھی نہیں سکتا۔ تکلف میں اپنی ذات کا نمود ... صورتیں ہوتی ہیں۔ اس سے ہمیشہ ماحول غیر طبعی ہو جاتا ہے۔ تبلیغ کے لیے لازم ہے کہ ماحول طبعی ہو۔

حاصل: تبلیغ حق کرنے والے کو اجر کے سوال سے پاک ہونا چاہیے اور تکلف سے بچنا چاہیے۔

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ یہ تو عالمین کے لیے نصیحت ہے۔

رب العالمین سے بڑا کوئی علیم نہیں ہے اس لیے سب سے اعلیٰ نصیحت اسی کی ہے۔ یہ نصیحت سب کے لیے ہے ... اٹھا سکتے ہیں۔ ہدایت بھی پا سکتے ہیں رحمت سے بھی فیض یاب ہو سکتے ہیں۔ جو لوگ اس نصیحت کو ماننے کی بجائے ... قائم کرتے ہیں وہ کبھی حق کو پا نہیں سکتے۔

حاصل: قرآن پاک ہی وہ نصیحت ہے جو عالمین کے لیے مفید ہو سکتی ہے۔ ... ماننے سے ہوگی۔

ع وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ۝ اور تم کو ایک وقت کے بعد اس کی خبر معلوم ہو جائے گی۔

انسانی خواہشات سے پیدا ہونے والے علوم سے ... احتلاف پیدا ہوتا ہے ... آسانی ... ضرورت ... تک ... کائنات میں ... وقت ... ہو جائے گا۔

حاصل: حق قبول نہ کیا جائے تو باطل کو ماننا پڑتا ہے۔ ... خسارے کے بعد حق کو ماننا پڑتا ہے۔ اور ... تو حق کے نور سے چلنے کی خبر بھی قریب ہی ہوتی ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الشعراء (۲۶) میں ارشاد فرمایا ... تاللہ ان کنا لفی ضلٰل مبین ۝ اذ نسویکم برب العٰلمین ۝ وما اضلنا الا المجرمون ۝ فما لنا من شافعین ۝ ولا صدیق حمیم ۝ فلو ان لنا کرۃ فنکون من المؤمنین ۝ اللہ کی قسم ہم صریح گمراہی میں تھے جب تم کو رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔ ہمیں مجرموں نے ہی بہکایا۔ پھر کوئی نہیں ہمارا شفاعت کرنے والا اور نہ کوئی دوست ہمدردی کرنے والا۔ سو کسی طرح ہم کو پھر جانا ملتا تو ہم مومنین سے ہوں۔

ایاتها ۷۵ ۳۹ سُوْرَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ ۵۹ رکوعاتها ۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۞ یہ کتاب، اللہ عزیز وحکیم کی طرف سے نازل فرمائی گئی ہے۔

قرآن مجید کے متعلق فرمایا گیا ہے، کہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے۔ نازل فرمانے والا ہی خالق کل ہے۔ ہماری ضروریات کو اللہ سے بڑھ کر جاننے والا کوئی نہیں ہے۔ قدرت وحکمت کے ساتھ ان ضروریات کو پورا کرنا بھی اسی کی شان کے لائق ہے۔ کتاب اللہ کو ماننے سے عزیز وحکیم کی بندگی کا حق ادا ہوگا۔

حاصل: یہ مان لینے کے بعد کہ قرآن پاک عزیز وحکیم کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے، اس کے مقابل کسی بات کو اہمیت دینا اپنی تسلیم کی نفی کرنے کے مترادف ہوگا۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۞ ہم نے اسے تمہاری طرف حق کے ساتھ نازل کیا ہے، تو اللہ کی بندگی کرو خالص اسی کے دین کے ہوکر۔

کتاب اللہ، اللہ کے چنے ہوئے بندے پر، اللہ کی طرف سے نازل فرمائی گئی ہے، کہ اللہ کے عبد اور رسول ہی اللہ کے احکامات کو مان کر دکھا سکتے تھے۔ ان کے نقوش قدم سے ہی صراط مستقیم کا تعین ہوسکتا تھا۔ فرد کے لیے بھی حکم ہوتا ہے، جماعت کے لیے بھی حکم ہوتا ہے، مقام نزول ایک ہی ہے۔ اسوۂ حسنہ کا تعین بھی وہیں سے ہوا۔ اللہ کی بندگی وہی کرسکتا ہے جو اللہ کا ہوجائے۔ اللہ کا ہوجانے کے لیے اس کے محبوب سے محبت کا رشتہ استوار کرنا ضروری ہے کہ خالص ہونے کا شرف یہیں سے عطا ہوتا ہے۔ اللہ کی بندگی صرف قولی عبادت نہیں ہے، اللہ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے اور اس میں بندے کو کسی بھی مقام پر من مانی کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ ہر ہر مقام پر اللہ کی رضا کو مقصود ہونا چاہئے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے کا اتباع ہونا چاہئے۔ ماناسب پاک لوگوں کو جائے گا، اتباع صرف ایک کا ہوگا۔ خلوت میں بھی پاکی کو قائم رکھا جائے گا، جلوت میں بھی پاکی کو قائم رکھا جائے گا۔ خلوت کی پاکی پر اللہ کی شہادت ہوگی، جلوت کی پاکی پر اللہ کے محبوب کی شہادت ہوگی۔ اس طرح اللہ کی بندگی کا حق ادا ہوگا، تو نور ہدایت بڑھتا چلا جائے گا۔

حاصل: کتاب اللہ کی قدر ومنزلت کا ثبوت عملاً ہماری زندگی میں اس طرح نظر آنا چاہیے، کہ ہمارے معاملات میں اللہ کے احکامات کی جلوہ گری ہو، جو ہم کریں وہ حق کے مطابق ہو جو ہمارے ساتھ ہو اسے باذن اللہ مانیں۔ خلوت وجلوت میں پاک رہیں، تو ہمارا دین اللہ کے لیے خالص ہوجائے گا۔

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا (وقف لازم) سن لو دین خالص اللہ ہی کے لیے ہے۔ اور جن لوگوں نے اس کے مقابل اور دوست ٹھہرا لیے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم ان کی عبادت اسی لیے

at.com

لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ؕ۬ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ۝

کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں، بے شک اللہ ان کے مابین فیصلہ فرمائے گا جس بات میں یہ اختلاف کرتے ہیں۔ بے شک اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جو کاذب و کفار ہو۔

تاکید کے ساتھ آگاہی فرمائی گئی ہے کہ دین خالص اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ خالق کائنات وہی ہے تو مخلوق کے اعمال کی جزا دینے والا بھی وہی ہے۔ اس لیے حق کے علاوہ اگر کچھ مقصود بنایا جائے گا تو یہ شرک ہوگا۔ مگر مشرکین دوسروں کو معبود ٹھہرا لیتے ہیں، جب ان سے یہ کہا جائے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ظلم عظیم ہے تو کہتے ہیں ہم تو ان کی عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں گے۔ یہ بات قطعاً جھوٹ اور ناشکری سے تعلق رکھتی ہے۔ اللہ سے قرب تو ... سے ہی ہو سکتی ہے۔ ان کی زبان پاک ہوتی ہے، جو ان سے تعلق جوڑ لیتے اس کا قلب پاک ہو جاتا ہے۔ ان سے ... محبت رکھے وہ اصلاح حال میں لگ جاتا ہے۔ جو اپنے عمل سے لوگوں کا بھلا ... ہے، متقرب ہونے کی عادات عطا ہو جاتی ہے۔ جو لوگ قرب الٰہی کے نام پر ... سکتے، ہدایت انہیں کیونکر ہو سکتی ہے۔ ہدایت کے لیے صداقت اور شکر گزاری ضروری ہے۔ ... کا مقام ہوتا ہی نہیں۔

حاصل: دین خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ قرب الٰہی محض اپنی طرف سے ... کرنے سے قرب الٰہی کا حصول ممکن ہی نہیں۔ حق کے مقابل اپنی تجاویز ... فیصلے وہ دیکھ لیں گے۔ جھوٹ اور ناشکری ہدایت سے دوری کا باعث ہوتے ہیں۔

لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝

اگر اللہ کسی کو اولاد بنانا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا چن لیتا، وہ پاک ہے، وہ اللہ واحد ہے قہار ہے۔

جو لوگ اللہ کی اولاد ٹھہراتے ہیں وہ اللہ کے بارے میں ... اللہ کی اولاد بنانے کا ارادہ ہوتا تو اپنی مخلوق سے جس کو چاہتا چن لیتا۔ ... سے پیدا ہوتا ہے نہ اس سے کوئی پیدا ہوتا ہے۔ اللہ ایک ہے اور اکیلا ہے ... باہمی نہیں ہے۔

حاصل: اولاد رکھنا اللہ کی شان کے لائق نہیں۔ اللہ بے مثل ہے، پاک ہے، واحد ہے، ہر شے پر غالب ہے۔ کسی بھی مقام پر ... مانی جائے تو اللہ ماننے کا ثبوت ملتا ہے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِىْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ⑤

اس نے آسمان اور زمین کو حق کے ساتھ خلق فرمایا۔ وہ رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے۔ اور اس نے شمس وقمر کو مسخر فرمایا کہ ہر ایک اجل مسمّٰی تک جاری ہے۔ سن لو وہی عزت والا مغفرت فرمانے والا ہے۔

مظاہر قدرت الٰہی بیان فرمائے گئے ہیں۔ آسمانوں اور زمین کی تخلیق، اللہ کی شان کو ظاہر کرتی ہے۔ یہ تخلیق حق کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ جہاں کوئی کام خلاف حق ہوگا وہ باعث تکلیف ہی ہوگا۔ بھلائی صرف حق کے ساتھ ہی تعلق رکھتی ہے، مقام کوئی ہو۔ رات کو دن پر لپیٹنا اور دن کو رات پر لپیٹنا اور ایک کو دوسرے سے نکالنا اللہ کی قدرت ہے۔ اتنی تدریج کے ساتھ یہ کام ہو رہا ہے کہ اس کے حسن کو دیکھنے والا، اللہ کی تسبیح کیے بغیر رہ نہیں سکتا۔ شمس وقمر کو جو جو کام سپرد کیا گیا ہے، وہ اپنے اپنے دائرے میں اللہ کے امر کو خوب بجا لا رہے ہیں۔ کبھی کسی نے کوتاہی نہیں کی۔ جس وقت تک یہ کام ان کے ذمے ہے منشاء الٰہی کے مطابق خوب ہوتا رہے گا۔ مذکورہ امور سے ہر مقام پر فرد کا بھی تعلق ہے، جماعت کا بھی تعلق ہے۔ اور ان امور کا مہتمم ہی عزت والا بخشنے والا ہے۔ اس کی قدرت محیط عالم ہے۔ خطاؤں کو بخش دینا اللہ کا فضل ہے، اس کی رافت و رحمت ہے۔

حاصل: مظاہر قدرت الٰہی سے استفادہ کرتے ہوئے معبود کے عبد سے تعلق کو دیکھنا چاہیے۔ رات اور دن کا اہتمام، شمس وقمر کی تسخیر اللہ کی عطا کردہ سہولتیں ہیں، جن کی کوئی قیمت دی ہی نہیں جا سکتی۔ اللہ کی قدرت محیط عالم ہے، خطاؤں کو بخشنا اللہ کو پسند ہے۔

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۗ يَخْلُقُكُمْ فِىْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِىْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ۗ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ⑥

اس نے تمہیں نفس واحدہ سے پیدا کیا، پھر اس سے اس کا جوڑا بنایا۔ اور تمہارے لیے آٹھ چوپایوں کے جوڑے بنائے۔ تمہیں تمہاری ماؤں کے بطون میں خلق فرمایا ہے، ایک کیفیت کے بعد دوسری کیفیت میں، تین تاریکیوں کے اندر۔ یہ ہے اللہ تمہارا رب۔ بادشاہی اسی کی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر کہاں پھرے جاتے ہو۔

پہلے بشر حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ آپ کے بعد آپ کی زوجہ کو پیدا کیا گیا، اور بقاء نسل کی صورت جاری کر دی گئی۔ انسانی ضروریات کے لیے ایک جوڑا بھیڑ اور ایک جوڑا بکری کا پیدا کیا گیا۔ ایک جوڑا اونٹ کا اور ایک جوڑا گائے کا پیدا کیا گیا۔ یہ آٹھ نر اور مادہ ہوئے۔ انسانی ضروریات کے لیے ان جانوروں کی پرورش، ان کی حفاظتی تدابیر، ان کے استعمال کے لیے ضروری قوانین، ان سے حاصل

at.com

ہونے والی اشیا کا درست استعمال کر کے سب لوگ استفادہ کر سکیں، بہت بڑے کام ہیں۔ انسان کی پیدائش سے تعلق [illegible]
تاریکیوں کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ جنین ایک جھلی کے اندر ہوتا ہے، یہ جھلی رحم کی دیوار کے اندر ہوتی ہے اور رحم پیٹ کے اندر ہوتا ہے۔ [illegible]
تاریکیوں میں تخلیق کا کام ہوتا ہے۔ رحم کے اندر صورت کا بنانا اللہ کا کام ہے۔ [illegible]
مادوں سے ہوتی ہے وہ بھی اللہ کے پیدا کردہ ہیں۔ جنین کے قیام سے لے کر [illegible]
اہتمام بھی اللہ کرتا ہے۔ جس حال پر جو چیز درکار ہوتی ہے، وہ اللہ جانتا ہے، وہی اسے مہیا کرتا ہے۔ [illegible]
معبود نہیں ہے۔ جب خالق اللہ ہی ہے، اور اس کی قدرت محیط عالم ہے، تو پھر اس سے انحراف [illegible]

حاصل: انسان نفس واحدہ سے پیدا کیے گئے ہیں اس لیے کسی بڑائی کا دعویٰ [illegible] کو علم سے استعمال کرنا ضروری ہے۔ جانوروں کی پرورش، حفاظت اور استعمال سے [illegible] سب لوگوں کا بھلا ہو۔ ماؤں کو ان کی ضروریات کے حوالے سے آسانیاں مہیا کی جائیں۔ [illegible] کے رہنا ہی عقل مندی ہے۔

إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۖ وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۖ وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ ۗ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۗ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝

اگر تم کفران کرو تو [illegible]

اللہ تعالیٰ احتیاج سے پاک ہے۔ کفران [illegible]

حاصل: اللہ تعالیٰ احتیاج سے پاک ہے۔ کفران [illegible]

rfat.com

میں نظر آنی چاہیے۔ نیت درست ہو تو عقیدہ درست ہوتا ہے، عقیدہ درست ہو تو اعمال درست ہوتے ہیں اور ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزا دی جائے گی۔

وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَ جَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ڰ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ⑧

اور جب انسان کو ضرر مس کرتا ہے، تو وہ اپنے ربّ کو پکارتا ہے اس کی طرف رجوع ہو کر۔ پھر جب اللہ اسے اپنے پاس سے نعمت عطا فرما دیتا ہے تو بھول جاتا ہے جس کے لیے پہلے پکار رہا تھا، اور اللہ کے لیے برابر والے ٹھہرانے لگتا ہے تاکہ اس کی راہ سے بہکائے۔ فرما دیجئے اپنے کفر سے قلیل فائدہ اٹھالے، بے شک تو اصحاب نار میں سے ہے۔

جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے، تو وہ اپنی بے بسی کو دیکھتا ہے۔ پھر طبعی طور پر اپنے معبود سے اپنے تعلق کو دیکھنے لگتا ہے، اور اپنے ربّ کو پکارتا ہے۔ اس وقت یکسوئی بندے کا حال ہوتی ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ اسے نعمت سے نواز دے، تو وہ نعمت کو دیکھنے لگتا ہے اور نعمت عطا کرنے والے کو بھول جاتا ہے۔ جب اللہ کی عطا کو خلاف حق استعمال کیا جائے، تو یہ شرک کی صورت ہے اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکانے کی صورت ہے۔ انسان کو عمل کے لیے دی گئی مہلت میں ہی متاع کو استعمال کرنا ہوتا ہے، اور خلاف حق کرنے کا انجام جہنم کی آگ بتایا گیا ہے۔

حاصل: اپنے رب کو پہچان لینے کے بعد یکسوئی ہمارا حال ہو جائے تو ہم سچے ہیں ورنہ نہیں۔ نعمت عطا کرنے والے مالک کل سے تعلق ہو تو ہر مقام پر پورا رہنے کا شرف مل جاتا ہے۔ خلافِ حق کرنے والے کو قلیل فائدہ ہی ہوتا ہے، انجام تو اس کا برا ہوتا ہی ہے۔

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ يَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ⑨ ع

کیا وہ جس کی رات فرماں برداری کے ساتھ سجدے اور قیام میں گزرے، آخرت کا ڈر رکھتا ہو اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہو (ان صفات کے نہ رکھنے والے کے برابر ہو جائے گا۔) فرمائیے کیا علم والے اور لاعلم مساوی ہوتے ہیں۔ نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

جس کی خلوت پاک ہو، اس کے لیے رات کو اٹھنا، نماز تہجد ادا کرنا معمول بن جاتا ہے۔ ایسی نماز کو طویل کرنا نفس پر گراں ہوتا ہے۔ آخرت کا ڈر رکھنا یہ ہے کہ عمل کرتے وقت جزا کا یقین پیش نظر ہو اور دکھاوے سے بچنے کی سعی کی جائے، رخ کو درست رکھنے میں کبھی غفلت

at.com

نہ ہو حق کی احسن ادائیگی میں اپنے رب کی رحمت کے شامل حال ہونے کی امید بیشتر ہے [illegible] والے فرمایا گیا ہے۔ جو لوگ ان صفات سے دور ہیں وہ علم والے نہیں ہیں، اور علم والے اور لاعلم بھی برابر نہیں ہوتے۔ [illegible] عقل مند ہے۔ جو نصیحت کو خواہش سے پیدا ہونے والی بات کے برابر ٹھہرائے وہ بیان کا عقل مند ہے۔ نصیحت [illegible] کے لیے ہوتی ہے، خواہش سے پیدا ہونے والی بات میں ظاہر پتہ اور ہوتا ہے باطن پتہ اور۔

حاصل: فرماں بردار اور نافرمان برابر نہیں ہوتے۔ علم والے اور لاعلم برابر نہیں ہوتے۔ نصیحت [illegible] عقل مندی کا ثبوت ملتا ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الرعد (۱۳) میں فرمایا ہے: افمن یعلم انما انزل الیک من ربک الحق کمن ھو اعمٰی ۭ انما یتذکر اولوا الالباب (کیا وہ جو علم رکھتا ہو کہ جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے حق ہے، اس جیسا ہو جائے گا جو اندھا ہے۔ نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ۭ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○

فرما دیجئے اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو اپنے رب سے ڈرتے رہو جن لوگوں نے اس دنیا میں نیکی کی ہے ان کے لیے اچھا اجر ہے اور اللہ کی زمین وسیع ہے۔ یقیناً صبر والوں کو بے حساب اجر سے نوازا جائے گا۔

حکم خداوندی ہے یہ ارشاد بندوں تک پہنچا دیجیے کہ عقل مند وہی ہیں جو ایمان لائے ہیں [illegible] کے خلاف کوئی کام نہ ہو جائے۔ [illegible] ہوتا ہے عمل صالح ہو جاتے ہیں۔ [illegible] جاتی ہے اور خوف سے [illegible] بعد سازگار ماحول نصیب ہوتا ہے [illegible] انہیں اجر بھی بے حساب دیا جاتا ہے۔ اللہ انہیں اپنے فضل سے [illegible]

حاصل: ایمان والوں کو ہر مقام پر دھیان رکھنا چاہیے کہ کوئی کام رضائے الٰہی کے خلاف نہ ہو [illegible] میں بھلائی ہوتی ہے۔ بندگی [illegible] ہوتی ہے۔ جو اللہ کے ساتھ بے حساب ہو جائے، اللہ اس کے ساتھ بے حساب ہو جاتا ہے۔

قُلْ اِنِّىْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ○

فرما دیجئے مجھے تو یہی امر ہوا ہے کہ اللہ کی بندگی کروں خالص اسی کے لیے دین کو۔

امرِ الٰہی کو روشن کرنا شانِ رسالت ہے، کہ عباد کو معبود سے ملانے کا وسیلہ بھی اللہ نے بنایا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے جو فرمایا، وہ امرِ الٰہی کا درجہ رکھتا ہے، اور امرِ الٰہی یہ بتایا گیا ہے، کہ اللہ کی بندگی کی جائے خالص اسی کے دین کا ہو کر۔ بندہ اللہ کا ہو جائے تو بندگی کا حق ادا کر سکتا ہے، ورنہ نیک عادت کے مقام پر رہتا ہے جس کا دائمی پاک دامنی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

حاصل: امرِ الٰہی کو روشن کرتے رہنا شاہدین کی طریقت ہے۔ بندہ اللہ کا ہو جائے تو بندگی کا حق ادا ہوتا ہے، ورنہ نہیں، اور اللہ کا ہونے کے لیے اس کا اتباع ضروری ہے جو اللہ کا ہو چکا ہے۔

وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۲﴾ اور مجھے امر دیا گیا ہے کہ سب سے پہلا تسلیم کرنے والا بنوں۔

احکامِ الٰہی کو بیان کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان پر پورا رہ کر دکھاتے ہوئے راہِ راست کو روشن کرے اور پیچھے آنے والوں کو گمان کے دائرے سے نکلنے میں مدد دے۔ سب سے پہلے تسلیم کرنے والا ہی معیار قرار دیا گیا ہے، قول میں، عمل میں، علم میں اور اخلاص میں۔ اسی کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ اسی اطاعت سے آپ سے رشتہ محبت استوار ہوتا ہے، ایمان قلب میں زینت پاتا ہے، اور کفر فسوق اور عصیاں سے کراہت ہوتی ہے۔ رشد و ہدایت والے حضرات کی یہی صفات بیان فرمائی گئی ہیں۔

حاصل: سب سے پہلے حق کو ماننے والے کی زبان پاک ہے، سب سے پہلے حق کو ماننے والے کے ہاتھ امین ہیں۔ ان دو صفات سے تسلیم کی ابتدا ہوتی ہے۔ حق کو بیان کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ خود نمونہ بن کر دکھائے۔

قُلْ اِنِّیْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۳﴾ فرما دیجیے اگر میں اپنے ربّ کی نافرمانی کروں تو میں یومِ عظیم کے عذاب کا خوف رکھتا ہوں۔

اوّل المسلمین نے حق کی اہمیت کی وضاحت میں حکمِ الٰہی سے یہ فرمایا ہے کہ خلافِ حق کرنے کا انجام آخرت کا عذاب ہے اور یومِ عظیم کے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔ جو بھی خلافِ حق کرے گا وہ یہ جان لے کہ وہ عذابِ الٰہی کی طرف بڑھتا چلا جا رہا ہے۔

حاصل: خلافِ حق کرنا اللہ کی نافرمانی ہے۔ نافرمانی کے انجام سے آگاہ کرنا پاک لوگوں کی ذمہ داری ہے۔

قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِیْنِیْ ﴿۱۴﴾ فرما دیجیے میں تو اللہ کی بندگی کرتا ہوں خالص اس کے دین کا ہو کر۔

اللہ کی بندگی کا حق ادا کرنے کے لیے، اللہ کا ہو جانا ضروری ہے۔ جس کا مقصود ہو رضاءِ الٰہی، ہر مقام پر وہ اپنے نفس کی شح سے بچے اور ادب سے حق کو مانتا رہے، اس کا دین خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتا ہے۔ جو سلامتی کے مقام پر ہو وہی دوسروں کو سلامتی کی دعوت دے سکتا ہے۔ اپنا حال بیان کرنا حق کو روشن کرنے کے لیے ضروری ہوتا ہے۔

حاصل: تبلیغِ حق کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ اللہ کی بندگی کے حوالے سے اپنا حال بیان کرتے ہوئے یہ کہے کہ میں خالص اللہ کے دین کا ہو کر اس کی بندگی کرتا ہوں۔

at.com

فَاعۡبُدُوۡا مَا شِئۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهٖ ؕ قُلۡ اِنَّ الۡخٰسِرِيۡنَ الَّذِيۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ وَاَهۡلِيۡهِمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الۡخُسۡرَانُ الۡمُبِيۡنُ ۝

تو تم اس کے مقابل جس کی چاہو بندگی کرو [illegible] دیجئے، بے شک خسارے والے وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ اور اپنے اہل کو قیامت کے دن خسارے میں ڈالا، سن لو یہی ہے [illegible]۔

شرک کرنے والوں کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں اور وہ خسارے والوں میں ہو جاتے ہیں [illegible] ان کا اہل ہے۔ حزب الشیاطین خسارے والے ہیں۔ اسلام کے علاوہ کوئی راستہ اختیار کیا جائے آخرت میں اس کا [illegible] پر عمل کے لیے مہلت موجود ہے اس لیے اصلاح حال کی توفیق سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ آخرت میں [illegible] دار جزا کا مقام ہوگا اس لیے اس خسارے کو حتمی خسارہ فرمایا گیا ہے۔ حتمی خسارے سے [illegible]۔

حاصل: شرک سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ خسارہ یقینی ہو جاتا ہے۔ [illegible] اور ہمارے اہل کے لیے بہتر ہے۔ عقل مندی کا تقاضا یہی ہے کہ حتمی خسارے سے [illegible]۔

لَهُمۡ مِّنۡ فَوۡقِهِمۡ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنۡ تَحۡتِهِمۡ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوۡنِ ۝

ان کے اوپر بھی آگ کے [illegible] کے نیچے بھی آگ کے [illegible] جس سے اللہ اپنے بندوں کو [illegible] میرے بندو مجھ سے [illegible]۔

قیامت کے دن [illegible]

حاصل: [illegible]

وَالَّذِيۡنَ اجۡتَنَبُوا الطَّاغُوۡتَ اَنۡ يَّعۡبُدُوۡهَا وَاَنَابُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الۡبُشۡرٰى ۚ فَبَشِّرۡ عِبَادِ ۝

جن لوگوں نے طاغوت کی بندگی سے [illegible] اور اللہ کی طرف رجوع کیا ان کے لیے بشارت ہے۔ تو میرے ان بندوں کو بشارت دے دیں۔

Marfat.c

من مانی کرنے سے اجتناب ہو تو طاغوت کی بندگی سے اجتناب ہوتا ہے، خواہشات کے دائرے سے نکلنے کی یہی صورت ہے۔ طاغوت کے انکار کے بعد اللہ پر ایمان لانے کا مقام آتا ہے، اور ناصحین سے محبت باعث ایمان ہوتی ہے۔ محب صرف محبت سے بنتا ہے، اور محب ہی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے کا اتباع کرتا ہے کہ وہ محبوب سے اپنی کوئی صورت رکھتا ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے کو ہدایت ملتی ہے اور یہ ہدایت فلاح کی بشارت ہے۔ جولوگ یہ صفات رکھتے ہوں انہیں بشارت دینے کا حکم ہے کہ وہ فلاح پائیں گے۔

حاصل: طاغوت کی بندگی من مانی کرنا ہے۔ اس سے اجتناب ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے کا مقام آتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والوں کا اتباع کریں، ان سے محبت رکھیں، انہیں فلاح کی بشارت دینی چاہیے۔

الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ⑱

وہ لوگ جو باتوں کو توجہ سے سنتے ہیں، پھر ان میں سے احسن کا اتباع کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت عطا فرمائی اور یہی عقل والے ہیں۔

فلاح کی بشارت پانے والوں کی صفات بیان کی گئی ہیں۔ جب ان کے سامنے حقائق بیان ہوتے ہیں، تو بڑی توجہ سے سنتے ہیں اور جہاں محبین کی طریقت ان کے سامنے آئے اسے احسن جانتے ہیں، اور اسی کا اتباع کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت عطا فرمائی اور یہی عقل والے ہیں۔

حاصل: خواہشات کی پیروی کی ترغیب دینے والوں سے اجتناب ضروری ہے۔ پاک لوگوں کی باتوں کو توجہ سے سننا چاہئے۔ جس بات میں محبین کی طریقت روشن ہو اس کو احسن ماننا چاہئے، اس کا اتباع کرنا چاہئے، اس سے ہدایت ملتی ہے، یہی عقل مندی ہے۔

اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ۭ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ⑲ۚ

تو کیا وہ جس پر عذاب کی بات پوری ہو چکی ہے، کیا آپ اسے آگ سے نکال دیں گے۔

جو ابلیس کی پیروی کو اپنا حال بنالیتا ہے وہ متاع حیات کو حق کے انکار پر لگاتا رہتا ہے، ایسے لوگوں کو بتادیا گیا ہے کہ وہ جہنم میں جائیں گے۔ جس نے شعور کے ساتھ اپنے لیے جہنم کو منزل ٹھہرایا ہے، اسے کب آگ سے بچایا جاسکتا ہے۔ جن لوگوں کو المناک عذاب کی خبر دینے کا حکم ہے، ان کو آگ سے بچانے والا کون ہوسکتا ہے۔

حاصل: خلافِ حق کرنا جس کا حال ہو جائے اس پر عذاب کی بات پوری ہو چکی ہوتی ہے۔ جو عدو مبین کو دوست بنالے اسے آگ سے کب نکالا جاسکتا ہے۔

at.com

لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۬ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ۝

لیکن جن لوگوں نے اپنے رب سے تقویٰ کیا ان کے لیے بالا خانے ہیں جن کے اوپر اور بالا خانے بنے ہوئے ہیں۔ ان کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور وعدہ خلافی اللہ کی شان کے منافی ہے۔

اللہ سے ڈرنے والے صابر ہوتے ہیں اور متوکل ہوتے ہیں۔ ان کے اعمال صالح ہوتے ہیں۔ [illegible] کرامت ہوتی ہے۔ ان لوگوں کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ ان کو ان کے اعمال کی جزا [illegible] قیام گاہ ہوں گے اور اللہ بھی ان کے انجام خیر سے خوش ہوگا۔ ان قیام گاہوں کے نیچے نہریں [illegible] جس کے بعد خزاں کا مقام نہیں آئے گا۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ کا وعدہ ہمیشہ پورا ہوتا ہے [illegible]

حاصل: صبر و توکل اللہ سے ڈرنے کا ثبوت ہے۔ اس کی جزا جنت میں آراستہ قیام گاہیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ کا وعدہ ہمیشہ پورا ہوتا ہے۔ وعدہ خلافی اللہ سے [illegible]

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ ع

دیکھتے نہیں کہ اللہ نے آسمان سے پانی [illegible] پھر اس کو زمین کے سوتوں میں [illegible] اس سے مختلف رنگوں کی زراعت [illegible] خشک ہو جاتی ہے تو تم اسے زرد دیکھتے [illegible] اسے چورا چورا کر دیتا ہے [illegible] والوں کے لیے نصیحت ہے۔

[illegible]

حاصل: جو تبدیلیاں ہمارے مشاہدے میں آتی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے [illegible]

rfat.com

میں تبدیلیاں لانے والا اللہ ہی ہے۔ ہم جہاں بھی ہیں، جو حق ہم پر عائد ہوتا ہے، اس حوالے سے ہم اللہ کے حضور جواب دہ بھی ہیں۔ جزا کا یقین ہمارے ہر عمل میں نظر آئے تو یہ ہماری عقل مندی کا ثبوت ہوگا۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ لقمان (۳۱) میں ارشاد فرمایا ہے۔ وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ۝ اور جو اپنا رُخ اللہ کی تسلیم کی طرف رکھے اور وہ ہو محسن، تو بے شک اس نے مضبوط گرہ تھامی۔ اور امور کی عاقبت اللہ ہی کی طرف ہے۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۝

تو جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے تو وہ اپنے ربّ کے نور پر ہے (دل کے اندھوں کی طرح نہیں ہوگا۔) سو خرابی ہے ان کے لیے جن کے قلوب اللہ کے ذکر کی طرف سے سخت ہیں، یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

آسمان سے پانی تو ایک ہی برستا ہے، مگر ہر جگہ پر اس کے اثرات ایک جیسے نہیں ہوتے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق کا نزول ہوا ہے۔ اس سے استفادہ کرنے والے بھی سب ایک جیسے نہیں ہوتے۔ جس دل میں ناصح سے محبت کا مقام ہو، اللہ اس کے سینے کو اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔ اسے نورِ ہدایت سے نوازا جاتا ہے۔ دل کے اندھے لوگ کبھی اس کیفیت کو نہیں پا سکتے۔ جو لوگ حق کو نہیں مانتے، اپنی پسند کے دائرے سے نہیں نکلتے، ان کے قلوب سخت ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنی پسند کے مقابل حق کو کم اہمیت دیتے ہیں، وہ ناصح امین کی قدر نہیں کرتے۔ یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

حاصل: طالب ہدایت رکھنے والے کے سینے کو اسلام کے لیے کھول دیا جاتا ہے۔ جسے نورِ ہدایت حاصل ہو اس کی شان سبحان اللہ۔ طلب ہدایت نہ رکھنے والے کبھی ان کے برابر نہیں ہو سکتے۔ جو دل اندھا ہو وہ سخت ہوتا ہے، خوفِ خدا سے خالی ہوتا ہے اور کھلی گمراہی اس کا حال ہوتی ہے۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ۝

اللہ نے احسن الحدیث کتاب نازل فرمائی ہے، ایک جیسی دہرے بیان والی۔ اس سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے ربّ سے ڈرتے ہیں۔ پھر ان کی جلدیں نرم ہو جاتی ہیں اور ان کے قلوب اللہ کے ذکر پر متوجہ ہوتے ہیں۔ یہ ہے اللہ کی ہدایت، ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے۔ اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔

قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمائی گئی کتاب ہے۔ کسی حال پر اس سے بہتر بات کا تصور بھی [illegible] بات وہی ہوگی جس کی قرآن پاک سے تصدیق ہو۔ یہ کتاب مقدس ہم رنگ ہے۔ اس کے بیان میں تضاد اور اختلاف نہیں ہے۔ [illegible] کی شان یہ ہے کہ جب کوئی بیان دہرایا جاتا ہے تو اس سے نورِ ہدایت بڑھتا ہے۔ ایک جدا [illegible] یہ کلام اپنے اجزاء کے لحاظ سے بھی احسن ہے مطالب کے لحاظ سے بھی احسن ہے۔ اپنے رب سے ڈرنے والے [illegible] ہیں تو ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ خوفِ خدا ان پر طاری ہو جاتا ہے۔ وہ آیاتِ قدرت میں [illegible] سے بھیجے گئے معیار کے اسوۂ حسنہ کو دیکھتے ہیں۔ پھر رحمتِ الٰہی انہیں سہارا دیتی ہے [illegible] واضح کرتی ہے تو ان لوگوں کی سختی نرمی میں بدل جاتی ہے۔ وجود کا تناؤ ختم ہو جاتا ہے۔ ان کے قلوب [illegible] انہیں پتہ لگ جاتا ہے کہ ان کے لیے سب سے بہتر وہی ہے جو ان کا رب ان کے لیے پسند کرتا ہے۔ [illegible] ہوتی ہے جو طالبِ ہدایت ہو۔ طالبِ ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والا ہوتا ہے [illegible] جاتے ہیں۔ جسے اللہ گمراہ کرے اسے ہدایت دینا ممکن ہی نہیں۔ وہ قبولِ حق کی استعداد [illegible]

حاصل: جس بات کی قرآن پاک سے تصدیق ہو وہ اچھی ہے کہ اللہ نے قرآن پاک [illegible] کی سند نازل فرمائی ہے۔ قرآن پاک میں تضاد بھی نہیں ہے، اختلاف بھی نہیں ہے۔ اس کی آیات ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں۔ اپنے رب سے ڈرنے والے اس سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ [illegible] حق کو ماننے والوں کے وجود میں تناؤ نہیں ہوتا۔ ان کے دل نرم ہوتے ہیں۔ طالبِ ہدایت [illegible] فاسق طلبِ ہدایت نہیں رکھتے۔ فاسق ہی گمراہ ہوتے ہیں۔

أَفَمَنْ يَتَّقِي بِوَجْهِهِ سُوٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ وَقِيلَ لِلظّٰلِمِينَ ذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ۝

تو وہ جو قیامت کے دن [illegible] اپنے چہرے [illegible] ہو جائے گا [illegible] ظالموں [illegible] کا مزہ چکھو۔

اللہ تعالیٰ [illegible]

حاصل: چہرے کی حفاظت [illegible] یہ فرمایا جائے گا [illegible] کا مزہ چکھو۔

Marfat.c

كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۵﴾

ان سے قبل والوں نے بھی تکذیب کی تو ان پر عذاب الٰہی آیا جہاں سے انہیں شعور بھی نہ تھا۔

حال پر منکرینِ حق کو یہ دکھایا جا رہا ہے، کہ حق کی تکذیب کی جو راہ تم نے اختیار کی ہے، اس راہ پر حق کو جھٹلانے والے تم سے پہلے بھی گئے ہیں۔ انہیں بھی حق کے انکار سے منع کیا گیا تھا، مگر وہ من مانی کرنے سے باز نہ آئے، تو ان پر عذاب آیا اور انہیں شعور بھی نہ تھا کہ وہ اس طرح عذاب الٰہی میں پکڑ لیے جائیں گے۔ عذاب الٰہی کی گرفت ایسی ہوتی ہے کہ اس سے چھوٹ جانا کسی کے بس میں نہیں ہوتا۔

حاصل: حق کو جھٹلانے والے اس انجام کو پہنچتے ہیں، جس انجام کو پہلے مکذّبین پہنچ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے گرفت اس طرح سے ہوتی ہے کہ منکر کو اس کا شعور بھی نہیں ہوتا۔

فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾

اور اللہ نے انہیں حیاتِ دنیا میں رسوائی کا ذائقہ چکھایا، اور بے شک عذابِ آخرت تو بڑا ہے ہی۔ کہیں انہیں علم ہوتا۔

وقف لازم

مرسلین کی تکذیب، استکبار کرنے والوں کا طریق زندگی رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی قوم کو اتمام حجت سے پہلے ہلاک نہیں کیا گیا۔ اتمام حجت کے بعد کسی قوم پر اللہ نے اس کے کئے کو ہی انڈیل دیا ہے۔ رسوائی کے عذاب کی شکل ہمیشہ اس قوم کے اعمال کے مطابق ہی ہے۔ حق کی تکذیب کرنے والے ہمیشہ رسوا ہی ہوئے ہیں۔ عذاب آخرت اس لیے بڑا ہوگا، کہ وہاں پوری پوری جزا دی جائے گی۔ توفیق دینے والا توفیق کے حوالے سے پوچھا بھی کرتا ہے۔ توفیق اللہ نے دے رکھی ہے تو اللہ کی طرف سے پوچھ بھی ضرور ہوگی۔ اس پوچھ کا یقین ہو تو پھر اصلاح حال سے غفلت نہیں ہو سکتی۔

حاصل: حق کو جھٹلانے والے حیاتِ دنیا میں بھی رسوائی کا ذائقہ چکھتے ہیں، آخرت کا عذاب تو بڑا ہوگا ہی۔ توفیق اللہ نے دی ہے تو پوچھ بھی اس کی طرف سے یقیناً ہوگی۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ۚ

اور ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کی مثل بیان کی ہے کہ وہ نصیحت مانیں۔

حقائق کو جاننے کے لیے مثل سے بڑی مدد ملتی ہے۔ مثل سے یہ پتہ لگ جاتا ہے کہ ہم کس رخ پر ہیں، اور اس رخ پر رہنے کا انجام کیا ہوگا، اصلاح حال کس طرح ہو سکتی ہے اور حفاظت کے تقاضوں کو کس طرح پورا ہونا چاہئے۔ مثل کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان کیا گیا ہو، تو اس میں نصیحت کو ماننا یقیناً آسان ہوتا ہے، کہ اعلم کی طرف سے بیان کردہ مثل سے بڑی بات کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔

حاصل: قرآن پاک کی ہر مثل، بہترین مثل ہے، اور اس میں نصیحت ماننے والوں کے لیے بھلائی یقیناً موجود ہوتی ہے۔

at.com

قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ﴿۲۸﴾ قرآن عربی، اس میں کوئی کجی نہیں، تا کہ وہ تقویٰ [illegible]یں۔

قرآن پاک عربی زبان میں نازل فرمایا گیا ہے۔ اس لیے فصاحت کا جو مقام عربی کو حاصل ہے [illegible] ہے۔ دوسری تمام زبانوں میں متراجم ہوں گے۔ قرآن پاک عربی زبان میں آیات کے اس مجموعے اور سورتوں کی [illegible] کی نبی اکرم ﷺ نے تصدیق فرمائی ہے، اور جس کی حفاظت کا وعدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے [illegible] مقابل کسی لحاظ سے اہم نہیں ہوسکتی۔ اس میں کوئی کجی نہیں۔ اس میں کوئی تضاد نہیں۔ کوئی اختلاف نہیں۔ [illegible] کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ صلاحیتوں کا بہترین استعمال یہی ہے کہ قرآن پاک [illegible] اس سے ہدایت لی جائے اور اپنے تقویٰ پر قرآن پاک سے سند لی جائے۔

حاصل: قرآن پاک عربی زبان میں آیات کے اس مجموعے اور سورتوں کی [illegible] نبی اکرم ﷺ نے تصدیق فرمائی ہے اور جس کی حفاظت کا وعدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے [illegible] کوئی کجی نہیں کوئی تضاد نہیں۔ قرآن پاک کو ماننا ہی ہمارے متقی ہونے کا ثبوت ہو سکتا ہے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِیْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَ رَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ یَسْتَوِیٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾

اللہ مثال بیان فرماتا ہے کہ ایک شخص ہے [illegible] الاغراض شرکا ہو [illegible] اور ایک شخص ہے [illegible] ایک صاحب کو ہی مانتا ہے [illegible] تمام اللہ تعالیٰ کی ہے۔ بلکہ ان میں سے اکثر [illegible]

شرک کی حقیقت واضح کرنے کے لیے یہ مثال بیان فرمائی ہے [illegible] وہ کس قدر مشکل میں ہوتا ہے۔ وہ اپنی صلاحیتوں [illegible] اسے ہمیشہ پریشان کیے رکھتے ہیں۔ اس کے مقابل ایک شخص ہے جو صرف ایک صاحب [illegible] نہیں ہوتی اپنے صاحب کی خدمت میں [illegible] آقاؤں کی جو [illegible] خدمت [illegible] ساتھ طبعی تعلق رکھتا ہے۔ اس تعلق میں جو راحت ہے [illegible] جائے تو بندہ اللہ کا ہو جاتا ہے اور [illegible] ہے۔

حاصل: مشرک غیر اللہ کی بندگی کرتا ہے [illegible] معبود حقیقی کا طبعی تعلق بندے کا [illegible] کا پتہ نہیں ہوتا۔

اِنَّكَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾ بے شک [illegible] آپ [illegible] اور [illegible] ہیں۔

Marfat.c

بندے کو حیات دنیا میں عمل کے لیے دیا گیا وقت محدود ہے۔اس وقت کے پورا ہو جانے کے بعد موت کا مقام رکھا گیا ہے۔اللہ نے موت وحیات کو خلق ہی اس لیے کیا ہے کہ یہ دیکھا جائے کون حق کو ادا کر رہا ہے اور کون حق کے خلاف کر رہا ہے۔موت کے وقت یہ پتہ چل جاتا ہے کہ زندگی خلاف حق کرتے ہوئے گزاری گئی ہے،حق کو مانتے ہوئے گزاری گئی ہے، یا ابرار کی صورت سے گزاری گئی ہے۔اس وقت رخ کو درست کرنے کی توفیق ختم ہو چکی ہوتی ہے،اس لیے اس وقت توبہ فائدہ نہیں دیتی۔

حاصل: موت کے دروازے سے سب کو گزرنا پڑتا ہے،مگر موت کے دروازے سے گزرتے وقت بھی سب مساوی نہیں ہوتے۔منکرین حق کی موت کا تعلق عذاب سے ہوتا ہے،ابرار کے ساتھ وفات باعثِ راحت ہوتی ہے۔

ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ۝٣١ ع

پھر تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے۔

منکرین حق کے متعلق قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے، کہ جس دن صور پھونکا جائے گا اور یوم الوعید سامنے آئے گا،تو منکر کو یہ بتایا جائے گا: یہ ہے وہ جس سے تو غفلت میں رہا،اب ہم نے تجھ سے تیری اندھیری کھول دی ہے،تو آج تیری نگاہ تیز ہے۔(۲۲:۵۰) پھر حکم ہوگا: ہر ناشکرے مخالف کو،نیکی سے روکنے والے کو،حد سے بڑھنے والے کو جس نے اللہ کے ساتھ اور معبود ٹھہرایا سخت عذاب میں ڈال دیا جائے۔ اس وقت منکر کا ساتھی شیطان کہے گا،اے رب میں نے اس کو شرارت پر نہیں ابھارا تھا یہ تو خود ہی دور کی گمراہی میں پڑا تھا۔حکم ہوگا: میرے پاس نہ جھگڑو،میں پہلے ہی تمہیں وعدہ سے آگاہ کر چکا تھا۔میرے پاس بات بدلتی نہیں،اور میں بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔مرسلین کی صداقت تو قیامت کے دن بالکل واضح ہوگی،ان سے جھگڑنے کا مقام وہاں نہیں ہوگا۔

حاصل: خلاف حق کرنے پر ابھارنے والا اپنے ساتھی سے بھی قیامت کے دن جھگڑے گا،تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمایا جائے گا: میرے پاس مت جھگڑو،میں تو تمہیں پہلے ہی عذاب سے ڈرا چکا تھا،میرے ہاں بات بدلتی نہیں اور میں بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ المجادلہ (۵۸) میں فرمایا ہے: يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا پھر انہیں ان کے اعمال کی خبر دے گا،اللہ نے اسے سنبھال رکھا اور یہ اسے بھول گئے۔اور اللہ ہر شے پر گواہ ہے۔

الجزء فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝٣٢

تو اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا اور سچ کو جھٹلایا جب اس کے پاس پہنچا۔کیا جہنم ہی کافروں کا ٹھکانا نہیں ہے۔

سب سے بڑا ظلم یہی ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھا جائے،کسی کو اس کا شریک ٹھہرایا جائے،اور اللہ کے فرمان کو سننے کے بعد اس کا انکار کیا جائے۔اظلم ظلم کو پھیلایا کرتے ہیں۔انکا انجام جہنم ہی ہے۔خلاف حق کرنے والے یہاں خوف وحزن میں مبتلا رہتے ہیں،آخرت میں ان کا مقام جہنم ہوگا۔

at.com

حاصل: اللہ کے بارے میں وہی کہنا چاہیے، جو اللہ کے فرمان پر مبنی ہو۔ حق و ادب سے ماننا چاہیے۔ [illegible] اپنی سمجھ سے بالاتر نظر آئے تو یہ کہنا چاہیے یہ میری سمجھ میں انشاءاللہ آجائے گا۔ اللہ کا فرمان یقیناً حق ہے۔ [illegible] جہنم میں جائیں گے۔

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○

وہ جو حق کو پیش کرے اور وہ جو اس کی تصدیق کرے وہی متقی ہیں۔

جس کی بات اللہ کی بات ہو اور جس کے اعمال صالح ہوں وہ ہمیشہ حق کو بیان کرتا ہے [illegible] صاحب سے محبت رکھنے والا بھی اپنی کوئی صورت نہیں رکھتا۔ وہ محبوب کے قول و عمل [illegible] صاحب کی صداقت کی تصدیق کرتا ہے۔ یہ اللہ سے ڈرنے والوں کا طریق زندگی ہے۔

حاصل: حق کو بیان کرنے والے کی بات اللہ کی بات ہوتی ہے۔ جو اس سے محبت رکھے [illegible] نہیں رہ جاتی۔ اللہ سے ڈرنے والوں کا قول پاک ہوتا ہے، اعمال صالح ہوتے ہیں۔

لَھُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّھِمْ ذٰلِکَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِیْنَ ○

ان کے لیے جو وہ چاہیں ان کے رب کے پاس ہے۔ محسنین کی جزا یہی ہے۔

اللہ سے ڈرنے والے لوگ [illegible]

حاصل: محسنین کی قدر کرنی چاہیے یہ اللہ کی سنت ہے۔

لِیُکَفِّرَ اللّٰہُ عَنْھُمْ اَسْوَاَ الَّذِیْ عَمِلُوْا وَیَجْزِیَھُمْ اَجْرَھُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِیْ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○

تاکہ اللہ ان سے [illegible] اور انہیں ان کے اچھے اعمال کی جزا دے جو وہ کرتے تھے۔

ایمان والوں سے اللہ کا وعدہ [illegible]

Marfat.c

حاصل: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو معیار جانتے ہوئے اپنے رخ کو درست رکھنا چاہیے۔ بُرے اعمال کے اثرات کو مٹانا اور اچھے اعمال کی جزا دینا اللہ کا فضل عظیم ہے۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۚ۳۶

کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں۔ اور آپ کو ان سے خوف دلاتے ہیں جو اس کے مقابل بنا رکھے ہیں۔ اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔

اللہ اپنے بندے کے لیے ہر مقام پر کافی ہے۔ اللہ ہی ہر شے کا علم رکھتا ہے۔ بندہ اپنی ضرورت کو جانتا ہو یا نہ بھی جانتا ہو تو بھی اللہ ہی اس کو پورا کرتا ہے۔ جو اللہ سے ڈرتا ہے، حق کی احسن ادائیگی کو اپنا حال بناتا ہے اور یہ یقین رکھتا ہے کہ جو کچھ حق کی احسن ادائیگی کے لیے درکار ہے وہ موجود ہے، آئندہ جو درکار ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتا رہے گا، وہ اللہ کو کافی جانتا ہے۔ جو لوگ اسباب کو قادرِ مطلق کے برابر اہمیت دیتے ہیں، وہ اپنے مخالفین کو ان کے انجام سے خوف زدہ کرتے رہتے ہیں اور یہ کوشش کرتے ہیں کہ پاک لوگ ان کی ملت میں لوٹ آئیں۔ مگر پاک لوگوں کو ہمیشہ کفر، فسوق اور عصیاں سے کراہت ہوتی ہے۔ پاک لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بتا دیا گیا ہے، کہ ان منکرین حق کا دل تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ بے شک اللہ نے ان کے اعمال کا احاطہ کر رکھا ہے۔ جو حق کو اپنی پسند کے مطابق بنانے کی کوشش میں لگا رہے وہ کبھی طالب ہدایت نہیں ہوتا۔ اللہ فاسق کو ہی گمراہ کرتا ہے، اور جسے اللہ گمراہ کر دے، اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اللہ سے بڑا رحم کرنے والا بھی کوئی نہیں، اس سے بڑا علم والا بھی کوئی نہیں۔ جہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے گمراہی کی مہر لگا دی جائے وہاں ہدایت کا مقام ممکن ہی نہیں رہتا۔

حاصل: ہمارے اعمال سے یہ بات عیاں ہونی چاہیے، کہ اللہ ہمارے لیے کافی ہے۔ اسباب پر اللہ کی قدرت ہر مقام پر ہے، تو ڈر اللہ کا ہونا چاہیے نہ کہ اسباب کا۔ جسے اللہ گمراہ کر دے اس کو ہدایت دینا کسی کے بس میں نہیں ہو سکتا۔

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِى انْتِقَامٍ ۳۷

اور جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں۔ کیا اللہ زبردست، بڑا انتقام لینے والا نہیں ہے۔

اللہ نے انسان کو راستہ دکھا دیا ہے، وہ شکر گزاری سے اپنی صداقت کا ثبوت دے تو اسے ہدایت حاصل ہوتی ہے، ناشکری کرتے ہوئے اپنے کذب کا ثبوت دے تو وہ گمراہ ہو جاتا ہے۔ ہدایت و گمراہی کے لیے انسان پر کوئی جبر نہیں ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لائے اسے ہدایت ملتی ہے، اور جسے اللہ ہدایت دے اسے گمراہ کرنا کسی کے بس میں ہو نہیں سکتا۔ مجرمین سے انتقام لینا اللہ کی سنت ہے، اور اللہ بڑی قدرت والا ہے اس لیے اس کی گرفت سے بڑی گرفت اور کوئی نہیں ہو سکتی۔

حاصل: جسے اللہ ہدایت دے اسے گمراہ کرنا کسی کے بس میں نہیں ہوتا۔ اللہ مجرمین سے انتقام لیتا ہے اور وہ ہمیشہ عبرتناک انجام کو پہنچتے ہیں۔

at.com

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۗ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ۗ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۗ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾

اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے خلق فرمایا؟ تو یقیناً کہیں گے اللہ نے، فرما دیجیے بتاؤ تو کہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اگر اللہ مجھے ضرر پہنچانا چاہے تو کیا وہ اس ضرر کو دور کر دیں گے یا وہ مجھ پر رحمت کرنے کا ارادہ فرمائے تو کیا وہ اس کی رحمت کو روک سکتے ہیں؟ فرما دیجیے مجھے اللہ کافی ہے، متوکل اسی پر توکل کرتے ہیں۔

آسمانوں اور زمین سے انسان کا اپنا تعلق کا علم ہوتا ہے۔ ان لیے ان کے بارے میں پوچھنے کا [illegible] سکتا کہ آسمانوں اور زمین کو اللہ نے نہیں بنایا، کسی دوسرے نے بنایا ہے۔ اللہ کی قدرت کا اللہ کے سوا کوئی [illegible] کرنے کے لیے معبود نہیں ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ مجھے ضرر پہنچانا چاہے اور یہ اس ضرر کو دور [illegible] بچانے کی قدرت کا ثبوت دیں۔ دوسری یہ کہ اللہ مجھے اپنی رحمت سے نوازنا چاہے تو یہ اس کی رحمت کو روک [illegible] دیں اپنی قدرت کا ثبوت دیں۔ ایسا نہ کبھی ہوا ہے نہ کبھی ہو گا۔ [illegible] مجھے اللہ کافی ہے۔ متوکل اللہ پر ہی توکل کرتے ہیں۔ متوکل یقین رکھتے ہیں [illegible] موجود ہے، جو کچھ ہو رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر ہو چکا ہے۔

حاصل: اگر ہم متوکل ہیں تو اللہ کو کافی مانتے ہیں [illegible] باذن اللہ ہوتی ہے۔ اللہ کے ساتھ ہے جو چاہتا ہے، وہ اللہ کے حکم سے [illegible] راہ شاہراہ ہے۔

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾

فرما دیجیے اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو میں اپنا عمل کر رہا ہوں، سو عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا۔

اتمام حجت میں یہ مقام آتا ہے کہ ان کو ان کی طرف سے [illegible] معمول نہ چھوڑو، میں اپنا حق ادا کر رہا ہوں [illegible] مخالفت کی انتہا [illegible] ہے۔

حاصل: مخالفت حق کرنے والوں سے کہنے کا یہ مقام آتا ہے [illegible] پھر جلد ہی تمہیں معلوم ہو جائے گا۔

مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۴۰﴾

کس پر رسوا کرنے والا عذاب آتا ہے اور کس پر [illegible] رہنے والا عذاب آتا ہے۔

حیات دنیا میں منکرین حق پر رُسوا کرنے والا عذاب آتا ہے، آخرت میں ان پر قائم رہنے والا عذاب آئے گا۔ عذاب اکبر سے پہلے عذاب ادنیٰ دیا ہی اس لیے جاتا ہے، کہ عمل کے لیے دی گئی مہلت میں اصلاحِ حال کا آخری موقع بھی انہیں حاصل ہو۔ پہلے منکرینِ حق کو عذاب ہو چکا ہے، تو اسی راستے پر جانے والے کس زعم میں مبتلا ہیں کہ وہ عذاب سے بچ جائیں گے، اور آخرت کا عذاب تو قائم رہنے والا ہوگا ہی۔

حاصل: اتمامِ حجت کی بات یہاں ختم ہوتی ہے کہ خلافِ حق کرنے والوں کو جلد ہی معلوم ہو جائے گا، کہ دنیا میں ان کے لیے رُسوا کرنے والا عذاب ہے اور آگے قائم رہنے والا عذاب ہوگا۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۴۱﴾ ع

بے شک ہم نے آپ پر یہ کتاب لوگوں کے لیے حق کے ساتھ نازل فرمائی، تو جس نے ہدایت پائی تو اپنے ہی لیے پائی اور جو بہکا اس کا بہکنا بھی اسی پر ہے، اور آپ ان پر وکیل نہیں۔

کتاب اللہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی گئی، کہ آپ حکم خداوندی پر عمل کر کے دکھائیں تو لوگوں کو حق کے ماننے کی طریقت معلوم ہوگی۔ احکامِ الٰہی کو جس نمونے کے حوالے سے ماننا ضروری ہے وہ نمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حق کے روشن ہو جانے کے بعد اس کو قبول کرنا اور شعور کے ساتھ بھلائی کا رخ اختیار کرنا باعث ہدایت ہوتا ہے، اور حق کا انکار اور شعور کے ساتھ خسارے کا رخ اختیار کرنا گمراہی کا باعث ہوتا ہے۔ حق پہنچانے والے سے اس بات کی پوچھ نہیں ہوگی کہ تبلیغ حق کے نتائج کیا ہوئے۔

حاصل: کتاب اللہ کو ماننے والے ہی اپنی پسند کے دائرے سے نکل سکتے ہیں۔ بھلائی کا رخ اختیار کرنا بھی شعور کے ساتھ تعلق رکھتا ہے، خسارے کا رخ بھی شعوری کوشش سے اختیار کیا جاتا ہے اور تبلیغ حق کرنے والے سے نتائج کی پوچھ نہیں ہوتی۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الروم (۳۰) میں ارشاد فرمایا ہے: مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ﴿﴾ جو کفر کرے اس کا کفر اسی پر پڑے گا، اور جو صالح عمل کرے تو اپنے لیے ہی تیاری کر رہے ہیں۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾

اللہ موت کے وقت انفس کو وفات دیتا ہے، اور جن کی موت نہ ہو ان کو نیند میں۔ پھر جن کی موت کا فیصلہ کر چکا ہو انہیں روک رکھتا ہے اور دوسروں کو اجلِ مسمّٰی تک لوٹاتا رہتا ہے۔ بے شک اس میں فکر کرنے والے لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

جو حرکات انسانی ارادے سے تعلق رکھتی ہیں، وہ نیند کی حالت میں نہیں پائی جاتیں۔ جن کا تعلق انسانی ارادے سے نہیں ہے وہ جاری

t.com

رہتی ہیں۔ وفات اور نیند کے تعلق کو روشن کیا گیا ہے۔ جو حرکات انسانی ارادے سے تعلق رکھتی ہیں ان کا خاتمہ نیند میں [illegible] جو حرکات انسانی ارادے سے تعلق نہیں رکھتیں ان کا خاتمہ موت کی صورت میں دیکھا جاتا ہے۔ [illegible] لیے دی گئی مہلت پوری ہو چکی ہوتی ہے، اس لیے اسے روک لیا جاتا ہے۔ اور جس کے لیے عمل کا وقت باقی [illegible] لوٹا دیا جاتا ہے۔ اعمال کے لیے دی گئی مہلت کا وقتی خاتمہ نیند ہے۔ اعمال کے لیے دی گئی مہلت کا کلی خاتمہ موت ہے۔ [illegible] مقام رکھا گیا ہے۔ نیند سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ اپنے قول کی حفاظت میں کہاں کوتاہی ہوئی ہے۔ [illegible] ہے۔ بری عادت جو بھی ہو اس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ [illegible] مقام پیش نظر رہنا چاہیے۔ [illegible] پھر ہمیں دن میں اٹھاتا ہے، کہ عمل کے لیے دی گئی مہلت پوری ہو۔ اسے علم ہے جو ہم دن میں کماتے ہیں۔ [illegible] وہ ہمیں بتا دے گا جو ہم کرتے رہے تھے۔ غور و فکر کرنے والے لوگ دیکھتے ہیں کہ عمل کے لیے [illegible] صلاح و فلاح کو حاصل کیا جا سکتا ہے، اس لیے وہ نیند سے پہلے تلاوت اور [illegible] استقامت کی دعا کرتے ہوئے سو جاتے ہیں۔

حاصل: رات کو سونے سے پہلے اپنے قول و عمل پر نظر کرنی چاہیے۔ اپنے حال [illegible] برتنی چاہیے۔ بعث بعد الموت کا انکار اپنے مشاہدے کا انکار ہے۔ [illegible]

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَ لَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ۝

کیا انہوں نے اللہ کے سوا شفاعت [illegible] والے ٹھہرا رکھے ہیں؟ [illegible] شے کا اختیار نہ رکھتے ہوں اور [illegible]

خلاف حق کرنے والے اس زعم میں مبتلا ہوتے ہیں کہ [illegible] بات یہ ہے کہ شفاعت کرنے والے با اختیار [illegible] بغیر شفاعت ممکن ہی نہیں ہوتی۔ شفاعت کا اذن [illegible] والے تو اس زمرے میں شامل ہی نہیں [illegible] بات ہے۔

حاصل: جو اللہ سے [illegible] شفاعت [illegible] حاصل ہوتی ہے۔ [illegible]

قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

فرما دیجیے شفاعت [illegible] اللہ [illegible] لیے ہے آسمانوں اور زمین کی [illegible] کی طرف تم [illegible]

شفاعت کے بارے میں [illegible]

Marfat.c

اللہ کے حضور شفاعت کا اذن ہوگا۔ ماننے والا مالک کل ہے۔ آسمانوں اور زمین میں سب کچھ اسی کا ہے۔ ہر ایک کو توفیق اسی اللہ کی طرف سے دی گئی ہے۔ ہر ایک کو اسی کی طرف واپس لوٹنا ہے۔ جس نے حق کو مانا ہو، اس سے بھول چوک ہو جائے، تو اس کو عمداً خلافِ حق کرنے والے کے برابر نہیں ٹھہرایا جائے گا۔

حاصل: شفاعت قطعاً اللہ کے اذن سے ہوگی۔ اللہ کی عطا کو استعمال کرتے وقت یہ احساس بھی رہنا چاہئے، کہ ہم کو اللہ کے حضور لوٹ کر جانا ہے، اور ہمیں ہمارے کیے کی جزا دی جائے گی۔

وَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَ اِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾

اور جب ایک اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے، تو آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے قلوب کُڑھتے ہیں اور جب اس کے ماسوا کا ذکر ہوتا ہے تو جبھی وہ خوشیاں مناتے ہیں۔

مؤمنین کی صفات یہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں، اور جب ان پر اس کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کا ایمان زیادہ ہوتا ہے اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کا حال اس کے خلاف ہے، کہ اللہ کی وحدانیت کا ذکر انہیں ناگوار ہوتا ہے، اور اللہ کے مقابل اوروں کے ذکر سے انہیں خوشی ہوتی ہے۔ قادر مطلق کی بات ہو تو انسانی پسند اور ناپسند کوئی حقیقت نہیں رکھتی، اور انسان کو اپنی پسند اور ناپسند کے بیان میں بڑی خوشی ہوتی ہے۔

حاصل: آخرت پر ایمان رکھنے والوں کے دل، اللہ کی وحدانیت کے بیان سے کُڑھتے ہیں، اللہ کے ماسوا کا ذکر ہو تو انہیں خوشی ہوتی ہے۔

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾

کہئے، اے اللہ، آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے، غیب اور حاضر کا علم رکھنے والے، تو ہی اپنے بندوں میں فیصلہ فرمائے گا جس میں وہ اختلاف رکھتے ہیں۔

آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں سے اعراض کرنے کے بعد اللہ کے حضور اظہارِ عبدیت کا طریقہ سکھایا گیا ہے۔ یہ دعا سکھائی گئی ہے، کہ اے اللہ تو ہی آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، غیب اور حاضر کا علم رکھنے والا ہے۔ حق کے مقابل جو لوگ اپنی پسند کو وقعت دیتے ہیں، وہی اختلاف پیدا کرتے ہیں۔ یا اللہ تیری شان ہے کہ تو ایسا فیصلہ فرمائے گا، کہ جو ہر لحاظ سے پورا ہوگا، ہر لحاظ سے روشن ہوگا۔

حاصل: منکرین حق سے اعراض کرنے کے بعد یہ دعا کرنی چاہئے۔ ہمارے ظاہر و باطن میں تضاد نہیں ہونا چاہئے۔ ہمیں حق کو ادب سے جان لینا چاہئے۔ اللہ ہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ وَ بَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ یَكُوْنُوْا یَحْتَسِبُوْنَ ۝

اور اگر ظالموں کے لیے ہوتا جو کچھ زمین میں ہے اور اس کی مثل اور بھی تو وہ یوم قیامت کے برے عذاب سے رہائی حاصل کرنے کے لیے فدیہ میں دینے پر تیار ہو جائیں گے۔ اور اللہ کی طرف سے انہیں وہ پیش آئے گا جس کا انہیں گمان بھی نہ تھا۔

خلاف حق کرنے والے یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں بہشت ہی پیدا کیا گیا ہے اور انہیں اللہ کی طرف سے [illegible] قیامت واقع ہوگی اور عذاب خداوندی ان کے سامنے ہوگا تو یہ لوگ اپنی جانوں کا فدیہ دینے کے لیے [illegible] اس قدر متاع دینے کے لیے تیار ہو جائیں گے کہ اس کا حساب لگانا بھی آسان نہیں۔ [illegible] تو عذاب الٰہی سے رہائی حاصل کرنے میں دیا [illegible] قبول ہوگا۔ عذاب الٰہی انہیں اس طرح پیش آئے گا کہ جس کا انہیں گمان بھی نہ تھا۔

حاصل: قیامت کا عذاب، عذاب اکبر ہوگا۔ اس سے رہائی حاصل کرنے میں [illegible] قبول ہوگا۔ اس عذاب سے بچنے کی فکر حال پر کرنی چاہیے۔ عذاب الٰہی سے بچنے کے لیے [illegible] درست کرنا چاہیے۔

وَ بَدَا لَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

اور ان پر ان کے [illegible] ظاہر ہو جائیں گے اور انہیں گھیر لے گا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔

منکرین حق قیامت کے دن کا انکار کرتے ہیں [illegible] جب ان کے سامنے [illegible] تو وہ اس کا مذاق اڑاتے [illegible]

حاصل: [illegible] قیامت کے دن [illegible] عذاب کا مذاق اڑانا منکرین حق کا معمول تھا، وہی عذاب ان کو گھیرے میں لے لے گا۔

فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ؗ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ بَلْ هِیَ فِتْنَةٌ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝

تو جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارتا ہے۔ پھر جب ہم اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرما دیتے ہیں تو کہتا ہے یہ تو مجھے میرے علم کی بدولت ملی ہے۔ بلکہ یہ فتنہ ہے لیکن ان میں اکثر لاعلم ہیں۔

Marfat.c

انسان دکھ کے وقت اپنی بے بسی کو مانتا ہے۔ یہ بے بسی اسے اللہ کے قریب ہونے کے لیے سواری کا کام دیتی ہے۔ تب وہ اللہ کو پکارتا ہے، پاک رہنے کا عہد کرتا ہے اور خلاف حق کرنے سے تائب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کی صداقت کو دیکھنے کے لیے نعمت عطا کردی جاتی ہے، تو پھر وہ اسے عطاء الٰہی ماننے کی بجائے اپنے علم کی بدولت دیکھنے لگتا ہے۔ حالانکہ بے بسی کا اظہار کرتے وقت بھی تو انسان کو یہی علم تھا جس پر وہ ناز کررہا ہوتا ہے۔ علم والے ہمیشہ یہ جانتے ہیں، کہ دکھ بھی اللہ کے اذن سے ہوتا ہے، سکھ بھی اللہ کے اذن سے ہوتا ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ آسانیوں کو اپنے علم کی بدولت جانتے ہیں وہ یقیناً بے علم ہوتے ہیں۔

حاصل: دکھ اللہ کے قریب ہونے کے لیے سواری کا کام بھی دیتا ہے۔ بے بسی کا احساس انسان کو خود شناسی میں مدد دیتا ہے۔ عطاء الٰہی بصورتِ نعمت یہ دیکھنے کے لیے ہوتی ہے کہ انسان نعمت کو مانتا ہے یا عطا کرنے والے مالک کل کو مانتا ہے۔ علم والے اللہ کا ساتھ رکھتے ہیں، بے علم اشیاء کے ساتھ لگے رہتے ہیں۔

قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۵۰﴾

ان سے پہلے والے بھی یہی کہتے رہے، تو ان کا کمایا ہوا ان کے کسی کام نہ آیا۔

دکھ کے وقت بے بسی کا اظہار کرنے والے اور نعمت کو پا کر اسے اپنے علم کی بدولت جاننے والے جھوٹے ثابت ہوجاتے ہیں۔ پھر ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے گرفت کا مقام آتا ہے تو ان کا کسب ان کے کسی کام نہیں آتا۔ پہلے بھی یہ ہوتا رہا ہے۔ سابقہ واقعات سے سبق لینا بھی عقل مندی ہے۔ خسارے کی راہ کو اختیار کرنے والے فلاح نہیں پاسکتے۔

حاصل: ناشکری کا راستہ اختیار کرنے والے اس انجام کو پہنچیں گے، جس انجام کو پہلے ناشکری کرنے والے پہنچ چکے ہیں۔ اللہ کی پکڑ انسان کو دوسروں کے لیے عبرتناک بنادیتی ہے۔

فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ؕ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۱﴾

تو ان پر پڑ گئیں ان کے کسبوں کی برائیاں۔ اور جو ظالم ہیں ان پر عن قریب پڑیں گی ان کے کسبوں کی برائیاں اور وہ عاجز نہیں کرسکیں گے۔

جو لوگ پہلے خلاف حق کرچکے ہیں، ماضی میں عذاب الٰہی نے ان کا احاطہ کیا ہے۔ جو حال پر خلاف حق کررہے ہیں ان کو بھی اتمامِ حجت کے بعد عذاب الٰہی اپنی گرفت میں لے لے گا، اور یہ نہیں ہوگا کہ وہ عذاب الٰہی کے احاطے سے نکل جائیں۔ جو خلاف حق کررہا ہے اور کرتا چلا جارہا ہے اس کے پاس عمل کے لیے دیا گیا وقت کم ہی ہورہا ہوتا ہے۔

حاصل: اپنے برے اعمال کے انجام سے بچ جانا ممکن نہیں۔ خلاف حق کرنا ظلم ہے، اور ظالم جلد ہی عذاب الٰہی کی گرفت میں آجاتا ہے۔ عذاب الٰہی کے دائرے سے نکل جانا قطعاً ناممکن ہے۔

Marfa

اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾

کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ ہی رزق میں بڑھا دیتا ہے جس کے لیے چاہے اور تنگ کر دیتا ہے (جس کے لیے چاہے)۔ بے شک اس میں ایمان والے لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

رزق میں کشادگی اور تنگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ اللہ سے بڑا کوئی علم والا نہیں۔ کشادگی کی صورت میں اظہار عبدیت یوں ہو گا کہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کے عطا کردہ رزق کو محسنین کی طرح لوگوں پر خرچ کیا جائے۔ دنیا [illegible] ہے۔ تنگی کی صورت میں اظہار عبدیت یوں ہو گا کہ صبر کے ساتھ حال کو گزارا جائے اور یقین رکھے [illegible] کے لیے موزوں ترین ہیں جو علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہو رہا ہے۔ ایمان والے کشادگی و تنگی اللہ کی مہربانی جانتے ہیں [illegible] بھی اللہ کی مہربانی جانتے ہیں۔ ہونے کے مقام پر بھی اللہ کا ساتھ ہو، نہ ہونے کے مقام پر بھی اللہ کا ساتھ [illegible]

حاصل: رزق میں کشادگی ہو یا تنگی ہو، ہوتی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اللہ [illegible] ایمان والے لوگ اپنے مشاہدات میں اللہ کے کرم کو بہر حال دیکھتے ہیں۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الشوریٰ (۴۲) میں فرمایا ہے: وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۷﴾ اور اگر اللہ اپنے سب بندوں کے رزق میں [illegible] میں فساد کرتے۔ ولیکن وہ اتارتا ہے جس قدر چاہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں کی خبر رکھتا ہے [illegible]

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾

فرما دیجئے اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جان پر اسراف کیا ہے، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جانا۔ بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔ بے شک وہ غفور رحیم ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی نصیحت سے اعراض کرنا اسراف ہے [illegible] نصیحت ہے۔ اس کے مقابل جو بات بھی مانی جائے اس سے پریشانی [illegible] ہے اور بندہ رحمت الٰہی سے مایوسی کی طرف چل پڑتا ہے [illegible] پر بھی رحمت الٰہی کی امید کے ساتھ اصلاح حال [illegible] جاتی ہے۔ اللہ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

حاصل: اللہ کے فرمان کے خلاف کرنا اسراف ہے۔ اسراف کرنے والا ہمیشہ پریشان ہو جاتا ہے۔ پریشانی میں بھی بندہ حق کو ماننے کا عہد کرے تو رحمت الٰہی اس کا سہارا ہوتی ہے اور بندے کو بخش بھی دیا جاتا ہے [illegible] جاتا ہے۔ عبداللہ ہونے کا حق اللہ کی سنت کے مطابق ہونے سے ہی ادا ہوتا ہے۔

وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۴﴾

اور اپنے ربّ کی طرف رجوع لاؤ اور فرمان برداری کرو، قبل اس کے کہ تم پر عذاب آئے، پھر کوئی تمہاری نصرت کو نہ آئے گا۔

اسراف کرنے والوں کو اپنے گناہوں کی بہتات کو دیکھتے دیکھتے حق سے اعراض کے رخ پر تک نہیں جانا چاہیے۔ اللہ کی رحمت اتنی وسیع ہے کہ حق کو مان لینے والے کے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ رحمتِ الٰہی سے فیض یاب ہونے کا طریقہ بتایا گیا ہے: پہلا قدم ہے انابت اور دوسرا قدم ہے فرمان برداری۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے کا اتباع کیا جائے تو انابت کا حق ادا ہوتا ہے، اور شاہد کے فرمان پر اپنی پسند کو قربان کر دیا جائے تو فرمان برداری کا حق ادا ہوتا ہے۔ عمل کے لیے دیئے گئے وقت کے بعد خلافِ حق کرنے والے پر گرفت ضرور ہوتی ہے۔ گرفت سے پہلے ہی حق سے استفادہ کیا جاسکتا ہے، اس کے بعد مدد کرنا کسی کے بس میں نہیں ہوگا۔

حاصل: اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والا، اللہ کی فرمان برداری کرنے والا، مسرف نہیں رہتا۔ اصلاحِ حال کے لیے دیئے گئے وقت کے بعد مدد کرنا کسی کے بس میں نہیں ہوگا۔

وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۵۵﴾

اور اس احسن کا اتباع کرو جو تمہارے ربّ کی طرف سے تمہارے پاس آیا ہے، قبل اس کے کہ عذاب اچانک تم پر آپڑے اور تمہیں شعور بھی نہ ہو۔

قرآن پاک احسن الحدیث ہے۔ بہترین نصیحت کا تعلق ہمیشہ قرآن پاک سے ہوتا ہے۔ صریحاً عربی زبان میں ہے۔ اس میں کوئی کجی نہیں، کوئی تضاد نہیں۔ حق کو ماننے کی صورت میں بشارت کو واضح فرمایا گیا ہے، حق کے انکار کے انجام سے بھی وضاحت کے ساتھ ڈرایا گیا ہے۔ کوئی حال ہو کوئی مقام ہو قرآن پاک سے ہدایت لی جاسکتی ہے۔ یہ کتاب اللہ، ہمارے پالنے والے علیم مطلق کی طرف سے ہمارے لیے بھیجی گئی ہے۔ اس میں جو بھی فرمایا گیا ہے، ہمارے لیے ہے۔ ہم اس سے عمل کے لیے دیے گئے وقت میں ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ عمل کے لیے دیئے گئے وقت کے بعد گرفت کا مقام آئے گا، اور وہ گرفت ایسی نہیں ہوگی جس سے بچ جانا ممکن ہو۔

حاصل: اجتماعی طور پر قرآن پاک کو ماننا، عطاءِ الٰہی کی قدر کرنے کا ثبوت ہے۔ اس بہترین عطا کی بے قدری ہوگی تو عذاب بھی ضرور آئے گا، جو اچانک بھی ہوگا، اور اس سے بچ جانا بھی ممکن نہ ہوگا۔

اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾

مبادا کوئی کہے کہ اے حسرت میری کوتاہی پر جو اللہ کے بارے میں مجھ سے صادر ہوئی، اور میں تو تمسخر ہی کرتا رہا۔

جو حال پر اللہ کی بہترین عطا کی بے قدری کرے گا، اسے مستقبل میں اپنے کئے پر ندامت ہوگی۔ اپنی کوتاہیوں پر افسوس بذاتِ خود

Marfat

مستقل دکھ ہوگا، اور یہ احساس بھی دکھ دے گا کہ ناصحین کا مذاق اڑانے والوں میں شمولیت رہی۔

حاصل: اللہ کے فرمان کی قدر کرنی چاہئے ناصحین کا ادب کرنا چاہئے۔ یہی بھلے لوگوں کا طریق زندگی ہے۔ اللہ کے فرمان کی بے قدری اور ناصحین سے تمسخر یہ برے لوگوں کا طریق زندگی ہے۔ جو حال پر [illegible] ہے اسے مستقبل میں اپنے کئے پر افسوس ہوگا۔

أَوْ تَقُولَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ هَدَانِي لَكُنتُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿٥٧﴾

یا کوئی یہ کہے کہ اگر اللہ مجھے راہ دکھاتا تو میں متقین سے ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے جو نصیحت نازل فرمائی ہے جس طرح تمام لوگوں تک پہنچی ہے [illegible] بدولت قیامت کے دن کسی کے لیے یہ کہنا ممکن نہ ہوگا کہ مجھے تو حق کا پتہ ہی نہیں تھا [illegible]

حاصل: حق ہر ہر بندے تک پہنچتا ہے۔ اس کے ماننے یا نہ ماننے کی شعوری کوشش [illegible]

أَوْ تَقُولَ حِينَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ أَنَّ لِي كَرَّةً فَأَكُونَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٨﴾

یا کوئی عذاب دیکھ کر کہے کاش میں واپس جا سکوں تو محسنین سے ہو جاؤں۔

[illegible] اہمیت بھی اس پر واضح ہو جاتی ہے [illegible] دیتا ہے۔ عذاب الٰہی دیکھ کر [illegible] محسنین کے ساتھ [illegible]

حاصل: محسنین کے ساتھ ہونے میں دنیا و آخرت کی فلاح ہے۔ عذاب الٰہی [illegible] لگے گا مگر اس وقت اصلاح کو قبول کرنے کی مہلت ختم ہو چکی ہوگی۔

بَلَىٰ قَدْ جَاءَتْكَ آيَاتِي فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنتَ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴿٥٩﴾

ہاں بے شک تیرے پاس میری آیات آ گئی تھیں تو نے ان کی تکذیب کی اور تکبر کیا اور تو کافروں سے تھا۔

خلاف حق کرنے والے لوگوں میں سے ہر ایک کے پاس اللہ کی نشانیاں آتی ہیں [illegible] کے مقابل اہمیت دیتا ہے اور استکبار کرتا ہے اور پورے شعور سے [illegible] میں مجرمین پر واضح کر دی جائے گی جو عذاب الٰہی کے شاہد [illegible]

حاصل: اللہ کی نشانیاں دیکھنا، ان کو جھٹلانا، استکبار کرنا اور کافروں کی راہ اختیار کرنا [illegible] گزرنا ہوتا ہے۔

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۶۰﴾

اور قیامت کے دن تم دیکھو گے کہ جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا تھا، ان کے چہرے سیاہ ہیں۔ کیا متکبرین کا ٹھکانا جہنم میں نہیں۔

فلاح کی راہ اختیار کرنے والے لوگوں کے چہرے روشن ہوں گے، خسارے کی راہ اختیار کرنے والے لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ سیاہ چہرے والے لوگوں سے فرمایا جائے گا، کیا تم ایمان کے بعد کافر ہوئے تو اب چکھو عذاب، اس لیے کہ تم کفر کرتے تھے۔ روشن چہرے والے حضرات کو اللہ کی رحمت سے نوازا جائے گا۔ اللہ کے بارے میں وہی کہنا حق ہے، جو قرآن پاک کی رو سے مستند ہے اور ہم عملاً اس کو مانتے ہیں۔ متکبرین کا ٹھکانا صرف اور صرف جہنم میں ہی ہو سکتا ہے کہ ان کے اعمال کی جزا یہی ہے۔

حاصل: اللہ پر جھوٹ باندھنے والے لوگوں کا رخ حیاتِ دنیا میں بھی سیاہ ہوتا ہے مگر یہ سیاہی خلوت میں ہوتی ہے، آخرت میں یہ سیاہی جلوت میں آجائے گی۔ متکبرین کا ٹھکانا صرف اور صرف جہنم میں ہے۔

وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۡ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۱﴾

اور اللہ ان لوگوں کو جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا، کامیابی کے ساتھ نجات دے گا، نہ انہیں تکلیف پہنچے گی اور نہ انہیں حزن ہوگا۔

اللہ سے ڈرنے والے لوگوں کو عزت و رحمت سے نوازا جائے گا۔ ان کی کوتاہیوں کو بخش دیا جائے گا۔ ان کا اللہ پر ایمان رکھنا، اللہ کے رسول پر ایمان رکھنا اور اللہ کی راہ میں مال اور جان سے جہاد کرنا، ان کی کامیابی کا باعث ہوگا۔ ہدایت کے اتباع کو حال بنانے والے یہ لوگ غم میں مبتلا نہ ہوں گے۔

حاصل: متقی ہونے میں فلاحِ دارین ہے۔ اللہ نے یہ سند نازل فرمائی ہے کہ آخرت میں متقی لوگوں کو نہ دکھ پہنچے گا، نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۡ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۶۲﴾

اللہ ہی ہر شے کا خالق ہے، اور وہی ہر شے پر وکیل ہے۔

اللہ خالق کل ہے۔ ہر شے کو اس نے اپنے علم سے بنایا ہے۔ کسی شے کو اس نے بے مقصد نہیں بنایا۔ ہر شے کو اس کے منشا تخلیق کے مطابق ایک دائرہ کار میں لگائے رکھنا اور کائنات کے توازن کو قائم رکھنا اللہ کے ہر شے پر وکیل و محافظ ہونے کا ثبوت ہے۔ جس شے کو بھی خلاف حق استعمال کیا جائے گا، اس کے نتائج برے ہی ہوں گے، اور اللہ کی قدرت کے ہر شے پر محیط ہونے کا مشاہدہ تو انسان کو ہوتا ہی رہتا ہے۔

حاصل: کسی بھی شے کو اس کے منشا تخلیق کے مطابق استعمال کرنا اور اللہ کی قدرت کے احاطے کو ہر مقام پر دیکھتے رہنا بھلائی کی راہ ہے۔ ہمیں اسی کی جزا دی جائے گی، جو رخ ہم اختیار کریں گے۔

Marfa

لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (۶۳) ع

اسی کی ملکیت ہیں آسمانوں اور زمین کی کنجیاں۔ اور جن لوگوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا وہی خسارے والے ہیں۔

آسمانوں اور زمین کا خالق اللہ ہی ہے۔ تمام خزانوں کا خالق و مالک بھی اللہ ہی ہے۔ ان خزانوں کی کنجیاں بھی اسی کے پاس ہیں۔ ان خزانے کو مشیت الٰہی کے خلاف استعمال کرنا ممکن ہی نہیں۔ جو لوگ اللہ کی نشانیوں کو دیکھ لینے کے بعد بھی [illegible] ہے، یہ لوگ شعوری کوشش کے ساتھ خسارے کی راہ کو اپناتے ہیں۔ دنیا میں خوف و حزن ان پر مسلط ہو جاتا ہے، آخرت میں عذاب ان کو گھیرے گا۔ یہی دنیا و آخرت کا خسارہ ہے۔

حاصل: آسمانوں اور زمین سے جو کچھ بھی حاصل ہو اس کو حق کے مطابق استعمال کیا جائے تو اللہ کی رحمت کا در کھلے گا۔ جو لوگ اللہ کی نشانیوں کو دیکھ کر بھی من مانی کرنے سے باز نہ آئیں وہی خسارے والے ہوتے ہیں۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الزمر (۳۹) میں ارشاد فرمایا ہے: قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ۭ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ فرما دیجئے! اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو، اپنے رب پر تقویٰ کرو۔ جنہوں نے بھلائی کی ان کے لیے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور اللہ کی زمین وسیع ہے۔ تو صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔

قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْۗنِّىْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ (۶۴)

فرمائیے۔ اے جاہلو! کیا تم مجھے غیر اللہ کی بندگی کے لیے کہتے ہو۔

آسمانوں اور زمین کے خالق و مالک کے مقابل اپنے من کے بنائے ہوئے [illegible] کا اس کی اسناد بھی نظر آ جائیں تو پھر خلاف حق کرنے سے باز نہ آنا جہالت [illegible] حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو عذاب الٰہی سے ڈرایا تو [illegible] ان کے آنے کا وقت تو اللہ کے علم میں ہے، میں تو تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا رہا ہوں [illegible]

حاصل: غیر اللہ کی بندگی کا امر کرنے والے قطعاً جاہل ہوتے ہیں۔ خالق کے مقابل اپنے من [illegible] کے اختیارات کو بڑھا دینے سے جہالت ہی بڑھتی ہے۔

وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (۶۵)

اور بے شک تیری طرف بھی اور تجھ سے پہلے والوں کی طرف بھی یہی حکم بھیجا گیا کہ اگر تو نے شرک کیا تو تیرے عمل ضائع ہو جائیں گے اور تو خسارے والوں سے ہو جائے گا۔

rfat.com

قرآن پاک میں فرد کو بھی خطاب فرمایا گیا ہے، جماعت کو بھی خطاب فرمایا گیا ہے۔ مثلاً اسی سورۃ کی آیت ۵۹ میں فرمایا گیا ہے: بے شک تیرے پاس میری آیات آئیں تو تو نے ان کو جھٹلایا اور استکبار کیا اور تو کافروں سے تھا۔ یہ حق کا انکار کرنے والے ہر ہر فرد سے خطاب ہے۔ یہاں بھی یہ واضح فرمایا گیا ہے کہ حق کا ہر ہر بندے تک پہنچنا اللہ کی شان ہے۔ حال ہو یا ماضی اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہی فرمایا گیا ہے کہ بندے اگر تو نے شرک کیا تو تیرے عمل ضائع ہو جائیں گے اور تو خسارے والوں سے ہو جائے گا۔ شرک ظلم عظیم ہے۔ مشرک کبھی حنیف نہیں ہوسکتا، اور حنیف ہونا، یک سو ہونا، فلاح پانے والوں کی نشانی ہے۔

حاصل: اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا حق ہی سند کا درجہ رکھتا ہے، اور حق میں اختلاف کا مقام نہیں ہوتا۔ حق کو ماننے کا دعویٰ شرک کے ارتکاب سے جھوٹا ثابت ہو جاتا ہے اور وہ سب عمل بھی ضائع ہو جاتے ہیں جو حق کو ماننے کے حوالے سے کئے گیے ہوں۔ شرک کا انجام قطعاً خسارہ ہے کہ مشرک حزب الشیطان سے ہوتا ہے۔

بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۶﴾ بلکہ صرف اللہ کی بندگی کر اور شاکرین سے ہو۔

بندے کی فلاح اسی میں ہے کہ وہ صرف اللہ کی بندگی کرے، اور شکر کرنے والوں کے ساتھ رہے۔ اللہ کی بندگی وہی کر سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا ہو جائے۔ جس کا مقصود اللہ کی رضا کے علاوہ کچھ نہ ہو، وہ شاکرین کے ساتھ لگے گا تو اس کی شکر گزاری کی تصدیق ہو جائے گی۔ اللہ کی عطا کو، اللہ کی رضا پر لگانے کا علم شاکرین سے ہی سیکھا جا سکتا ہے۔

حاصل: اللہ کی بندگی کرنے والے کے لیے شاکرین سے ہونا لازم ہے۔ مشرک کبھی شاکر نہیں ہوسکتا۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾

اور انہوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جیسے اس کی قدر کا حق تھا۔ اور قیامت کے دن ساری زمین اسی کے قبضہ قدرت میں ہوگی اور آسمان بھی اسی کے ہاتھ ہوں گے۔ اس کی ذات ان کے شرک سے پاک اور بلند ہے۔

مشرک اللہ کی بے قدری کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ان کی جہالت ان کو قدردان بننے سے روک دیتی ہے، اور جہالت کو چھوڑنے کے لیے مشرک تیار نہیں ہوتے۔ اللہ کی قدر کا حق یہ ہے، کہ اس کے فرمان کی ادب سے تعمیل ہو اور اس کا شکر ادا کیا جائے کہ جو نصیحت اس نے بھیجی ہے، اس سے بہتر کچھ نہیں ہے، اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے بہتر کوئی راہ عمل نہیں ہے۔ زمین و آسمان حال پر بھی اللہ کے احاطہ قدرت میں ہیں مگر قیامت کے دن حقائق جس طرح واضح ہوں گے کسی اختلاف کا وہاں امکان ہی نہ ہوگا۔ جب زمین کا مقصد تخلیق پورا ہو جائے گا، آسمانوں کا مقصد تخلیق پورا ہو جائے گا، تو یہ ماحول بدل جائے گا۔ جواب جلوت ہے یہ خلوت ہو جائے گی اور جواب خلوت ہے وہ جلوت میں آجائے گی۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے، واحد ہے اور بے مثل ہے، قادر مطلق ہے، خالق کل ہے، اس کی ذات ان کے شرک سے بلند و بالا ہے۔

at.com

حاصل: مومن اللہ کی قدر کرتے ہیں، مشرک بے قدری کے مرتکب ہوتے ہیں۔ جو کچھ اب جلوت میں ہے اللہ کی قدرت سے ہے، جو کچھ اب خلوت میں ہے وہ بھی اللہ کی قدرت سے ہے۔ قیامت کے دن یہ جلوت خلوت ہو جائے گی، اور خلوت جلوت ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے والے خسارے میں پڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور بے مثل ہے۔ کوئی اس کا شریک ہو ہی نہیں سکتا۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿۶۸﴾

اور صور پھونکا جائے گا تو بے ہوش ہو جائیں گے جتنے بھی آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں مگر جس کو اللہ چاہے۔ پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تب ہی وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے۔

عمل کے لیے دی گئی مہلت کے ختم ہوتے ہی حکم الٰہی سے صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمین میں [illegible] لیے مہلت دی گئی ہے۔ ان پر ہوش کا مقام نہیں رہے گا۔ اس وقت جس کو اللہ [illegible] کا مشاہدہ حیات دنیا میں بھی بندے کو ہوتا رہتا ہے۔ مگر جو پہلا آخرت میں [illegible] گی۔ پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو جزا کا مقام آ جائے گا، اور سب [illegible] میں انہیں آگاہ کر دیا گیا تھا۔ اللہ کی قدرت کی شان یہ ہے کہ اس کی ایک آواز سے [illegible] ہونا ہونے میں بدل جائے گا۔ تمام تبدیلیاں اس [illegible]

حاصل: اللہ کی قدرت یہ شان رکھتی ہے کہ اس کی ایک آواز سے [illegible] سے نہ ہونا، ہونا ہو جائے گا۔ دار عمل بھی اللہ کا ہے، دار جزا بھی اللہ کا ہے۔

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۹﴾

اور زمین اپنے رب کے [illegible] کتاب رکھی جائے گی [illegible] جائیں گے اور ان کے [illegible] فرما دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

قیامت کے دن [illegible] سے [illegible] والے [illegible] افسوس [illegible] اللہ [illegible] صداقت کا ثبوت ہے۔ [illegible]

رکھتی ہے۔ جس کے عمل صالح ہوں گے، وہ شاہدین کے ماننے کے دعوے میں سچا ثابت ہوجائے گا۔ جس کے عمل غیر صالح ہوں گے وہ ماننے والوں میں شمار نہیں ہوگا۔ حق فرمان الٰہی ہے، قیامت کے دن اسی حوالے سے فیصلہ فرمایا جائے گا، اور کسی پر بھی ذرہ برابر زیادتی نہ ہوگی۔

حاصل: حق کو روشن کرتے رہنا بندے کی شان ہے۔ اپنے اعمال کو جزا کے حوالے سے دیکھنا چاہئے۔ شاہدین سے تعلق کا دعویٰ ہو تو حسن عمل سے اس کا ثبوت بھی دینا چاہیے۔ ہماری بات حق کے مطابق ہونی چاہیے، اور کبھی خلاف حق نہیں ہونی چاہیے۔

وَ وُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝ ع

اور ہر نفس کو پورا ملے گا جو عمل وہ کرتا تھا اور اللہ کو سب سے زیادہ علم ہے جو فعل وہ کرتے تھے۔

پوری پوری جزا دینا اللہ کی شان ہے۔ اس کا وقت اللہ نے یوم الدین رکھا ہے۔ کوئی مقام ہو عمل کرنے والے کی نیت بھی اللہ سے مخفی نہیں ہوتی، عمل بھی اللہ سے مخفی نہیں ہوتا۔ ہمارے ہر فعل کا سب سے بڑا علم اللہ کو ہی ہوتا ہے، اس لیے پوری پوری جزا اللہ ہی دے سکتا ہے۔

حاصل: اپنے قول کی بھی حفاظت کرنی چاہئے، اعمال کی بھی حفاظت کرنی چاہئے کہ ہمیں ہمارے کئے کی پوری پوری جزا دی جائے گی۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ المومن (۴۰) میں ارشاد فرمایا ہے: مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ جس نے برا عمل کیا اسے اسی کی مثل جزا ملے گی۔ اور جو صالح عمل کرے گا، مرد ہو یا عورت اور ہو مومن تو یہی لوگ جنت میں داخل کیے جائیں گے، جہاں انہیں بے حساب رزق دیا جائے گا۔

وَ سِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَ يُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا بَلٰى وَ لٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝

اور کافروں کو جہنّم کی طرف ہانکا جائے گا، گروہ در گروہ، حتّٰی کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے، اس کے دروازے کھولے جائیں گے، اور اس کے داروغے ان سے کہیں گے، کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول تشریف نہیں لائے کہ تم پر تمہارے ربّ کی آیات تلاوت کرتے اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے۔ عرض کریں گے، آئے تو تھے۔ ولیکن کافروں پر کلمۂ عذاب پورا ہو کر رہا۔

کافروں کو جہنّم کی طرف اکٹھا کیا جائے گا۔ جو حال پر منکرین حق کے ساتھ ہے وہ قیامت کے دن بھی ان کے ساتھ ہوگا۔ اس طرح

گروہ در گروہ کافروں کو جہنم کی طرف ہانکا جائے گا۔ سزا کا مقام جہنم ہے۔ جب کافر یہاں پہنچیں گے تو جہنم کے دروازے کھول دیے جائیں گے، اور مقامِ سزا ان کے سامنے ہوگا۔ جہنم پر مقرر کردہ داروغے کافروں سے پوچھیں گے: کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے کہ تم پر تمہارے رب کی آیات تلاوت کرتے اور تمہیں اس دن کے بارے میں آگاہ کرتے۔ وہ کہیں گے: ہاں، آئے تھے، لیکن ہم نے ان کی تکذیب کی، اور ہم نے کہا اللہ نے کچھ بھی نازل نہیں فرمایا۔ اگر ہم سنتے اور عقل سے کام لیتے تو عذاب میں نہ پڑتے۔ شقاوت اختیار کرنے والوں کے لیے جو کچھ فرمایا گیا تھا وہ پورا ہو کر رہا۔

حاصل: مقامِ سزا کا دروازہ مجرمین کے پہنچنے پر کھلتا ہے۔ جس کا حال پر ساتھ ہو گا آخرت میں بھی وہی ساتھی ہو گا۔ جہنم کے داروغے بھی جو کچھ پوچھیں گے وہ امرِ الٰہی سے پوچھیں گے۔ رسولوں کی تشریف آوری کا بھی مجرمین اعتراف کریں گے، انجام سے آگاہی کا بھی اعتراف کریں گے، اور فرمانِ الٰہی کے پورا ہونے کو بھی دیکھ رہے ہوں گے۔

قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝

حکم ہوگا۔ ابوابِ جہنم میں داخل ہو جاؤ ہمیشہ کے لیے اس میں رہو۔ تو کیا ہی برا ٹھکانا ہے متکبرین کا۔

جہنم کے دروازوں میں داخلے کے حکم سے پہلے مذکورہ باتیں ہوں گی، اور کافروں سے اس اعتراف کے بعد کہ رسول آئے تھے لیکن انہوں نے اس کو جھٹلایا، اور وہ استکبار کرتے رہے، ان کو جہنم میں داخل ہونے کا حکم دیا جائے گا۔ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے، وہ ان کا ٹھکانا ہے۔ متکبرین کا ٹھکانا بہت برا ہے، کہ وہ دائمی رہنے کا مقام ہے۔

حاصل: کافروں سے اعترافِ جرم کروا کر ان کو جہنم میں داخل ہونے کا حکم دیا جائے گا، اور ان کو بتایا جائے گا کہ یہ تمہارا دائمی ٹھکانا ہے۔ استکبار سے تمام گناہ پیدا ہوتے ہیں اس لیے فلاح کی طالب ہو تو استکبار سے پرہیز کرنی چاہیے۔

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ۝

اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے انھیں گروہ در گروہ جنت کی طرف لے جایا جائے گا۔ جب وہ وہاں پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھلے ہوں گے، اور ان سے جنت کے داروغے کہیں گے سلام ہو تم پر، تم پاک ہو تو جنت میں داخل ہو جاؤ ہمیشہ رہنے کے لیے۔

جو لوگ احکامِ الٰہی کو مانتے ہیں، وہی اپنے رب سے ڈرتے ہیں، اور تقویٰ کی اساس سے متعین ہوتے ہیں کہ اللہ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ ہمارے حال کو آپ کے اسوۂ حسنہ سے نسبت دی گئی ہے۔ تو قول کے ساتھ ساتھ عمل ہی ہمارے حال پر ساتھ ہو گا۔ وہی آخرت میں بھی ساتھ ہوں گے۔ اسی طرح پاک لوگوں کو بڑی عزت کے ساتھ جنت کی طرف گروہ در گروہ لے جایا جائے گا۔ ان لوگوں کو نہ کوئی برائی محسوس کرے گی، نہ انھیں غم ہوگا۔ جب یہ لوگ وہاں پہنچیں گے تو جنت کے دروازے ان کے استقبال میں کھلے ہوں گے۔

گے، اور ملائکہ ان حضرات کو سلام کہیں گے اور ان سے کہیں گے تم جنت میں داخل ہو جاؤ ہمیشہ رہنے کے لیے۔

حاصل: پاک لوگوں کی تکریم کا ایک رکن یہ بھی ہے کہ ان کی تشریف آوری سے پہلے ان کی آرام گاہ کے دروازے کھلے ہوں اور خوش آمدید کہنے والے ان کے منتظر ہوں۔ جنت دائمی راحت کا مقام ہے۔

وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَ اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ۝

اور وہ کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اللہ نے ہم سے اپنا وعدہ پورا کیا، کہ ہمیں اس زمین کا وارث کیا، ہم جنت میں رہیں جہاں چاہیں۔ تو کیا ہی اچھا اجر ہے عمل کرنے والوں کے لیے۔

جنتی حضرات اللہ کا شکر بجا لائیں گے، کہ اللہ نے ان کو اپنے فضل سے نوازا ہے اور انہیں دائمی راحت عطا فرمائی ہے۔ جنت میں رہنے کا شرف، جہاں چاہیں رہنے کی آزادی، خدائی مہمانوں کی شان ہے۔ جنتی حضرات کو وہی ملے گا جو وہ چاہیں گے۔ صالح عمل کرنے والے جو اجر پائیں گے، وہ رب العالمین کی طرف سے ہوگا، جس سے بہتر اجر دینے والا کوئی نہیں ہے۔

حاصل: سکھ عطا کرنے والے مالک کل کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ دائمی راحت کا مقام اللہ ہی عطا کرتا ہے۔ اللہ سب سے بہتر اجر دینے والا ہے۔ صالح عمل کرنے والوں کی قدر کرنی چاہیے۔

وَ تَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّیْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَ قُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ قِیْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ ع

اور تم ملائکہ کو دیکھو گے، عرش کے گرد حلقہ کئے ہوئے، حمد سے اپنے ربّ کی تسبیح کر رہے ہیں۔ اور بندوں کے مابین حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا، اور پکار ہوگی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

قیامت کے دن ملائکہ عرش الٰہی کے گرد حلقہ کئے ہوئے ہوں گے۔ حمد سے اپنے رب کی تسبیح کر رہے ہوں گے، تقدیس بیان کر رہے ہوں گے۔ اور بندوں کے مابین تمام معاملات کا حق کے مطابق فیصلہ کر دیا جائے گا، کسی پر قطعاً کوئی زیادتی نہ ہوگی۔ جزا کا مقام اس قدر عیاں ہوگا، کہ اللہ کے پاک بندے بھی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پڑھ رہے ہوں گے، ملائکہ بھی یہی پڑھ رہے ہوں گے، اور کائنات بیک آواز اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پڑھے گی۔

حاصل: اللہ کی شان بیان کرنا بندے کی بھلائی ہے۔ فیصلہ حق کے مطابق ہو تو اللہ کی تائید شاملِ حال ہوتی ہے۔ دنیا میں بھی حق کے مطابق فیصلہ ہو جانے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پڑھنا چاہیے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ محمد (۴۷) میں فرمایا ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ لَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ۝ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ کی اطاعت کرو، اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔

at.com

اٰیاتھا ۸۵ | ۴۰ سورۃ المومن مکیۃ ۶۰ | رکوعاتھا ۹

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ حروف مقطعات

سورتوں کے ناموں کی حد تک بھی اختلاف نہیں ہونا چاہیے۔ معیار وہی ہے جس کی رہنمائی [illegible]
کی ابتدا بھی حروف مقطعات سے ہو رہی ہے۔ یہ حروف الگ الگ پڑھے جاتے ہیں۔ [illegible]
تعین نہیں کیا جاتا کہ یہ خاموشی کا مقام ہے۔

حاصل: بولنا بھی علم سے ہونا چاہیے، خاموشی بھی علم سے ہونی چاہیے۔

تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ۙ﴿۲﴾ اس کتاب کا نزول اللہ کی طرف سے ہوا ہے جو عزیز ہے، علیم ہے۔

قرآن پاک کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ اس کتاب کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے [illegible]
ہے ... ہر شے کا علم رکھتا ہے۔ اس کی نصیحت کو کسی دوسرے کی بات سے [illegible]
بہترین ذریعہ ہے۔ حصول علم کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس کے مقابل [illegible]

حاصل: قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے۔ حصول [illegible]
سے ہدایت لینی چاہیے۔

غَافِرِ الذَّنۡۢبِ وَ قَابِلِ التَّوۡبِ شَدِیۡدِ الۡعِقَابِ ۙ ذِی الطَّوۡلِ ؕ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ؕ اِلَیۡہِ الۡمَصِیۡرُ ﴿۳﴾ جو گناہ بخشنے والا اور توبہ [illegible] عذاب والا [illegible] کوئی معبود نہیں، سب کو اسی کی طرف [illegible]

اللہ عزیز و علیم ہے۔ گناہ ہو جائے تو بندے کو بخش دینا اللہ کی شان ہے۔ [illegible]
خلاف حق کرنے سے [illegible] تو اللہ کی [illegible]
کے گناہوں کی نفی کر دیتا ہے۔ جو خلاف حق کرنے سے باز نہ آئے اس [illegible]
[illegible] کی گرفت سے اس کا مقابل نہیں [illegible]
زندگی کے اہم مقامات یہی ہیں۔ گناہوں کا بخشنا بھی اللہ کی شان ہے، توبہ قبول کرنا بھی اللہ کی شان ہے، خلاف حق [illegible]
شدید گرفت میں لینا بھی اللہ کی شان ہے۔ اور حق کے ماننے والوں [illegible]

rfat.com

اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ مذکورہ صفات میں اس کے مقابل کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ اسی کی طرف سے سب کا آنا ہوا ہے، اسی کی طرف سب کا جانا ہوگا۔ ان حقائق کو مان لینے کے بعد حیاتِ دنیا میں من مانی کرنے کا راستہ چھوڑ دینا ہی بندے کے صادق ہونے کا ثبوت ہوگا۔

حاصل: اللہ سے بخشش طلب کرنی چاہئے۔ خلافِ حق کرنے سے توبہ کرنی چاہئے۔ اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔ یہ یقین رکھنا چاہئے جو اللہ عطا کرسکتا ہے وہ کوئی دوسرا کر ہی نہیں سکتا۔ ان مقامات پر پورا رہنا، اللہ کو معبود ماننے کا ثبوت ہوگا۔ جس کی طرف سے آنا ہوا ہے، اسی کی طرف واپسی ہوگی، تو پھر شعوری زندگی میں من مانی کرنا قطعاً بے جا ہوگا۔

مَا يُجَادِلُ فِيٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ﴿۴﴾

اللہ کی آیات میں وہی لوگ مجادلہ کرتے ہیں جو کافر ہیں۔ تو ان کا شہروں میں چلنا پھرنا تمہیں دھوکہ نہ دے۔

اللہ کی آیات حق ہیں اور اللہ کی طرف سے نازل فرمائی گئی ہیں۔ یہ ماننے والوں کے لیے ہدایت و رحمت ہیں۔ جو لوگ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں وہ اللہ کی آیات میں جھگڑتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے ظن کو حق کے مقابل وقعت دیتے ہیں، اللہ کی عطا کو اپنی کارکردگی کی بدولت جانتے ہیں اور من مانی کرنے کو بہترین طریقِ زندگی ثابت کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ ان لوگوں کی شہروں میں ظاہری شان وشوکت عام بندے کو دھوکے میں ڈال سکتی ہے، کہ خلافِ حق کرنے والے لوگ اسے موجیں کرتے نظر آتے ہیں۔ مگر دیکھنے کی بات یہ ہے کہ حیاتِ دنیا میں اترانے والے لوگ، آخرت کے مقابل حیاتِ دنیا میں دل لگا کر کج روی اختیار کرنے والے لوگ تو صریحاً گمراہی میں ہیں۔ متاعِ حیات تو یہ دیکھنے کے لیے دی جاتی ہے کہ اس کا استعمال کس طرح کیا جاتا ہے، کون رخ کو درست رکھتا ہے، اور کون رخ کو درست نہیں رکھتا۔

حاصل: حکمِ الٰہی کے مطابق رہنا مومن کی شان ہے، اللہ کی آیات میں مجادلہ کرنا کفر ہے۔ زینتِ حیاتِ دنیا اور ظاہری شان وشوکت کسی کی صداقت کا ثبوت نہیں ہے۔ جس قدر توفیق دی گئی ہے، اسی قدر پوچھ بھی ہوگی۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۪ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۵﴾

ان سے قبل قومِ نوح نے اور ان کے بعد گروہوں نے تکذیب کی، اور ہر امت نے اپنے رسول کو پکڑنے کا ارادہ کیا، اور حق کو پسپا کرنے کے لیے بالباطل مجادلہ کیا۔ تو میں نے انہیں پکڑا۔ پھر کیسی ہوئی میری پکڑ۔

شہروں میں ظاہری شان وشوکت سے دندناتے پھرتے کافر پہلے بھی ہوئے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم بھی بڑے وسائل رکھتی تھی۔ عاد اور ثمود بھی زینتِ حیاتِ دنیا پر اترانے والے لوگ تھے۔ یہ لوگ حق کو جھٹلاتے رہے۔ ان کا انجام تباہی ہی ہوا۔ جب بھی کسی امت کے پاس اس کا رسول آیا، ان لوگوں نے اس رسول کی تکذیب کی تو اللہ نے اگلوں سے پچھلوں کو ملا دیا، اور انہیں کہانیاں کر ڈالا۔ ہر امت نے اللہ کے رسول کو پکڑنے کا ارادہ کیا۔ حق کے پسپا کرنے کے لیے پورا پورا زور لگایا۔ مجادلے میں کوئی کمی نہ چھوڑی۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کی

طرف سے ان پر گرفت آئی، تو وہ ایسے مٹا دیے گئے جیسے کبھی تھے ہی نہیں۔

حاصل: کافروں کی ظاہری شان و شوکت سے مرعوب نہیں ہونا چاہیے۔ حق کی تکذیب کرنے والوں کا انجام تباہی و بربادی ہی ہوتا ہے۔ اللہ کی پکڑ سے ڈرنا چاہیے، اور ہر مقام پر پاک رہنا چاہیے۔ سلامتی کے رخ پر چلنے والے ہی فلاح پاتے ہیں۔

وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۞

اسی طرح تمہارے رب کی بات ان لوگوں کے لیے جو کافر ہو چکے ہیں حق ہے کہ وہ دوزخ والے ہیں۔

کافروں کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ وہ زمین میں عاجز کرنے والے بن جائیں گے [illegible] غلبہ حاصل ہو جائے گا، ان کا ٹھکانا تو آگ ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے رہنے کی۔ جو لوگ [illegible] چکے ہیں، جو جہنم میں ختم ہوتا ہے۔

حاصل: کفر کا انجام یقیناً جہنم ہے۔ بھلائی کا رخ اختیار کرنے کے لیے [illegible] ہوتی ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۞

وہ جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے گرد ہیں حمد کے ساتھ اپنے رب کی تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں، اور ایمان والوں کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب تیری رحمت اور تیرا علم ہر شے پر [illegible] ان کو بخش دے جنہوں نے توبہ کی اور تیری راہ پر چلے، اور انہیں آگ کے عذاب سے بچا۔

عرش الٰہی کو اٹھانے والے اور اس کے گرد طواف کرنے والے حمد کے ساتھ اپنے رب کی تسبیح کرتے ہیں [illegible] اللہ کے فرمان کی تعمیل کرتے ہیں، اور اللہ کی مشیت کو سب سے مانتے ہیں۔ ایمان والوں کے لیے [illegible] ہمارے رب تیری رحمت اور تیرا علم ہر شے پر محیط ہے۔ تیری رحمت اور تیرے [illegible] رکھتا ہے۔ تو ان لوگوں کو بخش دے جنہوں نے [illegible] کو چھوڑ دیا اور تیری راہ اختیار کی [illegible] اتباع کیا۔ ان کی کوتاہیوں کو معاف کر دے، اور انہیں دوزخ کی آگ سے بچا [illegible] نزدیک خیر کا رخ رکھنے والوں کی بڑی اہمیت ہے۔

حاصل: اللہ کے مقرب فرشتے حمد سے اپنے رب کی تسبیح کرتے ہیں، اور ایمان والے لوگوں کے لیے دعا کرتے ہیں۔ توبہ کرنے والے اللہ کی راہ پر چل کر ہی اپنی صداقت کا ثبوت دے سکتے ہیں۔ صادق لوگ آگ کے عذاب سے بچائے جاتے ہیں۔

رَبَّنَا وَ اَدۡخِلۡهُمۡ جَنّٰتِ عَدۡنِ ِ الَّتِیۡ وَعَدۡتَّهُمۡ وَ مَنۡ صَلَحَ مِنۡ اٰبَآئِهِمۡ وَ اَزۡوَاجِهِمۡ وَ ذُرِّیّٰتِهِمۡ ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَكِیۡمُ ۙ﴿۸﴾

اے ربّ ہمارے انہیں رہنے کے باغوں میں داخل فرما، جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا تھا، اور ان کے آباء، وازواج اور اولاد کو بھی، جو صالح ہوں۔ بے شک تو عزیز ہے حکیم ہے۔

اللہ کے مقرب فرشتے توبہ کرنے والوں کے لیے، حق کا اتباع کرنے والوں کے لیے، بخشش کی دعا کرنے کے بعد اپنے رب سے یہ درخواست کریں گے: کہ اے رب ہمارے ان لوگوں کو بسنے کے باغوں میں داخل فرما، جن کا تو نے اپنے پاک بندوں سے وعدہ کیا تھا، اور ان لوگوں کے آباء کو بھی یہاں لا، ان کی ازواج کو بھی یہاں لا اور ان کی اولاد کو بھی یہاں لا جو صالحین کے رخ پر رہے ہوں۔ اللہ عزیز ہے، وہی عزت بڑھا سکتا ہے۔ حکیم ہے، وہی دکھ کو سکھ میں بدل سکتا ہے۔

حاصل: اپنے رب سے دعا کرنے میں بندگی کا جو اظہار ہوتا ہے، وہ کسی دوسری صورت میں نہیں ہوتا، اس لیے دعا کرنے کا یہی طریقہ احسن ہے۔ آباء، ازواج اور ذریت میں سے تعلق انہی کے ساتھ ہوگا جو صالحین کے رخ پر ہوں گے۔ رب العالمین عزیز وحکیم ہے۔

وَ قِهِمُ السَّیِّاٰتِ ؕ وَ مَنۡ تَقِ السَّیِّاٰتِ یَوۡمَئِذٍ فَقَدۡ رَحِمۡتَهٗ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ﴿۹﴾ ع

اور انہیں برائیوں سے بچا۔ اور جسے تو برائیوں سے بچالے اس دن تو بے شک اس پر تو نے رحم فرمایا۔ اور یہی عظیم کامیابی ہے۔

برائیوں کے انجام اور نتائج سے بندے کو بچانا، عزیز وحکیم کی شان ہے، اور جس پر رب العالمین کا رحم ہوگا، وہی کوتاہیوں کے نتائج سے بچایا جائے گا۔ کوتاہی بندے سے ہو جاتی ہے، نتائج اعمال سے تعلق رکھتے ہیں، جس کا رخ صالحین کا ہوگا، اس کی کوتاہیوں کے نتائج سے اس کو بچانا رب العالمین کی شان ہے۔ جس کو اللہ نے اپنے رحم سے نوازا، اسی نے عظیم کامیابی پائی۔

حاصل: برائی سے بچنا چاہیے۔ کوتاہی بندے سے ہو جاتی ہے۔ کوتاہی کے نتائج سے اللہ ہی بچا سکتا ہے جو ہمارا ربّ ہے۔ جس پر اللہ کا رحم ہوا، اسے عظیم کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ اللہ کی رحمت پر اپنا استحقاق نہیں ثابت کیا جا سکتا۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاسراء (۱۷) میں فرمایا ہے۔ رَبُّكُمۡ اَعۡلَمُ بِمَا فِیۡ نُفُوۡسِكُمۡ ؕ اِنۡ تَكُوۡنُوۡا صٰلِحِیۡنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلۡاَوَّابِیۡنَ غَفُوۡرًا ﴿۲۵﴾ تمہارا رب خوب جانتا ہے، جو تمہارے نفوس میں ہے۔ اگر تم صالح ہوئے تو بے شک وہ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَکْبَرُ مِنْ مَّقْتِکُمْ اَنْفُسَکُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِیْمَانِ فَتَکْفُرُوْنَ ﴿۱۰﴾

بے شک کافروں کو ندا کی جائے گی کہ اللہ کی بیزاری اس سے بہت زیادہ ہے جیسے تم آج اپنی جان سے بیزار ہو۔ جب تمہیں ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے۔

کافروں کی صفات یہ ہیں کہ جب انہیں ہدایت کی طرف بلایا جاتا تو سختی کی [illegible] قیامت کے دن کافر اپنے آپ سے بیزار ہوں گے۔ اس وقت ان کو یہ آواز دی جائے گی کہ اللہ کی بیزاری [illegible] سے بہت زیادہ ہے جتنی [illegible] بیزار ہو۔ جب تمہیں ایمان لانے کی دعوت دی جاتی تھی، تو تم اس کا انکار کرتے تھے اس دعوت سے بیزار [illegible] کے نتائج کو دیکھ رہے ہو۔ حیات دنیا میں اللہ لوگوں کو اپنے فضل سے نوازتا ہے لیکن [illegible] مہلت دینا اور اتمام حجت کرنا اللہ کی شان ہے۔ اس لیے اللہ کی بیزاری حال سے تعلق نہیں رکھتی۔

حاصل: کافر حق کو سن کر اس سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ قیامت کے دن وہ اپنے آپ سے بیزار ہوں گے۔ قیامت کے دن اللہ ان سے اپنی بیزاری کا اعلان کرے گا۔

قَالُوْا رَبَّنَاۤ اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَ اَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِیْلٍ ﴿۱۱﴾

عرض کریں گے اے رب ہمارے تو نے ہمیں دو بار موت دی، دو بار حیات دی تو اب ہم نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا ہے تو کیا یہاں سے نکلنے کی کوئی سبیل ہے۔

حیات دنیا سے پہلے کی حالت موت [illegible] نے تمہیں زندہ کیا، پھر تمہیں موت دی، پھر تمہیں زندہ کرے گا [illegible] کے اے رب ہمارے تو نے ہمیں دو بار موت دی، دو بار حیات دی تو ہم نے اپنے گناہوں کا اعتراف [illegible] کوئی راہ بھی ہے۔ گناہوں کا اعتراف اس صورت میں فائدہ دیتا ہے جب [illegible]

حاصل: موت و حیات دیکھنے کے لیے پیدا کیا گیا [illegible] صورت میں فائدہ دیتا ہے جب عمل کے لیے [illegible] اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا جاتا ہے [illegible]

ذٰلِکُمْ بِاَنَّهٗۤ اِذَا دُعِیَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ کَفَرْتُمْ ۚ وَ اِنْ یُّشْرَکْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ۚ فَالْحُکْمُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ الْکَبِیْرِ ﴿۱۲﴾

یہ اس لیے ہوا کہ جب اکیلے اللہ کو پکارا جاتا تو تم انکار کرتے تھے اور اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جاتا تو تم مان لیتے تھے۔ تو اب حکم اللہ کا ہے جو سب سے اعلیٰ اور بڑا ہے۔

rfat.com

جولوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے، جب ان کے سامنے اللہ کی وحدانیت کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل سمٹ جاتے ہیں، اور جب ان لوگوں کے سامنے اللہ کے مقابل غیروں کا ذکر ہوتا ہے تو وہ خوشیاں مناتے ہیں۔ قیامت کے دن یہ نظر آئے گا، کہ یوم الدّین کا مالک تو اللہ ہی ہے۔ نہ کوئی مرتبے میں اس جیسا ہے نہ کوئی بڑائی کے لحاظ سے اس جیسا ہے۔ وہ کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہے، سب اسی کے سامنے جواب دہ ہیں۔ اللہ کے حکم کی یہ شان ہے کہ ہر شے ادب سے اس کو ماننے کے لیے تیار ہے۔

حاصل: اللہ کو ایک ماننے سے ہی بھلائی حاصل ہوتی ہے۔ مشرک کبھی یکسو نہیں ہوتے۔ یوم الدّین کا مالک اللہ ہے، اس کے حکم کے مقابل کسی بات کو اہمیت دینا ایسے خسارے میں پڑنے کی صورت ہے، جس سے نکلنے کی کوئی سبیل نہ ہوگی۔

هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ وَ مَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾

وہی ہے جو تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور تمہارے لیے آسمان سے رزق نازل کرتا ہے۔ اور اس کی طرف رجوع لانے والے ہی نصیحت کو مانتے ہیں۔

اللہ کی قدرت کا مشاہدہ بہر حال ہوتا رہتا ہے۔ اللہ کی نشانیوں کو دیکھ کر بندوں کو اپنی حیثیت کا تعین کرنے میں کوئی مشکل نہیں پیش آتی۔ رزق دینا بھی اللہ کی شان ہے۔ وہ ہر ایک کو پالتا ہے اور اپنے علم سے پالتا ہے۔ جو رزق اللہ عطا کرتا ہے وہی بندے کے لیے مفید ہوتا ہے، وہی پورا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو نصیحت بھیجی گئی ہے، اس کے بہترین ہونے میں کوئی شک نہیں ہوسکتا کہ اللہ ہی ہر شے کا علم رکھتا ہے، مگر اس نصیحت سے فائدہ وہی اٹھاتے ہیں جو طلب ہدایت رکھتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لاتے ہیں۔

حاصل: اللہ کی قدرت کی نشانیوں کو دیکھ کر استقامت کے ساتھ راہِ حق پر رہنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ رزق اللہ عطا کرتا ہے۔ جو حدود اللہ کا احترام کرتے ہوئے عطاء الٰہی کو پورا جانتا ہے، اسے بے چینی نہیں ہوتی۔ بہترین نصیحت قرآنِ پاک ہی ہے، مگر فائدہ وہی اٹھا سکتے ہیں جو طلبِ ہدایت رکھتے ہیں۔

فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

تو اللہ ہی کی دعوت دو، خالص اسی کے دین کے ہو کر، اور اگرچہ کافروں کو اس سے کراہت ہو۔

اللہ کی طرف بلانے والے، حکم خداوندی کو مان کر دکھاتے ہیں۔ ان کا دین خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتا ہے۔ منکرین کی تضحیک و استہزاء، اور عداوت بھی ان کی استقامت پر اثر انداز نہیں ہوتی، اور ماننے والوں کی کثرت پر بھی انہیں فخر نہیں ہوتا۔ وہ اپنا حق ادا کرنے پر نظر رکھتے ہیں، اور حق کی ادائیگی میں اللہ کی رضا ہی مقصود ہوتی ہے۔ کافروں کو یکسوئی سے ہمیشہ کراہت ہوتی ہے، مگر یکسوئی ہی اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہے۔

حاصل: اللہ کی طرف بلانے والے کو، خالصتاً اللہ کے دین کا ہو جانا چاہئے۔ کافروں کو یک سوئی سے ہمیشہ

کراہت ہوتی ہے۔ مخلص اور حنیف کو اس نشانی سے بھی پہچانا جاتا ہے۔

رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ۙ⑮

درجات میں رفعت دینے والا عرش کا مالک اپنے امر سے روح کو القا فرماتا ہے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے کہ وہ ملنے کے دن سے ڈرائے۔

درجات میں بلندی عطا کرنا اللہ کا کام ہے اور اللہ کا کام بڑی حکمت اور بڑے علم سے ہوتا ہے۔ [illegible] بلند کرے، اس کے درجے کو کم کرنا کسی کے بس میں نہیں ہوتا۔ یہ بلندی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بصورت علم القا کی جاتی ہے [illegible] درجہ عطا ہو وہ لائق احترام ہو جاتا ہے۔ جس کو اللہ یہ بلند درجہ عطا کرنا چاہے تو اسی کو عطا ہوتا ہے۔ اللہ کا فیصلہ بڑی حکمت سے ہوتا ہے۔ بلند درجے والے صاحب علم کو جو فضیلت عطا کی جاتی ہے اس کا مقصد یہی ہوتا ہے [illegible] دے۔ اللہ کے حضور پیش ہونے کا یقین دلائے اور خلاف حق کرنے سے ڈرائے۔

حاصل: درجات کو بلند کرنا اللہ کی شان ہے، کہ اللہ عرش کا مالک ہے۔ جس کو [illegible] اس کے درجے کو کم کرنا کسی کے بس میں نہیں ہوتا۔ جس کا درجہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلند کیا جائے [illegible] ہوئے اللہ کے حضور پیشی کو روشن کرتا رہتا ہے۔ یہ عطائے الٰہی ہوتی ہے [illegible]۔

يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۭ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۭ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ⑯

جس دن وہ نکل کھڑے ہوں گے [illegible] کوئی شے مخفی نہ ہوگی۔ آج بادشاہی کس کی ہے۔ اللہ کی ہے جو واحد ہے قہار ہے۔

ملاقات کے دن سے متعلق [illegible] قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے [illegible] حقائق وہ جھٹلاتے رہے تھے وہ ان کے سامنے ہوں گے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے [illegible] کے سامنے [illegible] کہ اللہ سے کوئی چیز چھپی نہیں۔ قیامت کے دن [illegible] سوال کیا جائے گا کہ آج بادشاہی کس کی ہے [illegible] ہونے کا مان لیا جائے گا، اور پوری پوری جزا دینے والا بھی مان لیا جائے گا۔

حاصل: ملاقات کے دن [illegible] اللہ کی بادشاہی [illegible] حال پر ہو۔ جو خلاف حق کرتے ہیں، انہیں اللہ کے قہر سے ڈرنا ہوگا۔

اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۭ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ⑰

آج ہر نفس اپنے کسب کی جزا پائے گا۔ آج ظلم نہ ہوگا۔ بے شک اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔

Marfat.c

یہ شاہدین کی شہادت ہوگی۔ حیات دنیا میں جو کچھ وہ کہتے رہے، حیات آخرت میں وہی مشاہدے میں آئے گا، تو وہ اپنی شہادت کو روشن کرتے ہوئے یہ کہیں گے: آج ہر نفس اپنے کئے کی جزا پائے گا، آج ظلم نہیں ہوگا، اور اللہ کو حساب کرنے میں دیر تو لگتی ہی نہیں۔ اس دن کوئی جان کسی دوسرے کا بدلہ نہیں ہو سکے گی، کسی منکر حق کی شفاعت نہ ہوگی، کسی منکر حق کی نصرت نہ ہوگی، اور اپنے اعمال کی جزا سے بچ جانا ممکن نہ ہوگا۔ ایمان والوں کو حال پر بتا دیا گیا ہے کہ وہ اللہ سے ڈریں، اور ہر نفس یہ دیکھے کہ اس نے کیا آگے بھیجا ہے۔

حاصل: اللہ سے ملاقات کے دن کو مان لیا جائے، تو پھر خلاف حق کرنے کا مقام ہی کہاں رہتا ہے۔ ظلم کرنے والے اپنے کئے کی جزا سے بچ نہیں سکیں گے۔ اللہ کو حساب کرنے میں دیر نہیں لگتی۔

وَاَنۡذِرۡهُمۡ يَوۡمَ الۡاٰزِفَةِ اِذِ الۡقُلُوۡبُ لَدَى الۡحَـنَاجِرِ كٰظِمِيۡنَ ۚ مَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ حَمِيۡمٍ وَّلَا شَفِيۡعٍ يُّطَاعُ ؕ ﴿۱۸﴾

اور انہیں ڈرایئے اس نزدیک آنے والے دن سے جب قلوب غم سے بھرے ہوئے ہوں گے اور حلق تک پہنچ جائیں گے۔ اور ظالمین کا نہ کوئی دوست ہو گا نہ کوئی شفاعت کرنے والا جس کا کہا مانا جائے۔

شاہد کو ڈر سنانے کا جو مرتبہ عطا فرمایا گیا ہے، اس کی وضاحت فرمائی گئی ہے، کہ ان لوگوں کو قیامت کے دن سے ڈرایئے۔ اس دن منکرین حق کے دل غم سے بھرے ہوئے ہوں گے، اور غم سے ان کے دل حلق تک پہنچ جائیں گے اور آنکھیں پھر جائیں گی۔ شدت غم کی انتہا ہوگی۔ اس دن ظالمین کوئی دوست نہ پائیں گے، کوئی شفاعت کرنے والا نہ پائیں گے۔ اللہ کے دوست کو دوست نہ بنانے والے، اس دن بہت افسوس کریں گے۔ اس دن ان کی شفاعت کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ ان کے گہرے دوست ان کے دشمن ہو جائیں گے۔

حاصل: قیامت کے دن سے ڈرانا شاہد کا کام ہے۔ شدت غم سے قلب، قیامت کے دن حلق تک آجائیں گے۔ جو تعلق پاکیزگی پر قائم نہ ہو وہ بے حقیقت ہوتا ہے، اس لیے قیامت کے دن ظالمین کا کوئی دوست نہ ہوگا، شفاعت تو بعد کی بات ہے۔

يَعۡلَمُ خَآئِنَةَ الۡاَعۡيُنِ وَمَا تُخۡفِى الصُّدُوۡرُ ﴿۱۹﴾

وہ آنکھوں کی خیانت کا بھی علم رکھتا ہے اور سینوں میں مخفی بھیدوں کا بھی علم رکھتا ہے۔

جزا دینے والے، مالک یوم الدین کے علم کی شان یہ ہے، کہ وہ آنکھوں کی خیانت کو بھی جانتا ہے، سینوں میں چھپے ہوئے بھیدوں کو بھی جانتا ہے۔ وہ نیتوں کو بھی جانتا ہے، اعمال کو بھی جانتا ہے۔ ہر کسی کے عمل کے پیچھے اس کی نیت کو جاننے والے کی طرف سے جو فیصلہ کیا جائے گا، وہ پورا ہوگا۔

حاصل: ہماری آنکھوں کو حق کے مطابق رہنا چاہیے۔ ہمارے سینوں کو بھی حق کے مطابق رہنا چاہیے۔ ہماری خلوت پاک ہوگی تو جلوت درست ہوگی۔ جزا دینے والے سے کچھ مخفی نہیں ہوتا۔ جزا کا یقین ہو تو پھر خلاف حق کرنے کا خیال بھی نہیں آنا چاہیے۔

وَاللّٰهُ يَقْضِىْ بِالْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَىْءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝ ع

اور اللہ حق کے ساتھ فیصلہ کرے گا، اور جن کو اللہ کے مقابل یہ لوگ پکارتے ہیں وہ کچھ بھی فیصلہ نہیں کریں گے۔ بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

حق اللہ نے نازل فرمایا ہے۔ قیامت کے دن اسی معیار سے فیصلہ کیا جائے گا۔ فیصلہ کرنے والا [illegible] واحد وقہار کی ہوگی۔ جن کو اللہ کا شریک ٹھہرایا جاتا ہے ان کے پاس تو کوئی فیصلے کا اختیار نہیں [illegible] جھوٹے میں ڈالتا ہے۔ معبود کی شان ہے کہ وہ ہر ایک کی سنتا ہے ہر ایک کو دیکھتا ہے۔ اللہ [illegible] کی سنتا ہے اور ہر ایک کو دیکھتا ہے۔ اس لیے ہر ایک وہاں [illegible] ہے۔

حاصل: فیصلہ وہی درست ہے جو حق کے حوالے سے ہو۔ معبود کی شان ہے [illegible] حق کی ادائیگی کا نمونہ دکھاتا ہے، حجت پوری کرتا ہے اور قیامت کے دن حق کے ساتھ فیصلہ [illegible] سنتا ہے، وہی ہر ایک کو دیکھتا ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ النور (۳۹) میں فرمایا ہے: والذین کفروا اعمالہم کسراب بقیعۃ یحسبہ الظمآن مآء حتی اذا جآءہ لم یجدہ شیئا و وجد اللہ عندہ فوفہ حسابہ واللہ سریع الحساب [illegible] ایسے ہیں جیسے دھوپ میں چمکتی ریت کہ پیاسا اسے پانی سمجھے، یہاں تک کہ جب اس کے پاس آئے [illegible] پائے، اور اللہ کو قریب پائے تو اللہ اس کا حساب پورا کر دے، اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِى الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۝

کیا انہوں نے زمین میں [illegible] ان سے قبل [illegible] آثار [illegible] تھے۔ تو اللہ نے انہیں ان کے [illegible] پکڑا، اور کوئی انہیں اللہ سے بچانے والا نہ [illegible]

[illegible]

سے ضرور پوری کی جاتی ہے، کہ اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اللہ کی پکڑ سے بے پرواہی صرف جہالت کا ثبوت ہی ہوسکتی ہے۔

حاصل: زمین میں سیر کرنی چاہئے، کہ پہلے لوگوں کے انجام سے آگاہی ہو۔ ان کے آثارِ قدیمہ سے ان کے کاموں کا پتہ چلتا ہے۔ جب بڑی قوت والے خلافِ حق کرنے کے انجام سے بچ نہیں سکے، تو پھر کم قوت والوں کو خلافِ حق کرنے کے انجام سے غافل نہیں رہنا چاہئے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۲۲

یہ اس لیے ہوا کہ ان کے پاس ان کے رسول روشن نشانیاں لے کر آتے رہے، پھر وہ ان کا انکار کرتے رہے، تو اللہ نے انہیں پکڑا۔ بے شک وہ قوت والا، شدید عقاب والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا، خلافِ حق کرنے والے خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔ جو خلافِ حق کرتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ ان کی قوت انہیں کسی ناگہانی صورت سے بچا لے گی، اس لیے وہ استکبار میں بڑھتے جاتے ہیں۔ ماضی میں بھی یہی ہوا ہے، کہ اللہ کے رسول روشن نشانیوں کے ساتھ تشریف لاتے رہے، مکذبین ان کا انکار کرتے رہے۔ روشن نشانیوں کو دیکھ کر حق کا انکار کرنے والے، اتمامِ حجت کے بعد پکڑ لیے گئے۔ اللہ تعالیٰ اتنی قوت والا ہے، اتنی شدید پکڑ والا ہے کہ اسے عاجز کرنا ممکن ہی نہیں۔

حاصل: روشن نشانیوں کا انکار باعثِ عذابِ الٰہی ہوتا رہا ہے۔ اللہ کی قوت اور اس کے شدید عقاب کے سامنے کسی عددی قوت کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی، اس کے سامنے وسائل کی کثرت کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝۲۳

اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیات اور روشن سند کے ساتھ بھیجا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور حضرت ہارون علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجتے وقت یہ بتا دیا گیا، کہ تم دونوں اور جو تمہارا اتباع کریں گے، غالب رہیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ کچھ عطا فرمایا گیا، جو اس زمانے کے علوم پر علمِ الٰہی کی فوقیت ثابت کرنے کے لیے ضروری تھا۔ ایک ایک مقام پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت روشن ہوتی رہی۔ جب فرعون اور اس کے درباریوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مقابلہ کرنے والے بڑے بڑے علم والے جادوگر اکٹھے کر لیے، آپ نے حکمِ الٰہی سے اپنا عصا ڈالا جو ان کی بناوٹوں کو نگلنے لگا، تو وہ جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے رب پر ایمان لے آئے۔ جس روشن سند کو دیکھ کر جادوگر ایمان لائے تو وہ روشن سند سب نے دیکھی، مگر ایمان وہی لائے، جو حق کی فضیلت کو مان گئے۔

حاصل: اللہ تعالیٰ کی طرف سے مرسلین کو وہ کچھ عطا ہوتا رہا ہے، جو حق کو روشن کرنے کے لیے ضروری تھا۔

اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ قَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝۲۴

فرعون، ہامان اور قارون کی طرف، تو وہ کہنے لگے ساحر و کذاب ہے۔

at.com

فرعون اور ہامان تو ہم قوم تھے، قارون بنی اسرائیل سے تھا۔ ان سب میں قدر مشترک وسعت مال تھی۔ [illegible]
نے اپنی رسالت کا اعلان کیا اور بنی اسرائیل کے بارے میں یہ کہا کہ انہیں میرے ساتھ بھیج دیا جائے۔ تو فرعون نے [illegible]
سند لاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈال دیا، جو فوراً اژدھا بن گیا، اور اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال [illegible]
جگمگانے لگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت کی نشانیوں کو دیکھ کر ان لوگوں نے آپ [illegible]
کہ جو کچھ انہوں نے دیکھا وہ حیران کن تھا، اور جھوٹا اس لیے کہا کہ مال کی قوت کے مطابق [illegible]

حاصل: وسعت مال پر فخر کرنے والے تبلیغ حق کرنے والے کی صداقت کی روشن نشانیاں [illegible]
کذاب ہی کہتے ہیں۔

فَلَمَّا جَآءَهُمۡ بِالۡحَقِّ مِنۡ عِنۡدِنَا قَالُوا اقۡتُلُوۡۤا اَبۡنَآءَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ وَ اسۡتَحۡيُوۡا نِسَآءَهُمۡ‌ؕ وَمَا كَيۡدُ الۡكٰفِرِيۡنَ اِلَّا فِىۡ ضَلٰلٍ ۝

تو جب آپ ان کے پاس ہماری طرف سے حق لائے، انہوں نے کہا جو لوگ آپ پر ایمان [illegible] ان کے بیٹوں کو قتل کر دو اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھو۔ اور کافروں کی چال ناکام [illegible]

فرعون اور اس کے ساتھیوں نے یہ فیصلہ کیا کہ بنی اسرائیل [illegible]
کیا جائے کہ جو لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں ان کے بیٹوں کو قتل [illegible]
موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے آپ کی خدمت میں یہ گزارش کی کہ آپ [illegible]
[illegible] کے بعد بھی ہمیں ایذا دی جا رہی ہے۔ آپ نے فرمایا [illegible]
[illegible]

حاصل: اللہ تعالیٰ جو چاہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ [illegible]
ہمیشہ درست ہونا چاہیے کہ اسی میں فلاح دارین ہے۔

وَقَالَ فِرۡعَوۡنُ ذَرُوۡنِىۡۤ اَقۡتُلۡ مُوۡسٰى وَلۡيَدۡعُ رَبَّهٗ‌ ۚ اِنِّىۡۤ اَخَافُ اَنۡ يُّبَدِّلَ دِيۡنَكُمۡ اَوۡ اَنۡ يُّظۡهِرَ فِى الۡاَرۡضِ الۡفَسَادَ ۝

اور فرعون نے کہا مجھے چھوڑ دو [illegible] قتل کروں اور وہ اپنے رب کو پکارے۔ [illegible] ڈر ہے کہ وہ تمہارا دین بدل دے [illegible] میں فساد پھیلا دے۔

فرعون [illegible] موسیٰ علیہ السلام سے [illegible]
سے ساتھ [illegible]
فرعون نے کہا تم لوگ مجھے چھوڑ دو [illegible] موسیٰ (علیہ السلام) کو قتل [illegible]

rfat.com

دور کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ذات لوگوں کی توجہ کا مرکز تو بن ہی گئی تھی، اس لیے فرعون کو یہ دو خطرات نظر آئے، کہ لوگ ان کے دین کو قبول کرنے لگ گئے تو اس کا اقتدار ختم ہو جائے گا، اور اگر انہوں نے حاکم محکوم کے درمیان فاصلوں کو کم کرنے کے لیے تحریک چلا دی تو ملک میں امن تباہ ہو جائے گا۔

حاصل: فرعون صفت لوگ بھی اپنے درباریوں کی رائے کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ وہ اپنے جھوٹے وقار کو قائم رکھنے کے لیے لوگوں کے سامنے ان کی غرض و غایت کا جال پھیلا دیتے ہیں۔

وَقَالَ مُوسٰىٓ اِنِّىْ عُذْتُ بِرَبِّىْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾ ع

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمہارے اور اپنے ربّ کی پناہ لیتا ہوں، ہر متکبر سے جو یومِ حساب پر ایمان نہیں لاتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کی بات سے خائف نہیں ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ جس رب کو میں پکارتا ہوں وہی تمہارا بھی رب ہے، اور میں تمہارے اور اپنے رب کی پناہ لیتا ہوں، اس سے بڑی کوئی پناہ نہیں ہے، ہر متکبر سے جو یوم حساب پر ایمان نہیں لاتا، (اسے جو متاع بھی حاصل ہو) وہ اپنے رب کی پناہ پکڑنے والوں کو مغلوب نہیں کر سکتا۔

حاصل: منکرینِ حق کے تکلیف دہ کلمات کا جواب بطریق احسن دینا چاہیے۔ یومِ حساب پر ایمان رکھنے والے کو تکبر کی بات کب زیب دیتی ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحج (۲۲) میں ارشاد فرمایا ہے: وَكُذِّبَ مُوسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۴﴾ اور موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب ہوئی، تو میں نے کافروں کو مہلت دی، پھر انہیں پکڑا، تو کیسا ہوا میرا انکار۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّىَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِىْ يَعِدُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾

اور آلِ فرعون سے ایک مردِ مومن نے جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا کہا، کیا تم ایک صاحب کو اس بنا پر قتل کرنا چاہتے ہو، کہ وہ کہتے ہیں میرا ربّ اللہ ہے، اور بے شک وہ تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے روشن نشانیاں لائے۔ اگر وہ کاذب ہیں تو ان کا کذب انہی پر پڑے گا، اور اگر وہ صادق ہیں تو تمہیں پہنچے گا وہ کچھ جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔ بے شک اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جو مسرف و کذاب ہو۔

at.com

فرعون نے جب آل فرعون کے اکابرین سے یہ بات کی کہ موسیٰ (علیہ السلام) کو راستے سے ہٹانا ضروری ہو گیا ہے تو آل فرعون سے ایک صاحب نے جو اس وقت تک اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھے یہ کہا کہ اس بنا پر ایک صاحب کو قتل کر دینا کہ وہ کہتے ہیں میرا رب اللہ ہے، کیا معنی رکھتا ہے۔ عقیدے سے جبر کا تو کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ یہ صاحب رب العالمین کے رسول ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اپنے دعوے کے ساتھ روشن نشانیاں دکھا چکے ہیں، اب ان کے دعوے کو جھٹلانا کیسے درست ہو گا۔ اگر اس بات پر اصرار ہے کہ وہ جھوٹے ہیں تو پھر ان کے بارے میں فکرمند ہونے کی ضرورت ہی نہیں، ان کا کذب ہی انہیں تباہ کر دے گا۔ اور اگر وہ سچے ہیں تو جس سے وہ ڈرا رہے ہیں وہ آ کر رہے گا، اور اس عذاب سے بچ جانا بھی ممکن نہ ہو گا۔ اللہ سیدھی راہ اس کو دکھاتا ہے جو ہدایت چاہتا ہو [illegible] ہو اور جھوٹ گھڑتا ہو اسے کبھی ہدایت نہیں ملتی۔

حاصل: جب تبلیغ حق کرنے والوں کے خلاف کے مشورے ہونے لگیں تو اس وقت اپنے ایمان کو مخفی نہیں رکھنا چاہیے۔ بات حقائق کی روشنی میں ہونی چاہیے۔ امکانات کے حوالے سے ہونی چاہیے۔ اسراف اور کذب سے بچنا ہدایت پانے کے لیے ضروری ہے۔

يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ؕ قَالَ فِرْعَوْنُ مَاۤ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَاۤ اَرٰى وَمَاۤ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾

اے میری قوم آج اقتدار تمہارے پاس ہے اور تم ملک میں غالب ہو، تو کون اللہ کے عذاب کے سامنے ہماری نصرت کرے گا اگر وہ ہم پر آ گیا۔ فرعون نے کہا میں تو تمہیں وہی دکھاتا ہوں جو میں دیکھتا ہوں، اور میں سیدھی راہ کی طرف ہی تمہاری راہنمائی کرتا ہوں۔

آل فرعون سے مرد مومن نے اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج حکومت تمہارے پاس ہے [illegible] اس آگاہی و وسعت نہیں [illegible] عذاب الٰہی [illegible] تمہیں [illegible] سامنے ہماری مدد کرے گا [illegible] فرعون [illegible] بتاتا [illegible] ضروری ہے [illegible] سوچ کر رائے بتاتا ہوں اور تمہیں وہی بتاتا ہوں جس میں تمہاری بھلائی [illegible] جواب میں باطل پر [illegible] ہیں۔

حاصل: اقتدار کی موجودگی میں یہ بتانا ضروری ہوتا ہے [illegible] رہتے ہیں۔ اللہ کے عذاب کے سامنے [illegible] ہوتی ہیں۔

وَقَالَ الَّذِيْۤ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿۳۰﴾

اور ایمان والے صاحب نے کہا اے میری قوم مجھے ڈر ہے کہ تم پر اس طرح کا عذاب آ جائے [illegible] طرح کا [illegible] دوسروں پر آیا۔

rfat.com

آل فرعون سے ایمان والے صاحب نے اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے یہ کہا: کہ اے میری قوم تم نے جو روش اختیار کی ہے، اس سے تم عذاب میں پکڑ لیے جاؤ گے، جس طرح پہلے خلاف حق کرنے والے گروہ عذاب میں پکڑ لیے گئے۔ جب تمہارا حال عذاب پانے والوں کی مثل ہے تو تمہارا مستقبل بھی انہیں کی مثل ہوگا۔

حاصل: جو لوگ خسارے کے راہ پر جا رہے ہوں انہیں عذاب الٰہی سے آگاہ کرنا ایمان والوں کے ذمے ہوتا ہے۔

مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۭ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ۝۳۱

ویسا ہی عذاب جو قوم نوح اور عاد و ثمود پر آیا، اور ان کے بعد والے لوگوں پر آیا۔ اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں چاہتا۔

قوم نوح نے حق کو جھٹلایا، اور حضرت نوح علیہ السلام سے کہا کہ اگر آپ سچے ہیں تو وہ عذاب لے آئیں جس کا آپ وعدہ دیتے ہیں۔ حضرت ہود علیہ السلام نے عاد والوں سے یہ کہا کہ تم لوگ تباہی کے راستے پر پڑ چکے ہو، اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم کو لے آئے گا، اور تم اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے۔ پھر وہی ہوا جس سے ان کو آگاہ کیا گیا تھا۔ ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا گیا۔ آپ نے منکرین حق کو عذاب الٰہی سے ڈرایا تو منکرین نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں جس کو برائی سے مس نہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا، اور کہنے لگے، وہ عذاب آتا کیوں نہیں جس کا وعدہ دیا گیا ہے۔ وہ عذاب آیا اور وہ صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے گئے۔ اس کے بعد بھی منکرین حق اپنے کئے کے انجام کو پہنچتے رہے۔ اللہ یہ نہیں چاہتا کہ بندوں پر ظلم ہو، وہ خود ظلم کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔

حاصل: جس قوم میں منکرین حق کی صفات پائی جائیں گی، اس کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔ اللہ یہ نہیں چاہتا کہ بندوں پر ظلم ہو، لوگ خود ہی خسارے کی راہ کو اختیار کرتے ہیں۔

وَيٰقَوْمِ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ۝۳۲

اور اے میری قوم مجھے تم پر اس دن کے آنے کا ڈر ہے، جس دن پکار مچے گی۔

ایمان والے صاحب نے آل فرعون کو خطاب کرتے ہوئے کہا: اے میری قوم تم لوگ جس رخ پر جا رہے ہو، یقیناً تم عذاب الٰہی میں پکڑ لیے جاؤ گے۔ اس دن تم بہت ہانک پکار کرو گے، بہت شور کرو گے مگر عمل کے لیے دیا گیا وقت ختم ہو چکا ہوگا، توبہ کا دروازہ تمہارے لیے بند ہو چکا ہوگا، تمہاری کوئی بات سنی نہیں جائے گی، اور تم مٹا کر رکھ دیئے جاؤ گے۔

حاصل: انجام سے آگاہ کرنا بہت بڑی خدمت ہے، اور لوگوں کی بھلائی چاہنے والے ہی اس خدمت کو سرانجام دیتے ہیں۔

يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝۳۳

جس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگو گے، کوئی تمہیں اللہ سے بچانے والا نہ ہوگا۔ اور جسے اللہ گمراہ کرے، اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔

at.com

عذاب الٰہی کے آنے سے پہلے عمل کے لیے دی گئی مہلت میں ہی اصلاح و قبول یا جاتا ہے۔ عذاب الٰہی [illegible] نہیں ہوتا۔ اللہ کی پکڑ سے کوئی بچ کر کہاں جائے گا۔ ایمان والے صاحب نے آلِ فرعون والوں سے [illegible] لوگ جس منزل کی طرف بڑھتے چلے جا رہے ہو، وہ عذاب الٰہی ہے۔ جب وہ تمہارے سامنے ہوگا تو [illegible] کوئی تمہیں اللہ کے عذاب سے بچا نہ سکے گا۔ تم لوگ فسوق میں پڑ چکے ہو، اور اللہ [illegible] ہدایت دینا ممکن ہی نہیں ہوتا۔

حاصل: عذاب الٰہی ہی منکرین حق کے لیے منزل کا درجہ رکھتا ہے۔ اس [illegible] عذاب الٰہی سے بچانے والا کوئی نہیں ہو سکتا۔ اللہ فاسق لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ [illegible] کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ۖ حَتّٰى إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ۚ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ ﴿۳۴﴾

اور بے شک اس سے قبل یوسف [illegible] پاس روشن نشانیاں لے کر آئے [illegible]

آلِ فرعون سے مردِ مومن [illegible]

حاصل: [illegible]

الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۭ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾

وہ جو اللہ کی آیات [illegible]

rfat.com

طلب ہدایت نہ رکھنے والے اللہ کی آیات میں جھگڑتے ہیں۔ ان کی بات کبھی سند سے نہیں ہوتی۔ حق کے حوالے سے بات کرنے کی بجائے اپنی پسند کے حوالے سے بات کی جائے تو یہ اللہ کے نزدیک اور ایمان والوں کے نزدیک بڑی بیزاری کا باعث ہوتی ہے۔ حق کے مقابل اپنی پسند کو وقعت دینے والا متکبر ہوتا ہے اور اللہ کی عطا کردہ توفیق کو من مانی پر لگاتے چلے جانے والا جبار ہوتا ہے۔ کبر و جباریت جس قلب میں جمع ہو جائے وہ ناقابل اصلاح ہو جاتا ہے، اس پر مہر کر دی جاتی ہے۔

حاصل: اللہ کی آیات میں سند سے بات کرنی چاہیے۔ جس بات سے اللہ بیزار ہو وہ قطعاً چھوڑ دینی چاہئے۔ اپنے قلب کو کبر و جباریت سے بچانا چاہیے، ورنہ نور ہدایت سے استفادہ کرنے کی صلاحیت ہی ختم ہو جاتی ہے۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿۳۶﴾

اور فرعون نے کہا اے ہامان میرے لیے ایک بلند عمارت تیار کر، کہ میں اسباب کو پہنچوں۔

مرد مومن کے روشن بیان کے بعد لوگوں کو الجھانے کے لیے فرعون نے ہامان سے یہ کہا کہ ایک بلند محل تیار کیا جائے، جس کی بلندی ممکن حد تک ہو، اور ان ذرائع کے حصول کی کوشش کی جائے جو مجھے صحیح نتیجے پر پہنچنے میں مدد دے سکتے ہیں۔ انتہائی بلند عمارت کو بھی آسمان کی بلندی سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ لوگوں کو الجھانے کے لیے بڑی وسیع و عریض بنیاد پر ایک عمارت بنوانی شروع کی گئی، جس میں بہت لوگوں کو لگا دیا گیا، اور فن تعمیر میں مہارت رکھنے والوں کا کام ایک عرصے تک گفتگو کا موضوع بنا رہا۔

حاصل: فرعون صفت لوگ جب رائے عامہ کو اپنے خلاف ہوتا دیکھتے ہیں تو لوگوں کو الجھانے کے لیے خود کوئی چال چلتے ہیں

اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَ اِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ؕ وَ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ﴿۳۷﴾ ع

آسمانوں کے اسباب میں، کہ موسیٰ (علیہ السلام) کے معبود کی خبر لوں، میرے گمان میں ہے تو وہ کاذب ہی۔ اور اس طرح فرعون کے برے عمل اس کو مزین کر کے دکھائے گئے اور وہ راہِ حق سے روک دیا گیا۔ اور فرعون کے داؤ کا انجام تباہی کے سوا کچھ نہ ہوا۔

فرعون نے لوگوں کو الجھانے کے لیے بہت کچھ کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معبود سے باخبر ہونے کے لیے ایسی بلند عمارت تو درکار ہی نہ تھی۔ پھر حضرت موسیٰ کو کاذب ثابت کرنا اس کے نزدیک ضروری تھا، اس لیے حق کو پانا فرعون کی ضرورت نہ تھی۔ یہ ایک مکر تھا جو وہ کر رہا تھا۔ جب لوگ اس کے کام میں دلچسپی لینے لگے تو وہ بہت خوش ہوا، کہ لوگوں کو الجھانے کا مقصد اسے پورا ہوتا نظر آنے لگا۔ اب وہ صحیح نتیجے پر پہنچنے کی اہلیت کھو چکا تھا۔ اس نے جو چال بھی چلی، جو مکر بھی کیا، وہی اسے لے ڈوبا۔

حاصل: جب منشا ہی تبلیغ حق کرنے والے کو کاذب ثابت کرنا ہو، تو پھر ہدایت سے دوری ہی ہوگی۔ کافروں

Marfa

کے عمل کی زینت ہی ان کے لیے سد راہ بن جاتی ہے۔ فرعون صفت لوگوں کا [illegible]

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاعراف (۷) میں فرمایا ہے: سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ وَ اِنْ یَّرَوْا كُلَّ اٰیَةٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَ اِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الرُّشْدِ لَا یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا ۚ وَ اِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الْغَیِّ یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِیْنَ "اور میں اپنی آیات سے انہیں پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں۔ اور اگر سب نشانیاں دیکھیں ایمان نہ لائیں اور اگر ہدایت کی راہ دیکھیں تو اس پر چلنا پسند نہ کریں اور گمراہی کا راستہ دیکھیں تو اس پر چلنا پسند کریں۔ یہ اس لیے ہوا کہ انہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی اور ان سے غافل رہے۔"

وَ قَالَ الَّذِیْۤ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِیْلَ الرَّشَادِ ۟ (۳۸)

اور اس صاحب ایمان نے کہا اے میری قوم! میری اتباع کرو میں تمہیں سبیل الرشاد کی ہدایت دوں گا۔

سبیل الرشاد بھلائی کی راہ ہوتی ہے، جو شعوری وجدان میں [illegible] پا چکے ہیں، حال پر وہ خوف و حزن سے پاک رہتے ہیں۔ آخرت [illegible] صاحب ایمان نے یہ کہا کہ اے میری قوم میری اتباع کرو میں تمہیں [illegible] بھی سنور جائے گی۔

حاصل: بھلائی کی راہ دکھانے والے کی ذات بابرکت [illegible] سنورنے کا ذریعہ بنتی ہے۔

یٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا مَتَاعٌ ۖ وَّ اِنَّ الْاٰخِرَةَ هِیَ دَارُ الْقَرَارِ (۳۹)

اے میری قوم! یہ دنیا کی زندگی [illegible] اور بے شک آخرت [illegible]

بھلائی کی راہ دکھانے والے نے حیات دنیا و حیات آخرت [illegible] بیان ہو چکا ہے۔ [illegible] حیات [illegible] ساتھیوں کا [illegible] سے اعلیٰ ملتے ہیں [illegible]

حاصل: حیات دنیا کی متاع [illegible] زندگی ہے۔ [illegible]

مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

جو برا عمل کرے گا تو اسے اُسی کی مثل جزا ملے گی۔ اور جو صالح عمل کرے گا مرد ہو یا عورت اور ہو مومن تو انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا، جہاں انہیں بے حساب رزق دیا جائے گا۔

جس کا رخ خلاف حق ہوگا، اس کا عمل برا ہوگا۔ جس کا عمل برا ہوگا، اسے اس کے عمل کی مثل سزا بھی ملے گی۔ یہ اللہ کے لیے قطعاً آسان ہے۔ جس کا رخ حق کے مطابق ہوگا، اس کا عمل صالح ہوگا۔ جس کا عمل صالح ہو وہ مرد ہو یا عورت، مومن ہونے کی بدولت ان کا مقام جنت ہوگا، جہاں انہیں بے حساب نعمتوں سے نوازا جائے گا۔ مرد مومن نے آل فرعون کو اپنا اپنا حال دیکھنے کی ترغیب دی، کہ برا بھی اپنے انجام کو جان لے اور بھلا بھی اپنے انعام کو جان لے۔

حاصل: برے عمل کی جزا اسی کی مثل ہونی چاہیے اور یہ اللہ کے لیے آسان ہے۔ صالح عمل کرنے والے مرد ہوں یا عورتیں ان کا مقام جنت ہوگا، جہاں انہیں انعامات سے نوازا جائے گا۔

وَ يٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَ تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ۝

اور اے میری قوم کیا وجہ ہے میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے آگ کی طرف بلاتے ہو۔

مرد مومن کے روشن بیان کو سن کر فرعون کے درباریوں نے بادشاہ سے اظہار عقیدت کے لیے یہ ضروری جانا، کہ حق کو بیان کرنے والے کے سامنے، اس کے آباؤ اجداد کا ذکر کیا جائے، قومی تفاخر کو بیان کیا جائے، اپنے اجتماعی مفادات کے تحفظ کو ضروری ثابت کیا جائے، اور فرعون اور اس کے طریق زندگی کو درست ثابت کیا جائے۔ اس مقام پر مرد مومن نے کہا، کہ میں تو تمہیں عذاب الٰہی سے نجات کی راہ دکھا رہا ہوں اور تم مجھے آگ کی طرف بلا رہے ہو۔

حاصل: اللہ کے پاک بندے ہمیشہ عذاب الٰہی سے نجات کا راستہ دکھاتے ہیں۔ خلافِ حق کرنے والے دوسروں کو بھی عذاب کی طرف ہی بلا رہے ہوتے ہیں۔

تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ اُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۡ وَّ اَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ۝

تم مجھے اس کی دعوت دیتے ہو کہ اللہ سے کفر کروں اور اس کا شریک ٹھہراؤں اس کو جس کا مجھے علم نہیں، اور میں تمہیں عزیز الغفار کی طرف دعوت دے رہا ہوں۔

مرد مومن نے آل فرعون کے اکابرین کی دعوت کی حقیقت کو واضح کیا اور یہ کہا کہ تم لوگ مجھے اللہ سے کفر کرنے کی ترغیب دے رہے

ہو، شرک کرنے کا حکم دے رہے ہو۔ میرے علم میں تو اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے۔ تمہاری دعوت ماننے سے [illegible] انکار کیا جائے، اپنے ظن کی پیروی کی جائے اور دائمی خسارے کو گلے لگایا جائے۔ میری دعوت [illegible] والے کی طرف بلا رہا ہوں۔ میری دعوت کو ماننے سے تم یکسو ہو جاؤ گے اور جنتی ہو جاؤ گے۔

حاصل: دعوت کفر و شرک کی دعوت جہنم ہے۔ عزت والے بخشنے والے کی طرف بلانے والا [illegible]

لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْۤ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۝

اس سے ظاہر ہوا کہ جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو اس کی دعوت دنیا و آخرت میں کسی کام کی نہیں اور یہ کہ ہمارا پھرنا اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور یہ کہ مسرفین جہنمی ہیں۔

مرد مومن نے کہا کہ جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو اس کی حقیقت [illegible]

حاصل: خلاف حق کرنے سے کچھ کسی کا بھلا ہوا نہیں [illegible] جس کی طرف سے آنا ہوا ہے اسی کی طرف واپسی ہوگی [illegible] کرنے والے ہی دوزخی ہوں گے۔

فَسَتَذْكُرُوْنَ مَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ ۭ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝

تو جلد ہی یاد کرو گے جو میں تم سے کہہ رہا ہوں اور میں اپنا کام اللہ کو سونپتا ہوں [illegible] دیکھتا ہے۔

مرد مومن نے آل فرعون سے کہا [illegible]

حاصل: حق کا انکار کرنے والوں سے آخری بات یہی ہوتی ہے کہ جلد ہی تم یاد کرو گے جو میں تم سے کہہ رہا ہوں اور میں اپنا کام اللہ کو سونپتا ہوں، بے شک اللہ بندوں کو دیکھتا ہے۔

فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْۗءُ الْعَذَابِ ۝

تو اللہ نے اسے ان کے مکر کی برائیوں سے بچا لیا اور آل فرعون کو برے عذاب نے آ گھیرا۔

rfat.com

آل فرعون نے مرد مومن کو دکھ دینے کی تجاویز کو ضروری جانا، کہ ان کی ملت کفر کے دائرے سے آئندہ کوئی باہر نکلنے کی جسارت نہ کرے۔ اللہ نے ان صاحب کو آل فرعون کی بری چالوں سے بچالیا، اور ان کو وہاں پہنچا دیا جہاں وہ راحت محسوس کرتے تھے اور خود کو محفوظ پاتے تھے۔ آل فرعون نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو ختم کردینے کا فیصلہ کرلیا اور وہ بڑے لشکر کے ساتھ اور بڑی تیاری کے ساتھ ان کے پیچھے لگے، تو انہیں غرق کردیا گیا، اور ان کا وہ کروفر، وہ شان وشوکت، پاک لوگوں کے سامنے دیکھتے دیکھتے ختم ہوگئی۔ عذاب الٰہی میں گھر جانے کے بعد ان لوگوں نے حق کو ماننے کا اعلان تو کیا، مگر عمل کے لیے دیا گیا وقت ختم ہوچکا تھا، اب توبہ قبول نہیں ہوسکتی تھی۔

حاصل: پاک لوگوں کو منکرین حق کے مکروں سے بچانا اللہ کا کام ہے، اور اللہ کی قدرت ہر شے پر محیط ہے۔ تکبر کرنے والوں کو برے عذاب سے واسطہ پڑتا ہے۔

اَلنَّارُ یُعۡرَضُوۡنَ عَلَیۡہَا غُدُوًّا وَّ عَشِیًّا ۚ وَ یَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَۃُ ۟ اَدۡخِلُوۡۤا اٰلَ فِرۡعَوۡنَ اَشَدَّ الۡعَذَابِ ﴿۴۶﴾

آگ ہے جس پر صبح وشام پیش کیے جاتے ہیں، اور جس دن ساعت قائم ہوگی (حکم ہوگا) آلِ فرعون کو شدید ترین عذاب میں داخل کرو۔

منکرین حق میں سے جب کسی کو موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے، اے میرے رب مجھے واپس بھیج دے کہ میں صالح عمل کروں جو میں نے ترک کررکھے تھے۔ یہ کلمہ کہنے والے کو بتادیا جائے گا کہ اب آگے برزخ ہے، اور یوم یبعثون تک ہے، عمل کا وقت گزر چکا ہے۔ برزخ کا مقام موت سے لے کر یوم یبعثون تک ہے۔ اس وقت میں صبح وشام آل فرعون کو یہ مشاہدہ کرایا جاتا ہے کہ تمہارے اعمال کا انجام یہ آگ ہے جس میں تمہیں جلنا ہے، اور اس سے بچ جانے کی قدرت تم نہیں رکھتے۔ عذاب کے واقع ہونے کا یقین اور اس مشاہدے کا اعادہ یقیناً سزا ہے۔ قیامت کے دن حکم ہوگا، آل فرعون کو شدید ترین عذاب میں داخل کردیا جائے۔ ان کو ان کے اعمال کی پوری جزا تو اسی دن ہی ملے گی۔

حاصل: عذاب قبر برزخ کی حد تک ہوگا۔ عذاب کے واقع ہونے کا یقین، بڑی سزا ہے۔ منکرینِ حق کو پوری پوری سزا قیامت کے دن ملے گی۔

وَ اِذۡ یَتَحَآجُّوۡنَ فِی النَّارِ فَیَقُوۡلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِیۡنَ اسۡتَکۡبَرُوۡۤا اِنَّا کُنَّا لَکُمۡ تَبَعًا فَہَلۡ اَنۡتُمۡ مُّغۡنُوۡنَ عَنَّا نَصِیۡبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾

اور جب وہ آگ میں باہم جھگڑیں گے تو ضعفاء، استکبار کرنے والوں سے کہیں گے، ہم تمہارے تابع تھے، تو کیا تم ہم سے آگ کا کوئی حصہ گھٹا لو گے۔

آل فرعون کو جب شدید ترین عذاب میں داخل کیا جائے گا اور وہ آگ میں باہم جھگڑیں گے تو کمزور لوگ، بڑے بننے والوں سے یہ کہیں گے کہ ہم تمہاری پیروی کرتے رہے، تمہارا کہا مانتے رہے، اس وقت اس تابع داری کے صلے میں ہم سے عذاب کے کچھ حصے کو اپنے لیے قبول کروگے۔ یہ ایک طرح کی درخواست بھی ہوگی سوال بھی ہوگا۔ اپنے ضعف کا احساس بھی خلاف حق کرنے کا جواز فراہم نہیں کرتا، کہ

اللہ تعالیٰ تو کسی پر اس کی وسعت سے زیادہ بوجھ رکھتا ہی نہیں۔ ضعفاء اور مستکبرین دونوں خلاف حق [illegible]

حاصل: کمزور لوگ استکبار کرنے والوں کی تابعداری اپنی غرض و مفادات کے لیے کرتے ہیں۔ استکبار کرنے والے، کمزور لوگوں کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ آگ کے عذاب میں مبتلا ہونے کے وقت کمزور لوگ، استکبار کرنے والوں سے جو کچھ کہیں گے، وہ انہیں خسارے میں اپنے ساتھ [illegible] اپنے ضعف کا احساس بھی خلاف حق کرنے کا جواز فراہم نہیں کرتا۔

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾

استکبار کرنے والے کہیں گے [illegible] (آگ) میں ہیں بے شک اللہ بندوں کے درمیان فیصلہ فرما چکا ہے۔

ضعیف لوگوں کی طرف سے بڑے بننے والوں سے [illegible] کے درمیان فیصلہ فرما چکا ہے اور اللہ نے ہر ایک کو اس کے اعمال کے حوالے سے [illegible]

حاصل: آگ کا عذاب اللہ کے فیصلے کی بنا پر [illegible]

وَقَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾

اور آگ میں پڑے ہوئے [illegible] عذاب [illegible]

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر ایک [illegible] جہنم کے داروغوں سے [illegible] عذاب [illegible]

حاصل: عذاب جہنم ہر ایک [illegible] جہنم کے داروغوں سے درخواست [illegible]

قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۭ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا دُعٰۗؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾

[illegible]

جہنم والوں کی اس درخواست کو سن کر کہ اپنے ربّ سے یہ دعا کرو کہ وہ ہم پر سے عذاب میں ایک دن کی تخفیف کر دے، جہنم کے داروغے یہ کہیں گے، کہ اس عذاب سے ڈرانے والے، اللہ کے رسول تمہارے پاس روشن نشانیوں کے ساتھ آتے نہیں رہے۔ جہنمی کہیں گے، آتے تو ضرور رہے مگر ہم نے ان کی تکذیب کی۔ اس پر جہنم کے داروغے یہ کہیں گے، تو پھر دعا تم خود ہی کرو، مگر یہ بھی یاد رکھو کہ کافروں کی دعا ہوتی بے حقیقت ہے، اور بھٹکتی ہی رہتی ہے۔

حاصل: عذاب سے پہلے اتمام حجت، اللہ کی سنّت ہے، اور اللہ کی سنّت کبھی بدلتی نہیں۔ دعا کرنے کا حق ہی نظر نہ آئے تو دعا کی درخواست کو لوٹا دینا چاہئے۔ کافروں کی دعا بھٹکتی ہی رہتی ہے۔

شہادت: سورہ غافر (۶۰) میں ارشادِ خداوندی ہے: وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝ اور تمہارے ربّ نے فرمایا: مجھ سے دعا کرو، میں قبول کروں گا، بے شک وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں، جلدی ہی جہنم میں جائیں گے، ذلیل ہو کر۔

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۝ ۵۱

اور بے شک ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی نصرت فرماتے ہیں، حیاتِ دنیا میں اور جس دن اشہاد کھڑے ہوں گے۔

مومنین کی نصرت کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرما رکھا ہے۔ منافقین جب یہ دیکھتے تھے کہ نصرتِ الٰہی مومنین کے ساتھ ہے تو وہ کہا کرتے تھے کہ ہم بھی آپ لوگوں کے ساتھ ہیں۔ وہ تائید ایزدی جو اظہارِ حق کے سلسلے میں مومنین کو حاصل ہوتی ہے، نصرتِ الٰہی ہے۔ ہدایت و دینِ حق کے غلبے کے لیے کوشاں رہنا اللہ کے پاک بندوں کی طریقت ہے۔ مومنین ہمیشہ بھلائی کا امر کرتے ہیں، اور برائی سے منع کرتے ہیں۔ اگر کسی کو ہدایت و دینِ حق کے غلبے کے لیے کوشش کرتے ہوئے شہادت نصیب ہوتی ہے تو وہ ایسی زندگی پا لیتا ہے، جس کا عام لوگوں کو شعور نہیں ہے۔ جو اللہ کے دین کی نصرت کرتا ہے، اللہ ضرور اس کی نصرت فرماتا ہے۔ حیاتِ دنیا میں اللہ کی نصرت سے حق کو غلبہ حاصل ہوتا ہے، اور باطل مٹ جاتا ہے، قیامت کے دن شاہدین کی قدر و منزلت، اللہ کی نصرت کی بدولت اس قدر ہوگی کہ جو لوگ ان کے ساتھ تعلق کے دعوے میں سچے ثابت ہوں گے وہ جنتی ہوں گے۔

حاصل: اگر ہم مومن ہیں تو اللہ کی نصرت یقیناً ہمارے شاملِ حال ہے اور رہے گی۔ ہمارا مقصود رضائے الٰہی ہو اور رضائے رسول ہو تو ہمارا رخ درست ہے۔

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ۝ ۵۲

جس دن ظالمین کو ان کی معذرت نفع نہ دے گی اور ان کے لیے لعنت ہے اور انہی کے لیے برا گھر ہے۔

معذرت اس وقت نفع دیتی ہے جب اصلاح کو اختیار کرنا ممکن ہو۔ قیامت کے دن توبہ قبول نہ ہوگی۔ اس وقت جو لوگ اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے، ان پر لعنت کی جائے گی، اور ان کے اعمال کا بدلہ انہیں برے گھر کی صورت میں ملے گا۔ حال پر یہ لوگ اللہ کی نشانیوں کو

ہرانے کی سعی کرتے ہیں، یہ سب کچھ استکبار میں لگا دیتے ہیں۔ جو حال پر ان کے ساتھ ہے، وہ آخرت میں بھی ان کے ساتھ ہوگا۔

حاصل: خلاف حق کرنے سے تائب ہونے کا وقت حال ہے۔ قیامت کے دن خلاف حق کرنے والے معذرت کریں گے مگر اس وقت کی معذرت کے جواب میں لعنت پائیں گے اور برا گھر پائیں گے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ۝۵۳

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو ہدایت عطا کی اور بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا۔

نصرت الٰہی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی سالکین حق کے مقام پر رہے اور خلاف حق کرنے والے [illegible]۔ مقام رسالت پر فائز ہونے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو بھی کیا اللہ کی عطا کی ہوئی ہدایت سے کیا [illegible] احسن نمونہ بنی اسرائیل نے دیکھا۔ توریت شریف کی وراثت بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی۔ یہ وراثت [illegible] کی پیروی کی بدولت بنی اسرائیل کو نصیب ہوئی۔

حاصل: نصرت الٰہی کا کوئی بدل نہیں ہو سکتا، اور نصرت الٰہی اللہ کے حکم سے ہوتی ہے۔ اللہ کی کتاب کی وراثت بڑی شان ہے، اور حق کو بطریق احسن ماننا ہی وارث کتاب کی صداقت کا ثبوت ہوتا ہے۔

هُدًى وَّذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ۝۵۴

ہدایت اور نصیحت عقل مندوں کے لیے۔

کتاب اللہ کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ بنی اسرائیل وارث کتاب بنائے گئے ہیں مگر اللہ کی کتاب سے ہدایت [illegible] لوگ پائیں گے جو عقل مند ہیں۔ عقل مند لوگ ہمیشہ خوف خدا رکھتے ہیں۔ وہ ہمیشہ اپنے حال اور اپنے [illegible] کہ ان کا رخ حضوری کا ہے یا دوری کا ہے۔

حاصل: کتاب اللہ ہدایت و نصیحت کے لیے سند کا درجہ رکھتی ہے۔ اس سے استفادہ [illegible] ہوتے ہیں۔ عقل مند اور بے عقل مساوی نہیں ہوتے۔

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ۝۵۵

تو صبر کر بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے اور اپنے گناہوں پر استغفار کر اور صبح و شام اپنے رب کی تسبیح کر۔

عقل مندی کے لیے طریقت بیان فرمائی گئی ہے اور عقل مند کے لیے ضروری ہے [illegible] ہے اپنے گناہوں پر اللہ سے بخشش طلب کرے اور صبح و شام [illegible] کے لیے بھی ہیں۔ اللہ صبر کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔ صبر کرنے والوں میں [illegible] سے محبت نہیں رکھتا، وہ [illegible] اس سے قول و عمل کی صورت [illegible]۔ اللہ [illegible] اللہ نے ہی عطا فرمایا ہے [illegible]

سے یہ فرمایا گیا ہے کہ تمہارا قول، سدید ہو جائے تو تمہارے اعمال کی اصلاح کر دی جائے گی اور تمہارے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ جس کا قول پاک ہے، جس کا نطق خواہش کے تحت نہیں ہے، جس کی بات اللہ کی بات ہے، جس کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے، جو پاک کرنے کے درجے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فائز کیا گیا ہے، وہ اللہ کا بھیجا ہوا شاہد ہے۔ اس کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے، اس سے تقدم اللہ سے تقدم ہے، اس کے اتباع سے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ جس کو یہ یقین ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بخشش کی راہ پر ہوتا ہے۔ اسی لیے یہ حکم ہے کہ یاد رکھو، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہوں پر استغفار کرو۔ ہر مقام پر خود کو حق کے مطابق رکھنا، اور اللہ سے بخشش مانگتے رہنا بندگی ہے۔ جس ذات پاک کے اسوۂ حسنہ کو اللہ نے ہمارے لیے معیار ٹھہرایا ہے وہاں کسی نقص کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ صبح و شام وہ اوقات ہیں جب کائنات میں تغیر واقع ہو رہا ہوتا ہے، اس وقت قادر مطلق کی حمد سے تسبیح کرنا بندے کا معمول ہونا چاہیے۔ اس وقت ذکر کیا جائے ترنم کے ساتھ، تو کائنات میں تسبیح کرنے والے ہم نوا ہو جاتے ہیں۔ اس سے جو راحت حاصل ہوتی ہے اس کو کسی قیمت پر حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

حاصل: عقل مند وہ ہے جو صبر کرتا ہے، یہ یقین رکھتا ہے کہ اللہ کا وعدہ حق ہے، اپنے گناہوں پر استغفار کرتا ہے، اور حمد سے صبح و شام اپنے رب کی تسبیح کرتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِيٓ ءَايَٰتِ ٱللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَٰنٍ أَتَىٰهُمْ ۙ إِن فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ مَّا هُم بِبَٰلِغِيهِ ۚ فَٱسْتَعِذْ بِٱللَّهِ ۖ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ ﴿٥٦﴾

بے شک جو لوگ اللہ کی آیات میں مجادلہ کرتے ہیں، بغیر کسی سند کے جو انہیں ملی ہو، ان کے صدور میں کبر ہی ہے، جسے کبھی نہ پہنچیں گے۔ تو اللہ کی پناہ مانگو۔ بے شک اللہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

اللہ کی آیات میں کافر ہی مجادلہ کرتے ہیں۔ کافروں کی بات ہمیشہ بے سند ہوتی ہے۔ ماضی میں ہر امت یہ قصد کر چکی ہے کہ اللہ کے رسول کو پکڑ لیا جائے، اس کے ساتھ بالباطل مجادلہ کیا جائے اور حق کو گرا دیا جائے، اور ان لوگوں کو ہمیشہ اللہ کی پکڑ نے عبرتناک انجام تک پہنچایا ہے۔ اللہ کی آیات کو مانا جائے، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والوں کا اتباع کیا جائے تو حقیقی علم عطا ہوتا ہے۔ ظن گمان سے حق کو پانا ممکن نہیں ہے۔ منکرین حق اس کبر کی وجہ سے اور نخوت کی وجہ سے جو ان کے سینوں میں ہوتی ہے، حق کو نہیں مانتے۔ حق کے انکار کو یہ لوگ اپنی پہچان بنا لیتے ہیں۔ اس طرح جس بڑائی کے یہ طالب ہوتے ہیں وہ انہیں نہ کبھی حاصل ہوئی ہے نہ کبھی حاصل ہوگی، کہ عزت اللہ کے لیے ہے، اللہ کے رسول کے لیے ہے اور مومنین کے لیے ہے۔ جو لوگ اللہ کی آیات میں مجادلہ کرتے ہیں، اللہ ان کے کبر و جباریت کی بدولت ان کے قلوب پر مہر کر دیتا ہے، پھر ان کو ڈرسنایا جائے یا نہ سنایا جائے وہ ایمان نہیں لایا کرتے۔ اللہ کی پناہ مانگنا حق ہے۔ اللہ کی پناہ مانگنے والے اپنے حق کو ادا کرنے کے بعد منکرین حق کے شر سے خوف زدہ نہیں ہوتے۔ انہیں علم ہوتا ہے کہ اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے، وہی حفاظت کا سب سے بڑا علم رکھتا ہے۔

حاصل: آیات الٰہی میں بے سند مجادلہ، کفر اور کبر کی علامت ہے۔ بالباطل مجادلہ کرنے والے ہمیشہ نامراد ہی رہتے ہیں۔ شیطان اور شرارت سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا سننے والا اور سب سے بڑا دیکھنے والا ہے، سب سے بہتر حفاظت بھی وہی کرتا ہے۔

at.com

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾

بے شک آسمانوں اور زمین کا خلق انسانوں کے خلق کرنے کے مقابل بڑا کام ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

آسمانوں اور زمین کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔ ان کا منشا تخلیق بھی اللہ نے رکھا ہے۔ ان کی [illegible] بھی اللہ [illegible] کام اللہ نے سپرد کیے ہیں وہ منشا ایزدی کے مطابق سرانجام دے رہے ہیں۔ [illegible] چھوٹا کام ہے۔ جس نے پہلے پیدا کیا ہے اس کے لیے دوبارہ پیدا کرنا آسان ہے۔ جو لوگ اصلاح حال سے غافل [illegible] ہی نہیں سکتے۔ اس لیے لاعلم ہی رہتے ہیں۔

حاصل: آسمانوں اور زمین کا خلق کرنا، انسانوں کے خلق کرنے کے مقابل بڑا کام ہے۔ [illegible] موت کے بعد اٹھانا آسان کام ہے۔ جو اصلاح حال سے غافل ہو وہ [illegible] نہیں۔

وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِىْٓءُ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾

اور اندھا اور بصارت والا مساوی نہیں [illegible] والے جو صالح عمل کرتے ہیں اور [illegible] نہیں) بہت قلیل دھیان کرتے ہیں۔

دھیان کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ [illegible] ہیں۔ جو حق مانتا ہے اور صالح اعمال سے اپنی صداقت کا ثبوت دیتا ہے وہ آخرت پر [illegible] پر قائم رہتا ہے وہ آخرت کو نہیں مانتا۔ حق ماننے والے اور نہ ماننے والے کبھی مساوی نہیں [illegible] ہوا کرتے۔ حق ماننے والے اور نہ ماننے والے مساوی نہیں ہوں گے۔

حاصل: خلاف حق کرنے والے اندھے ہیں۔ حق ماننے والے اور صالح عمل [illegible] بینا کبھی مساوی نہیں ہوتے۔ حیات دنیا میں بھی نہ ہی حیات آخرت میں [illegible]

اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۹﴾

بے شک ساعت آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں ہے لیکن اکثر لوگ مانتے نہیں۔

انسان کا آنا ہی ساعت [illegible] جائے گی۔ حیات [illegible] جائے تو پھر اصلاح حال سے نجات ممکن نہیں ہوگی۔ جو لوگ اصلاح حال سے غافل [illegible]

حاصل: قیامت کا آنا یقینی ہے اس میں شک کرنا حقائق کا انکار ہے۔ [illegible] ثبوت اس طرح دیا جاتا ہے کہ سارا اعمال حق کے مطابق ہو۔

rfat.com

وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ ۟۶۰ ع

اور تمہارے رب کا فرمان ہے، مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ بے شک جو لوگ میری عبادت سے استکبار کرتے ہیں جلد ہی جہنم میں داخل ہوں گے ذلیل ہو کر۔

قیامت کے آنے کا یقین ہو جائے تو اصلاح حال کی طرف فوری توجہ ہوتی ہے۔ اس وقت ہمارے رب کا یہ فرمان کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا، بڑا سہارا دیتا ہے۔ فلاح کی طلب رکھنے والے کی دعا یہی ہوتی ہے: یا اللہ خلوت میں مجھے پاک رہنے کا شرف عطا فرما، کہ میں تیرے ساتھ پاک رہوں اور جلوت میں مجھے اپنے محبوب ﷺ کے ساتھ باوضو رہنے کا شرف عطا فرما کہ حضور ﷺ کا اسوۂ حسنہ میرا حال ہو جائے۔ یہ دعا اظہار بندگی ہے۔ جو لوگ اللہ کی بندگی سے سرتابی کرتے ہیں وہ عمل کے لیے دیئے گئے وقت کو ضائع کر رہے ہیں، ان کا رخ خلاف حق ہے۔ وہ بڑائی کے دعوے کر رہے ہوں گے اور اتمام حجت کے بعد انہیں پکڑ لیا جائے گا۔ پھر وہ اصلاح کو قبول کرنے کی طرف آئیں گے مگر ان کے لیے توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہو گا۔ وہ جہنم میں داخل ہوں گے ذلیل ہو کر۔ موت کے وقت سے لے کر جہنم میں داخل ہونے کا وقت طویل نہیں ہے، کہ عذاب میں مبتلا ہونے کا یقین بھی ایک عذاب ہے اور یہ عذاب موت کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔

حاصل: خلوت و جلوت میں پاک رہنے کی دعا کرنی چاہئے۔ جو لوگ اللہ کی بندگی سے سرتابی کرتے ہیں، ان کا انجام جہنم ہو گا۔ استکبار کرنے والے ہمیشہ ذلیل ہوتے ہیں۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ غافر (۴۰) میں ہی فرمایا ہے: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰهِ ؕ اَنّٰى یُصْرَفُوْنَ ۟۶۹ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَ بِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۛ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ۟ۙ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَ السَّلٰسِلُ ؕ یُسْحَبُوْنَ ۟ کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جو اللہ کی آیات میں مجادلہ کرتے ہیں، کہاں پھرے جاتے ہیں۔ وہ جنہوں نے کتاب کی تکذیب کی اور جو کچھ ہم نے اپنے رسولوں کے ساتھ بھیجا، جلد ہی انہیں معلوم ہو جائے گا، جب ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور زنجیریں ہوں گی اور وہ گھسیٹے جائیں گے۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ۟۶۱

اللہ ہی ہے کہ جس نے تمہارے لیے رات بنائی کہ اس میں تسکین پاؤ اور دن بنایا دیکھنے کو۔ بے شک اللہ لوگوں پر فضل کرتا ہے، ولیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

اللہ ہی رات اور دن کا خالق ہے۔ اگر اللہ قیامت تک رات ٹھہرا دے تو کون ہے اللہ کے سوا جو روشنی لا دے، اور اگر قیامت تک دن ہی ٹھہرا دے تو کون ہے اس کے سوا جو سکون کے لیے رات لا دے۔ جس کی قدرت سے ہمیں سکھ مل رہا ہے، اس سے بڑا ہماری ضروریات کو جاننے والا کوئی نہیں ہے۔ یہ اللہ کی رحمت ہے کہ اس نے رات کو ہمارے سکون کے لیے بنایا ہے، اور دن کو اللہ کا فضل تلاش کرنے کے لیے بنایا ہے۔ اللہ لوگوں پر فضل کرتا ہے، مگر وہ اکثر شکر نہیں کرتے۔ بندے کو جو کچھ درکار ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی عطا فرماتا ہے۔ حق کو ماننے کے لیے جو آسانیاں ضروری ہوتی ہیں، وہ بھی اللہ کے فضل سے عطا ہوتی رہتی ہیں۔ جو لوگ من مانی کرنے میں لگے رہتے ہیں، وہ اللہ کے فضل کی

Marfat

طرف نہیں دیکھتے۔ جن مقاصد کے حصول میں وہ لگے ہوتے ہیں، ان کا حصول بھی باذن اللہ ہی ہوتا ہے۔ اصلاح کی طرف آنے سے پہلے بندے کو جو کچھ ملنا چاہئے، بندے کو اس کا پتہ بھی نہیں ہوتا مگر اللہ اپنے فضل سے وہ دیتا رہتا ہے جس میں بندے کی فلاح ہوتی ہے۔

حاصل: رات کو سکون کے لیے بنایا گیا ہے۔ دوسروں کے سکون کا بھی دھیان رکھنا چاہئے۔ دن میں اللہ کا فضل تلاش کرنا چاہئے۔ اپنے اوپر اللہ کے فضل کو دیکھتے رہنا چاہیے، اور اللہ کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے۔

وقف لازم

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿٦٢﴾

وہی اللہ تمہارا رب ہے، ہر شے کا خالق ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو کہاں پھرے جاتے ہو۔

اللہ تعالیٰ خالق کل ہے۔ اس نے ہمارے لیے سب اہتمام کیے ہیں۔ وہی ہمیں پالتا ہے، اور اپنے حکم سے پیدا کرتا ہے، وہی زندگی دیتا ہے وہی موت دیتا ہے، وہی متاع حیات دیتا ہے۔ اسی کی طرف سے حق کو نازل فرمایا گیا ہے۔ وہی حق کو قبول کرنے والوں کا مددگار ہے، وہی جزا دینے والا ہے۔ وہی تو معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اللہ کو معبود ماننے کا مطلب ہوتا ہے اس کی طرف رجوع لانے والے کا اتباع ہی ہوگا۔ شاہراہ شریعت روشن ہے، جب کوئی اس سے ہٹتا ہے تو اس سے پہلے کوئی دلیل نہیں ہوتی۔

حاصل: اللہ ہی ہمارا رب ہے جو خالق کل ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ حق سے پھرنا روشنی سے اندھیرے کی طرف جانے والی بات ہے۔

كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿٦٣﴾

اسی طرح پھرے جاتے رہے ہیں وہ جو اللہ کی آیات سے منحرف ہوتے رہے ہیں۔

اللہ کی آیات کا انکار کرنے والے، اللہ کو خالق تو مانتے ہیں، اس کی قدرت کا اعتراف نہیں کرتے، مثلاً یہ نہیں مانتے کہ اللہ بعث بعد الموت پر بھی قادر ہے۔ اللہ کی قدرت کا احاطہ کرنا بندے کے لیے ممکن ہی نہیں۔ اللہ کی آیات کا انکار کرنے والے حق کے مقابل اپنی خواہش کی پیروی کرنے والے ہی ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ راہ حق سے پھر جاتے رہے ہیں۔

حاصل: آیات الٰہی کا انکار کبھی اسناد سے نہیں ہوتا، انکار کرنے والے اللہ کی آیات سے منحرف ہوتے ہیں، وہی راہ راست سے پھر جاتے ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ښ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٤﴾

اللہ ہی نے زمین کو تمہارے لیے قرار گاہ بنایا، اور آسمان کو چھت بنایا، اور تمہیں صورت دی تو تمہیں اچھی صورت دی، اور تمہیں طیبات سے رزق دیا۔ یہ ہے اللہ تمہارا رب، تو بڑی برکت والا ہے رب العالمین۔

rfat.com

اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کے روشن ثبوت بیان فرمائے گئے ہیں۔ زمین کو ہمارے لیے مستقر بنایا گیا ہے۔ اس میں ہماری ضروریات کو بہم پہنچایا گیا ہے۔ اس کے ساتھ آسمان کو چھت بنایا گیا ہے۔ آسمان سے بھی ہماری ضروریات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ ہماری صورتوں کو اللہ نے بنایا ہے جیسے چاہا ہے۔ اشیا، تو سب اللہ نے ہی بنائی ہیں، ہماری صورت احسن ان معنوں میں ہے کہ اشیا، سب ہمارے لیے بنائی گئی ہیں اور ہم اللہ کے لیے بنائے گئے ہیں۔ رزق زندگی کی ضرورت تو ہے مگر ہمارا رزق بھی پاک چیزوں پر مشتمل فرمایا گیا ہے۔ ناپاک چیزوں سے دور رہنا ہمارے لیے ضروری ہے۔ یہ ہے اللہ کی شان جو ہماری ربوبیت کر رہا ہے، اور عالمین کی ربوبیت کر رہا ہے۔ برکت دینے والا بھی وہی ہے۔ جسے برکت کی طلب ہو، اسے رضائے الٰہی کو ہر مقام پر مقصود جاننا چاہیے۔ جب بندے کو کائنات میں اپنے مقام کا عرفان ہو تو پھر وہ اپنے درجے سے نہیں گرے گا۔

حاصل: اللہ ہی ہے جس نے زمین کو ہمارے لیے مستقر بنایا، آسمان کو چھت بنایا۔ ہماری صورت کو جس نے احسن بنایا، جس نے ہمیں طیبات سے رزق دیا، وہی ہمارا رب ہے، وہی رب العالمین ہے۔ وہی برکت دیتا ہے۔ برکت کبھی خلافِ حق کرنے سے حاصل نہیں ہوتی۔

هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۵﴾

وہی دائماً زندہ ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو اسی کی بندگی کرو خالص اسی کے دین کے ہو کر۔ حمد اللہ ہی کی ہے جو رب العالمین ہے۔

اللہ تعالیٰ تعین سے پاک ہے۔ زندگی سب کو وہی دیتا ہے۔ اس کی زندگی سب سے بہت بالا ہے۔ اسی کی رضا کو مقصود بنایا جائے تو ہمارا مقصدِ تخلیق پورا ہو سکتا ہے۔ اس لیے اسی کے عطا کردہ دین کو مانا جائے اور خلوص کے ساتھ مانا جائے، اور کافروں کو ہمارے طریقِ زندگی سے کراہت ہوتو ہوا کرے ہمیں اس کی پرواہ بھی نہ ہو۔ حمد اللہ کی شان ہے، کہ وہ سب کو پالتا ہے، اور اپنے علم سے پالتا ہے۔

حاصل: اَلْحَيُّ، اللہ ہی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کی بندگی مخلصین کی معیت میں ہی ہوتی ہے۔ اللہ کی حمد کرنے والے کو یہ یقین رکھنا چاہیے، کہ اللہ جو اس کے لیے چاہتا ہے، وہی اس کے لیے بہترین ہے۔

قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ ۡ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۶﴾

فرما دیجئے مجھے منع کیا گیا ہے کہ ان کی بندگی کروں جن کو تم اللہ کے مقابل پکارتے ہو، جب کہ میرے پاس میرے رب کی روشن نشانیاں آ چکی ہیں، اور مجھے امر ہے کہ میں رب العالمین کو تسلیم کروں۔

یہ تعلیم امت کے لیے فرمایا گیا ہے۔ مومن کو جب یہ کہا جائے کہ تم منکرین حق کی ملت میں واپس آ جاؤ، ورنہ تمہارے ساتھ بڑا سخت برتاؤ کیا جائے گا، تو اسے جواب میں یہ کہنے کا حکم ہے کہ جن کی بات میرے لیے حکم کا درجہ رکھتی ہے، انہوں نے مجھے اللہ کے مقابل کسی کی بندگی کرنے سے منع کر دیا ہے، اور میرے پاس میرے رب کی روشن نشانیاں بھی آ چکی ہیں۔ مجھے یہی امر دیا گیا ہے کہ میں رب العالمین کو تسلیم کروں۔ اب میری یہ مجال نہیں کہ رب العالمین کا حکم میرے علم میں ہو اور میرا جھکاؤ اس کے مقابل کسی دوسری طرف ہو۔

حاصل: کافروں کی طرف سے جب غیر اللہ کی بندگی کے لیے کہا جائے تو جواب میں مؤمن کو یہ کہنا چاہیے: مجھے اللہ کے مقابل کسی کی بندگی سے منع کر دیا گیا ہے۔ میرے پاس میرے رب کی روشن نشانیاں آچکی ہیں اور مجھے رب العالمین کو ماننے کا حکم دیا گیا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُیُوْخًا ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَ لِتَبْلُغُوْۤا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾

وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے خلق فرمایا، پھر نطفے سے، پھر علقے سے، پھر تمہیں بچے کی صورت سے پیدا کرتا ہے، پھر تمہیں پروان چڑھاتا ہے تاکہ پورے زور کو پہنچو، پھر تم بوڑھے ہو جاتے ہو، اور تم میں سے کچھ اس سے قبل ہی وفات پا جاتے ہیں، اور اس لیے کہ تم اجل مسمّی تک پہنچو اور اس لیے کہ تم عقل کرو۔

جس رب العالمین کو تسلیم کیا جانا چاہیے اس کی شان یہ ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا [illegible] پیدا کیا گیا تھا اور ہم ان کی اولاد ہیں۔ پھر نسل کی صورت یہ رکھی کہ [illegible] ارحام میں صورتیں بناتا ہے جیسے چاہتا ہے، پھر پیدا ہونے کا مرحلہ آتا ہے [illegible] ہیں۔ پیدائش کے بعد بچے کی ضروریات کے مطابق اسے غذا [illegible] اپنی قوت کے اعتبار سے پورے زور کو پہنچ جاتا ہے۔ پھر اس پر بڑھاپے کا مرحلہ آتا ہے [illegible] کچھ لوگ بلوغت اور بڑھاپے سے پہلے ہی فوت ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اجل کی [illegible] چاہیے کہ جو قادر مطلق اپنی قدرت کا مشاہدہ کروا رہا ہے، یقیناً بعث بعد الموت [illegible]

حاصل: رب العالمین ہی ہمارا خالق ہے اور پالنے والا ہے۔ پیدائش کی ابتدا [illegible] قدرت نظر آتی ہے۔ وہ یقیناً بعث بعد الموت کے [illegible] اصلاح حال سے دینا چاہیے۔

ع هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۶۸﴾

وہی ہے کہ جو حیات دیتا ہے اور موت دیتا ہے اور جب کسی امر کا فیصلہ فرماتا ہے تو بس فرماتا ہے کہ ہو جا تو بس وہ ہو جاتا ہے۔

حیات دینا بھی اللہ کی شان ہے، موت دینا بھی اللہ کی شان ہے [illegible] نہیں ہے۔ اس کا کام [illegible] کے مطابق تصرف شروع ہو جاتا ہے [illegible]

ربوبیت کررہا ہے۔ رب العالمین کی بندگی سے ہی بندہ ہر مقام پر پورا رہ سکتا ہے۔

حاصل: حیات دینا بھی اللہ کا کام ہے، موت دینا بھی اللہ کا کام ہے۔ عنوان رکھنا بھی اللہ کی شان ہے۔ جب وہ عنوان رکھ دے تو تصرف اسی کے مطابق شروع ہو جاتا ہے۔ اس کا امر ہمیشہ مانا جاتا ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ ص (۳۸) میں ارشاد فرمایا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ یَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌۢ بِمَا نَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ ۝ بیشک جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹکتے ہیں ان کے لیے شدید عذاب ہے، اس لیے کہ وہ یومِ حساب کو بھلا بیٹھے ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰہِ ؕ اَنّٰى یُصْرَفُوْنَ ۝۶۹ کیا تم نے ان لوگوں کو دیکھا جو اللہ کی آیات میں مجادلہ کرتے ہیں، کہ وہ کہاں پھرے جاتے ہیں۔

معانقہ ۱۴

جو لوگ اللہ کی آیات میں مجادلہ کرتے ہیں، وہ یہ نہیں دیکھتے کہ حیات دینے والا اللہ ہے، موت دینے والا اللہ ہے، اللہ کی مشیت کے سامنے کسی کی کوئی حیثیت نہیں ہے، وہ نہ ہونے کو ہونا بنانے پر قادر ہے، ہونے کو نہ ہونا بنانے پر قادر ہے۔ عقل کرنے والوں کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کس رخ پر جا رہے ہیں۔

حاصل: اللہ کی آیات میں مجادلہ کرنے والے ہمیشہ تضاد میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ان کا رخ خلافِ حق ہوتا ہے۔ افہام و تفہیم کے لیے بات کرنے والے سند سے بات کرتے ہیں۔ ان کے اندر کبر نہیں ہوتا۔ ان کا رخ ہمیشہ درست ہوتا ہے۔

الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَ بِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۛ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ۝۷۰ وہ لوگ جنہوں نے کتاب کی تکذیب کی اور جو ہم نے رسولوں کے ساتھ بھیجا۔ تو جلد ہی انہیں معلوم ہو جائے گا۔

کتاب اللہ کو جھٹلانے والے، اور اللہ کی نشانیوں کو جھٹلانے والے، اپنے انجام کو جلد ہی جان لیں گے۔ حق تو ہر زمانے میں ایک ہی رہا ہے۔ اس لیے حال کی تکذیب ماضی کی بھی تکذیب ہے، اور ماضی کی تکذیب حال کی بھی تکذیب ہے۔ مجادلہ کرنے والوں کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ وہ سخت سزا کی طرف بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ جب منکرین حق کو یہ معلوم ہو جائے گا، کہ وہ حق کو جھٹلاتے رہے ہیں تو اس وقت انہیں سخت ندامت ہوگی مگر اس وقت اصلاح کو اختیار کرنا ممکن نہ ہوگا۔

حاصل: حال سے استفادہ کرنا چاہیے۔ کتاب اللہ کو ماننا اور اللہ کی نشانیوں کو ماننا ہی باعثِ فلاح ہوتا ہے۔

اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَ السَّلٰسِلُ ؕ یُسْحَبُوْنَ ۝۷۱ جب ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور زنجیریں ہوں گی اور وہ گھسیٹے جائیں گے۔

at.com

حق کی اہمیت منکرین کے علم میں تب آئے گی جب ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور پاؤں میں زنجیریں ہوں گی اور وہ تب حق کی تکذیب کا اور اللہ کی نشانیوں کی تکذیب کا انجام دیکھیں گے۔ اس وقت ان کو گرم پانی میں گھسیٹا جائے گا۔ حق سے اکڑنے والی گردنوں کو اور خلاف حق چلنے والے پاؤں کو ان کے کیے کی وہ جزا دی جائے گی جس کے وہ مستحق ہوں گے۔ ہر ایک کو اس کے عمل کی پوری جزا دینا اللہ کی شان ہے۔

حاصل: حق کے انکار کا انجام یہ ہوگا کہ گردنوں میں طوق ہوں گے، پاؤں میں زنجیریں ہوں گی اور گرم پانی میں گھسیٹا جائے گا۔ حال پر اپنی گردن کو حق کے سامنے جھکانا چاہئے، اپنے رخ کو درست رکھنا چاہئے، یہ اپنی حفاظت کرنے کی صورت ہے اور اپنی حفاظت سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہیے۔

فِي الْحَمِيمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ ۝ گرم پانی میں، پھر آگ میں جھونک دیے جائیں گے۔

حق کا انکار کرنے والے انکار میں ہی اپنا سب کچھ لگا دیتے ہیں۔ قیامت کے دن ان کو گرم پانی میں گھسیٹا جائے گا پھر ان کو آگ میں جھونک دیا جائے گا۔ یہ وہ آگ ہوگی جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے۔ یہ حالت ان کے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہوگی۔

حاصل: گرم پانی کے ساتھ سزا دینا اور آگ کے ساتھ سزا دینا صرف اللہ کی شان ہے۔ کسی اور کو سزا دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔

ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ تُشْرِكُونَ ۝ پھر ان سے فرمایا جائے گا کہاں ہیں وہ جنہیں تم شریک ٹھہراتے تھے۔

حق کا انکار کرنے والے مشرکوں سے یہ سوال اس وقت ہوگا جب وہ عذاب میں مبتلا ہوں گے کہ تم جن کو اللہ کے مقابل پکارتے تھے جنہیں تم اللہ کا شریک ٹھہراتے تھے جن سے امیدیں رکھتے تھے وہ کہاں گئے، اس وقت تم بڑے دکھ میں ہو اور کوئی تمہاری مدد کو نہیں۔

حاصل: مشرکین سے ان کے معبودوں کے بارے میں تب پوچھا جائے گا جب وہ آگ میں جھونک دیے گئے ہوں گے۔

مِن دُونِ اللَّهِ ۖ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا بَل لَّمْ نَكُن نَّدْعُو مِن قَبْلُ شَيْئًا ۚ كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ ۝ اللہ کے مقابل؟ وہ کہیں گے وہ ہم سے گم ہو گئے، بلکہ ہم تو کسی شے کو اس سے قبل پکارتے ہی نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کو راہ سے بھٹکا دیتا ہے۔

Marfat.c

جب کافروں سے یہ پوچھا جائے گا، کہاں گئے تمہارے معبود جن کو تم اللہ کے مقابل پوجا کرتے تھے، تو کافر عرض کریں گے وہ تو ہم سے گم ہو گئے۔ یہ شرک کا اعتراف ہوگا، اور اس اعتراف کے بعد کافر یہ کہیں گے، بلکہ ہم تو اس سے قبل کسی شے کو پوجتے ہی نہ تھے۔ یہ عذاب الٰہی کے سامنے حواس کے گم ہو جانے کی صورت ہوگی، کہ شرک کا اعتراف بھی ہوگا، اور اسکے ساتھ ہی انکار بھی ہوگا۔

حاصل: عذابِ الٰہی سے حواس گم ہو جائیں گے۔ پہلے کافرین اپنے معبودوں کے گم ہو جانے کو تسلیم کر کے اپنے شرک کا اعتراف کریں گے، پھر کہیں گے کہ ہم کسی شے کو پوجتے ہی نہ تھے۔

ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ﴿۷۵﴾

یہ اس لئے ہے کہ تم زمین میں ناحق فرحت کا اظہار کرتے رہے، اور اس لیے ہے کہ تم اکڑتے رہے۔

کافروں کی بدحواسی تو عذاب الٰہی کو پا کر ہوگی ہی، حیاتِ دنیا میں اس کے اسباب کو بیان فرمانے کا منشاء یہ ہے کہ اپنے حال اور اعمال کی حفاظت کرنے والے اس سے فائدہ اٹھائیں۔ جو لوگ اللہ کے فضل کو اپنی کوشش و کاوش کی بدولت جانتے ہیں، وہ اللہ کا شکر ادا کرنے کی بجائے اترانے لگتے ہیں۔ ان کا رخ درست نہیں رہتا۔ پھر وہ غرور کا اظہار کرتے ہوئے دوسروں کو حقیر ثابت کرنے لگتے ہیں۔ متاعِ حیاتِ دنیا تو ایک وقت کے لیے ہے، اور یہ دیکھنے کے لیے دی جاتی ہے کہ اس کا استعمال حق کے مطابق کیا جاتا ہے، یا نہیں۔ اسی کو اگر اپنی بڑائی کے جواز کی صورت میں پیش کیا جائے تو یہ حواس کے درست نہ ہونے کا ثبوت ہے۔

حاصل: وسعتِ مال پر اترانا اور غرور کے ساتھ دوسروں کو حقیر ثابت کرنا، حواس کے درست نہ ہونے کا ثبوت ہے۔ اصلاحِ حال کے لیے دی گئی مہلت میں ہی اپنے حال کو درست کیا جا سکتا ہے۔

اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۶﴾

جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، اس میں ہمیشہ رہنے کے لیے۔ تو کیا ہی بُرا ٹھکانا ہے متکبرین کا۔

زمین میں ناحق اترانے والوں سے اور غرور کرنے والوں سے فرمایا جائے گا: جہنم کے وہ مقامات جو تمہاری سزا کے لیے مخصوص ہیں، ان میں داخل ہو جاؤ، یہیں تمہیں ہمیشہ رہنا ہے۔ اور تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا کتنا برا ہے۔

حاصل: جزا دینے کا جو علم اللہ کو ہے، وہ اسی کی شان کے لائق ہے۔ تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا بہت بُرا ہوگا۔ تکبر سے بچنے کے لیے اپنی پسند کو اہمیت نہ دینا بہت ضروری ہے۔

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۷۷﴾

تو صبر کر، بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے۔ پھر اگر ہم تمہیں دکھا دیں جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے، یا تمہیں پہلے ہی وفات دیں، انہیں بہر حال لوٹ کر ہماری ہی طرف آنا ہے۔

at.com

پیغام حق پہنچانے والے صاحب کے لیے یہ فرمان ہے کہ صبر کرنا حق ہے، اور یہ صبر اتمام حجت کے بعد تک ہے۔ یہ آنے والے ہر زمانے سے تعلق رکھتا ہے۔ اللہ کا وعدہ ہمیشہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ دو صورتیں ہو سکتی ہیں: ایک یہ کہ شاہد کے ہوتے ہوئے ہی وعدے کے مطابق حالات سامنے آ جائیں۔ دوسری یہ کہ شاہد کے وصال کے بعد وہ صورت سامنے آئے، جس سے لوگوں کو آگاہ کیا گیا تھا۔ واپسی تو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہوگی۔ جس کی طرف سے آنا ہوا ہے، واپسی بھی اسی کی طرف ہی ہوگی، اور جزا بھی وہی دے گا۔

حاصل: صبر کرنا، اللہ کے ساتھ کی صورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہمیشہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ جب واپسی ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف ہوگی تو اس کے لیے تیاری کرنے سے غفلت اپنے آپ کو دھوکے میں ڈالنے والی بات ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ۗ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ ع

اور بے شک ہم نے تم سے قبل بھی رسول بھیجے جن میں سے کچھ کے حالات تم سے بیان کیے اور کچھ کے تم سے بیان نہیں کیے، اور رسول کو یہ نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی نشانی لے آئے۔ پھر جب اللہ کا امر آئے گا تو حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا، اور اہل باطل ہی خسارہ اٹھانے والے ہوں گے۔

حق رسولوں کے ذریعے لوگوں تک پہنچتا رہا۔ لوگوں نے اللہ کے فرمان کو ماننے والے فلاح پاتے رہے، اور جھٹلانے والے خسارے میں پڑتے رہے۔ تمام رسولوں کے احوال بیان کیے گئے ہیں، کچھ کے نہیں کیے گئے۔ بیان کردہ احوال ہی سے بڑی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ رسول نے اپنی صداقت کے ثبوت میں جو نشانی پیش کی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی تھی، اور اتمام حجت میں مددگار رہی تھی۔ یہی اللہ تعالیٰ کی سنت رہی ہے۔ جب اللہ کا امر آتا ہے تو فیصلہ ہو جاتا ہے۔ اہل باطل ہی خسارے میں پڑتے ہیں۔ اہل باطل ہی خسارے میں پڑتے رہے ہیں۔

حاصل: ہر رسول اللہ کا بیان ہمیشہ حق ہوتا رہا ہے۔ جن رسولوں کے احوال بیان کیے گئے ہیں ان کی بڑی اہمیت ہے۔ ہر رسول جو نشانی لائے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی تھی، اور وہ نشانی اتمام حجت کے لیے قطعاً ضروری تھی۔ جب اللہ کا امر آ جاتا ہے تو فیصلہ ہوتے ہیں حق کے، اور اہل باطل ہی خسارے میں پڑتے ہیں۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الجاثیہ (۴۵) میں ارشاد فرمایا ہے: كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰى اِلٰى كِتٰبِهَا ۗ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ ہر امت کو اپنے نامہ اعمال کی طرف بلایا جائے گا۔ آج کے دن تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دی جائے گی۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝۷۹

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے چوپائے بنائے، کہ کسی سے سواری کا کام لیتے ہو اور کسی سے کھاتے ہو۔

چوپائے انسانی ضرورت ہیں۔ اللہ نے ہمارے لیے بنائے ہیں۔ یہ کچھ ہماری سواری کے طور پر استعمال ہوتے ہیں، اور کچھ غذا کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ سواری کے طور پر استعمال ہونے والے جانوروں کی پرورش وحفاظت کا ایک علم ہے، خوراک کے طور پر استعمال ہونے والے جانوروں کی پرورش، حفاظت اور طریق استعمال کا ایک علم ہے۔ اگر چوپائے اللہ کے عطا کردہ علم کے مطابق استعمال ہوں گے، تو فرد کو بھی سکھ ملے گا، اجتماعی سکھ بھی حاصل ہوگا۔

حاصل: چوپائے اللہ کے عطا کردہ ہیں، انسانی ضرورت ہیں، سواری کے لئے استعمال ہوں یا غذا کے لیے استعمال ہوں، ان کی پرورش ان کی حفاظت اور استعمال کے احسن طریقے سیکھنے چاہئیں۔

وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ۝۸۰

اور ان میں تمہارے لیے منافع ہیں، اور اس لیے کہ تم ان پر اپنے جی کی حاجت کو پہنچو، اور تم ان پر اور کشتیوں پر سوار ہوتے ہو۔

چوپایوں سے انسانوں کے لیے دودھ حاصل ہوتا ہے، گوشت حاصل ہوتا ہے۔ ان کے فضلات بھی زمین کی زرخیزی کے لئے مفید ہوتے ہیں۔ ان کے بال، ان کی کھال بھی انسانوں کے لیے بڑے وسیع دائروں میں استعمال ہونے والی چیزیں ہیں۔ ان سے حاصل ہونے والی چربی بھی بہت سارے کاموں میں درکار ہوتی ہے۔ بعض چیزوں کی نقل وحمل کی حاجت ہوتی ہے، اس کام میں چوپائے اب بھی کئی مقامات پر بے بدل نعمت ہیں۔ یہ سواری کے کام بھی آتے ہیں اور ان میں کثیر منافع ہیں۔ آبی راستوں سے نقل وحمل کے لیے کشتیاں بھی استعمال ہوتی ہیں۔ ان کی ضرورت کا احساس، ان کے بنانے کا علم، ان کے لیے درکار ارکان سب اللہ نے ہی تو دیئے ہیں۔ اگر پانی میں مساوی الحجم اور وزن میں کم شئے کو تیرانے کی صلاحیت نہ رکھی جاتی تو کشتیوں اور جہازوں کے نہ ہونے سے قومی اور بین الاقوامی زندگی کیسی ہوتی۔

حاصل: چوپایوں کو منافع بخش بنانا طبعی طریق زندگی ہے۔ اخراجات کو کم رکھنا زندگی کو آسان بنانے کے لیے ضروری ہے، اور یہ طبعی ذرائع نقل وحمل سے ہی ممکن ہے۔

وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ۖ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ۝۸۱

اور وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا رہتا ہے، تو تم اللہ کی کون کون سی نشانیوں کا انکار کرو گے۔

اللہ لوگوں کو اپنی نشانیاں دکھاتا رہتا ہے۔ شعور کی موجودگی میں ان نشانیوں کے مشاہدے سے معرفت الٰہی حاصل ہونی چاہئے۔ بندہ اپنے مقام سے آگاہ ہو جائے، عطاء الٰہی کی قدر کرے اور اسے حق کے مطابق استعمال کرے، جزا کا یقین اس کے اعمال میں جلوہ گر ہو تو اس کا ساتھ دوسروں کے لیے کس قدر راحت افزا ہوگا۔ اللہ کی نشانیاں ہر ہر مقام پر دیکھی جا سکتی ہیں، کہ جو چیزیں اللہ نے بنائی ہیں، وہ تو اسی

at.com

کے علم کی شان ہے، جو چیزیں انسان نے بنائی ہیں، ان کے ارکان بھی اللہ نے بنائے ہیں۔ انسانی ضرورت [illegible] وسعت، اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے خدائی اہتمام، استفادہ کرنے والوں کی کم علمی [illegible] ہیں، جہاں سے معرفت الٰہی حاصل ہو سکتی ہے۔ اللہ کی نشانیوں کا انکار بے بالکل غیر طبعی صورت ہے۔

حاصل: اللہ کی نشانیوں کو دیکھنا اور عطاء الٰہی کی قدر کرنا بندگی کا حصہ ہے۔ اللہ کی نشانیوں کا انکار غیر طبعی صورت ہے۔

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَ اَشَدَّ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِى الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾

کیا انہوں نے زمین میں سیر نہیں کی کہ دیکھتے ان سے قبل والوں کی عاقبت کیسی ہوئی۔ وہ ان سے زیادہ تھے، اور ان کی قوت و آثار بھی زمین میں بہت تھی۔ تو جو سب وہ کرتے تھے وہ ان کے کسی کام نہ آیا۔

زمین میں سیر کرنے کا منشا یہ ہونا چاہیے کہ ماضی میں خلاف حق کرنے والوں [illegible] سے نصیحت لی جائے، حال پر اس راستے کو چھوڑ دیا جائے جو بربادی کی طرف لے جاتا ہے [illegible] مبتلا عذاب ہو چکے ہیں ان کی عددی قوت ہم سے زیادہ تھی۔ زمین میں ان کی قوت [illegible] ان کے آثار قدیمہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ فنون میں بڑی مہارت رکھتے تھے [illegible] ان پر عذاب آیا، اور اس عذاب سے وہ نہ بچ سکے۔ ان کی کثرت، ان کی قوت اور ان کی مہارت [illegible]

حاصل: زمین میں سیر کرنی چاہیے اور خلاف حق کرنے والوں کے انجام سے سبق لینا چاہیے [illegible] میں زیادہ لوگ، ہم سے قوت میں بڑھ کر رہنے والے اور فنون میں ہم سے زیادہ [illegible] خلاف حق کرنے کی وجہ سے جب تباہی کے انجام کو پہنچے ہیں تو پھر [illegible] دیا جائے۔

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸۳﴾

پھر جب ان کے پاس ان کے رسول بینات کے ساتھ آئے تو انہیں اس علم پر ناز تھا جو ان کے پاس تھا، اور انہیں اسی نے آ گھیرا جس کا وہ استہزاء کرتے تھے۔

[illegible]

تعلق ہی نہیں رکھتی، اور لوگ فنون میں اپنی مہارت پر اتراتے ہوئے، حق کا مذاق اڑاتے رہے ہیں۔ مگر اخلاقی قدروں کو غیر اہم ثابت کرنے والے ہی ہمیشہ برباد ہوئے ہیں، اور جس حق کا وہ مذاق اڑاتے رہے اسی کا استہزا، ان کے لیے باعث عذاب ہوا۔

حاصل: رسولوں کی تعلیمات ہمیشہ واضح تھیں اور سلامتی کی راہ کو روشن کرنے والی تھیں۔ انسانی علوم وفنون پر قائم ہونے والا معاشرہ ہمیشہ عبرتناک انجام کو پہنچتا ہے۔ معاشرے کی سلامتی کے لیے جس وسیع بنیاد کی ضرورت ہوتی ہے، وہ صرف اللہ کی کتاب سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَ كَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴿۸۴﴾

پھر جب انہوں نے ہماری آفت کو دیکھ لیا، کہنے لگے ہم ایک اللہ پر ایمان لائے اور جن کو ہم شریک ٹھہراتے تھے، ان سب کا ہم نے انکار کیا۔

جو لوگ اللہ کی مقرر کردہ حدود کا مذاق اڑاتے ہوئے، علوم وفنون کے نام پر زمین میں فساد مچاتے رہتے ہیں، جب عذاب الٰہی ان کے سامنے آتا ہے، اور انہیں تباہی احاطہ کرتی ہوئی نظر آتی ہے، تو وہ یہی کہتے ہیں: ہم ایک اللہ پر ایمان لائے، اور شرک کی ہر صورت کا ہم نے انکار کیا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ باطل کی راہ کا انکار کردینا، بندے کی صداقت کا کافی ثبوت ہے۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ طاغوت کا انکار، اللہ پر ایمان اور صالح اعمال سے اپنے ایمان کی تصدیق یہ سب صداقت کے ثبوت کے لیے ضروری مقامات ہیں۔

حاصل: جس علم سے خوفِ الٰہی بڑھے وہ علم حقیقی ہے۔ عذابِ الٰہی کو دیکھ کر ایک اللہ پر ایمان لانا اور شرک کو چھوڑ دینے کا اعلان کرنا، منکرینِ حق کا طریقہ رہا ہے۔

فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ ع

تو ان کے ایمان نے انہیں نفع نہ دیا، جب انہوں نے ہماری آفت دیکھ لی۔ اللہ کی سنت یہی ہے جو اس کے بندوں میں چلی آتی ہے۔ اور تب کافر لوگ ہی خسارے میں رہے۔

جو ایمان صالح اعمال کی شہادت کے بغیر ہے، وہ اللہ کے نزدیک کوئی حقیقت نہیں رکھتا، اس لیے کبھی نفع بھی نہیں دیتا۔ اللہ کے عذاب کو دیکھ کر ایمان لایا جائے تو عملاً صداقت کا ثبوت دینے کا وقت ختم ہو چکا ہوتا ہے، اس لیے وہ ایمان بے معنی ہوتا ہے، اللہ کی سنت یہی چلی آرہی ہے۔ کافر لوگ خلاف حق کرنے کی وجہ سے انجام کار ہمیشہ خسارے میں ہی رہے ہیں۔

حاصل: ایمان وہی نفع دیتا ہے جس کی شہادت صالح اعمال سے دی جائے۔ عذاب الٰہی کو دیکھ کر ایمان لانے والے خسارے میں ہی پڑتے ہیں۔ اللہ کی سنت یہی چلی آرہی ہے، اور اللہ کی سنت بدلتی نہیں۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الرعد (۱۳) میں فرمایا ہے: اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ ... ﴿۱۱﴾ بے شک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک ان میں تغیر نہ ہو جائے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ حروف مقطعات

ان حروف کے پڑھنے کا معروف طریقہ ہے۔ ان کو الگ الگ کر کے پڑھا جاتا ہے۔ یہ خاموشی کا مقام ہے [illegible] کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تقدم ہوگا۔

حاصل: خاموشی کے مقام پر بولنا اور بولنے کے مقام پر خاموش رہنا، بندے کو حق سے [illegible]

تَنۡزِیۡلٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۚ﴿۲﴾ اس کا نزول الرحمٰن اور الرحیم کی طرف سے ہے۔

قرآن پاک کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے۔ یہ کتاب رحمۃ للعالمین پر نازل فرمائی گئی [illegible] نازل فرمانے والا، لوگوں کو حق کی طرف آنے میں مدد دیتے ہوئے بھی رحم کرتا ہے [illegible] رہنے والوں پر بھی رحم کرتا ہے۔ اللہ کو کوئی احتیاج نہیں ہے۔ اللہ کی بات ماننے میں [illegible] آ جائے فوراً اسے ادب سے مان لینا چاہیے۔ اس سے بڑھ کوئی بات ہو ہی نہیں سکتی۔

حاصل: قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے۔ اس تنزیل کا تعلق [illegible] کیا ہے، جو الرحمٰن اور الرحیم ہیں۔ قرآن پاک ماننے سے ہی بندہ رحمت الٰہی کے [illegible]

كِتٰبٌ فُصِّلَتۡ اٰیٰتُہٗ قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ ۙ﴿۳﴾ قرآن عربی ایسی کتاب ہے [illegible] والے لوگوں کے لیے تفصیل [illegible]

علم کی طلب ہو تو قرآن پاک میں جو کچھ فرمایا گیا ہے [illegible]

حاصل: علم کی طلب ہو تو قرآن پاک کی آیات کے تفصیل ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

بَشِیۡرًا وَّ نَذِیۡرًا ۚ فَاَعۡرَضَ اَکۡثَرُہُمۡ فَہُمۡ لَا یَسۡمَعُوۡنَ ﴿۴﴾ بشارت دینے والی اور ڈرانے والی [illegible] ان سے اعراض کیا، وہ سنتے ہی نہیں۔

rfat.com

قرآن پاک میں ان لوگوں کے لیے بشارت ہے جو قول مبارک کو سنتے ہیں، اس کا احسن اتباع کرتے ہیں۔ انذار ان لوگوں کے لیے ہے جو حکم الٰہی کو سنتے ہیں اور پھر اس کے خلاف کرتے ہیں۔ جو لوگ اس کی اہمیت کو مانتے ہیں وہ تو اس سے منہ پھیرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ جو منہ پھیرتے ہیں وہ اپنی پسند کو کتاب اللہ کے مقابل زیادہ اہم جانتے ہیں۔ انہیں کتاب اللہ کی باتیں سنائی نہیں دیتیں۔ جس علیم مطلق کا یہ فرمان ہے، نتائج اسی کی قدرت سے مرتب ہوتے ہیں۔ کسی کے نہ سننے سے نقصان اسی نہ سننے والے کا ہی ہوگا۔

حاصل: قرآن پاک کو سننا اور ماننا بندگی ہے، اس سے اعراض کرنا جرم ہے۔

وَ قَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْۤ اَکِنَّۃٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَیْہِ وَ فِیْۤ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّ مِنْۢ بَیْنِنَا وَ بَیْنِکَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ﴿۵﴾

اور کہنے لگے ہمارے قلوب غلاف میں ہیں، اس سے جس کی تم ہمیں دعوت دیتے ہو، اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے، اور ہمارے تمہارے مابین حجاب ہے، تو تم اپنا عمل کرو، ہم اپنا عمل کرتے ہیں۔

منکرین جب اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں کہ سب نشانیاں دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے، تو اس وقت وہ تبلیغ حق کرنے والی ذات سے یہی کہتے ہیں: کہ آپ کی دعوت کا ہم پر کچھ اثر نہ ہوگا، ہمارے دل اس سے محفوظ ہیں، ہمارے کانوں میں ایسی کیفیت ہے کہ آپ کی بات ہمیں پہنچتی ہی نہیں، اور پھر قرب مکانی کی صورت میں بھی ہمارے تمہارے مابین ایک حجاب رہتا ہے، کہ آپ کا ہم پر کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ آپ ہمیں جس عذاب سے ڈراتے ہیں، وہ آجائے گا تو دیکھیں گے، اس سے پہلے آپ کی صداقت کو مان لینا ممکن نہیں۔

حاصل: منکرین حق اپنا سب کچھ حق کی مخالفت پر لگا دیتے ہیں۔ عذاب الٰہی کو دیکھ کر وہ ایمان لائیں تو اللہ کے ہاں وہ ایمان قبول نہیں ہوتا۔

قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰۤی اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰـہُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِیْمُوْۤا اِلَیْہِ وَ اسْتَغْفِرُوْہُ ؕ وَ وَیْلٌ لِّلْمُشْرِکِیْنَ ۙ﴿۶﴾

فرما دیجئے میں تمہاری مثل بشر ہی ہوں، مجھے وحی ہوتی ہے کہ تمہارا معبود الٰہ واحد ہی ہے، پھر اسی کی طرف مستقیم رہو اور اس سے استغفار کرو، اور مشرکین کے لیے خرابی ہے۔

اگر حق کے قول کو ماننا مشکل ہوتا تو منافقت کا وجود ہی نہ ہوتا۔ عملاً حق کو ماننا بڑا کام ہوتا ہے۔ جب منکرین حق عذاب الٰہی کی آمد کو ہی تبلیغ حق کرنے والے کی صداقت کا ثبوت ٹھہرا دیں تو ان سے یہ کہا جاتا ہے، کہ میں تمہاری مثل بشر ہوں، مجھے حکم الٰہی کے حوالے سے تمہیں یہ بتانا ہے کہ تمہارا معبود ایک معبود ہے، جو تمہارا خالق ہے، ربّ ہے، مالک ہے، اور تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دینے والا ہے۔ اگر تم اسی کی طرف اپنے رخ کو سیدھا رکھو تو تمہیں یکسوئی نصیب ہوگی، تم اللہ سے بخشش طلب کرو گے، وہ تمہیں بخشش دے گا۔ اگر ایسا نہیں کرو گے تو پھر شرک سے بچ نہیں سکو گے، اور شرک کرنے والوں کے لیے تو خرابی ہی خرابی ہے۔

حاصل: لوگوں کو دعوت اتباع دینے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ کہے میں تمہاری مثل بشر ہوں، تمہیں اپنی

پسند ناپسند کی بات نہیں سناتا، تمہیں حق بتاتا ہوں۔ تمہارا معبود ایک ہے، اسی کی طرف اپنا رخ سیدھا رکھو [illegible]
بخشش طلب کرتے رہو گے تو تمہارا بھلا ہو جائے گا ورنہ شرک سے بچ نہ سکو گے۔ اور شرک کا انجام [illegible] ہے۔

الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝

جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں۔

مشرکین کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ وہ زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں۔ [illegible] دینا عمل کا درجہ رکھتا ہے۔ زکوٰۃ دی جائے تو مال پاک ہوتا ہے اور پاک مال کی [illegible] میں من مانی کرتے ہیں، وہ آخرت کا انکار کرتے ہیں انہیں جزا کا یقین نہیں ہوتا۔

حاصل: زکوٰۃ نہ دینا بھی شرک کی علامت ہے۔ آخرت کا یقین ہمارے عمل میں [illegible] ضرور ہمارے حال سے ظاہر ہوگا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ ع

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کیے ان کے لیے نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔

اللہ پر ایمان کا دعویٰ ہے جو صالح اعمال کی شہادت سے پایۂ ثبوت [illegible] مقام عطا ہوتا ہے۔ اسے ایسے اجر سے نوازا جاتا ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔

حاصل: دائمی پاکیزگی کا مقام نصیب ہو تو اس کا اجر کبھی ختم نہیں ہوتا۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ النحل (۱۶) میں ارشاد فرمایا ہے من عمل صالحا من ذکر او انثی [illegible] فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ ولنجزینھم اجرھم باحسن ما کانوا یعملون [illegible] تو ہم انہیں حیات طیبہ سے زندہ رکھیں گے اور انہیں جزا [illegible]

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

فرما دیجئے کیا تم اس سے کفر کرتے ہو جس نے زمین دو دن میں تخلیق فرمائی اور تم اس کے [illegible] ٹھہراتے ہو، وہی تو رب العالمین ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں [illegible] زمین اللہ نے دو دن میں بنا دی [illegible] مطابق اپنا کام کرتے رہتا ہے [illegible] میں بنانے والے سے مقابل [illegible]

سارے جہانوں کو پالتا ہے اور علم سے پالتا ہے۔ اگر اللہ کے مقابل اور معبود بھی ہوتے تو کائنات میں فساد ہو جاتا۔

حاصل: اللہ تعالیٰ خالق کل ہے، ربّ العالمین ہے، واحد ہے اور لاشریک ہے۔ اللہ تعالیٰ کو لاشریک ماننا ہمارے عمل میں نظر آنا چاہیے۔

وَ جَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَ بٰرَكَ فِيْهَا وَ قَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ۭ سَوَاۗءً لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ ⑩

اور اس میں اس کے اوپر سے لنگر ڈالے اور اس میں برکت رکھی اور اس میں ان کی خوراکیں ٹھہرائیں، یہ سب چار دن ہوئے، سائلین کی ضرورت کے مطابق۔

زمین پر پہاڑ بنانے کا منشا، یہ بتایا گیا ہے کہ یہ کانپے نہیں۔ پھر زمین میں معدنیات رکھی گئی ہیں، اور اس میں تا قیامت آنے والوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے برکت رکھی گئی ہے۔ لوازمات حیات کا مقرر کرنا بہت بڑا علم ہے جو اللہ کی شان کو ظاہر کرتا ہے۔ اللہ نے جس شے کی جو خوراک مقرر کی ہے، اسی خوراک سے وہ شے طبعی طور پر ٹھیک رہتی ہے۔ ہر ایک جاندار کی خوراک کا اہتمام اس کے ماحول میں کرنا بہت بڑی شان ہے۔ تمام جانداروں کی ضروریات کو پورا کرنا اور تا قیامت اس نظام کو حسن وخوبی سے جاری رکھنا اللہ کی شان ہے۔ لوازمات زندگی اللہ کے علم سے تعلق رکھتے ہیں، اللہ کے علم سے ہی پورے ہو سکتے ہیں۔ زمین کی تخلیق دو دن میں ہوئی، آسمانوں کی تخلیق بھی دو دن میں ہوئی اور زمین وآسمان کے مابین جو کچھ ہے یہ بھی دو دن میں بنا۔ چھ دن ہمیشہ ساکن رہتے ہیں۔ ساتواں حال ہوتا ہے اور متحرک ہوتا ہے۔

حاصل: اللہ کے حسن اہتمام کو جاننے والے کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ اللہ کا انکار کر سکے۔ حصولِ رزق کے لیے اگر اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کو ملحوظ نہ رکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کو ماننے کا ثبوت کیا ہوگا۔

ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَاۗءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۭ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَاۗىِٕعِيْنَ ⑪

پھر آسمان کی طرف استویٰ فرمایا، اور وہ دخان تھا، تو اس سے اور زمین سے فرمایا، کہ تم دونوں طوعاً یا کرہاً ہمارے احکام کی تعمیل کرتے رہو۔ دونوں نے عرض کیا، ہم رضا و رغبت سے حاضر ہیں۔

کائنات کی تخلیق کے متعلق یہ فرمایا گیا ہے کہ آسمان اور زمین بند تھے، اللہ نے انہیں کھولا۔ آسمانوں کو بلند کیا بغیر ستونوں کے اور زمین کو فرش بنا دیا، آسمان کو چھت بنا دیا۔ آسمان کو ابتدائی صورت میں اللہ نے ہی پیدا کیا تھا۔ کائنات کا بنانا اللہ کے ہاں طے تھا۔ حضرت انسان کو جس توفیق کے ساتھ یہاں رہنا تھا وہ بہت بڑی تھی، اس طرح زمین اور آسمان کا کام حضرت انسان کے حوالے سے بہت اہم تھا، اس لیے دونوں سے یہ فرمایا گیا: کہ طوعاً مانو یا کرہاً مانو، مگر اللہ کے احکام کی تعمیل کرو اور جو جو کام تمہارے سپرد کیے گئے ہیں انہیں منشاء الٰہی کے مطابق سرانجام دو۔ دونوں نے جواب میں اپنی رضا و رغبت کے ساتھ احکام الٰہی کی تعمیل کرتے رہنے کا عہد کیا۔

حاصل: زمین وآسمان تو رضا و رغبت سے اللہ کے احکام کی تعمیل کریں، اور جس کے لیے انہیں کام سپرد کیے گئے ہیں، وہ من مانی کرتا رہے یہ کس قدر ناشکری کا مظاہرہ ہوگا۔

فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَاۗءٍ اَمْرَهَا ۭ وَزَيَّنَّا السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ڰ وَحِفْظًا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝

پھر انہیں دو دن میں پورے سات آسمان بنا دیا اور ہر آسمان میں اس کے امر کی وحی فرمائی۔ اور ہم نے دنیا کے آسمان کو چراغوں سے مزین کیا اور اسے محفوظ بنایا۔ یہ عزت والے علم والے کا ٹھہرایا ہوا ہے۔

آسمان کی طرف توجہ فرمانے کے بعد اللہ نے اس کے مقصد تخلیق کے حوالے سے اس کی تشکیل [illegible] کیا۔ اللہ نے اس کے [illegible] دیا۔ خالق کل کا کام اتنے بڑے علم کا کام ہے [illegible] طرف سے نظر آنے والا آسمان ہمارا دنیا کہلاتا ہے۔ اسے ستاروں سے مزین کیا [illegible] ستارے رہنمائی کرتے ہیں۔ حضرت انسان کے ساتھ [illegible] انسان کی بھلائی کا عنوان رکھا ہے اس لیے اللہ نے حفاظت کا اہتمام [illegible] نے جو کچھ بنایا ہے اس کو منشائے الٰہی کے مطابق استعمال کرنے [illegible]

حاصل: تعمیر کو بامقصد ہونا چاہیے اور جس کے لیے تعمیر کی جائے [illegible] حفاظت کا اہتمام کرنا بھی علم سے ہونا چاہیے۔ عزت والے علم والے [illegible] قدردان ہوتا ہے اور شکرگزار ہوتا ہے۔

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ۝

پھر اگر وہ اعراض کریں تو [illegible] کڑک سے ڈراتا ہوں جیسی [illegible]

جب لوگ حق [illegible] انہیں بتائیے کہ حق کے انکار کا انجام تباہی ہی ہوتا ہے۔ [illegible] تباہ ہوئی قوم ثمود تباہ ہوئی۔

حاصل: اعمال خلاف حق ہوں تو ان کے نتائج تباہی کی صورت میں [illegible] موجود ہیں۔

اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ قَالُوْا لَوْ شَاۗءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰۗىِٕكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝

جب ان کے پاس رسول ان کے آگے [illegible] تشریف لائے کہ اللہ کی بندگی کرو تو انہوں نے کہا اگر ہمارا رب چاہتا تو فرشتے نازل [illegible] جس پیغام کے ساتھ آپ کو بھیجا گیا ہے ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔

rfat.com

عاد وثمود کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے آتے رہے، اور انہوں نے ہمارے نازل کردہ حق کو پہنچانے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ تبلیغ حق میں جو معیار کے مطابق رہے، اللہ کے بھیجے ہوئے، راہ حق کو روشن کرنے والے بندے سے محبت رکھے اور خلوت وجلوت میں اس محب کی اپنی کوئی بات نہ ہو، وہ مبلغین کی پاک جماعت میں شامل ہو جاتا ہے۔ منکرین حق کو جو پیغام پہنچایا گیا وہ یہی تھا کہ اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، تو کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں۔ اس کے جواب میں ان آسودہ حال لوگوں نے کہا کہ بشر کا رسول ہونا ہمارے ماننے میں نہیں آتا۔ ہمارا رب بڑی قدرت رکھتا ہے، وہ چاہتا تو ملائکہ کو بھیج سکتا تھا۔ اس نے ملائکہ کو تو بھیجا نہیں، آپ بشر ہیں، آپ رسول ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، ہم یہ مانتے ہی نہیں۔ لہٰذا ہم اس پیغام کے بھی منکر ہیں، جو آپ پہنچانا چاہتے ہیں، اور پہنچا رہے ہیں۔

حاصل: پیغام حق کے پہنچنے میں کبھی کمی نہیں رہتی۔ استکبار کرنے والے اپنی پسند کو حق کے مقابل بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ تبلیغ حق کرنے والے کا انکار اس حق کا بھی انکار ہوتا ہے جو تبلیغ حق کرنے والا پہنچا رہا ہوتا ہے۔

فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ قَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ⑮

تو وہ جو عاد تھے انہوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا، اور کہنے لگے، ہم سے قوت میں کون اشد ہے۔ اور کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ اللہ جس نے انہیں پیدا کیا، ان سے قوت میں اشد ہے۔ اور وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے۔

عاد کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا گیا۔ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ کا بھیجا ہوا پیغام پہنچایا، تو ان لوگوں نے جواب یہ دیا کہ ہم تو آپ کو بے وقوف دیکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے میری قوم میں تمہارے لیے ناصح ہوں، تمہاری بھلائی چاہتا ہوں، تمہیں اللہ کی نعمتیں یاد دلاتا ہوں کہ تم ان کا شکر ادا کرو اور فلاح کی راہ اختیار کرو۔ بے وقوف قوم نے یہ جواب دیا کہ ہم بہت طاقت ور لوگ ہیں، ہم سے زیادہ طاقت ور کون ہے جس کا ہمیں ڈر ہو۔ انہیں یہ بھی تو دیکھنا چاہیے تھا کہ اللہ کے مقابل ان کی قوت کی حیثیت کچھ نہ تھی۔ مگر یہ لوگ طاقت کے گھمنڈ میں حق کا انکار ہی کرتے چلے گئے۔

حاصل: اللہ کی نعمتوں کو اپنی مہارت اور محنت کی بدولت جاننے والے ناحق تکبر کرتے ہیں۔ اللہ کے مقابل کسی قوت کو قابل ذکر جاننا ہی درست نہیں۔ طاقت کے گھمنڈ سے بچنا اور اپنے ساتھیوں کو اس سے بچانا بہت ضروری ہوتا ہے۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْۤ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَ هُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ⑯

تو ہم نے ان کی نحوست کے دنوں میں ان پر بادِ صرصر بھیجی کہ ہم حیاتِ دنیا میں انہیں رسوائی کا عذاب چکھائیں۔ اور آخرت کا عذاب اس سے زیادہ رسوا کن ہوگا، اور ان کی نصرت نہ ہوگی۔

اتمام حجت اللہ کی شان ہے۔ جب عاد نے اصلاح کے لیے دی گئی مہلت کو ضائع کر لیا، تو اللہ کی نشانیوں کا انکار کرنے والوں کی جڑ

Marfa

کاٹ دی گئی۔ ان پر عذاب کے دن آئے۔ یہ دن ان کے لیے سخت رسوائی کے دن تھے۔ [illegible]
نہ ٹھہر سکے۔ یہ ہوا اس قوم کے لیے عذاب تھی۔ اس نے ان کو توڑ مروڑ کر رکھ دیا۔ آخرت کا عذاب تو [illegible]
مدد کرسکا تھا جو آخرت میں کوئی ان کو رسوائی سے بچانے کی ہمت کرسکے گا۔

حاصل: عذابِ الٰہی ہمیشہ اللہ کے علم سے ہوتا ہے۔ اس لیے مجرم اس کے احاطے سے نکل نہیں سکتے۔ [illegible]
والے ہمیشہ رسوا ہوتے ہیں، آخرت میں رسوائی بڑھ کر ہوگی۔ اللہ کے مقابل نہ حال پر کوئی مددگار [illegible]
مستقبل میں کوئی مددگار ہوگا۔

وَ اَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝

اور وہ جو ثمود تھے ہم نے انہیں ہدایت پہنچائی تو انہوں نے ہدایت کے مقابل اندھے پن کو پسند کیا تو انہیں ذلت کے عذاب کی کڑک نے آ پکڑا بدلہ اس کا جو وہ کسب کرتے تھے۔

ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو ہدایت دینے کے لیے بھیجا گیا [illegible]
نے وہ نشانی انہیں دکھادی۔ وہ اللہ کی اونٹنی تھی۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا [illegible]
مس نہ کرنا ورنہ تمہیں الم ناک عذاب پکڑے گا۔ ثمود نے [illegible]
مقابل اندھے پن کو پسند کیا۔ ان لوگوں نے اللہ کی اونٹنی کی بےحرمتی کی [illegible]
نہیں ذلت [illegible] ان قوم پر عذاب آیا اور وہ اپنے [illegible]
کے الٹی تھی اور اپنے گھروں میں اوندھے پڑے تھے۔

حاصل: ہدایت پہنچانا اللہ کا کام ہے۔ بندے اسے قبول کرتے یا قبول نہ کرتے [illegible]
اپنے رخ کے مطابق جزا پاتے ہیں۔ عذابِ الٰہی [illegible]

وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝

اور ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو ایمان لائے تھے اور تقویٰ کرتے تھے۔

جو لوگ حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لائے [illegible]
علیہ السلام کے ساتھ [illegible] اللہ نے اس عذاب سے نجات دی [illegible]

حاصل: عذابِ الٰہی سے نجات بھی اللہ ہی دیتا ہے۔ اللہ پر ایمان [illegible]
بندوں کو حیاتِ دنیا میں بھی قدر و منزلت سے نوازا جاتا ہے، آخرت میں بھی نوازا جائے گا۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاعراف ( ) میں ارشاد فرمایا ہے: فتولّٰی عنھم و قال یٰقوم لقد ابلغتکم رسالۃ ربی و نصحت لکم و لٰکن لا تحبون النّٰصحین۔ ... آپ (حضرت صالح علیہ السلام) نے ان سے [illegible]

اے میری قوم میں نے تمہیں اپنے رب کا بھیجا ہوا پہنچایا اور تمہیں نصیحت کی مگر تم ناصحین سے محبت ہی نہ رکھتے تھے۔

وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ۝۱۹

اور جس دن اللہ کے دشمنوں کو آگ کی طرف اکٹھا کیا جائے گا، تو وہ روکے جائیں گے۔

اللہ کے دشمن وہ لوگ ہیں، جو مومنین کے ساتھ عملاً دشمنی کرتے ہیں۔ قیامت کے دن ان کو دوزخ کے قریب روکا جائے گا، تاکہ اگلے پچھلے اکٹھے ہو جائیں، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سوال کیا جائے گا: کیا تم نے میری آیات کی تکذیب کی، اور تمہارے علم کو ان پر احاطہ نہ تھا تم کیا عمل کرتے تھے۔ اللہ کے دشمنوں کو ان کے اعمال کے حوالے سے جزا دی جائے گی، اس طرح ان کی درجہ بندی ہو جائے گی۔

حاصل: مومنین کے ساتھ عملاً دشمنی کرنے والے اللہ کے دشمن ہیں۔ ان سے دوستی قطعاً منع ہے۔ دوزخ کی طرف جانے والوں کا ساتھ کسی کو خسارے میں ہی ڈال سکتا ہے۔

حَتّٰۤى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۲۰

حتیٰ کہ جب وہاں پہنچیں گے، تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی جلدیں شہادت دیں گے، جو عمل وہ کرتے تھے۔

اللہ کے ساتھ دشمنی کرنے والوں پر ان کے ظلم کی بدولت قول حق واقع ہو جائے گا تو وہ نہیں بولیں گے۔ اس وقت ان کے کان یہ شہادت دیں گے کہ انہوں نے خلاف حق باتوں کو سننا پسند کیا، ان کی آنکھیں گواہی دیں گے کہ ان لوگوں نے خلاف حق رخ اختیار کرنے میں بڑی دلچسپی لی، اور ان کی جلدیں یہ شہادت دیں گی کہ یہ لوگ ہمیں اپنے مزے کے لیے استعمال کرتے رہے اور استکبار کرتے رہے۔ یہ شہادتیں اتنی قریبی ہوں گی، اتنی بڑی ہوں گی اور ایسی ہوں گی کہ ان کی تردید ممکن ہی نہ ہو گی۔ اس دن جہنم کے پاس جمع کیے گئے لوگوں سے یہ فرمایا جائے گا، یہ ہے وہ جہنم جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔

حاصل: کان کی حفاظت کرنی چاہیے کہ یہ خلافِ حق نہ سنے، آنکھ کی حفاظت کرنی چاہئے کہ یہ خلافِ حق نہ دیکھے، جلد کی حفاظت کرنی چاہیے کہ پاک اور ناپاک کے درمیان وقف کو لازم مانا جائے۔ مومنین کے ساتھ عملاً دشمنی کرنے والوں کو کبھی دوست نہیں بنانا چاہیے۔

وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۲۱

اور وہ اپنی جلدوں سے کہیں گے، تم نے ہم پر کیوں شہادت دی۔ جواب ملے گا، ہمیں اللہ نے نطق دیا، جس نے ہر شے کو نطق دیا، اسی نے تمہیں پہلی بار خلق فرمایا، اسی کی طرف مراجعت کر رہے ہو۔

خلاف حق کرنے والے اپنے اعضاء کی گواہی پر حیران ہوں گے۔ اعضاء سے یہ پوچھیں گے، تم نے ہم پر کیوں شہادت دی، تم تو

at.com

ہمارے وجود کے اہم ارکان تھے۔ اعضا جواب دیں گے: ہمیں اللہ نے نطق دیا تو ہم نے امر الٰہی کی تعمیل کرتے ہوئے شہادت دی [illegible]
جہاں بھی ہے، اللہ ہی کا دیا ہوا ہے۔ ہر شے اللہ کے امر کی تعمیل کے لیے طوعاً حاضر ہے۔ اللہ نے ہی تمہیں پہلی بار تخلیق دیا تھا، اسی نے تمہیں
دوسری بار خلق فرمایا ہے، اور اسی کے دربار میں تم حاضر ہو۔ جس کی طرف سے تم آئے تھے اسی کی طرف تم واپس [illegible]

حاصل: اعضا کی شہادت کا یقین ہو جائے تو پھر اعضا کا خلاف حق استعمال ہو نہیں سکتا۔

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ وَلَٰكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللَّهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا مِمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٢٢﴾

اور تمہیں یہ اندیشہ نہیں تھا کہ تم پر تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہاری جلدیں شہادت دیں گی لیکن تمہارا گمان یہ تھا کہ اللہ [illegible] ہوتا جو عمل تم کرتے ہو۔

کان، آنکھیں اور جلدیں، انسانی خواہشات کی تعمیل میں اپنی [illegible]
خلاف حق کرنے والے کو اس کا اندیشہ بھی نہیں ہوتا کہ اس کے اعضا اس کے اعمال پر [illegible]
اس کے اعمال کا پورا علم نہیں ہے۔ اللہ کے بارے میں یقین [illegible]
اعمال کا بھی علم ہے تو پھر خلاف حق سوچنا بھی ممکن نہیں رہتا، خلاف حق [illegible]

حاصل: اعضا کی شہادت کا اندیشہ رکھنے والا خلاف حق [illegible]
والے کا گمان تو یہی ہوتا ہے کہ اللہ کو بھی اس کے اعمال کا پورا علم نہیں ہے۔ [illegible]
کرنے والا وہی ہوتا ہے۔

وَذَٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ أَرْدَاكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٢٣﴾

[illegible]

[illegible]

حاصل: [illegible]

فَإِنْ يَصْبِرُوا فَالنَّارُ مَثْوًى لَهُمْ ۖ وَإِنْ يَسْتَعْتِبُوا فَمَا هُمْ مِنَ الْمُعْتَبِينَ ﴿٢٤﴾

[illegible]

منکرین حق کو ان کے اعمال کی جزا ضرور دی جائے گی، یہ اس سے بھاگ نہیں سکتے۔ یہ اسے قبول کریں یا نہ کریں، جزا تو وہی ہوگی، جو ان کو ان کے اعمال کے حوالے سے دی جائے گی۔ قیامت کے دن ظالم معذرت بھی کریں گے اور منانا بھی چاہیں گے، مگر ان کی معذرت اور ان کا منانا انہیں نفع نہ دے گا، کہ عمل کے لیے دی گئی مہلت کے پورا ہو جانے کے بعد اپنی صداقت کا ثبوت نہیں دیا جا سکتا۔

حاصل: جزا سے بھاگ جانا کسی کے بس میں نہ ہوگا۔ قیامت کے دن منکرین حق خسارے کو دیکھیں گے تو معذرت بھی کریں گے اور منانا بھی چاہیں گے، مگر اس سے وہ اپنی صداقت کا ثبوت نہیں دے سکتے کہ عمل کے لیے دیا گیا وقت ختم ہو چکا ہوگا۔

وَ قَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ
اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ حَقَّ عَلَيْهِمُ
الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ
الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿٢٥﴾ ع

اور ہم نے ان پر ساتھی مسلّط کر دیے تو انہوں نے مزین کر کے دکھایا جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے۔ اور ان پر قولِ حق ہوا، ان امم سے جو ان سے قبل گزر چکیں جنّ وانس سے، بے شک وہ خاسرین ہوئے۔

جو حق کو نہ مانے، ناحق اس کے گلے پڑ جاتا ہے۔ جو اللہ کی بھیجی ہوئی نصیحت کو نظر انداز کر دے، شیطان اس پر مسلّط ہو جاتا ہے، جو وقتی فائدے کو اس کے سامنے اس قدر زینت دے کر رکھتا ہے کہ منکرِ حق دائمی فائدے کی راہ کو چھوڑ دیتا ہے، اور اپنی خواہش کی پیروی کو درست سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی مہلت میں من مانی کرتے ہوئے وہ یہی سمجھتا ہے، کہ اس کے درست راہ پر ہونے کا یہی ثبوت کافی ہے کہ جو ہو رہا ہے وہ اس کی پسند کے مطابق ہے۔ جن لوگوں نے بھی حق سے اعراض کیا ہے وہ خسارے سے بچ نہیں سکے۔ یہی اصول رہا ہے اور یہی اصول رہے گا۔ ماضی میں جنّ وانس اس راستے کو اختیار کر کے خسارہ اٹھا چکے ہیں، اب جو اس راستے کو اختیار کرے گا، وہ بھی خسارے میں ہی پڑے گا۔ آخرت میں بندہ اپنے برے ساتھی کو دیکھ کر کہے گا: ہائے افسوس کسی طرح میرے اور تمہارے مابین بعد المشرقین ہوتا، تو کتنا برا ساتھی ہے۔

حاصل: جو حق کو نہ مانے، ناحق اس کے گلے پڑ جاتا ہے۔ حیاتِ دنیا میں بھی اسے خسارہ ہوتا ہے، آخرت میں بھی خسارہ ہی ہوگا۔ اس نصیحت کو ماننا ہی باعث فلاح ہے، جو فرمانِ الٰہی کی صورت میں موجود ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورہ الجاثیہ (۴۵) میں ارشاد فرمایا ہے: وَ اِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ السَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّ مَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿٣٢﴾ وَ بَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٣٣﴾ اور جب فرمایا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ حق ہے، اور قیامت میں شک نہیں، تم کہتے تھے ہم نہیں جانتے قیامت کیا ہے، ہمیں تو کچھ ظن سا ہی ہے، اور ہمیں یقین نہیں۔ اور ان پر ان کے اعمال کی برائیاں کھل گئیں، اور انہیں گھیر لیا اس عذاب نے جس کا استہزاء کرتے تھے۔

وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا
الْقُرْاٰنِ وَ الْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿٢٦﴾

اور کافروں نے کہا اس قرآن کو نہ سنو اور اس میں غوغا کرو تا کہ تم غالب رہو۔

Marfat

حکم الٰہی یہ ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے، تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو، تاکہ تم پر رحم ہو۔ اسے ادب سے سننا [illegible] کا باعث خیر و برکت ہوگا۔ جب کافروں نے قرآن پاک کے اثرات لوگوں پر مرتب ہوتے دیکھے تو [illegible] نہ جائے، اور نہ سننے کے لیے شور و غوغا کیا جائے۔ اس طرح اپنی بھی حفاظت ہو جائے گی اپنے ساتھیوں کی بھی حفاظت [illegible] اثرات سے بچ جانا ہی ہمارا غلبہ ہے۔ قول کا مقابلہ قول سے ہی ممکن ہوتا ہے۔ جب قول سے مقابلے میں [illegible] والے شور سے کراہت کا اظہار کریں گے اور قول پر غور و فکر کریں گے۔ اس طرح ان شور و غوغا [illegible]

حاصل: جب قرآن پاک پڑھا جا رہا ہو تو غور سے سننا چاہیے اور ادب کے ساتھ خاموش رہنا چاہیے۔ [illegible] شور و غوغا سے روکا نہیں جا سکتا قول کا مقابلہ قول سے ہی کیا جا سکتا ہے۔

فَلَنُذِيقَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا عَذَابًا شَدِيدًا ۙ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۲۷﴾

تو ہم ضرور کافروں کو شدید عذاب چکھائیں گے اور ضرور انہیں برے سے برے اعمال کی جزا دیں گے جو وہ کرتے تھے۔

کافروں کو شدید عذاب دینا اللہ کا وعدہ ہے۔ یہ وعدہ قیامت کے دن پورا ہوگا۔ [illegible] دشمن ہوتے ہیں۔ اللہ سے دشمنی میں جس قدر زور لگایا جائے گا اعمال برے سے برے ہوتے [illegible] بھی ضرور دی جائے گی۔ یہ جزا شدید عذاب کی صورت میں ہوگی۔

حاصل: کافروں کو ان کے اعمال کی جزا شدید عذاب کی صورت میں دی جائے گی [illegible] باعث عذاب ہوگی۔

ذٰلِكَ جَزَآءُ أَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ ۖ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُونَ ﴿۲۸﴾

یہ آگ اللہ کے دشمنوں کی جزا ہے [illegible] دائمی گھر ہے۔ جزا اس کی [illegible] انکار کرتے رہے۔

[illegible] دشمنی کرنے والے اللہ کے دشمن ہیں۔ [illegible] دائمی مخالفت کرنے والوں کے لیے دائمی عذاب کا باعث ہوگی۔ [illegible] دیکھا جائے، اور ان کی موت تک [illegible] ہے۔

حاصل: اللہ کے دشمن دائمی اور شدید عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ [illegible]

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا رَبَّنَآ أَرِنَا الَّذَيْنِ أَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ أَقْدَامِنَا لِيَكُونَا مِنَ الْأَسْفَلِينَ ﴿۲۹﴾

اور کافر کہیں گے اے ہمارے رب [illegible] انس سے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا ہم انہیں اپنے قدموں تلے ڈالیں تاکہ وہ سافلین سے ہوں۔

گمراہ کرنے والے، لوگوں کو دائی نفع کے مقابل وقتی نفع کے راستے پر ڈال دیتے ہیں، اور وقتی خسارے سے بچاتے ہوئے دائمی خسارے کی طرف چلا دیتے ہیں۔ گمراہ ہونے والے اپنی خواہشات کا اتباع کرتے ہوئے گمراہ ہوتے ہیں۔ وہ گمراہ کرنے والوں کو عزت کے ساتھ سر آنکھوں پر بٹھاتے ہیں۔ آخرت میں کافروں کو، گمراہ کرنے والوں کا مقام اپنے قدموں تلے رکھنا پسند ہوگا، کہ وہ ان بڑائی کے دعویداروں کو سب سے نیچ ثابت کرنا چاہیں گے۔

حاصل: آج دیکھنا چاہیے، جن کو ہم سر آنکھوں پر بٹھاتے ہیں وہ ہمیں خواہشات کی پیروی کی ترغیب تو نہیں دے رہے۔ گمراہ کرنے والا نیچ ہوتا ہے مگر گمراہ ہونے والا اسے اونچ جانتا رہتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴿٣٠﴾

بے شک جن لوگوں نے کہا، ہمارا ربّ اللہ ہے، پھر اس پر استقامت سے رہے، ان پر ملائکہ اترتے ہیں، کہ تم خوف نہ کھاؤ اور حزن نہ کرو، اور بشارت پاؤ اس جنت کی جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔

جو لوگ یہ مان لیں کہ ان کا ربّ اللہ ہے، جو یہ مان لیں کہ ان کی ربوبیت اللہ کے علم سے ہو رہی ہے، ان کو صاحبانِ استقامت سے ہونے کا ثبوت اس طرح سے دینا چاہیے کہ نہ ہونے کے مقام پر وہ صبر سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہیں اور ہونے کے مقام پر وہ شکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہیں۔ عسر ہو یا یسر دونوں مقام پر اللہ کو اپنا ربّ ماننا صداقت کا ثبوت ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کی مدد اللہ اپنے علم سے کرتا ہے۔ جو انہیں درکار ہوتا ہے، اللہ ہی اس کا سب سے بڑا علم رکھتا ہے۔ انہیں تسلی دی جاتی ہے، کہ تم خوف وحزن سے دور رہو اور تم اس مقامِ فلاح کو دیکھو جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا، اس طرح ان لوگوں کو ان کا مستقبل دکھا دیا جاتا ہے۔

حاصل: یہ کہنا کہ اللہ ہمارا ربّ ہے، دعویٰ ہے، عسر ویسر میں استقامت سے اس کا ثبوت دینا شہادت ہے، اور یہ دعویٰ اسی شہادت سے سچا ثابت ہوتا ہے۔ اللہ کی مدد بڑے علم سے ہوتی ہے۔ خوف وحزن سے نجات کے ساتھ، مستقبل میں فلاح کی بشارت بھی دی جاتی ہے۔

نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۖ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ﴿٣١﴾

ہم تمہارے دوست ہیں حیاتِ دنیا میں اور آخرت میں۔ اور تمہارے لیے اس میں ہے جو تمہارا جی چاہے، اور تمہارے لیے ہے جس کی تم استدعا کرو۔

حیاتِ دنیا میں بھی نصرتِ الٰہی سے جو نتائج نکلتے ہیں، اس کی دوسری کوئی صورت ہو ہی نہیں سکتی، آخرت میں تو ہوگا ہی جزا کا مقام اور یوم الدین کا مالک ہی جزا دینے والا ہوگا۔ اللہ کی نصرت کو انتہائی قابلِ قدر جاننا ضروری ہے۔ جنت کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے، کہ اللہ کو ربّ ماننے کے بعد استقامت سے اپنی صداقت کا ثبوت دینے والوں کے لیے جنت میں وہ سب کچھ ہے جو وہ چاہیں گے، اور اگر وہ کوئی ایسی

Marfat

شے طلب کریں گے جس کا حال پر تیار ہونا اور سامنے آنا انہیں پسند ہوگا، تو بھی ان کی طلب پوری ہوگی۔

حاصل: حیات دنیا میں اللہ کی نصرت کی قدر کرنی چاہئے۔ آخرت میں تو اس کی قدر ہوگی۔ [illegible] اس کی پسند کی قدر کرنی چاہئے۔

ع نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ ۝ مہمانی ہے غفور الرحیم کی طرف سے۔

اللہ کے پاک بندے خدا کی مہمان ہوں گے۔ ان کی کوتاہیوں کو بخش دیا جائے گا اور ان پر [illegible] ہوتو مہمان کی شان کا کیا کہنا، اور اس کے لیے ہونے والے اہتمام کا کیا کہنا۔

حاصل: پاک لوگوں کی قدر و منزلت اللہ کی سنت ہے۔ ہمیں اس سنت کی ادائیگی سے [illegible] چاہئے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ العنکبوت (۲۹) میں فرمایا ہے: مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ اور جو اللہ سے ملاقات کی امید رکھتا ہے تو بے شک اللہ کا وعدہ آ رہا ہے، اور وہ [illegible] والا ہے۔

وَ مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ اور اس سے احسن قول کس کا ہے جو اللہ کی طرف بلائے، اور صالح عمل کرے اور کہے [illegible] مسلمانوں سے ہوں۔

[illegible]

حاصل: جس کا قول احسن ہو اس کی بات [illegible] کی صداقت کا ثبوت ہوتے ہیں [illegible]

وَ لَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَ لَا السَّیِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ۝ اور نیکی اور بدی مساوی نہیں۔ [illegible] ہے ایسے ہو جائے گا جیسے [illegible]

نیکی میں [illegible]

rfat.com

ہوتی۔ نیکی میں حسن عمل پر محسنین کی شہادت ہوتی ہے۔ بدی میں متکبرین کا ساتھ ہوتا ہے۔ نیکی میں جزا کا یقین ہوتا ہے، بدی میں جزا کا انکار ہوتا ہے۔ نیکی اور بدی کبھی مساوی نہیں ہوتی۔ جو اپنے نفس کی خوشی کے لیے ہمارے ساتھ معاملہ کرتا ہے، اس کی برائی کا جواب بھلائی سے دیا جائے تو اس کا رویہ بدل جاتا ہے، اور اس کے اندر کی عداوت، دوستی میں بدل جاتی ہے۔ وہ جو پہلے دشمن ہو گہرا دوست بن جاتا ہے۔ مخالفین سے جو تکلیف ہمیں پہنچے اس کو باذن اللہ مان لیا جائے تو پھر شکایت باقی نہیں رہتی، اور مخالفت کرنے والوں کے مطابق ہوجانا آسان ہوجاتا ہے۔ یہ برائی کو بطریق احسن دفع کرنے کی صورت ہے۔ اگر مخالفت کرنے والے کے اندر اصلاح کو قبول کرنے کی استعداد ہے تو وہ مروّت سے ضرور متاثر ہوتا ہے، اور اس کی جو قوت پہلے پاک بندوں سے عداوت رکھنے میں ضائع ہو رہی ہوتی ہے، وہ قوت ان سے دوستی ہوجانے کی بدولت بڑھنے لگتی ہے۔ پھر یہی قوت خلق میں کام آنے لگتی ہے۔

حاصل: نیکی اور بدی کبھی مساوی نہیں ہوتی۔ برائی کو بطریقِ احسن دفع کرنا، بھلے لوگوں کی طریقت ہے۔ مروّت سے مخالفت متاثر نہ ہو یہ ممکن نہیں۔ مروّت سے عداوت، گہری دوستی میں بدل جاتی ہے۔

وَ مَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۳۵﴾

اور یہ ملتی صبر کرنے والے کو ہی ہے، اور اسے ہی ملتی ہے، جو بڑے نصیب والا ہے۔

برائی کو بھلائی سے دفع کرنے کا شرف بڑے صبر والوں کو ہی ملتا ہے، اور صبر وہی کرسکتا ہے جو یہ یقین رکھتا ہو، کہ نہ ہونے کے مقام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو علم عطا ہونے والا ہے، اس کی اس سے بہتر صورت نہیں ہوسکتی، کہ اللہ ہی سب سے بڑے علم والا ہے۔ مخالف کے مطابق رہنے کی سعادت بھی بڑے نصیب کی بات ہے۔ جو دکھ کو باذن اللہ نہ جانتا ہو اسے یہ سعادت نصیب نہیں ہوتی۔

حاصل: برائی کو بھلائی سے دفع کرنے کا شرف، صبر کرنے والوں کو ملتا ہے۔ مخالف کے مطابق رہنے کی سعادت بڑے نصیب کی بات ہے۔

وَ اِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۶﴾

اور اگر تم کو شیطان کے وسوسے سے اکساہٹ ہو تو اللہ کی پناہ مانگو۔ بے شک وہ سننے والا علم رکھنے والا ہے۔

مخالف کے مطابق رہنا بڑے عزم کا کام ہے۔ اس کام میں اللہ کی رضا کے ساتھ جب نفس اپنی خوشی کو شامل کردے، تو کچھ ہی دیر کے بعد شیطان کے وسوسے سے اکساہٹ کا مقام آجاتا ہے۔ اس وقت بات بظاہر خلاف حق نہیں ہوتی، مگر ہوتی اپنے نفس کی خوشی کے لیے ہے۔ اس مقام پر رک جانا چاہیے، اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے۔ وہی سننے والا، علم رکھنے والا ہے۔ پناہ مانگنے کا منشاء یہ ہونا چاہیے کہ اللہ کی رضا کے علاوہ کچھ مقصود نہ ہو۔

حاصل: جب اپنے رخ کے تعین میں نفس کی ترغیب بھی شامل ہوجائے تو یہ شیطان کی طرف سے اکساہٹ ہوتی ہے، اس مقام پر رک جانا چاہیے، اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے۔ اللہ سننے والا، علم رکھنے والا ہے وہ ایسی صورت پیدا کر دے گا، جس سے بہتر کوئی صورت نہ ہوگی۔

Marfa

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۭ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝

اور اس کی نشانیوں میں سے ہیں لیل ونہار اور شمس وقمر۔ نہ شمس کو سجدہ کرو، نہ قمر کو، اور اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں خلق فرمایا، اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔

لیل ونہار میں زندگی کے معمولات جاری رہتے ہیں اور لیل ونہار کا توازن اللہ کے حکم سے ہے۔ شمس سے حاصل ہونے والے [illegible] جو حضرت انسان کے علم میں ہیں انہیں شمار کرنا بھی آسان نہیں۔ حرارت، روشنی، تمام اقسام [illegible] ایسے منافع ہیں جو انسان کے مشاہدے میں آچکے ہیں۔ پھر ایسے منافع بھی ہیں جن کی اہمیت کا [illegible] میں علم نہیں۔ اسی طرح قمر کے منافع بھی بہت ہیں۔ نباتات پر اثرات ہیں کہ چاندنی روشنی سے [illegible] توفیق ملتی ہے اور پھلوں کے پکنے میں چاند کا حصہ ہوتا ہے۔ حیوانات پر بھی اثرات ہوتے ہیں [illegible] کے اثرات ہوتے ہیں۔ جمادات پر بھی اثرات ہوتے ہیں۔ جب شمس وقمر سے حاصل ہونے والے [illegible] ان کی قدر کا احساس بڑھنا چاہیے۔ جس خالق کل نے ان کو پیدا کیا ہے [illegible] سجدے میں بدرجہ اتم ہوتا ہے اس لیے سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے [illegible] خالق کا حق ادا نہیں کرسکیں گے۔ بندگی [illegible]

حاصل: لیل ونہار اللہ کی نشانیاں ہیں، شمس وقمر اللہ کی نشانیاں ہیں۔ [illegible] خالق کو ماننا لازم ہوجاتا ہے۔ سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ [illegible]

فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْــَٔمُوْنَ ۝

تو اگر یہ تکبر کریں تو [illegible] ہیں، رات اور دن اس کی تسبیح کرتے ہیں [illegible] تھکتے بھی نہیں۔

جو اللہ کی بندگی نہیں کرتا وہ تکبر کرتا ہے۔ اس تکبر سے [illegible] نہیں تکبر کرنے والے [illegible] حاصل اپنی [illegible] سے ہی حاصل ہوتی ہے اور [illegible] رات دن اللہ کی تسبیح کرتے ہیں [illegible] جان کر پایا ہے۔ [illegible]

حاصل: اللہ کی بندگی [illegible] والے تکبر [illegible] وہ رات دن اپنے رب کے ساتھ پاک رہتا ہے، تسبیح کرتا ہے، اور کبھی تھکتا نہیں۔

rfat.com

وَ مِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِيْۤ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾

اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تم زمین کو دبی ہوئی دیکھتے ہو، پھر جب ہم اس پر پانی برسا دیتے ہیں، تو تروتازہ ہو جاتی ہے، اور پھولتی ہے۔ بے شک جس نے اس کو زندہ کیا وہی مُردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ بے شک وہ ہر شے پر قادر ہے۔

بعث بعد الموت کو واضح کرنے کے لیے یہ مثال دی گئی ہے، کہ جب تم زمین کو مُردہ دیکھتے ہو، تو اس کی کیفیت ایسی ہوتی ہے کہ پاؤں رکھنے سے مٹی دبتی ہے اور اڑتی ہے اور اس میں قوت روئیدگی نہیں ہوتی۔ اس مٹی پر آسمان سے پانی برسا کر اللہ اسے زندہ کر دیتا ہے۔ زمین کے مُردہ ذرات کا فعل روئیدگی بحال ہو جاتا ہے، وہ تروتازہ ہو جاتی ہے، اور پھولتی ہے۔ اب اس میں بیج کو اگانے کی صفت نظر آنے لگتی ہے۔ بے شک جس نے اس مُردہ زمین کو زندہ کیا، اس نے اس کام کے لیے کسی سے کچھ لیا نہیں۔ وہ قادرِ مطلق ہے۔ اسے ہر شے پر قدرت ہے۔ وہ مُردوں کو زندہ کرنے میں جس قدرت کا مظاہرہ کرے گا، اس قدرت کا مظاہرہ ہمارے سامنے اب بھی ہوتا ہے کہ مُردہ زمین آسمان کے بابرکت پانی سے زندہ ہو جاتی ہے۔ اور اگر یہ مان لیا جائے کہ ہم کو جزا کے لیے دوبارہ زندہ کیا جائے گا، تو پھر جزا کے یقین کو ہمارے قول وفعل میں نظر آنا چاہیے۔ اور اگر جزا کے انکار پر سب کچھ لگا دیا جائے تو اس سے بعث بعد الموت کا واقع ہونا محال نہیں ہو جائے گا۔

حاصل: مُردہ زمین کو زندہ کر دینے والا ہمیں موت کے بعد زندہ کرنے پر قادر ہے۔ معاد کے یقین کو ہمارے قول وفعل میں نظر آنا چاہیے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ؕ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْۤ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۴۰﴾

بے شک جو لوگ ہماری آیات میں الحاد کرتے ہیں، وہ ہم سے مخفی نہیں ہیں۔ تو کیا جو آگ میں ڈالا جائے گا وہ بہتر ہے یا جو قیامت کے دن امن سے آئے گا۔ جو چاہو کرو، بے شک وہ دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو۔

جو لوگ راہِ حق سے انحراف کرتے ہیں، ان کی خلوت وجلوت میں ہمیشہ تضاد ہوتا ہے۔ زبان سے وہ کچھ بھی کہتے رہیں، انہیں یہ یقین نہیں ہوتا کہ زمین میں اور آسمانوں میں اللہ سے کوئی شے مخفی نہیں ہے۔ انہیں یہ یقین نہیں ہوتا کہ اللہ ہماری نیت کو بھی جانتا ہے، رخ کو بھی جانتا ہے اور اعمال کو بھی جانتا ہے۔ جس کا انجام بخیر ہو وہ یقیناً بہتر ہے، جس کا انجام قیامت کے دن دوزخ میں ہو گا وہ صریحاً خسارے میں ہو گا۔ یوم الدین کو ماننے والے لوگ قیامت کے دن امن میں ہوں گے۔ منکرینِ حق پر وہ دن بڑا بھاری ہو گا۔ عمل کے لیے دی گئی مہلت میں جو رخ اختیار کیا جائے گا، اسی کی بندے کو جزا دی جائے گی، اور جزا دینے والے سے کچھ مخفی نہیں ہے، وہ ہر ایک کو ہر حال میں دیکھ رہا ہے۔

حاصل: راہِ حق سے انحراف کرنے والے اللہ سے چھپ نہیں سکتے۔ جس کا انجام بخیر ہو وہ بہتر ہے، جو دوزخ میں ڈالا جائے گا وہ خسارے میں پڑے گا۔ رخ کے اختیار کرنے کی بندے کو جزا دی جائے گی۔ جزا دینے والا ہمیں ہر

Marfat

حال میں دیکھ رہا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِالذِّکْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَ اِنَّهٗ لَکِتٰبٌ عَزِیْزٌ ۟ۙ

بے شک جن لوگوں نے نصیحت کا انکار کیا جب وہ ان کے پاس آئی (وہ ہم سے چھپ نہیں سکتے)۔ بے شک یہ عزت والی کتاب ہے۔

قرآن پاک کے بارے میں فرمایا گیا ہے، اس کتاب میں تمہارے لیے نصیحت ہے، تو [illegible] نہیں مانتے وہ یقیناً عقل نہیں کرتے۔ نصیحت کا نصیحت ماننے یا نہ ماننے والے سے [illegible] کوتاہی نہیں ہوتی۔ جو لوگ قرآن پاک کو نہیں مانتے، وہ اللہ سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ اللہ سے تو کوئی چیز چھپی نہیں ہے [illegible] نہیں ہے کہ جو صرف بیانات اور نصائح پر مشتمل ہو، یہ کتاب اتنی بلند پایہ ہے کہ اس کا فرمان ہمیشہ [illegible] مانتے، وہ عبرتناک انجام کو پہنچیں گے [illegible] اس دنیا سے رخصت ہوں گے۔

حاصل: قرآن پاک کو نہ ماننے والے عقلمند نہیں ہوتے۔ وہ اپنے کیے کی سزا [illegible] اتنی بلند پایہ کتاب ہے کہ یہ قیامت تک سب سے بڑی سند کا درجہ رکھتی ہے۔

لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَکِیْمٍ حَمِیْدٍ ۟

باطل اس میں نہیں آسکتا، اس کے آگے سے اور نہ اس کے پیچھے سے۔ یہ حکمت والے تعریف والے کی طرف سے نازل فرمائی گئی ہے۔

قرآن پاک خاتم النبیین ﷺ پر نازل فرمایا گیا ہے، اس لیے اس کے بعد کوئی کتاب [illegible] نہیں آ سکتی۔ سابقہ روایات اس میں شامل نہیں ہو سکتیں۔ اس کی ترتیب نہیں بدلی جا سکتی [illegible] فرمانے والے نے اس کی حفاظت کا ذمہ لے رکھا ہے، اور اس سے کوئی چیز چھپی نہیں ہے [illegible] قرآن پاک کا نازل فرمانے والا اللہ حکمت والا ہے اور [illegible] سے اس کی حفاظت فرمائی ہے۔ اس مقام پر [illegible] اللہ کی طرف سے اس کے ساتھ قرآن جیسا [illegible] فرمان ہمیشہ ماننے والوں کے لیے باعث رحمت تھا۔

حاصل: قرآن پاک اتنی بلند پایہ کتاب ہے کہ اس میں باطل شامل نہیں ہو سکتا [illegible] نہیں۔ اس میں تغیر و تبدل [illegible] حفاظت سے اس کا اہتمام [illegible]

مَا یُقَالُ لَکَ اِلَّا مَا قَدْ قِیْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِکَ ؕ اِنَّ رَبَّکَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّ ذُوْ عِقَابٍ اَلِیْمٍ ۟

آپ سے وہی کہا جا رہا ہے جو آپ سے پہلے رسولوں سے کہا جا چکا ہے۔ بے شک آپ کا رب بڑی مغفرت والا بھی ہے اور المناک عذاب دینے والا بھی ہے۔

Marfat.c

پہلے مرسلین کی تکذیب ہوتی رہی ہے، آپ کی بھی ہو رہی ہے۔ پہلے مرسلین کو ساحر کہا گیا ہے، آپ کو بھی کہا جا رہا ہے۔ پہلے مرسلین کو یہ کہا گیا، کہ کچھ نادار لوگ آپ کی باتوں میں آ گئے ہیں، اب بھی یہی کہا جا رہا ہے۔ پہلے مرسلین کو یہ دھمکی دی گئی، کہ آپ نئی باتوں کو چھوڑ دیں اور پرانی ملت میں واپس آ جائیں ورنہ آپ کو بستی سے نکال باہر کیا جائے گا، اب بھی یہی ہو رہا ہے۔ مرسلین اسی راستے سے گزرے ہیں جس سے آپ گزر رہے ہیں۔ آپ کا کام اللہ کی رضا کے حوالے سے ہو رہا ہے۔ اتمام حجت، اللہ کی شان ہے۔ جو حق کو مان لیں گے، انہیں بخشش سے نوازا جائے گا، جو حق کا انکار کریں گے، ان کا انجام المناک سزا کی صورت میں ہوگا۔

حاصل: مرسلین کا راستہ ایک ہی ہے، یہی صراطِ مستقیم ہے۔ ان کو پیش آنے والی مشکلات بھی ایک جیسی ہیں۔ جو حق کو مان لے اس کے لیے بخشش ہے، جو نہ مانے اس کے لیے المناک سزا ہے۔

وَ لَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْ لَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَ اَعْجَمِيٌّ وَّ عَرَبِيٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّ شِفَآءٌ ؕ وَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّ هُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۴۴﴾

اور اگر ہم اسے قرآنِ عجمی ٹھہراتے تو یہ یہی کہتے اس کی آیات کو مفصل کیوں نہیں فرمایا گیا۔ یہ عجمی اور وہ عربی۔ فرما دیجئے وہ ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور شفا ہے۔ اور وہ جو ایمان نہیں لاتے، ان کے کانوں میں بوجھ ہے، اور ان پر اندھا پا ہے۔ انہیں یہ ندا بہت دور سے معلوم ہوتی ہے۔

منکرین نے یہ اعتراض کیا، کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمائی گئی کتابیں پہلے عجمی زبان میں ہیں، قرآن شریف عربی زبان میں ہے، ایسا کیوں ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا گیا ہے، کہ قرآن عجمی زبان میں ہوتا تو کہا جاتا کہ یہ کیا بات ہوئی، نبی تو عربی ہے اور اس پر نازل کی گئی کتاب عجمی ہے اور نبی کی بات اس کے پہلے سامعین کے لیے اجنبی زبان میں نہیں ہوا کرتی۔ قرآنِ پاک کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت دی ہے کہ وہ ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور شفا ہے اور ایمان وہی لاتے ہیں جو ناصحین سے محبت رکھتے ہیں۔ جو لوگ ایمان نہیں لاتے، ان کے کانوں میں بوجھ ہے۔ وہ اپنی پسند کی باتوں کو ہی سننا چاہتے ہیں۔ یہ بوجھ ان کی سماعت کو اس طرح متاثر کرتا ہے، کہ انہیں حق کی باتیں بہت دور سے آنے والی ندا معلوم ہوتی ہیں۔ ان کی آنکھوں پر ایسا پردہ آ جاتا ہے کہ وہ اللہ کی نشانیوں کو دیکھ کر بھی ان سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

حاصل: قرآن عربی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم عربی، کتاب مفصل، پھر باطل کا اس میں دخل ممکن نہیں۔ اس میں ہدایت و شفا کی ضمانت بھی ہے، اس سے فیض یاب ہونے والوں کے لیے بخشش ہے۔ منکرین کا حال بھی اچھا نہیں، مستقبل بھی اچھا نہیں ہوگا۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الزمر (۳۹) میں ارشاد فرمایا ہے: وَ لَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ اور بے شک ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر طرح کی مثالیں بیان فرمائیں تاکہ وہ نصیحت مانیں۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ

اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا فرمائی، تو اس میں اختلاف کیا گیا۔ اور اگر ایک کلمہ سابقہ تمہارے رب کی طرف سے نہ ہوتا، ضرور ان کے مابین فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ اور وہ اس سے دھوکا ڈالنے والے شک میں ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات شریف عطا فرمائی گئی۔ جن لوگوں نے تورات شریف کا حق ادا کیا وہ اختلاف سے پاک رہے، جن لوگوں نے تورات شریف کو اپنی خواہشات کے مطابق بنانے کی کوشش کی وہ اختلاف میں پڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے مہلت دینے کا وعدہ فرما رکھا ہے، ورنہ ان کے مابین فیصلہ کرنے میں اللہ کو دیر نہیں لگتی۔ جو حکم الٰہی کو اپنی خواہش کے مطابق بنانے کی کوشش کرتا ہے وہ دھوکا ڈالنے والے شک میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

حاصل: کتاب اللہ کو اسی حوالے سے ماننا ضروری ہے جس کے لیے اتاری گئی۔ خواہشات کی پیروی اختلاف کی یہی صورت ہے۔ مہلت دینا اللہ کی شان ہے۔ جو حکم الٰہی کو اپنی خواہش کے مطابق بنانے کی کوشش کرتا ہے وہ دھوکا ڈالنے والے شک میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ

جو صالح عمل کرے تو اپنے لیے، اور جو برائی کرے تو وہ بھی اس پر، اور تمہارا رب بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

ایمان کا دعویٰ صالح اعمال کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے۔ سچی عبادت وہی ہے جو [illegible] خلاف حق کیا اس نے برائی کی، وہ [illegible] اس پر ہے۔ [illegible] اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی تو یقیناً [illegible] رب العالمین کی شان کے لائق نہیں کہ وہ کسی پر بھی ظلم کرے، لوگ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔

حاصل: صالح عمل کرنے والے اور برائی کرنے والے کی [illegible] ہے۔ اللہ بھی بندوں پر ظلم نہیں کرتا، لوگ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ؕ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِيْ ۙ قَالُوْۤا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ

ساعت کا علم اسی کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ اور کوئی پھل اپنے غلاف سے نہیں نکلتا اور کوئی مادہ حاملہ نہیں ہوتی اور نہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے۔ اور جس دن انہیں ندا فرمائے گا، کہاں ہیں میرے شریک؟ تو وہ کہیں گے ہم نے عرض کیا ہے کہ ہم میں سے کوئی گواہ نہیں ہے۔

یہ ساعت، ساعت قیامت ہے۔ قیامت کے بارے میں جو باتیں انسان کی فلاح کے لیے ضروری ہیں وہ سب بیان فرمادی گئی ہیں۔ اس کے واقع ہونے کے وقت کا علم ہدایت کے لیے ضروری نہیں ہے، اس لیے اللہ نے اسے اپنے پاس رکھا ہے۔ خالق کل نے جن باتوں کو بیان فرمایا ہے، ان کے بیان کے اندر حکمت ہے۔ جن باتوں کو بیان نہیں فرمایا، ان کے عدم اظہار میں بھی حکمت ہے۔ ڈرسنانے والے کی بات اسے ہی فائدہ دیتی ہے، جو اللہ سے ڈرتا ہو۔ جو قیامت کے وقت کی بحث میں پڑتا ہے، وہ عقل والا نہیں ہوتا، کہ وہ عمل کے لیے کل وقت کو جاننا چاہتا ہے، اور وہ اس وقت تک مہلت نہیں پاسکتا۔ ثمر کو اس کے غلاف کے اندر ہی بنایا جاتا ہے، تیار ہوجانے پر اس کا اظہار ہوتا ہے اور اللہ کے علم سے ہوتا ہے۔ کوئی مادہ حاملہ نہیں ہوتی مگر اللہ کے علم سے۔ کوئی مادہ حمل وضع نہیں کرتی مگر اللہ کے علم سے۔ ماضی، حال، مستقبل سب کا علم اللہ ہی کو ہے۔ جزا کے دن وہ منکرین حق سے کہے گا: کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کا تمہیں زعم تھا۔ تو وہ جواب دیں گے: ہم میں سے کوئی بھی اس بات پر گواہی نہیں دے سکتا۔ مجرم اللہ تعالیٰ کو علیم نہیں مانتا۔ اللہ تعالیٰ کو علیم ماننے والا جرم نہیں کرسکتا۔

حاصل: علم ساعت ہمارے لیے ضروری نہیں ہے۔ اللہ ہر حال کا علم رکھتا ہے۔ کسی پھل کا پکنا، کسی مادہ کا حاملہ ہونا، اس کا حمل وضع کرنا، سب اللہ کے علم سے ہوتا ہے۔ جو لوگ اب شرک کرتے ہیں، یہ قیامت کے دن اپنے معبودوں کو نہیں مانیں گے۔

وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۴۸﴾

اور گم ہو گئے ان سے جن کو وہ اس سے قبل پکارتے تھے، اور سمجھ گئے کہ ان کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔

جب منکرین حق یہ کہہ دیں گے، کہ ہم میں سے کوئی شرک پر گواہی دینے والا نہیں ہے، تو پھر ان سے پوچھا جائے گا: تو تم نے مرسلین کو کیا جواب دیا۔ اب وہ کچھ جواب نہ دے سکیں گے۔ ان پر خبریں اندھی ہوجائیں گی۔ جب ڈرسنانے والے سامنے لائے جائیں گے، تو منکرین حق ان کی شان کو دیکھ لیں گے اور جو افترا وہ باندھا کرتے تھے وہ ان سے گم ہوجائیں گے۔ اور انہیں سمجھ آجائے گی کہ اب کوئی پناہ بھی نہیں مل سکتی، اور اپنے کیے کا انکار بھی نہیں کیا جاسکتا۔

حاصل: اپنے عقیدے کی صحت کو دیکھنا ہمارے ذمے ہے۔ قیامت کے دن جزا سے بچ جانا بھی ممکن نہ ہوگا، اور اپنے کیے کا انکار بھی ممکن نہ ہوگا۔

لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ۡ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـْٔوُسٌ قَنُوْطٌ ﴿۴۹﴾

انسان دعاء خیر سے نہیں تھکتا اور اگر اسے شر مس کرے تو مایوس و ناامید ہوجاتا ہے۔

انسان کی زندگی میں ہونا اور نہ ہونا دونوں مقامات جاری رہتے ہیں۔ جو دونوں مقامات پر اللہ کے ساتھ رہے، وہ پاک ہوتا ہے۔ وہ نفع کو بھی باذن اللہ جانتا ہے، ضرر کو بھی باذن اللہ جانتا ہے۔ جو زینت حیات دنیا کو مقصود بنالے، وہ دعاء خیر سے کبھی نہیں تھکتا۔ جو اسے ملتا ہے اسے وہ اپنے علم کی بدولت جانتا ہے، اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اسے پسند نہیں ہوتا۔ جب اس کی زندگی میں دکھ کا مقام آجائے تو اس کو مایوسی اور ناامیدی گھیر لیتی ہے۔ لیکن اللہ کے ساتھ رہنے والے کو صبر کے مقام پر یہ نظر آتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو علم عطا

ہونے والا ہے اس کے لیے موزوں حالات بھی اللہ کے علم سے بنائے جاتے ہیں، آسمانوں اور زمین کے خزانوں سے [illegible]
آسانیاں عطا کرنا مشکل تو ہو ہی نہیں سکتا۔

حاصل: نتائج کو باذن اللہ جاننا حق ہے، مقصود اللہ کی رضا ہونی چاہیے۔ مایوسی اور قنوطیت مومن کو زیب نہیں دیتی۔

وَلَىِٕنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآىِٕمَةً ۙ وَّلَىِٕنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۡ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝۵۰

اور اگر ہم اس کو اپنی رحمت کا ذائقہ چکھاتے ہیں اس ضرر کے بعد جو اسے پہنچا ہوتا ہے تو کہتا ہے یہ میرا ہے ہی، اور میرے ظن میں ساعت قائم نہ ہوگی، اور اگر رب کی طرف میری مراجعت ہوئی بھی تو میرے لیے اس کے پاس بھی بھلائی ہی ہے تو ضرور ہم کافروں کو بتا دیں گے جو عمل انہوں نے کیے اور ضرور ہم انہیں عذاب غلیظ چکھائیں گے۔

جب انسان کو دکھ پہنچتا ہے تو اس پر مایوسی اور قنوطیت کا غلبہ ہوتا ہے اور جب دکھ کے بعد اس [illegible] اسے اپنا استحقاق جاننے لگتا ہے اور عطائے الٰہی کو اپنے عمل کی بدولت جاننے لگتا ہے۔ وہ جاہل ہوتا ہے [illegible] کہتا ہے میرے گمان میں قیامت نہیں آئے گی اس طرح مجھے [illegible] میرے لیے وہاں بھی بھلائی ہی ہوگی کہ میرا اتنا [illegible] تو وہاں بھی [illegible] کے اعمال [illegible] رہا ہے۔ [illegible] اعمال کی خبر دی جائے گی تو وہ افسوس کرتے رہ جائیں گے ایسے لوگوں کو عذاب غلیظ چکھایا جائے گا۔

حاصل: ضرر کے بعد اللہ کی رحمت کی امید رکھنی چاہیے۔ [illegible] باذن اللہ جاننا چاہیے۔ رحمت الٰہی کے حصول کو اپنا استحقاق [illegible] استکبار کی بنیاد بنالینا باعث عذاب غلیظ ہوگا۔ انسان کو اس سے [illegible]۔

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ۝۵۱

اور جب ہم انسان کو کوئی نعمت دیتے ہیں تو وہ اعراض کرتا ہے اور اپنی جانب دور ہٹ جاتا ہے۔ اور جب اسے شر مس کرے تو عریض دعا کرتا ہے۔

نعمت کی قدر کی جائے۔ [illegible]

گیا ہے کہ نعمت پا کر اللہ سے منہ پھیر لیتا ہے، اور اپنی جانب دور ہٹ جاتا ہے، اور جب اسے دکھ پہنچے تو بہت دعائیں کرتا ہے۔ دعاء عریض لیٹے ہوئے بھی جاری رہتی ہے، بیٹھے ہوئے بھی جاری رہتی ہے، کھڑے ہوئے بھی ہوتی رہتی ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس ضرر کو دور کر دیا جاتا ہے تو انسان وہاں سے چل دیتا ہے، گویا کبھی تکلیف میں اللہ کو پکارا ہی نہ تھا۔

حاصل: نعمت پا کر اللہ سے اعراض کرنا اور اپنی جانب دور ہٹ جانا، اور دکھ کی صورت میں لیٹے، بیٹھے اور کھڑے اللہ سے دکھ دور کرنے کی دعا کرتے رہنا ناسپاسی ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾

فرمایئے بتاؤ اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا اور تم نے اس کا انکار کیا، تو اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جو دور کی مخالفت میں جا پڑا۔

قرآن پاک کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے، کہ یہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا اور منکرین نے اس کا انکار کیا، تو یہ منکرین کے انتہائی درجے میں گمراہ ہونے کا ثبوت ہی ہوگا۔ جو ضد میں پڑ کر حق کی اہمیت کا انکار کرے، آنکھیں رکھتے ہوئے حق کی نشانیوں کو نہ دیکھے، اور کان رکھتے ہوئے حق کو نہ سنے اور اللہ کی عطا کردہ توفیق کو حق کی مخالفت میں ضائع کرتا چلا جائے، وہ یقیناً گمراہی میں دور جا پڑے گا۔

حاصل: دعوت فکر دینا بڑے علم کا کام ہے۔ منکرین سے یہ پوچھنا چاہئے کہ اگر یہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا تو کیا اس کی شدید مخالفت کرنے والا ہی انتہائی گمراہ نہیں ہوگا۔

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۵۳﴾

ابھی ہم انہیں اپنی نشانیاں دکھائیں گے آفاق میں اور ان کے انفس میں حتیٰ کہ ان پر واضح ہو جائے کہ وہ حق ہے۔ اور کیا تمہارے ربّ کی ہر شے پر شہادت کافی نہیں۔

نشانیاں جن کے مشاہدے سے حق کی وضاحت ہوتی ہے، آفاق میں بھی پائی جاتی ہیں اور انفس میں بھی پائی جاتی ہیں، دیکھنے والا طالب ہدایت رکھتا ہو تو اسے فائدہ پہنچتا ہے۔ جو ہدایت کا اتباع کرے وہ گمراہ بھی نہیں ہوتا مشقت میں بھی نہیں پڑتا۔ جو لوگ حق سے اعراض کرتے ہیں، ان کی معیشت تنگ ہو جاتی ہے۔ انہیں اپنا سب کچھ ناکافی لگتا ہے۔ آفاق میں بھی حق سے اعراض کے اثرات بڑھتے جائیں گے اور انفس میں بھی حق سے اعراض کے اثرات بڑھتے جائیں گے، حتیٰ کہ یہ واضح ہو جائے گا کہ بھلائی انسانی علم سے ہو ہی نہیں سکتی، راحت اسی علم سے حاصل ہو سکتی ہے جو ربّ العالمین کی طرف سے بھیجا گیا ہے۔ تب یہ دیکھا جائے گا کہ ہر شے علیم مطلق کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق استعمال ہو، کہ اس سے بڑی شہادت کسی کی ہو ہی نہیں سکتی۔

حاصل: آفاق و انفس میں حق کی وضاحت کی نشانیاں بڑھتی جا رہی ہیں، حتیٰ کہ حق کا انکار ناممکن ہو جائے گا۔ ہر شے کا استعمال علیم مطلق کے بتائے ہوئے طریقے سے ہونا چاہئے، راحت صرف اسی صورت سے تعلق رکھتی ہے۔

Marfat

اَلَآ اِنَّهُمْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ؕ — سن لو، انہیں اپنے رب سے ملاقات میں شک ہے۔

ع اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ ۝ — آگاہ رہو کہ وہ ہر شے کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

جو خلافِ حق کرے اسے جزا کا یقین نہیں ہوتا، اسے اپنے رب کی طرف مراجعت میں شک ہوتا ہے۔ یہ شک اس کو ان کی ... اکساتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارا آنا ہی یہ ثابت کرتا ہے کہ ہماری مراجعت بھی اسی کی طرف ہو۔ جو اس میں شک کرتا ہے، اپنے آپ کو خسارے میں ڈالتا ہے۔ کوئی شے بھی اللہ کے احاطہ قدرت سے باہر نہیں ہے اس لیے اسے ماننا ہی لازم ہوتا ہے۔

حاصل: اللہ سے ملاقات میں شک ہو تو راہِ راست پر رہنا ممکن نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہر شے پر محیط ہے۔ جو خلافِ حق کرتا رہتا ہے یقیناً خسارے میں پڑتا ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ ق (۵۰) میں ارشاد فرمایا ہے: افعیینا بالخلق الاول بل ھم فی لبس من خلق جدید ۝ تو کیا ہم پہلی بار بنا کر تھک گئے ہیں، بلکہ وہ نئے بننے سے شبہ میں ہیں۔

rfat.com

آیاتھا ۵۳ ۴۲ سورۃ الشوریٰ مکیۃ ۶۲ رکوعاتھا ۵

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حٰمٓ ۝۱ یہ حروف مقطعات ہیں۔

ان حروف کو الگ الگ پڑھا جاتا ہے۔ ان حروف کے بارے میں کلام کرنا، اللہ کے رسول ﷺ سے تقدم ہوگا، جس سے قطعاً منع فرمایا گیا ہے۔

حاصل: خاموش رہنا اور بولنا علم سے ہونا چاہیے۔

عٓسٓقٓ ۝۲ یہ حروف مقطعات ہیں۔

ان حروف کو اسی طرح پڑھا جاتا ہے، جس طرح معلم الکتاب نے سکھایا ہے۔ اندازے، قیافے کو حق میں کبھی شامل نہیں کرنا چاہیے۔

حاصل: اپنے اندازے کو ساکن رکھنا تربیتِ نفس میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

كَذٰلِكَ يُوۡحِىۡۤ اِلَيۡكَ وَاِلَى الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكَ ۙ اللّٰهُ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ۝۳ عزیز وحکیم اللہ اسی طرح وحی فرماتا ہے، آپ کی طرف اور ان کی طرف جو آپ سے قبل ہو گزرے ہیں۔

اللہ تعالیٰ خالق کل ہے، علیم مطلق ہے۔ کس وقت کس طرح کی راہ نمائی سے لوگوں کو فلاح حاصل ہوگی، اللہ ہی سب سے بڑا علم رکھنے والا ہے۔ وہی عزیز وحکیم ہے، جس کی طرف سے حق کو نازل فرمایا گیا ہے حال پر بھی ماضی میں بھی۔ اس لیے حق سے بہتر کسی راہنمائی کا تصور ہی درست نہ ہوگا۔

حاصل: عزیز وحکیم اللہ کے فرمان کو ماننے میں ہمارے لیے جو راحت ہے، وہ کسی دوسری صورت میں ممکن ہی نہیں۔

لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ ؕ وَهُوَ الۡعَلِىُّ الۡعَظِيۡمُ ۝۴ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی ہے اعلیٰ عظمت والا۔

مالک کل اللہ ہے، آسمانوں اور زمین میں اور ان کے مابین ہر مقام پر۔ اگر ہم اپنے مالک کی رضا کو ملحوظ رکھیں گے، تو ہمارا رخ درست رہے گا۔ اللہ سب سے بڑا ہے اور عظمت والا ہے۔ اس کی بڑائی اور عظمت کسی کے ماننے سے بڑھتی نہیں اور کسی کے نہ ماننے سے کم نہیں ہوتی۔ اس کو ماننے والے ہی فلاح پاتے رہے ہیں اور اس کو ماننے والے ہی فلاح پائیں گے، کہ فلاح کا راستہ اسی کے علم سے متعین فرمایا گیا ہے۔

حاصل: اللہ کو مالک کل ماننے کا ثبوت عمل سے دیا جائے تو ہمارا رخ درست ہوگا۔ اللہ کو اعلیٰ اور عظمت والا مان لینے کے بعد ہی بندہ سکھی ہوتا ہے۔ مقامِ بندگی سے ہٹ کر کوئی سکھی ہو جائے یہ ممکن نہیں۔

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝5

قریب ہے کہ آسمان اوپر سے پھٹ جائیں اور ملائکہ حمد سے اپنے رب کی تسبیح کرتے ہیں اور زمین والوں کے لیے استغفار کرتے ہیں سن لو اللہ ہی غفور الرحیم ہے۔

شرک ظلم عظیم ہے۔ شرک کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ جائیں اور زمین [illegible] اس سے گر جائیں۔ اگر مشرکین کے ظلم کو دیکھا جائے تو ان ظالموں سے ایک بھی زمین پر نہ رہے۔ لیکن [illegible] سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ جو لوگ حق کے خلاف کرتے ہیں مگر قابل اصلاح ہوتے ہیں ملائکہ ان کے لیے اپنے رب سے بخشش کی دعا کرتے رہتے ہیں، کہ ان لوگوں کو راہ راست پر آنا نصیب ہو، اور ملائکہ حمد سے اپنے رب کی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ [illegible] کہ اللہ بخشے تو بات بنتی ہے اور اللہ رحم فرمائے تو پار لگنا ممکن ہوتا ہے۔

حاصل: شرک کی بات انتہائی قابل نفرت ہے۔ ملائکہ حمد سے اپنے رب کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور زمین والوں کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ اللہ بخشے تو بات بنتی ہے، اور اللہ رحم فرمائے تو پار لگنا ممکن ہوتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ڮ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝6

اور جن لوگوں نے اللہ کے مقابل اور دوست بنا رکھے ہیں وہ ان پر حفیظ ہے، اور تم ان پر وکیل نہیں ہو۔

اللہ مؤمن کا دوست ہے۔ جو بھی اللہ کو دوست بناتا ہے وہ مؤمن کی صفات والا ہے۔ [illegible] کا دوست ہے۔ ظالمین اللہ کے مقابل اور دوست بناتے ہیں [illegible] اتمام حجت کے لیے مہلت دیتا ہے۔ پیغام حق پہنچانے والے [illegible] جو خیر کا رخ رکھتا ہے وہ اپنے کیے کی سزا پائے گا۔ جو خلاف حق رہتا ہے وہ اپنے کیے کی سزا پائے گا [illegible]

حاصل: جو لوگ مؤمنین و متقین سے دوستی نہیں رکھتے وہ اللہ کے مقابل اور دوست [illegible] دیکھتا ہے۔ انہیں مہلت دیتا ہے۔ اللہ انہیں [illegible] خود ذمہ دار ہیں۔ دعوت خیر دینے والے پر ان کی کوئی ذمہ داری نہیں۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۝7

اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف قرآن عربی وحی کیا کہ آپ ام القریٰ والوں کو ڈرائیں اور جو اس کے ماحول میں ہیں۔ اور آپ جمع کے دن سے ڈرائیں جس میں کچھ شک نہیں، ایک فریق جنت میں ہوگا ایک فریق دوزخ میں ہوگا۔

Marfat.c

قرآنِ پاک کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا ہے، کہ اس مبارک کتاب کو اللہ نے نازل فرمایا ہے۔ یہ پہلی آسمانی کتابوں کی مصدق ہے۔ منشاءِ نزول یہ ہے کہ امّ القریٰ کے رہنے والوں کو اور اس کے اطراف میں رہنے والوں کو ان کے انجام سے آگاہ کر دیا جائے۔ امّ القریٰ مکہ مکرمہ ہے، باقی سب بستیاں اس کے ماحول میں ہیں۔ ڈرسنانے کے کام کو اللہ کے رسولوں نے ہی کیا ہے۔ رسولوں کی زبان وہی تھی، جو ان کے پہلے سننے والوں کی زبان تھی۔ اوّلین و آخرین کے جمع ہونے کا دن ایسا دن ہے کہ جس کے آنے میں شک نہیں ہونا چاہئے۔ وہ جزا کا دن ہے۔ جو لوگ جزا کے یقین کے ساتھ اپنے حال اور اعمال کو درست رکھیں گے وہ جنّت میں جائیں گے، جو لوگ جزا کے انکار کو من مانی کرنے کی بنیاد بنائیں گے، وہ دوزخ میں جائیں گے۔

حاصل: دنیا کی تمام بستیوں کا مرکز مکّہ مکرمہ ہے۔ مرکزِ تبلیغ بھی یہی ہے۔ ڈرسنانے کا کام شاہدین کا ہے۔ قیامت کے دن اوّلین و آخرین سب جمع ہوں گے، اس میں شک نہیں ہونا چاہئے۔ حق کے ماننے والے جنّت میں جائیں گے، دوسرے دوزخ میں جائیں گے۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝۸

اور اگر اللہ چاہتا تو ان کو امّتِ واحد ٹھہرا دیتا، ولیکن اللہ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل فرماتا ہے۔ اور ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا نہ نصرت دینے والا ہوگا۔

اللہ کے لیے یہ کچھ مشکل نہ تھا کہ وہ لوگوں کو خلافِ حق کرنے کی توفیق ہی نہ دیتا، اس طرح وہ ایک امت ہوتے، مگر اس نے اس جبر کو پسند نہیں کیا۔ اس نے توفیق دی ہے، اس توفیق کے استعمال کا وہ طریقہ معیار ٹھہرایا گیا ہے جو محسنین کا طریقہ ہے۔ جو اس رخ کو اختیار کرے اسے اللہ اپنی رحمت میں داخل فرماتا ہے، جو خلافِ حق کرے وہ ظالم ہوتا ہے۔ قیامت کے دن ظالموں سے دوستی بھی ممکن نہ ہوگی، ان کو مدد دینا بھی ممکن نہ ہوگا۔

حاصل: اللہ نے جو چاہا ہے وہی کیا ہے، اور جو اللہ نے کیا ہے وہی سب سے اچھا ہے۔ جو بھلائی میں سبقت کرے اللہ اسے اپنی رحمت میں داخل فرماتا ہے۔ خلافِ حق کرنے والوں کا انجام عبرتناک ہوتا ہے، نہ ان سے کوئی دوستی کر سکتا ہے، نہ کوئی ان کی مدد کر سکتا ہے۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ؗ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۹ ع

کیا انہوں نے اللہ کے مقابل اور دوست ٹھہرا لئے ہیں۔ تو اللہ ہی ولی ہے۔ وہی مُردوں کو حیات دے گا، اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

حکمِ الٰہی ہے کہ ایمان والے کبھی مومنین کے مقابل کافروں کو دوست نہ بنائیں۔ کافر ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں اور شیاطین ان کے دوست ہوتے ہیں۔ مومنین سے دوستی رکھنے والے ہی اللہ کے دوست ہوتے ہیں۔ اللہ ہی وہ دوست ہے، جو کوئی احتیاج نہیں رکھتا، ماننے والوں کی بھلائی کے لیے حکم کرتا ہے، ہر روز ان کو حقائق کی روشنی میں قربِ مزید کی توفیق دیتا ہے، بھول ہو جائے تو معاف کر دیتا ہے،

سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ اسی کی طرف سے سب کا آنا ہوا ہے، اسی کی طرف سب کی واپسی ہوگی۔ وہی مردوں کو زندہ کرے گا۔ وہ قادر مطلق ہے۔ اس کی قدرت کے مقابل کسی طاقت کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔ اللہ کے مقابل جو کوئی اپنا دوست بنائے گا اس کا قطعاً خسارہ ہی ہوگا۔

حاصل: اللہ کے دشمنوں کو دوست بنانے والے اب بھی خسارے میں ہیں، آئندہ بھی خسارے میں ہوں گے۔ اللہ ہی وہ دوست ہے جو کوئی احتیاج نہیں رکھتا، ماننے والوں کی بھلائی چاہتا ہے، توفیق دیتا ہے۔ انسان سے چوک ہو، بھول ہو جائے تو معاف کر دیتا ہے، سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ اسی کی طرف سے آنا ہوا ہے، اسی کی طرف واپسی ہوگی۔ وہی مردوں کو زندہ کرے گا، وہی جزا دے گا۔ وہی قادر مطلق ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ فصلت (۴۱) میں ارشاد فرمایا ہے: ... اولم یکف بربک انہ علی کل شیء شہید۔ کیا تمہارے رب کی شہادت ہر شے پر کافی نہیں ہے۔

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ۝

اور جس چیز میں بھی تم ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہو تو اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے۔ وہی اللہ میرا رب ہے۔ اسی پر میں نے توکل کیا اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔

مومنین حق سے اختلاف کرتے ہیں ... [illegible] ... تم ... ان کے سامنے اس بات کا اظہار ... [illegible] ... وہی میرا رب ہے۔ وہی مجھے پالتا ہے ... [illegible] ... لیے میں اسی پر توکل کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

حاصل: حق سے اختلاف کرنے والے کے سامنے اپنے ... [illegible] ... اختلاف کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے۔ وہی میرا رب ہے، اسی پر میں نے توکل کیا اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔

فَاطِرُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَمِنَ الْأَنْعَامِ أَزْوَاجًا ۖ يَذْرَؤُكُمْ فِيهِ ۚ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝

وہی آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے ہیں اور چوپایوں سے بھی جوڑے بنائے ہیں۔ اس طرح تمہیں پھیلاتا ہے۔ اس کی مثل کوئی شے نہیں۔ اور وہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

اللہ ہی آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے۔ اس نے ہمارے لیے بقا نسل کی صورت یہ رکھی ہے کہ مرد وعورت کے جوڑے بنائے ہیں۔ اسی طرح چوپایوں میں بھی اس نے جوڑے بنائے ہیں۔ بقا نسل کے لیے جو اہتمام اللہ نے کیا ہے، اس کو جان کر اللہ کا شکر گزار ہونا طبعی بات ہے۔ جو ہر حیات کی پیدائش، اس کی حفاظت، موزوں وقت پر حق کے مطابق جوڑے کا ملنا، استقرار حمل کے بعد جنین کی پرورش، اور پھر جنین کی تکمیل کے بعد اس کی پیدائش اور پرورش کے نئے اہتمام سے زندگی کے عمل کا شروع ہونا وغیرہ کیلئے جوڑے بنائے ہیں۔ ان کی نسل کو بڑھانے کا بھی ایک طریقہ رکھا گیا ہے۔ کوئی نر، حاملہ مادہ کے قریب نہیں جاتا۔ کوئی نر، بچوں کو دودھ پلانے والی مادہ کے قریب نہیں جاتا۔ اسی وقت نر، مادہ کے قریب جاتا ہے، جب مادہ طبعی طور پر اس کی ضرورت محسوس کرتی ہے۔ نسل کا بڑھانا اللہ کا کام ہے۔ طبعی راستہ اختیار کرنا بندے کے ذمے ہے۔ جو ہر حیات کو اگر مزہ لینے کے لیے ضائع کیا جاتا ہے تو اس ناشکری کے اثرات بھی ضرور مرتب ہوں گے۔ حق کے مقابل جب بھی من مانی کی جائے گی تو خرابی ضرور واقع ہوگی۔ اللہ تعالیٰ تعین سے پاک ہے۔ اس کی کوئی مثل نہیں۔ وہ جو چاہے کرتا ہے۔ اپنا حال اس کو سنایا جائے، اس کو دکھایا جائے، اس سے مدد مانگی جائے، اور یہ یقین رکھا جائے کہ جو کچھ اللہ اپنے علم سے عطا فرمائے گا وہی سب سے اچھا ہے تو اس سے بندے کو بڑی راحت حاصل ہوتی ہے۔

حاصل: اللہ ہی خالق کل ہے۔ وہی ہر ایک کو رزق دیتا ہے۔ بقا نسل کے لیے طبعی راستے کو اختیار کرنا بندے کے ذمے ہے، اللہ کی عطا کو بے جا ضائع کرنا لوگوں کو دکھوں میں ڈالتا ہے۔ اللہ سے اپنا حال بیان کرنا، اپنی تکلیف اور احساس کو بیان کرنا بھالگتا ہے، کہ معبود کو بھی عبد کے قرب سے خوشی ہوتی ہے۔

لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

اسی کے لیے ہیں، آسمانوں اور زمین کی کنجیاں۔ رزق میں بسط فرماتا ہے جس کے لیے چاہے اور تنگ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہے۔ بے شک وہ ہر شے کا علم رکھتا ہے۔

معطی مطلق اللہ ہی ہے۔ آسمانوں اور زمین کے سب خزانوں کا مالک بھی وہی ہے۔ وہ جو کچھ عطا کر سکتا ہے، وہ اسی کی شان کے لائق ہے۔ بندہ اپنے حال کو اس کے سامنے بیان کرے تو اس سے بندے کو بڑی راحت ملتی ہے۔ رزق میں بسط بھی وہی دیتا ہے، قبض بھی وہی دیتا ہے۔ دونوں صورتوں میں بندے کی بھلائی موجود ہوتی ہے۔ بسط ہو تو شکریے کا مقام ہوتا ہے، قبض ہو تو صبر کا مقام ہوتا ہے۔ اللہ ہی ہر شے کا علم رکھتا ہے، کہ بسط بھی اسی کے علم سے ہوتی ہے، قبض بھی اسی کے علم سے ہوتی ہے۔ علم والا وہی ہوگا، جو اللہ کی عطا کی قدر کرے گا، اور اللہ کی نشانیوں سے فائدہ اٹھائے گا۔

حاصل: اگر ہم مانتے ہیں کہ آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اللہ کے پاس ہیں، رزق میں بسط ہو تو اللہ کی طرف سے ہوتی ہے، قبض ہو تو بھی اللہ کی طرف سے ہوتی ہے، تو پھر مخلوق سے ہمارا معاملہ فی سبیل اللہ ہونا چاہئے۔ اگر ہم اللہ کی رضا پر راضی ہیں تو یقیناً ہم اللہ تعالیٰ کو بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ مانتے ہیں۔

at.com

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴿١٣﴾

تمہارے لیے دین کی شرع کی جس کی وصیت اس نے نوح علیہ السلام کو فرمائی، اور جسے ہم نے آپ کی طرف وحی کیا، اور جس کی وصیت ہم نے ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو کی کہ دین کو قائم کیا جائے اور اس میں تفرقہ نہ ڈالا جائے۔ مشرکین پر بھاری ہے جس کی طرف آپ انہیں دعوت دیتے ہیں۔ اور اللہ اپنی طرف قریب کر لیتا ہے جسے چاہے، اور ہدایت فرماتا ہے جو اس کی طرف رجوع لائے۔

دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی رہا ہے، اب بھی اسلام ہی ہے اور قیامت تک یہی رہے گا۔ [illegible] سلامتی کے ساتھ منزل پر پہنچنا ممکن ہوتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر آنحضرت [illegible] ماضی میں بھی یہی راستہ تھا جس کی وصیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کی، حضرت موسیٰ علیہ السلام [illegible] وصیت یہ تھی کہ دین کو قائم کیا جائے، اور اس میں تفرقہ نہ ڈالا جائے۔ دین کتاب سے قائم [illegible] ہے، جو اتباع کرنے والوں کو خوف و حزن سے نجات کی ضمانت دیتا ہے۔ [illegible] حوالے سے مانا جائے جس وہ مصدقہ ہونے کا شرف ہو۔ یہی دعوت مشرکین پر بھاری ہے [illegible] رہتے ہیں، کیونکہ وہ ان پر بڑا گراں ہوتا ہے۔ جو اللہ کے دوست [illegible] اسے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے کا اتباع نصیب ہوتا ہے۔ [illegible]

حاصل: صاحبان حق کی راہ ہی شاہراہ ہے جس پر چلنے میں فلاح حقیقی ہے [illegible] ہے۔ جو لوگ حق پر قائم ہوں اور تفرقے سے پاک ہوں، قیادت و سیادت انہی [illegible] کی دعوت مشرکین پر بھاری ہوتی ہے۔ اس انتشار سے ان کو بچایا جائے [illegible] کے قریب ہو جاتا ہے، اور رجوع الی اللہ کرنے کی وجہ سے ہدایت پاتا ہے۔

وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿١٤﴾

اور انہوں نے اپنے مابین فرقہ بندی نہیں کی مگر بعد اس کے کہ انہیں علم آ چکا تھا، اور اگر اجل مسمّیٰ تک تمہارے رب کا حکم سابق نہ ہوتا تو ان کے مابین ضرور فیصلہ کر دیا جاتا۔ اور بے شک وہ جو ان کے بعد وارث کتاب ہوئے وہ اس سے دھوکا ڈالنے والے شک میں ہیں۔

Marfat.c

حق کو سن لینے کے بعد، صاحب حق کے اسوۂ حسنہ کو دیکھ لینے کے بعد بھی اس سے رشتہ محبت استوار نہ کیا جائے تو پھر اس سے بغاوت کا مقام ضرور آتا ہے۔ یہ بغاوت مخفی بھی ہوتی ہے، جلی بھی ہوتی ہے، مگر یہ حقائق کی تصدیق کے بعد کا مقام ہے۔ باغی کا اصل مسئلہ یہ نہیں ہوتا کہ اسے حق کے بارے میں کوئی شک ہوتا ہے۔ اس کا مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ اس کی پسند اسے حق کو ماننے نہیں دیتی۔ اللہ نے اتمام حجت کے لیے مہلت دے رکھی ہے، اور اس مہلت کی موجودگی میں بندے کو جو کچھ حاصل ہونا چاہئے وہ اللہ دیتا ہے، ورنہ خلاف حق کرنے والے کو مٹاتے اللہ کو دیر ہی کیا لگتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا ہوئی جو تورات شریف تھی، اس میں اختلاف پیدا کرنے والوں نے اختلاف پیدا کیا، اگر اللہ تعالیٰ کا کلمہ سابقہ نہ ہوتا تو اختلاف کرنے والوں کے مابین فیصلہ صادر کرتے اللہ کو دیر ہی کیا لگتی تھی۔ اس کے بعد وہ لوگ وارث کتاب ہوئے، جن کے سامنے کتاب بھی تحریف شدہ تھی اور فلاح کی بہت باتیں کرنے والے، فلاح کا یقینی راستہ بھی نہیں دکھاتے تھے، اس لیے اس کی صداقت کو تسلیم کرنے میں شک کا ہونا طبعی بات تھی۔

حاصل: صاحب حق سے محبت نہ ہو تو اس کی تعلیمات کو اپنی پسند کے مطابق ڈھالنے کا مقام آجاتا ہے، یہ بغاوت ہے، اور اس بغاوت سے تفرقہ پیدا ہوتا ہے۔ مہلت دینا اللہ کی شان ہے، ورنہ اللہ کو اختلاف کی جڑ کاٹنے میں دیر نہیں لگتی۔ جو لوگ حق کو اپنے مطابق بنانے میں لگ جائیں، وہ دھوکا ڈالنے والے شک میں پڑ جاتے ہیں۔

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۭ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۭ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝۱۵

تو آپ اسی کی دعوت دیں اور استقامت رکھیں جیسے کہ آپ کو امر ہے، اور ان کی خواہشات کا اتباع نہ کریں اور فرمادیں میں ایمان لایا ہوں اس کتاب پر جو اللہ نے نازل فرمائی، اور مجھے امر ہے کہ تمہارے مابین عدل کروں۔ اللہ ہی ہمارا اور تمہارا رب ہے۔ ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے اعمال۔ کوئی حجت نہیں ہمارے اور تمہارے مابین۔ اللہ ہم سب کو جمع کرے گا، اور اسی کی طرف پھرنا ہے۔

طریق تبلیغ کو واضح فرمایا گیا ہے تاکہ یہ معیار ہر مقام پر پیش نظر رہے۔ حق کی دعوت، امر الٰہی کے مطابق ہونی چاہئے۔ دعوت دینے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ صاحب استقامت ہو، نتائج کو باذن اللہ جانتے ہوئے اپنا حق حسن وخوبی سے ادا کرتا رہے۔ لوگوں کی خواہشات ان کے نزدیک بہت قابل قدر ہوتی ہیں، اور وہ یہی توقع رکھتے ہیں کہ جو انہیں قریب کرنا چاہتا ہے، وہ ان کی خواہشات کا لحاظ رکھے، مگر امر الٰہی یہ ہے کہ ان کی خواہشات کو اہمیت نہ دی جائے، ان کی قطعاً پیروی نہ کی جائے، اور یہ روشن کیا جائے، کہ اللہ سب سے بڑے علم والا ہے، حق اسی کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے، اور اللہ نے جو کتاب بھی نازل فرمائی ہے اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اگر فیصلہ طلب باتیں مبلغ حق کے سامنے لائی جائیں، تو اس کا فیصلہ امر الٰہی کے مطابق ہوگا، اور یقیناً عدل سے ہوگا۔ اس فیصلے کو ماننے والے کا بھلا ہوگا، نہ ماننے والا دکھ میں پڑے گا۔ اختلاف رکھنے والوں سے یہ کہنا بھی ضروری ہے، کہ اللہ ہی ہمارا رب ہے اور اللہ ہی تمہارا بھی رب ہے۔ یہ بات

مان لی جائے تو ایک دوسرے کے قریب ہونا آسان ہو جاتا ہے۔ پھر یہ کہنا چاہئے کہ اللہ ایک والے اعمال کی جزا [illegible]
اس کے سامنے ہے۔ تمہارا رخ بھی اس کے سامنے ہے۔ ہمیں ہمارے اعمال کی جزا دی جائے گی تمہیں تمہارے اعمال کی [illegible]
پھر یہ کہنا چاہئے کہ ہمارے اور تمہارے مابین کوئی حجت نہیں۔ ہم اللہ کی طرف سے آئے ہیں [illegible]
کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ اس کا فیصلہ ایسا فیصلہ ہوگا جس کو ماننا ہی پڑے گا۔ اس وقت خلاف حق [illegible]
مگر اصلاح کو اختیار کرنے کا وقت گزر چکا ہوگا۔

حاصل: دعوت حق کو امر الٰہی کے مطابق ہونا چاہیے۔ دعوت دینے والے کے لیے [illegible]
ہو۔ منکرین حق سے تعلقات کو بہتر بنانے کے لیے ان کی خواہشات کا لحاظ امر الٰہی کی خلاف [illegible]
ساری کتابوں کو ماننا ضروری ہے۔ فیصلہ طلب باتوں میں امر الٰہی کے مطابق عدل [illegible]
سے یہ کہنا چاہئے: اللہ ہی ہمارا اور تمہارا رب ہے۔ ہمارے لیے ہمارے اعمال تمہارے لیے تمہارے [illegible]
ہے اور تمہارے مابین کوئی حجت نہیں۔ اللہ ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کی طرف [illegible]

وَ الَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۝

اور جو لوگ اللہ کے بارے میں [illegible] کے مانے جانے کے بعد ان کی حجت ان کے رب کے نزدیک بے ثبات ہے۔ اور ان پر غضب ہے اور ان کے لیے شدید عذاب ہے۔

[illegible]

حاصل: حق کو ماننے والے خوف و حزن سے پاک [illegible]
میں اپنے گمان و وقعت دیتے رہنا درست نہیں ہوگا۔ [illegible]
اللہ کا غضب ہوگا۔ اور وہ شدید عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ۝

اللہ ہی ہے جس نے حق [illegible] کتاب نازل فرمائی۔ اور تمہیں [illegible] قریب ہی ہو۔

[illegible]

جس کو دیکھنے میں کسی مشقت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ اللہ کے رسول ﷺ کی شان ملاحظہ ہو کہ حضور اپنی کوئی بات نہیں رکھتے۔ قیامت کی گھڑی کا تعین، منکرین حق کا سوال رہا ہے۔ جواب یہ دیا گیا ہے، آخرت کے بارے میں ان کا علم ہے ہی نابود، بلکہ وہ اس سے شک میں ہیں، بلکہ وہ اس سے اندھے ہیں۔ ساعت کا امر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگا، اور اس میں وقت ہی کیا لگے گا، پلک جھپکنا یا اس سے بھی قریب۔

حاصل: حق فرمان خداوندی ہے، اور یہ معیار رہے کہ جس کو سند ماننا ضروری ہے۔ جن لوگوں کا حال ہے حضور ﷺ کا اسوۂ حسنہ وہ بھی آپ کے اتباع کے حوالے سے معیار قرار پا گئے ہیں۔ قیامت کو قریب ماننا بھلے لوگوں کی طریقت ہے۔

يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ۗ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ﴿١٨﴾

جو اس کے لیے تعجیل کرتے ہیں وہ اس پر ایمان نہیں رکھتے، اور جو اس پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس سے ڈر رہے ہیں اور علم رکھتے ہیں کہ وہ حق ہے۔ سن لو جو لوگ ساعت میں شک کرتے ہیں، وہ دور کی گمراہی میں ہیں۔

اللہ کا عذاب مجرموں پر دن کو بھی آ سکتا ہے، رات کو بھی آ سکتا ہے، اور یہ اس عذاب سے بچ کر کہیں بھاگ نہیں سکیں گے، پھر یہ اس کے لیے جلدی کیوں مچا رہے ہیں۔ قیامت جب واقع ہوگی، تو یہ اس پر ایمان لائیں گے۔ اس وقت فرمایا جائے گا، اب تم مان رہے ہو اور پہلے تو اس کے لیے جلدی مچاتے تھے۔ اس وقت کا ماننا نافع نہیں ہوگا، کہ ماننے کے ساتھ صالح اعمال کی شہادت پیش نہیں کی جا سکے گی۔ قیامت پر یقین رکھنے والے اس سے ڈر رہے ہیں، کہ وہ کلّی جزا کا دن ہے، اور اللہ ہر ایک کو اس کے کیے کی جزا دے گا۔ جس معیار کے حوالے سے حسن عمل کو دیکھا جائے گا، وہ اللہ کا مقرر کیا ہوا ہے، ہمیشہ اس پر نظر رکھنی چاہئے اور حق کی ادائیگی کے باوجود کہنا یہی چاہیے: یا الٰہ العالمین ہمارے اعمال کی طرف نہ دیکھیو اپنے کرم کی طرف دیکھیو۔ جو لوگ قیامت کے بارے میں شک رکھتے ہیں، وہ اصلاح حال کی طرف آتے ہی نہیں۔ وہ جو بھی کریں اور جس عنوان سے بھی کریں، اس کی حقیقت دور کی گمراہی ہی ہے۔ اگر ساتھ دور کی گمراہی والوں کا ہوگا، تو نتیجہ اس کا خسارہ ہی ہوگا۔

حاصل: قیامت کے لیے جلدی مچانے والوں کی سوچ درست نہیں ہوتی، قیامت کو ماننے والوں کی سوچ درست ہوتی ہے۔ قیامت کا یقین بندے کے اعمال میں نظر آنا چاہئے۔ قیامت میں شک کرنے والے دور کی گمراہی میں ہوتے ہیں۔ فلاح چاہنے والوں کو ان سے دور رہنا چاہیے۔

اَللّٰهُ لَطِيْفٌ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿١٩﴾ ع

اللہ اپنے بندوں پر لطف و کرم فرماتا ہے، رزق عطا فرماتا ہے جسے چاہے۔ اور وہی قوت والا عزت والا ہے۔

بندے کی ضروریات کا سب سے بڑا جاننے والا اللہ ہی ہے۔ وہ جو بھی عطا فرماتا ہے، اپنے علم سے عطا فرماتا ہے۔ بندہ اپنی

خواہشات کے دائرے سے نکلے تو اسے اللہ کا لطف و کرم نظر آتا ہے۔ اللہ جس کے رزق میں چاہے بڑھا دیتا ہے [illegible] کرنا چاہے اسے تنگ کر دیتا ہے۔ اللہ کی قوت کسی کی عطا کردہ نہیں ہے باقی ہر قوت اللہ کی عطا کردہ ہے۔ اللہ کی عزت کسی کی [illegible] باقی سب کی عزت اللہ کی بدولت ہے۔

حاصل: بندہ اپنی خواہشات کے دائرے سے نکلے تو اسے اللہ کا لطف و کرم نظر آتا ہے۔ اللہ ہی رزق [illegible] ہے۔ وہی قوت والا ہے، وہی عزت والا ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الشوریٰ (۴۲) میں ارشاد فرمایا ہے:... وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ [illegible] عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۝ اور اللہ باطل کو مٹاتا ہے اور حق کو اپنے کلمات سے حق کرتا ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ۝

جو آخرت کی کھیتی کا ارادہ [illegible] اس کی کھیتی کو زیادہ کرتے ہیں اور جو دنیا کی کھیتی کا ارادہ کرے ہم اسے اس میں سے کچھ دیتے ہیں اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔

رزق اللہ سب کو دیتا ہے کہ یہ اس کی شان ہے۔ جو صاحب آخرت کا یقین رکھتے ہوئے [illegible] صداقت کا ثبوت مل جاتا ہے۔ اس صداقت کی وجہ سے ان کے رزق میں برکت ہوتی ہے۔ [illegible] اور آخرت کے عدم یقین کے ساتھ رزق کو صرف میں لاتے ہیں ان کا [illegible] مسلسل رہتا ہے۔ [illegible] مطلق [illegible] اپنے عمل [illegible] کرتے۔ آخرت میں ان کا کچھ حصہ نہ ہوگا۔

حاصل: آخرت پر یقین رکھنے والوں کا رزق درست ہوتا ہے۔ آخرت کا [illegible] اور حق کو ماننے والے اور نہ ماننے والے کبھی مساوی نہیں ہوتے۔

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۝

یا ان کے لیے شریک ہیں جنہوں نے ان کے لیے دین کی شریعت بنائی ہے جس کا اللہ نے اذن نہیں دیا اور اگر فیصلے کا کلمہ نہ ہو چکا ہوتا تو ان کے درمیان ابھی فیصلہ کر دیا جاتا اور بے شک ظالموں کے لیے المناک عذاب ہے۔

[illegible] دین کی حقیقت ان پر واضح [illegible] ان کے لیے دین بنا دیا ہے [illegible]

Marfat.com

کہ اللہ کے اذن کے بغیر تو یہ ہو ہی نہیں سکتا، اور اللہ نے اس کا اذن دیا ہی نہیں۔ اللہ کا بھیجا ہوا دین اسلام ہی ہے، اور وہ ایک ہی ہے۔ ماضی میں بھی وہی تھا، حال پر بھی وہی ہے، مستقبل میں بھی وہی ہوگا۔ اللہ نے اجلِ مسمّٰی تک مہلت دے رکھی ہے۔ یہ اللہ کا کلمہ ہے، اور اللہ کے کلمات بدلتے نہیں، ورنہ اللہ کے لیے منکرین کو سزا دینا کسی تیاری کا تقاضا نہیں کرتا، اللہ کو حکم کرتے دیر ہی کیا لگتی ہے۔ خلافِ حق کرنے والوں کا انجام المناک عذاب ہی ہوگا۔

حاصل: امکانات کا ذکر کر کے ان پر غور کرنا صحیح نتیجے پر پہنچنے میں مدد دیتا ہے۔ اللہ نے اجلِ مسمّٰی تک مہلت دے رکھی ہے، اس لیے ظالموں کو فوراً سزا نہیں دی جاتی۔ اللہ کے کلمات بدلتے نہیں۔ ظالموں کا انجام المناک عذاب ہی ہوگا۔

تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَاۗءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۲۲﴾

تم ظالمین کو دیکھو گے کہ وہ اپنے کسبوں کے وبال سے سہمے ہوئے ہوں گے، اور وہ ان پر واقع ہو کر رہے گا۔ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور صالح عمل کیے وہ جنتوں کے باغیچوں میں ہوں گے۔ ان کے لیے ان کے رب کے پاس ہے جو وہ چاہیں۔ فضلِ کبیر یہی ہے۔

آخرت کا انکار کرنے والے، آخرت کے ظہور کو دیکھ کر اپنے کسبوں کے وبال سے سہم جائیں گے۔ اور ان کے کسبوں کا وبال تو ان پر پڑے گا، وہ اس سے بچ نہیں سکیں گے۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کے ساتھ صالح اعمال کی شہادت سے اپنی صداقت کا ثبوت دیا، وہ خدائی مہمان ہوں گے، جنتوں میں ہوں گے، اور ان کے لیے راحت کا وہ اہتمام ہوگا جو میزبان کی شان کے لائق ہے۔ اپنی پسند کو اللہ کی رضا پر قربان کرنے والوں کو یہ انعام ملے گا کہ جو وہ چاہیں گے اللہ اس سے ان کو نوازے گا، اور اللہ کا کسی سے اس درجے راضی ہو جانا اللہ کا بڑا فضل ہے۔

حاصل: آخرت کا انکار کرنے والے، قیامت کے دن اپنے کسبوں کے وبال سے سہمے ہوئے ہوں گے، اور وہ وبال ان پر واقع ہو کر رہے گا۔ جو لوگ ایمان لائے اور صالح اعمال سے اپنی صداقت کا ثبوت دیا وہ خدائی مہمان ہوں گے۔ رضاءِ الٰہی انہیں حاصل ہوگی۔ رضاءِ الٰہی کا حصول، اللہ کا فضلِ کبیر ہے۔

ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ قُلْ لَّآ اَسْــَٔـلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۭ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾

یہ ہے وہ مقام جس کی اللہ اپنے بندوں کو بشارت دیتا ہے، جو ایمان لائے اور صالح عمل کیے۔ آپ فرما دیجیے میں اس پر تم سے کسی اجر کا سوال نہیں کرتا مگر قربیٰ سے محبت۔ اور جو حسن کمائی کرے گا ہم اس کے حُسن کو زیادہ کریں گے۔ بے شک اللہ بخشنے والا، قدر کرنے والا ہے۔

at.com

فضل کبیر کی بشارت انہی لوگوں کے لیے ہے جو ایمان لاتے ہیں اور صالح اعمال سے اپنے ایمان و [illegible]
اپنے اپنے حال پر علم الٰہی سے یہ فرماتے رہے ہیں کہ میں تم سے کسی اجر کا سوال نہیں [illegible]
کیا جائے اس کا اجر اللہ ہی دے سکتا ہے، اور دین تو ہے ہی خالصتاً اللہ کے لیے۔ [illegible]
کے لیے یہ فرمایا ہے۔ کہ میں تم سے کسی اجر کا سوال نہیں کرتا مگر قربیٰ سے محبت۔ [illegible]
چاہے اپنے رب کی طرف راہ لے۔ قربیٰ وہ حضرات ہیں، جو آپ کا اتباع کرتے ہیں اور [illegible]
محبت رکھنے والے لوگ ہیں اور اسی محبت سے سرشار رہتے ہیں۔ [illegible]
رخ کی طلب ہوگی، اس کی کمائی احسن ہوگی۔ جس کی کمائی احسن ہوگی، اس کے حسن عمل [illegible]
ہے۔ اس کی سابقہ کوتاہیوں کو بخش دینا بھی اللہ کی سنت ہے، اور اس کی قدر [illegible]
اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہیں، ان کی اللہ اور اس کے رسول [illegible]
یا کہنے والے ہوں۔

حاصل: ایمان کی تصدیق صالح اعمال سے ہوتی ہے۔ مودۃ فی القربیٰ [illegible]
کا، اس کے حسن عمل کو بڑھانا اللہ کا وعدہ ہے۔ اس کی سابقہ کوتاہیوں کو بخش [illegible]

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۖ فَإِن يَشَإِ اللَّهُ يَخْتِمْ عَلَىٰ قَلْبِكَ ۗ وَيَمْحُ اللَّهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝

یا یہ کہتے ہیں کہ اس نے اللہ پر جھوٹ [illegible]
باندھا ہے۔ تو اگر اللہ چاہے تو آپ کے قلب [illegible]
کر دے۔ اور اللہ اپنے کلمات سے [illegible]
ہے اور حق کو حق [illegible]
باتوں کا علم رکھنے والا ہے۔

[illegible]

حاصل: [illegible] اللہ پر جھوٹ سے افترا باندھنے والے [illegible]
ہے اور اس میں دیر نہیں لگتی۔ اللہ اپنے کلمات سے باطل کو مٹاتا ہے، اور حق کو حق [illegible]
اعمال کو بھی جانتا ہے۔

rfat.com

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿۲۵﴾

اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے، اور بُرائیوں سے عفو فرماتا ہے، اور علم رکھتا ہے جو فعل تم کرتے ہو۔

جو جہالت سے خلاف حق کر بیٹھے، پھر اسے اپنے کئے کا انجام بصورتِ خسارہ نظر آئے، تو وہ بندہ توبہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس پر توجہ فرماتا ہے، اس کی توبہ قبول کرتا ہے، اس کی برائیوں سے درگزر کرتا ہے۔ بندے کو یہ یقین رکھنا چاہئے کہ اس کی نیت بھی اللہ کے علم میں ہے، اس کا کام بھی اللہ کے سامنے ہے۔ اسی یقین سے بندہ اپنی حفاظت کرسکتا ہے۔

حاصل: خطا کے بعد بندے کی توبہ کو قبول کرنا اللہ کی شان ہے۔ جس کی توبہ قبول ہوجائے اس کے ماضی کی نفی ہوجاتی ہے۔ اس سے درگزر کرنا قطعاً ضروری ہے کہ یہی اللہ کی سنت ہے۔ ہمیں اپنی حفاظت سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہیے۔

وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيدُهُم مِّن فَضْلِهِ ۚ وَالْكٰفِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ﴿۲۶﴾

اور قبولیت انہیں بخشتا ہے جو ایمان لائے اور صالح عمل کئے، اور انہیں اپنے فضل سے مزید نوازتا ہے۔ اور کافروں کے لیے شدید عذاب ہے۔

جس کی دعا یہ ہو کہ یا اللہ مجھے خلوت میں اپنے ساتھ پاک رکھیو، اور جلوت میں اپنے محبوب ﷺ کے ساتھ پاک رکھیو، اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ وہ اپنے ایمان کو صالح اعمال کی شہادت سے سچا ثابت کرتا ہے۔ اللہ اسے اپنے فضل سے مزید نوازتا ہے۔ جہاں عطاءِ الٰہی کو رضائے الٰہی کے مطابق تصرف میں لایا جائے، وہاں عطاءِ الٰہی کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ خلافِ حق کرنے والے جس انجام کو پہنچیں گے وہ شدید عذاب ہے۔ توبہ کرنے والے اور توبہ نہ کرنے والے مساوی نہیں ہوتے۔

حاصل: جن کی توبہ قبول ہوتی ہے، وہ ایمان والے ہوتے ہیں اور صالح اعمال والے ہوتے ہیں۔ ان کو اللہ اپنے فضل سے مزید نوازتا ہے۔ خلافِ حق کرنے کا انجام شدید عذاب ہی ہوگا۔

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلٰكِن يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ ﴿۲۷﴾

اور اگر اللہ اپنے سب بندوں کے رزق میں بسط فرما دیتا ضرور زمین میں بغاوت کرتے، ولیکن وہ جس قدر چاہے نازل کرتا ہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں کی خبر رکھنے والا، دیکھنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت دی ہے، اس میں بڑی حکمت ہے۔ لین دین ہوگا، تو عملاً حق ادا ہوگا۔ دینے والا اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے محسنین کی طریقت کے مطابق دے گا اور نادار مقامِ صبر پر رہتے ہوئے پورا رہے گا، اور جب عطاءِ الٰہی کا مقام آئے گا تو اس میں اپنی انا کو حائل نہیں ہونے دے گا۔ اگر سبھی لوگوں کو رزق میں بسط نصیب ہوجاتی تو وہ من مانی کرتے ہوئے زمین میں فساد برپا کر

دیتے۔ اللہ جس قدر چاہے دیتا ہے۔ اس کا دینا بڑے علم سے ہوتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کی جس قدر خبر رکھتا ہے [illegible]
زیب نہیں دیتا۔ وہ اپنے بندوں کو ہر مقام پر دیکھتا ہے، اور اس سے بڑا کوئی عطا کرنے والا ہے ہی نہیں۔

حاصل: اللہ کے کاموں میں بڑی حکمت ہوتی ہے۔ رزق میں بسط کو باذن اللہ جانا چاہیے [illegible]
ہے۔ عطاءِ الٰہی بڑے علم سے ہوتی ہے۔ اللہ کو ہر حال میں ہماری خبر ہوتی ہے وہ ہمیں ہر حال میں دیکھتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ ۚ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ ﴿۲۸﴾

اور وہی ہے جو بارش برساتا ہے جب وہ ناامید ہو چکے ہوتے ہیں اور اپنی رحمت کو پھیلا دیتا ہے۔ اور وہی ہے کارساز تعریف کیا ہوا۔

انسان جلد باز ہے۔ بارش کی ضرورت کا احساس اسے بےچین کر دیتا ہے اور وہ ناامیدی کی [illegible]
رکھنے والا انہیں ہر حال میں دیکھنے والا ان کی ضروریات کا سب سے بڑا جاننے والا ہے۔ وہ اپنے [illegible]
زمین زندہ ہو جاتی ہے، اور یوں اللہ اپنی رحمت کو پھیلا دیتا ہے۔ کام اللہ کے [illegible]
رہتی ہے۔

حاصل: بارش برسانا اللہ کا کام ہے۔ انسان جلد بازی کی وجہ سے ناامید ہو جاتے ہیں [illegible]
سے پھیلاتا ہے۔ اللہ کارساز ہے، کائنات میں اس کی حمد جاری رہتی ہے۔ [illegible]

وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيهِمَا مِنْ دَابَّةٍ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ جَمْعِهِمْ إِذَا يَشَاءُ قَدِيرٌ ﴿۲۹﴾ ع

اور اس کی نشانیوں سے ہے آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور جو چلنے والے ان میں [illegible] جب چاہے ان کے [illegible]

آسمانوں اور زمین میں مومنین کے لیے نشانیاں ہیں۔ [illegible]
[illegible] کے لیے نشانیاں ہیں۔ آسمانوں اور زمین کی تخلیق [illegible]
ہے اور اللہ کی وحدت [illegible]
میں اڑتے [illegible] اور زمین پر چلتے [illegible]
بڑی حکمت سے ان کو پھیلا دیا ہے۔ ان کو پھیلانے والا [illegible]
سے یہاں لے [illegible] اعمال میں نظر آتا ہے۔

حاصل: اللہ کی نشانیوں پر ایمان لانا چاہیے، اپنے مقصدِ تخلیق پر نظر رکھنی چاہیے اور اللہ کی قدرت [illegible]
اعمال میں نظر آنا چاہیے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاعراف (۵۵) میں ارشاد فرمایا ہے: اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ [illegible]

الْمُعْتَدِيْنَ اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑا کر اور خفیہ، بے شک اسے حد سے بڑھنے والے پسند نہیں۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۝۳۰

اور تمہیں جو مصیبت پہنچے تو وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کسب کے سبب سے ہوتی ہے اور کثیر سے تو وہ عفو ہی فرماتا ہے۔

جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اللہ کو پکارتا ہے۔ پھر جب اسے کوئی نعمت بخش دی جاتی ہے تو کہتا ہے یہ تو مجھے میرے علم کی بدولت ملی ہے، اور وہ نعمت اس کے لیے فتنہ ہوتی ہے۔ اس نعمت کے استعمال کے حوالے سے انسان کو دیکھا جاتا ہے، کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا ہے۔ خلافِ حق کرنے والوں پر ان کے کسبوں کی برائیاں پڑتی رہی ہیں اور پڑتی رہیں گی، اور قادرِ مطلق کو عاجز کرنے والا تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ بندے کو اللہ کی قدرت کے سامنے اپنی حیثیت معلوم ہو جائے تو پھر حق کو مان لینا اس کے لیے آسان ہو جانا چاہئے۔ اللہ لوگوں کو ان کے ظلم پر فوراً پکڑتا تو زمین میں ظالم ناپید ہو جاتے، مگر وہ مہلت دیتا ہے، اپنے علم سے اتمامِ حجت کرتا ہے، اور بہت سی باتوں سے درگزر فرماتا ہے۔ مخلصین پر مصائب کا مقام اس طرح آتا ہے کہ وہ مشکل حالات میں اپنے ساتھیوں کو پورا رہ کر دکھاتے ہیں۔ حق کی احسن ادائیگی ہی پیچھے آنے والوں کے لیے راستے کو روشن کرتی ہے۔ مصائب کو باذن اللہ مانا جائے، تو یہ یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مزید علم عطا ہونے والا ہے، مزید انعامات ملنے والے ہیں۔

حاصل: اپنے اعمال پر نظر رکھنی چاہئے۔ ناقص اعمال سے تائب ہونا ہی ہمارے فکر کے درست ہونے کا ثبوت ہے۔ جس طرح اللہ ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرماتا رہتا ہے، ہمیں بھی لوگوں کے ساتھ اپنے حوالے سے درگزر کرنا چاہئے۔

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝۳۱

اور تم زمین میں عاجز کرنے والے نہیں ہو اور اللہ کے مقابل نہ تمہارا کوئی دوست ہوگا اور نہ نصرت دینے والا۔

منکرینِ حق سے یہ کہا گیا ہے کہ تمہارا اپنا مشاہدہ یہی ہے کہ تم اللہ کی قدرت کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ جب تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو اس سے بچ کر کہیں بھاگ نہیں سکتے۔ اللہ کے مقابل نہ تم سے کوئی دوستی کرنے والا ہوتا ہے، نہ تمہاری مدد کرنا کسی کے بس میں ہوتا ہے۔ آخرت میں بھی یہی حال ہوگا۔ کافروں کو یہ کبھی نہیں سوچنا چاہئے کہ وہ اللہ کے دستِ قدرت سے کہیں بچ کر بھاگ جائیں گے۔ ان کا ٹھکانا تو آگ ہی ہوگا۔ ظالموں پر ان کے کسبوں کی برائیاں خود پڑیں گی۔ اللہ کے مقابل والے کبھی اللہ کے دوست نہیں ہوتے، اور اللہ کے دوست کبھی اللہ کے مقابل والے نہیں ہوتے۔

حاصل: اللہ کی قدرت کا احاطہ ہر مقام پر ہے۔ منکرینِ حق کبھی اس کے احاطہ قدرت سے باہر نہیں جا سکتے۔ گرفت میں آ جانے کے بعد نہ ان سے دوستی کسی کے بس میں ہوگی، نہ ان کی مدد کسی کے بس میں ہوگی۔

at.com

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۳۲﴾

اور اس کی نشانیوں میں سے ہیں [illegible] میں چلنے والیاں جیسے پہاڑ۔

کشتیوں کو اللہ کی نشانی فرمایا گیا ہے۔ بڑی بڑی کشتیاں سمندر میں پہاڑ معلوم ہوتی ہیں۔ ان [illegible] بنانے والے ہاتھ بھی اللہ کے پیدا کردہ ہیں جس پانی پر وہ تیرتی ہیں وہ بھی اللہ کا پیدا [illegible] خالق ہے۔ انسانی خدمت میں کشتیوں کی اہمیت واضح ہے۔ جس کی قدرت سے انسان [illegible] بڑی کشتیوں کو ناقابل تسخیر جاننا درست نہیں ہوگا کہ ان کشتیوں اور جہازوں کو غرق [illegible] آسان ہے۔

حاصل: کشتیوں کو دیکھنا چاہئے کہ یہ اللہ کی نشانیوں سے ہیں۔ اللہ نے ہمارے لیے [illegible] استفادہ کرتے ہوئے، اللہ کا شکر بھی ادا کرتے رہنا چاہئے۔

اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۳﴾

وہ چاہے تو ہوا کو ساکن کر دے تو [illegible] رہ جائیں۔ بے شک اس میں [illegible] کے لیے شکر [illegible] نشانیاں ہیں۔

ہواؤں کی گردش میں عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ بادبانی کشتیاں اور جہاز [illegible] جہازوں میں بھی ہوا کے چلنے کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ ہوا کے چلنے سے ہی کشتیاں [illegible] ساکن کر دے تو یہ ہوا کو چلانا کسی کے بس میں نہیں ہوگا۔ کشتیاں اور جہاز [illegible] پانی پر چلنے رکنے میں یہ نشانیاں ہیں کہ حالات اللہ کی مہربانی سے ہی سازگار ہوتے ہیں [illegible] اللہ ہی انہیں ساحل مراد پر پہنچاتا ہے۔

حاصل: ہماری حرکات اللہ کی مہربانی سے ہی جاری ہوتی ہیں [illegible] ہے اور حالات کا کارساز بنانے والے کا شکر ادا کیا جاتا ہے۔

اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۴﴾

یا انہیں ان کے [illegible]

کشتیوں کا سامان [illegible] اللہ کی قدرت میں ہے۔ [illegible] ہے اور ان سے [illegible] اللہ کی قدرت میں ہے [illegible] مہربانی سے ہی چلتی پھرتی ہے۔ اللہ نے [illegible] انسان کے [illegible] اعمال کی وجہ [illegible] ہے [illegible] ساحل مراد [illegible] اللہ کی مہربانی سے [illegible]

rfat.com

حاصل: خلافِ حق کرنے والوں کی کشتی کی تباہی ان کے برے اعمال کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ خلافِ حق کرنے والوں کی بہت سی باتوں سے درگزر ہی کرتا ہے، کہ اتمامِ حجت کرنا اللہ کی شان ہے۔

وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ۝۳۵

اور ان لوگوں کو جو ہماری آیات میں جھگڑا کرتے ہیں معلوم ہو کہ ان کے لیے کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔

جو لوگ خلافِ حق کرتے کرتے عمل کے لیے دیئے گئے وقت کو برباد کر لیتے ہیں، ان پر ایک وقت آئے گا، جب عذابِ الٰہی کے بارے میں ان کا یقین یہ ہوگا، برابر ہے ہم بے قراری کریں یا صبر سے رہیں ہمیں کہیں پناہ نہیں مل سکتی۔ اللہ کی نشانیوں کے ساتھ جھگڑا کرنے والے اگر یہ سمجھتے ہیں کہ وہ من مانی کرنے کے لیے پیدا کیے گئے ہیں، انہیں جو توفیق دی گئی ہے اس کے بارے میں ان سے کوئی پوچھ نہیں ہوگی اور مسلم و مجرم کو اللہ برابر ٹھہرا دے گا، تو یہ قطعاً درست نہیں۔ حق کا انکار کرنے والے جان لیں، جزا دینے والے قادرِ مطلق سے بھاگ کر کہیں پناہ نہیں لی جا سکتی، کہ اس کی قدرت کا احاطہ ہر مقام پر موجود ہے۔

حاصل: جزا کا یقین ہو تو اللہ کی آیات میں جھگڑنے کا سوال ہی کب پیدا ہوتا ہے، اور جزا کا یقین نہ رکھنے والے جزا سے بچ تو نہیں سکیں گے۔

فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝۳۶ۚ

سو تمہیں جو شے بھی عطا ہوئی ہے وہ متاعِ حیاتِ دنیا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے، وہ بہتر ہے اور زیادہ باقی رہنے والی ہے، ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اور اپنے ربّ پر توکّل کرتے ہیں۔

متاعِ حیاتِ دنیا بھی اللہ ہی عطا کرتا ہے، اور یہ دیکھنے کے لیے عطا کرتا ہے کہ اس کو کیسے استعمال کیا جاتا ہے۔ جو لوگ اس عطا کو حق کے مطابق استعمال کرتے ہیں انہیں حیاتِ آخرت میں بڑے انعامات سے نوازا جائے گا، کہ ان کے ایمان اور توکّل کی بدولت انہیں بڑا اور دائمی اجر ملے گا۔ جو لوگ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود کو پھلانگ جاتے ہیں، ملتا ان کو بھی وہی ہے جو اللہ کو منظور ہوتا ہے، مگر وہ آخرت کے انکار کی وجہ سے حیاتِ دنیا میں خوف و حزن کے دائرے میں گھرے رہتے ہیں، آخرت کا عذاب تو اشد ہوگا۔

حاصل: متاعِ حیاتِ دنیا ہی سب کچھ نہیں ہے۔ قیامت کے دن ایمان والے لوگوں کو جو اپنے ربّ پر توکّل کرتے ہیں، بڑے اور دائمی انعامات سے نوازا جائے گا۔

وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰۗىِٕرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۝۳۷ۚ

اور وہ جو کبیرہ گناہوں اور فواحش سے اجتناب کرتے ہیں، اور غضبناک ہو جائیں تو بخش دیتے ہیں۔

جن لوگوں کو بڑے اور دائمی انعامات سے نوازا جائے گا، ان کی مزید صفات بیان فرمائی گئی ہیں یہ لوگ کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں،

at.com

اور فواحش سے بچتے ہیں اور کبھی غضب ناک ہو جائیں تو اللہ کی رضا کو ملحوظ رکھتے ہوئے قصور وار کا قصور بخش دیتے ہیں۔ [illegible] کبر و نخوت ہو وہ کبیرہ گناہ ہوتا ہے۔ جس گناہ کی حقیقت خواہش نفس کا اتباع ہو وہ فواحش کے زمرے میں آتا ہے۔ ان باتوں سے بچنا ہے جو کبر و نخوت کی طرف لے جاتی ہیں اور فواحش کی طرف لے جاتی ہیں۔ غضب ناک ہونے کا مقام اپنی حق تلفی سے تعلق رکھتا ہے [illegible] قصور وار کو بخشا جا سکتا ہے۔ مظلوم کی مدد کرتے وقت یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ مدد کرنے والے [illegible] بخش دینے کا حق نہیں رکھتا۔ بخش دینے کا حق تو اسی کو حاصل ہوتا ہے جس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہو۔

حاصل: اگر ہم کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں، فواحش سے بچتے ہیں اور غصے کی حالت میں اپنے مخالف کو معاف کر دیتے ہیں تو ہمارا انجام یقیناً اچھا ہوگا۔

وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۠ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝٣٨

اور وہ جنہوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور نماز قائم کی اور جن کے کام باہم مشورے سے ہوتے ہیں اور ہمارے دیے ہوئے رزق سے خرچ کرتے ہیں۔

انعام یافتہ حضرات کی صفات بیان کرنے کا منشا یہ ہے کہ [illegible] جائے مگر اصلاح کو قبول کرنے میں دیر نہیں کی جاتی [illegible] ان کا حکم ادب سے مان لیتے ہیں۔ اپنی پسند ان کے راستے میں حائل نہیں ہوتی [illegible] کے عہد پر قائم بھی رہتے ہیں۔ ان کے کام باہمی مشورے سے ہوتے ہیں۔ [illegible] اور اس میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ مشورے کا حق ادا کرتے ہوئے [illegible] تو ایک ہی ہوتا ہے اور فیصلہ کرنے کا حق بھی ایک ہی کو ہوتا ہے۔ [illegible] جماعت کو کمزور کر دیتا ہے۔ جو رزق اللہ کی طرف سے [illegible] خرچ کرنے کے قابل ہے۔

حاصل: اپنے رب کا حکم ماننا چاہیے، نماز قائم کرنی چاہیے، مخلصین سے مشورہ [illegible] دیے ہوئے رزق سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہیے۔

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ۝٣٩

اور وہ لوگ اپنے ساتھ زیادتی ہونے کی صورت میں نصرت طلب کرتے ہیں۔

زیادتی فرد کے ساتھ بھی ہوتی ہے، جماعت کے ساتھ بھی ہوتی ہے۔ [illegible] جائے تو وہ اللہ سے ڈرنے والے لوگوں کی مدد طلب کرتے ہیں [illegible] نہیں ہونا چاہیے کہ اللہ کی [illegible] مانا جائے۔

حاصل: اپنے ساتھ زیادتی ہو جائے تو اللہ سے ڈرنے والوں کی مدد طلب کرنی چاہیے۔

Marfat.c

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾

اور برائی کی جزا اسی کی مثل ہے۔ تو جس نے معاف کیا اور اصلاح کی تو اس کا اجر اللہ پر ہے۔ بیشک اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

زیادتی ہی برائی ہے۔ اس کا تعین اللہ سے ڈرنے والے لوگ کرتے ہیں۔ جب یہ تعین ہو جائے کہ زیادتی کیا ہوئی ہے، تو اس کی جزا کا تعین بھی ہو جاتا ہے۔ معاف کرنے کا حق اسی کو حاصل ہوتا ہے، جس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہو، اور جس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہو وہ اپنے حق سے ایک حد تک دست بردار ہو جائے اور اس کا منشاء اصلاح ہو، تو یقیناً اسے اللہ کی رضا ہی مقصود ہوتی ہے۔ ایسے صاحب کا اجر اللہ پر ہے۔ جو اللہ سے حساب نہ کرے، اللہ بھی اس کے ساتھ حساب نہیں کرتا۔ جن لوگوں کی بات حق کے علاوہ کسی دوسرے حوالے سے ہو وہ ظالم ہوتے ہیں اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

حاصل: برائی کا تعین کرنا اللہ سے ڈرنے والے لوگوں کا کام ہے، تاکہ بدلہ لیتے وقت اس کی مثل سے تجاوز نہ ہو۔ معاف کرنے کا حق اسی کو حاصل ہوتا ہے جس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہو۔ جو صاحب معاف کر دے اور اپنے حق سے ایک حد تک دست بردار ہو جائے اور اس کا منشاء اصلاح ہو تو اس کا اجر اللہ پر ہے۔ حق کے علاوہ کسی دوسرے حوالے سے بات کرنے والے ظالم ہوتے ہیں اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۭ ﴿۴۱﴾

اور جس نے اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد مدد طلب کی تو ایسے لوگوں پر کوئی راہ نہیں۔

مظلوم اپنی حق تلفی کا بدلہ لے سکتا ہے۔ وہ اگر حق کے ماننے والوں سے مدد طلب کرے اور وہ مظلوم کی مدد کرتے ہوئے اسے ظالم سے اس کا حق چھین کر لے دیں، تو ایسے لوگوں پر الزام رکھنا یا ان کے کردار کو منفی کہنا قطعاً درست نہیں ہوگا۔

حاصل: مظلوم پر کتنا ظلم ہوا ہے اور اس کی حق تلفی کا بدلہ کیا ہے، مدد کرنے والوں کو پہلے اس کا تعین کر لینا چاہیے تاکہ وہ اللہ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز نہ کر جائیں۔

اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾

راہ تو انہی پر ہے، جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے المناک عذاب ہے۔

جو لوگ بدلہ لیتے وقت اللہ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں، وہ لوگوں پر ظلم کرتے ہیں، اور زمین میں اللہ کے بھیجے ہوئے حق کے مقابل اپنی پسند کو نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ زمین میں ناحق سرکشی ہے۔ ان لوگوں کو ان کے کیے کی جزا المناک عذاب کی صورت میں دی جائے گی۔

at.com

حاصل: وہ لوگ یقیناً قابلِ مذمت ہیں، جو بدلہ لیتے وقت اللہ کی مقرر کردہ حدود کا دھیان نہیں رکھتے اور ظلم مٹانے کی کوشش میں ظلم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو ان کے اعمال کی جزا المناک عذاب کی صورت میں دی جائے گی۔

ع وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۴۳﴾

اور جس نے صبر کیا اور بخش دیا تو بے شک یہ بڑے عزم کے کام ہیں۔

جس پر ظلم ہو وہ بدلہ لے سکتا ہے۔ بدلہ لینے کے لیے جن حدود کا تعین فرمایا گیا ہے، ان کا احترام ضروری ہے۔ [illegible] صبر کیا جائے، اور ظلم کرنے والے کو بخش دیا جائے تو یہ یقیناً بڑے عزم کے کام ہیں۔ بدلہ لینے میں [illegible] ارباب عزیمت میں سے نہیں ہے۔ عزت تو اللہ کی ہے، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اور مومنین کی ہے۔ جو [illegible] کسی اور مقام پر تلاش کرتا ہے، وہ کبھی عزت والا نہیں ہو سکے گا۔

حاصل: ظلم کا بدلہ لیتے وقت حدود اللہ کا احترام لازم ہے۔ [illegible] والے کو بخش دیا جائے تو یہ بڑے عزم کے کام ہیں۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ یونس (۱۰) میں ارشاد فرمایا ہے:... یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْیُکُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ مَّتَاعَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُکُمْ فَنُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اے لوگو تمہاری سرکشی تمہارے [illegible] متاعِ حیاتِ دنیا برت لو، پھر تمہیں ہماری ہی طرف مراجعت کرنا ہے، تو ہم تمہیں بتا دیں گے جو کچھ تم کرتے تھے۔

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۴﴾

اور جسے اللہ گمراہ کر دے تو اس کے لیے اس کے بعد کوئی دوست نہیں ہو سکتا۔ اور آپ ظالموں کو دیکھیں گے کہ جب وہ عذاب دیکھیں گے تو کہیں گے کیا واپسی کی بھی کوئی سبیل ہے۔

جو اللہ کے دوست دشمن نہ بنائے اللہ اسے گمراہ کر دیتا ہے [illegible] گمراہ ہونا لازم ہے۔ اللہ کے مقابل گمراہی دور کرنے کا مقام کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔ [illegible] کو پہنچیں گے جو عذاب الٰہی ہے تو پکاریں گے کیا واپسی کی بھی کوئی سبیل ہے۔ اس وقت [illegible] استعمال کرنے کا انہیں بڑا ملال ہوگا، اور وہ چاہیں گے کہ کاش انہیں کسی طرح پھر توفیق اور مہلت ملے [illegible] اللہ کے دربار میں پیش ہوں۔ مگر دارالعمل ختم ہو چکا ہوگا، اب واپسی کی کوئی سبیل نہیں ہوگی۔

حاصل: اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے کو ہدایت ہوتی ہے۔ فاسق کے لیے اللہ سے گمراہی لازم [illegible] ہے۔ جسے اللہ گمراہ کر دے تو اس کی مدد کرنا کسی کے بس میں نہیں ہوتا۔ ظالم عذاب الٰہی کو سامنے پا کر واپسی کی سبیل [illegible]

rfat.com

کے بارے میں پوچھیں گے اور حق پہنچانے والے صاحب کو اس کا مشاہدہ کرایا جائے گا۔

وَ تَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ وَ قَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴿۴۵﴾

اور تم انہیں دیکھو گے کہ اس پر پیش کئے جانے پر ذلّت سے جھکے ہوئے کن انکھیوں سے دیکھتے ہوں گے اور ایمان والے کہیں گے، بے شک خسارے والے وہی لوگ ہیں، جنہوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو گھاٹا دیا۔ سن لو بے شک ظالمین عذابِ مقیم میں ہیں۔

حال پر جزا کا انکار کرنے والوں کو جب جہنم کے سامنے لایا جائے گا، تو فرمایا جائے گا یہ ہے وہ جہنم جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔ منکرین کے سر اس وقت ندامت سے جھکے ہوئے ہوں گے۔ وہ جہنم کو سیدھی آنکھوں سے دیکھ نہیں سکیں گے، کن انکھیوں سے دیکھیں گے۔ اور جن ایمان والوں کا حیاتِ دنیا میں یہ لوگ مذاق اڑاتے رہے ہوں گے، وہ ان کو دیکھ کر کہیں گے: بے شک حیاتِ دنیا میں وسیع المال نہ ہونا اور عسرت کے کچھ دن گزارنا خسارہ نہیں تھا۔ خسارہ تو یہ ہے، کہ جو لوگ حق کا مذاق اڑایا کرتے تھے، وہ آج خود بھی گھاٹے میں ہیں اور ان کے ساتھی بھی گھاٹے میں ہیں۔ خلافِ حق کرنے والوں نے وقتی خوشی کے حصول کے لیے دائمی عذاب کو اپنے لیے مقدر کرلیا ہے، اب یہ عذاب ان پر قائم رہے گا۔

حاصل: جزا سے غافل لوگ، جزا کو سامنے پا کر ذلّت سے جھک جاتے ہیں اور کن انکھیوں سے دیکھتے ہیں۔ ایمان والے جن کا حیاتِ دنیا میں مذاق اڑایا گیا ہوگا، وہ کہیں گے: خسارہ یہ نہیں ہے کہ ہم نے وسعتِ مال کے بغیر وقت گزارا، گھاٹا تو یہ ہے کہ چند روزہ آسائش کے بدلے، کافروں نے دائمی عذاب کو اپنے لیے اور اپنے ساتھیوں کے لیے مقدر کرلیا ہے۔ جس کے عمل صالح نہ ہوں وہ صالحین کے اہل میں سے نہیں ہوتا۔

وَ مَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ ﴿۴۶﴾

اور ان کے لیے کوئی دوست نہ ہوئے کہ اللہ کے مقابل ان کی نصرت کرتے اور جسے اللہ گمراہ کر دے اس کے لیے کہیں بھی سبیل نہیں۔

جو لوگ شیطان اور اس کی ذرّیت کو اللہ کے مقابل دوست بناتے ہیں، وہ اپنے حقیقی دشمن سے دھوکا کھاتے ہیں۔ قیامت کے دن کوئی اللہ کے حضور ان کے بارے میں بات کرنے والا نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسی کو گمراہ کرتا ہے جو فاسق ہوتا ہے اور منافق ہی فاسق ہوتے ہیں۔ جسے اللہ گمراہ کردے اس کے ہدایت پا جانے کی کوئی صورت ممکن ہی نہیں، کہ ارحم سے بڑا رحم کرنے والا تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

حاصل: جو اللہ کے دوست کا اتباع کرتا ہے وہ ہدایت یافتہ ہے، جو اللہ کے دشمن کا اتباع کرتا ہے وہ گمراہ ہے۔

ہدایت بھی باذن اللہ ہے، گمراہی بھی باذن اللہ ہے۔ جسے اللہ گمراہ کر دے اس سے ہدایت پا جانے کی [illegible] نہیں ہو سکتی۔

اِسْتَجِيبُوا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۭ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَىِٕذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ۝

اپنے رب کا حکم مانو قبل اس دن کے جو اللہ کی [illegible] طرف سے ٹلنے والا نہیں۔ اس دن تمہارے لیے کوئی پناہ نہ ہوگی، اور نہ تم کسی چیز [illegible]۔

حکم ربی کے ماننے کے لیے وقت کی انتہا تاکی ہے، جو موت کا دن ہے۔ اس دن [illegible] عملاً صداقت کا ثبوت دینے کا وقت ہی نہ ہوگا۔ حکم ربی یہ بھی ہے کہ ہمارے [illegible] موت آئے۔ موت کے دن کا آنا یقینی ہے۔ موت سے فرار بھی ممکن نہیں، اور اس سے کہیں پناہ بھی نہیں [illegible] اس میں بندے کی پسند کو کوئی اہمیت حاصل نہ ہوگی۔ اللہ جس طرح لے جانا چاہے گا اسی طرح [illegible] ناپسند کرنے کی وجہ سے اسے رد کر سکے۔

حاصل: حال پر ملی ہوئی مہلت سے استفادہ کرنا چاہئے۔ موت کے وقت [illegible] کہیں پناہ بھی نہیں مل سکتی، اور اس کی نوعیت کو بھی نہیں بدلا جا سکتا۔

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۭ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ۭ وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ۝

تو اگر وہ اعراض کریں تو ہم نے آپ کو [illegible] داروغہ بنا کر نہیں بھیجا۔ آپ کے ذمے تو [illegible] دینا ہی ہے۔ اور جب ہم [illegible] ذائقہ چکھاتے ہیں تو [illegible] جب ان کے اپنے [illegible] مصیبت پہنچتی ہے تو پھر انسان ناشکرا [illegible] ہو جاتا ہے۔

جو حق کو نہیں مانتا وہ حق سے اعراض کرتا ہے۔ [illegible] یہ نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے کی [illegible] طریقت ہے جس میں [illegible] نہیں ہوتی۔ انسان کا مزاج [illegible] ہے، اور اپنی خوبیاں بیان کرتے تھکتا نہیں۔ اور جب اس کے اپنے اعمال کی وجہ سے [illegible] بن جاتا ہے، اور ایسی زبان بولنے لگتا ہے جو پہلے نہیں بولتا تھا۔

حاصل: جو لوگ حق سے منہ پھیر لیں ان کی ذمہ داری انہی پر ہوتی ہے۔ [illegible]

rfat.com

دکھانا شاہدین کی طریقت ہے۔ انسان کو اللہ اپنی رحمت سے نوازتا ہے، تو وہ فرحت سے اترانے لگتا ہے، اور اپنے کئے کی بدولت جب وہ مصیبت میں گھر جاتا ہے تو پھر ناشکرا بن جاتا ہے۔

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۝۴۹

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، اللہ ہی کا ہے۔ خلق فرماتا ہے جو چاہے۔ جسے چاہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے جسے چاہے بیٹے عطا فرماتا ہے۔

آسمانوں اور زمین میں مالک کل اللہ ہی ہے۔ وہی خالق کل ہے۔ وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کا کام اس کے علم سے ہوتا ہے، اور اس کے کام میں ہمیشہ حکمت ہوتی ہے۔ وہ جسے چاہے بیٹیاں عطا کرتا ہے، اور جسے چاہے بیٹے عطا کرتا ہے۔ بیٹیوں کے تمام کام فی سبیل اللہ ہوتے ہیں اور شعوری زندگی کی ابتداء سے نکاح تک تمام مقامات پر انہیں حق کی احسن ادائیگی کے طریقے سکھائے جاتے ہیں، تاکہ خلوت کی زندگی میں مسلمان معاشرہ اس معیار کے مطابق ہو جائے جو اپنے اندر فلاح کی ضمانت رکھتا ہے۔ اللہ ہی بیٹے بھی عطا کرتا ہے اگر چاہے۔ اس صورت میں بھی اس کا علم اور اس کی حکمت اس کے لاشریک ہونے کا ثبوت ہوتے ہیں۔ بیٹوں کے کام عموماً اپنے مستقبل کے حوالے سے کئے جاتے ہیں۔ درست یہی ہے کہ انہیں راہ راست پر رہنا سکھایا جائے، اور بلوغت سے پہلے انہیں صرف ماننے کے مقام پر رہنے کی تربیت دی جائے۔

حاصل: مالک کل اللہ ہے۔ اس کا کام اس کے علم سے ہوتا ہے اور اس کے کام میں ہمیشہ حکمت موجود ہوتی ہے۔ بیٹیوں کی درست تربیت معاشرے کی اصلاح کے لیے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ بیٹوں کو اپنے مستقبل کے حوالے سے تیار کرنے کی بجائے راہ راست پر رہنا سکھانا چاہئے اور انہیں ماننے کی تربیت دینی چاہئے۔

اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝۵۰

یا دونوں ملا دیتا ہے، بیٹے اور بیٹیاں۔ اور جسے چاہے بانجھ رکھتا ہے۔ بے شک وہ علم والا، قدرت والا ہے۔

اللہ چاہے تو بیٹے بھی عطا کر دیتا ہے، بیٹیاں بھی عطا کر دیتا ہے۔ یہاں بھی اس کا علم اور اس کی حکمت اس کے لاشریک ہونے کا ثبوت ہوتا ہے۔ وہ اگر کسی عورت کو بانجھ ٹھہرا دے، تو اس کے ہاں اولاد نہیں ہوگی۔ یہ مقامات، اللہ کے علم کے تحت ہیں، اس کی قدرت کے تحت ہیں۔ ان مقامات پر بندے کو اپنا رخ درست رکھنا چاہئے۔ خالق کل کے مقابل کسی مقام پر کسی کی قدرت کا تصور ہی درست نہیں ہے۔ اللہ جس مقام پر رکھے اسی میں بھلائی ہوتی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ساتھ مقصود ہونا چاہیے ہر مقام پر۔

حاصل: اللہ کی عطا اس کے علم سے ہوتی ہے۔ وہ بیٹے اور بیٹیاں دینے پر بھی قادر ہے، وہ بانجھ کر دینے پر بھی قادر ہے۔ اس کا علم بھی لاجواب ہے، اس کی قدرت بھی بے حساب ہے۔ اللہ سے اپنے تعلق کو درست رکھنا چاہیے، کہ اس کی ہم سے پوچھ ہوگی۔

وَ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾

اور کسی بشر کی یہ شان نہیں کہ اللہ اس سے کلام فرمائے۔ مگر وحی کے ذریعے سے، یا حجاب کے پیچھے سے، یا کوئی رسول بھیجے جو اس کے اذن سے وحی کرے جو وہ چاہے۔ بے شک وہ بڑی شان والا حکمت والا ہے۔

خالق ہی مخلوق کا سب سے بڑا جاننے والا ہے۔ کس سے کلام کرتا ہے اور کیسے کلام کرتا ہے اس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے [illegible] اللہ تعالیٰ اپنے کلام سے نوازے وہ راہ فلاح دکھانے کا علم رکھتا ہے۔ عطا کسی صاحب پر اس کی ذاتی [illegible] لوگوں کی فلاح کے لیے ہوتی ہے، اس لیے اس کی تقسیم لازم ہے۔ اللہ کے کلام کی پہلی صورت وحی ہے۔ [illegible] والے کو بتایا جاتا ہے کہ وہ کیا کرے۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کو حکم ہوا [illegible] کے کلام کی دوسری صورت حجاب کے پیچھے سے ہے۔ اس میں بندہ آواز سنتا ہے اور امر الٰہی کی تعمیل کرتا ہے [illegible] اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا۔ اللہ کے کلام کی تیسری صورت وحی کی وہ صورت ہے جو بذریعہ فرشتہ ہو [illegible] کلام روح الامین کے ساتھ نازل ہوتا ہے۔ وقت نزول قلب کھلتا ہے، عبارت نازل ہوتی ہے [illegible] ہوتا۔ اللہ جو چاہے وہی علم عطا کرتا ہے۔ اس کی شان اتنی بالا ہے کہ اس کی [illegible] فرمان اپنے اپنے مقام پر پورا ہے اور بڑی شان رکھتا ہے۔

حاصل: عطائے الٰہی کسی کی پسند کے تحت نہیں ہوتی، اللہ کے علم سے ہوتی ہے۔ [illegible] کیسے نوازتا ہے، یہ فیصلہ قطعاً اللہ کا ہی ہوتا ہے۔ اللہ کی شان بھی لاجواب ہے اس کی حکمت بھی [illegible]

وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِيْمَانُ وَ لٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَ اِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۙ﴿۵۲﴾

اور اسی طرح ہم نے تمہاری طرف اپنے امر سے روح سے وحی فرمائی۔ [illegible] اور ایمان [illegible] لیکن ہم نے [illegible] سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں۔ اور بے شک آپ سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔

جو لوگ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی صداقت کا [illegible] نہیں رکھتے، چاہے وہ ان کے باپ ہوں، بیٹے ہوں، بھائی ہوں یا رشتہ دار ہوں [illegible] قلوب میں اللہ نے ایمان کو نقش فرما دیا ہے، اور اپنی روح سے تائید فرمائی ہے [illegible] ہوتی ہے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ فرمان الٰہی [illegible] اتباع کرتا ہے، جو آپ سے محبت رکھتا ہے، وہ آپ کی راہنمائی سے فائدہ اٹھاتا ہے اور سیدھا راستہ پاتا ہے۔

Marfat.com

حاصل: کلام الٰہی کی شان سب سے بالا ہے۔اپنی سوچ کواس کے تابع رکھنا چاہئے،کہ اطاعت کا حق بطریق احسن ادا ہو۔نور ہدایت سے اللہ جسے چاہے نوازتا ہے۔صراطِ مستقیم کی طرف راہنمائی بہرحال ہوتی رہتی ہے اور ہوتی رہے گی۔

صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِلَى اللّٰهِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ ۝۵۳ ع

اللہ کی راہ کہ جس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔سن لو،سب امور اللہ ہی کی طرف پھرنے والے ہیں۔

صراطِ مستقیم اللہ کی راہ ہے،اور اللہ وہ مالک کل ہے کہ جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے،اسی لاشریک کا ہے،اور تمام معاملات اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔کوئی اگر آخرت کے انکار کو اپنا طریق زندگی بنالیتا ہے،تو اس نے دنیا وآخرت میں خسارے کو اپنے لیے چن لیا ہے۔اللہ کی ہی یہ شان ہے،کہ اسی کی طرف سے آنا ہوا ہے،اور اسی کی طرف واپسی ہوگی۔کسی کے بس میں یہ نہیں ہے کہ وہ اللہ کی طرف واپسی کے راستے سے انحراف کر سکے۔

حاصل: اللہ کی راہ ہی صراطِ مستقیم ہے۔ہمیں ہر شے کے استعمال میں اللہ کی رضا کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔آخرت کا یقین اپنے رخ کو درست رکھنے کے لیے ضروری ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ توبہ (۹) میں ارشاد فرمایا ہے:...وَاللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ ۝۶۲ اور اللہ اور اس کے رسول کا حق سب سے بڑھ کر ہے کہ تم انہیں راضی کرو اگر تم مومن ہو۔

at.com

اٰیاتھا ۸۹ ۴۳ سُورَۃُ الزُّخْرُفِ مَکِّیَّۃٌ ۶۳ رکوعاتھا ۷

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ع حٰمٓ ۚ۝ یہ حروف مقطعات ہیں۔

ان حروف کو الگ الگ پڑھنے کا حکم ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ان کے بارے میں خاموشی اختیار فرمائی [illegible]
میں خاموش رہنا ہی درست رویہ ہے۔

حاصل: ہمارا بولنا بھی علم سے ہونا چاہئے، ہماری خاموشی بھی علم سے ہونی چاہئے۔

وَالْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۝ اور کتاب مبین کی قسم

قرآن پاک وہ روشن کتاب ہے جس سے حق اور باطل کے درمیان واضح فرق ہو جاتا ہے۔ [illegible]
کی طرف سے اس کا نزول ہوا ہے۔ جہاں اس پاک کتاب کا حوالہ آ جائے وہاں حجت ختم ہو جانی چاہیے [illegible]
چاہئے اور ادب سے ماننا چاہئے۔

حاصل: قرآن پاک کی قسم کھانے والے کا پاک ہونا ضروری ہے۔ [illegible]

اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ بے شک ہم نے اسے قرآن عربی [illegible] تاکہ تم عقل کرو۔

فصاحت کے لحاظ سے عربی زبان سب سے اعلیٰ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

حاصل: بین الاقوامی زبانوں میں سب سے بلند [illegible] عربی زبان [illegible]
بیان کرنے کے لیے اس کی ضرورت مسلم ہے۔ [illegible]

وَاِنَّهٗ فِیْۤ اُمِّ الْکِتٰبِ لَدَیْنَا لَعَلِیٌّ حَکِیْمٌ ۝ اور بے شک وہ ام الکتاب میں [illegible] بڑی عظمت والا حکمت والا ہے۔

قرآن پاک [illegible]

rfat.com

گواہی سند کا درجہ رکھتی ہے، کہ اللہ کی شہادت سے بلند درجہ اور کوئی شہادت نہیں ہوسکتی۔ اس کی عظمت وحکمت سے فیض یاب ہونا، فیض یاب ہونے والوں کی خوش نصیبی ہوگی، اور اس کی بے قدری کرنے والے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالیں گے۔ اس کلام کی شان کسی کے ماننے سے بڑھتی نہیں، اور کسی کے انکار سے کم نہیں ہوتی۔

حاصل: قرآنِ پاک کی عظمت اور حکمت سے فیض یاب ہونا بڑی خوش نصیبی ہے۔ اس کو ماننے میں ماننے والوں کا بھلا ہے، نہ ماننے میں نہ ماننے والوں کا خسارہ ہے۔

اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ۝ ۵

تو کیا ہم تم سے اس ذکر کو پھیر دیں گے اس بنا پر کہ تم اسراف کرنے والے لوگ ہو۔

یہ ذکر قرآن پاک ہے۔ اس نصیحت کو اتمام حجت کے لیے بھیجا جاتا ہے۔ زندہ لوگ اس سے استفادہ کرتے ہیں، کافروں پر حجت تمام ہوجاتی ہے۔ جزا کے وقت کوئی یہ نہ کہہ سکے گا، کہ اسے عظمت والے حکمت والے قرآن شریف کا پتہ ہی نہیں لگا۔ جو لوگ حق کو اپنی پسند کے مطابق بنانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں وہ یقیناً ناشکرے لوگ ہوتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں بھی نصیحت پہنچائی ضرور جاتی ہے کہ یہی اللہ کی شان کے لائق ہے۔

حاصل: اسراف کرنے والے لوگ، بڑے مرض میں مبتلا ہوتے ہیں۔ قرآنِ پاک کی شفا اور رحمت ان کے پاس بھی پہنچنی چاہیے۔ وہ استفادہ کریں یا نہ کریں اس کی جزا تو انہی کو دی جائے گی۔

وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ۝ ۶

اور ہم نے اولین میں کتنے ہی نبی بھیجے۔

حق کو لوگوں تک پہنچانا اور حق کو بطریق احسن ماننے والا نمونہ لوگوں کو دکھانا، اتمام حجت کے اہم ارکان ہیں۔ پہلے لوگوں کی طرف بھی اللہ تعالیٰ اپنے نبی بھیجتا رہا ہے۔ طلب ہدایت رکھنے والے لوگ ان کی قدر کرتے تھے، ان کی صفات کو اپناتے تھے، اور ان کے اتباع کی بدولت فلاح پاتے تھے۔ دوسرے لوگ حق کے انکار میں ہی سب کچھ ضائع کردیتے تھے۔

حاصل: طلب ہدایت رکھنے والے ہی حق پہنچانے والوں سے استفادہ کرتے ہیں۔

وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ ۷

اور ان کے پاس جو نبی بھی آتا وہ اس کے ساتھ استہزاء ہی کرتے تھے۔

اولین میں سے اکثریت کا رویہ یہی تھا کہ جو نبی بھی ان کے پاس آتا تھا، اس کی صداقت کا روشن ثبوت اس کے پاس موجود ہوتا تھا۔ وہ لوگوں کو بھلائی کی طرف بلاتا تھا، اور وہ کچھ کر کے دکھاتا تھا جو اللہ کے نزدیک پسندیدہ تھا، اس کے ساتھ کسی اجر کا سوال بھی نہیں ہوتا تھا۔ مگر لوگ اس کا مذاق ہی اڑایا کرتے تھے، اور حق کے مقابل انہیں بے سند باتوں میں ہی زیادہ دلچسپی تھی۔ حسنِ اخلاق کے موضوع پر جب بھی بات ہو جزا کا انکار کرنے والے اس کا مذاق ہی اڑایا کرتے ہیں، ماضی میں بھی یہی ہوتا رہا ہے۔

حاصل: ہدایت کی طلب نہ ہو تو حسن اخلاق کا درس دینے والوں کا مذاق ہی اڑایا جاتا ہے۔ ماضی میں بھی یہی ہوتا رہا ہے۔

فَاَهۡلَكۡنَاۤ اَشَدَّ مِنۡهُمۡ بَطۡشًا وَّمَضٰى مَثَلُ الۡاَوَّلِيۡنَ ۝۸

تو ہم نے ان سے اشد پکڑ والے بھی مار ڈالے، اور اولین کی مثالیں گزر چکی ہیں۔

ماضی میں بہت سے قرن جو بڑے زور آور تھے اور جن کی گرفت بڑی شدید ہوتی تھی اپنے ظلم کی وجہ سے [illegible] ان کی مثالوں میں سے عاد کی مثال موجود ہے، ثمود کی مثال موجود ہے اور دوسری مثالیں بھی موجود ہیں۔ جو لوگ اپنی قوت کے [illegible] جو اموال و اولاد کی کثرت پر فخر کرتے ہیں، انہیں یہ بھی دیکھ لینا چاہئے کہ جو راستہ انہوں نے اختیار کیا ہے اس [illegible] کیا ہوا ہے۔

حاصل: خلافِ حق کرنے والے ظالم ہوتے ہیں۔ جب ظالموں پر اللہ کی گرفت آتی ہے تو [illegible] پاتے۔ دیکھنا چاہئے کہ جو راستہ ہم نے اختیار کر رکھا ہے اس پر پہلے چلنے والوں کا کیا انجام ہوا ہے۔

وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ لَيَقُوۡلُنَّ خَلَقَهُنَّ الۡعَزِيۡزُ الۡعَلِيۡمُ ۝۹

اور اگر تم ان سے سوال کرو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے خلق کیا ہے تو یقیناً یہی کہیں گے کہ عزیز و علیم نے خلق کیا ہے۔

آسمانوں اور زمین سے لوگوں کا اپنے تعلق کا کسی حد تک پتہ ہوتا ہے [illegible] بارے میں بھی غور کرتے ہیں۔ جب ان سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے [illegible] ہمارے معبودوں نے پیدا کیا ہے، وہ یہی کہتے ہیں کہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا [illegible] اللہ ہے [illegible] والا اور بڑے علم والا ہے [illegible] خالق کی قدرت اور اس کے علم کا پتہ چلتا ہے [illegible] والے کی قدرت بھی ہر شے پر محیط نظر آتی ہے، اس کا علم بھی ہر شے پر محیط نظر آتا ہے۔

حاصل: آسمانوں اور زمین سے اپنے تعلق کو دیکھنا چاہئے۔ خالق کائنات [illegible] کرنی چاہئے۔ اللہ کی قدرت اور اس کے علم کا احاطہ کیا جائے تو [illegible]

الَّذِىۡ جَعَلَ لَـكُمُ الۡاَرۡضَ مَهۡدًا وَّجَعَلَ لَـكُمۡ فِيۡهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ ۝۱۰

جس نے زمین کو تمہارے لئے گہوارہ بنایا اور اس میں تمہارے لئے راستے رکھے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

آسمانوں اور زمین سے روزمرہ زندگی میں فیض و برکات حاصل [illegible] گہوارہ بنایا ہے۔ اس کو خوب پہچاننا اللہ کی شان کا [illegible]

Marfat.c

اس میں کشادہ راستے بھی اللہ ہی نے رکھے ہیں، اور ان کشادہ راستوں سے انسانوں کے کتنے ہی مفادات وابستہ ہیں۔ ان راستوں کو محفوظ بنانا اللہ کے نزدیک پسندیدہ بات ہے، ان راستوں کو آسان بنانا، اللہ کے نزدیک پسندیدہ بات ہے۔ جو راستے کی قدر کرتا ہے، وہ حیات دنیا میں راہ راست پر رہنے میں غفلت نہیں برتتا، اللہ تعالٰی کی طرف رجوع لاتا ہے، اور جو اللہ تعالٰی کی طرف رجوع لائے اسے ہدایت ہو جاتی ہے۔

حاصل: جس نے زمین کو ہمارے لیے گہوارہ بنایا ہے، جس نے زمین میں ہمارے لیے راستے رکھے ہیں، ہمیں اس کی طرف جانے والی سیدھی راہ کو اختیار کرنا چاہئے۔

وَالَّذِیْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۱﴾

اور جس نے آسمان سے ایک خاص مقدار میں پانی برسایا۔ پھر ہم نے اس سے ایک مُردہ شہر کو حیات بخشی۔ اسی طرح تم بھی نکالے جاؤ گے۔

آسمان سے برسنے والا پانی، مبارک ہوتا ہے، اللہ کے علم سے برستا ہے اور اس مقدار میں برستا ہے کہ جو اللہ پسند فرماتا ہے۔ وہ زمین جو نباتات کو اگانے کی صلاحیت کھو چکی ہوتی ہے، بارش سے زندہ ہو جاتی ہے، اور اس پر ہریالی آجاتی ہے۔ بعث بعد الموت بھی اسی طرح ہو گی۔ بندے کا اپنا مشاہدہ اسے یہ بتاتا ہے کہ اللہ کی قدرت نہ ہونے کو ہونا بنا سکتی ہے، اور ہونے کو نہ ہونا بنا سکتی ہے، اور جزا کو مان لیا جائے تو پھر حسن عمل سے بندے کی شان میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

حاصل: بارش ہمیشہ اللہ کے علم سے ہوتی ہے، اس لیے ہمیشہ پوری ہوتی ہے۔ بارش سے مُردہ زمین کو زندہ کرنا اللہ کی شان ہے۔ مُردوں کو اٹھانا بھی اللہ کی شان ہے۔ جزا کا یقین بندے کے اعمال میں نظر آنا چاہئے۔

وَالَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ﴿۱۲﴾

اور جس نے سب جوڑے خلق فرمائے، اور تمہارے لیے کشتیوں اور چوپایوں کو ٹھہرایا، جن پر تم سوار ہوتے ہو۔

حیوانات میں نر اور مادہ کے جوڑے بندے کے مشاہدے میں آتے رہتے ہیں۔ نباتات میں بھی نر اور مادہ ایک پھول کا حصہ ہوتے ہیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ نر اور مادہ پھول الگ الگ درختوں پر ہوتے ہیں۔ جو جوڑے اللہ نے خلق فرمائے ہیں، ان کے بقائے نسل کی طبعی صورت بھی اسی نے رکھی ہے۔ اللہ کی تخلیق تو نظر آتی ہے جو کچھ اللہ کے مقابل والوں نے بنایا ہے وہ کہیں بھی نظر نہیں آتا۔ کشتیاں اور چوپائے نقل و حمل کے ذرائع ہیں۔ یہ انسان کی بڑی ضرورت ہیں۔ اس ضرورت کا اہتمام اللہ نے ہی کیا ہے، اور حضرت انسان ان پر سواری کرتے ہیں اور ان سے اپنے مقاصد حاصل کرتے ہیں۔ جس نے سب کچھ پیدا کیا ہے اور بڑے علم سے پیدا کیا ہے، جس نے ہماری ضروریات کو بڑے علم سے پورا کیا ہے، اس پرواہ کرنے والے، لاشریک کی شان کو ادب سے ماننا چاہئے۔

حاصل: اللہ کی تخلیق بڑے علم سے ہے۔ ہماری ضرورت کو پورا کرنے کا اہتمام بھی اللہ کے علم سے ہے۔ اللہ کے جس اہتمام سے ہم استفادہ کرتے ہیں، اس میں اپنی حیثیت کو ضرور دیکھنا چاہئے۔

لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۝

کہ تم ان کی پیٹھ پر بیٹھو پھر اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو، جب ٹھیک بیٹھ لو تو یہ کہو، پاک ہے وہ جس نے اس کو ہمارے لیے مسخر کیا ورنہ ہم اس کو قابو میں نہیں لا سکتے تھے۔

جانوروں پر سواری کی جائے، یا دوسری سواریاں کام میں لائی جائیں، ان سے خالق و مالک کو یاد رکھنا چاہیے [illegible] سے استفادہ کیا جا رہا ہے۔ سواری غیر جاندار ہو تو بھی اس کے اجزاء تو سب اللہ نے پیدا کیے ہیں [illegible] بھی اللہ نے پیدا کی ہیں۔ ان سے استفادہ کرنے کی اہلیت بھی اللہ نے دی ہے۔ اللہ کی نعمت کو یاد رکھنا بندگی ہے [illegible] بیٹھ جانے کے بعد یہ کہنا بندگی کا حصہ ہے کہ اے ہمارے رب تو مالک کل ہے تو قدرت والا ہے [illegible] ہیں۔ تو نے ہمارے لیے اس سواری کو مسخر کیا ہے، ورنہ ہم اس کو قابو میں لا سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ [illegible] بندے کی شان کو بڑھاتا ہے۔

حاصل: سواری کو اللہ کی عطا جانتے ہوئے اس کی قدر کرنی چاہیے [illegible] سوار ہو جانے کے بعد اللہ کی پاکی بیان کرتے ہوئے یہ کہنا چاہیے: اللہ کی ذات [illegible] ہم اس کو قابو میں نہ لا سکتے تھے۔

وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝

اور بیشک ہمیں اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

سواری کو اللہ کی عطا جاننے والے پر لازم ہے [illegible] ہر حال میں درست رکھنے کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ [illegible] پاک کرتا ہے، اعمال کو درست کرتا ہے۔ اور بندہ [illegible]

حاصل: اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانے کا یقین رکھتے [illegible] رکھنا بندے کی ذمہ داری ہے۔

وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

اور انہوں نے اس کے لیے اس کے بندوں سے ایک جز ٹھہرایا ہے۔ بے شک انسان صریح ناشکرا ہے۔

جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانے کا یقین نہیں [illegible] دینے لگتے ہیں، اور اللہ کے بندوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ اللہ خالق کل ہے [illegible] قدرت ایک حد [illegible] کے لیے ہوتی ہے اور اللہ کی قدرت [illegible] پاک ہے۔ بے مثل ہے [illegible]

اللہ انسان کو پیدا کرتا ہے، اس کی ضروریات زندگی کو پورا کرنے کا اہتمام کرتا ہے، اس کو بندگی کا حق ادا کرنے کے لیے جو بھی درکار ہوتا ہے، عطا کرتا ہے۔ ناشکرے پن کی حد یہی ہے کہ انسان حق کے مطابق ہونے کی بجائے حق کو اپنے مطابق بنانے میں متاعِ حیات کو بھی ضائع کرے، اور عمل کے لیے دیئے گئے وقت کو بھی ضائع کرے۔

حاصل: اللہ تعالیٰ واحد ہے، بے مثل ہے اور لاشریک ہے۔ ہمیں شکر گزار بندوں کے ساتھ میں اپنی فلاح دیکھنی چاہیے۔ من مانی کرنا فلاح پانے والوں کی نشانی نہیں ہے۔ اشیاء کائنات کو اللہ کا جز قرار دینا شرک ہے، اس لیے وحدت الوجود کا عقیدہ قطعاً خلافِ حق ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفرقان (۲۵) میں ارشاد فرمایا ہے: وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝ اور جس دن ظالم اپنے ہاتھ چبالے گا، کہ ہائے کسی طرح میں نے رسول کی معیت کی راہ اختیار کی ہوتی۔

أَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّ أَصْفٰكُمْ بِالْبَنِيْنَ ۝۱۶

کیا اس نے اپنی خلق میں سے بیٹیاں پسند کیں اور تمہیں بیٹوں سے نوازا۔

منکرینِ حق فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں ٹھہراتے ہیں۔ اس عقیدے کے نقص کو واضح فرمایا گیا ہے کہ اللہ خالقِ کل ہے۔ وہ سب کو دینے والا ہے، اسے کوئی دینے والا نہیں۔ یہ کیا بات ہوئی کہ اس نے اپنے لیے تو بیٹیاں پسند کیں اور تمہیں بیٹوں سے نوازا۔ ولد اور والد میں مجانست ضروری ہوتی ہے، اور اللہ کے ساتھ کسی کو ہم جنس ثابت کرنا انتہائی بے عقلی کی بات ہے۔ پھر بقائے نسل کے ساتھ موت لازم ہے، اور یہ اللہ کی شان کے منافی ہے۔

حاصل: منکرینِ حق کے بیان میں جو نقائص ہوتے ہیں، ان کی وضاحت بہت بڑا کام ہے، اور یہ کام بڑے علم والوں کو کرنا چاہیے۔

وَ إِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۝۱۷

اور جب ان میں سے کسی کو اس کی بشارت ملے، جسے الرحمٰن کے نام لگاتا ہے، تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے، اور اندر ہی اندر گھٹتا رہتا ہے۔

منکرینِ حق کے بہتان کی وضاحت کی گئی ہے کہ جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی پیدائش کی خبر ملتی ہے، تو وہ غصے اور غم سے بھر جاتا ہے اور اس کا منہ ناخوشی کو ظاہر کرتا ہے اور وہ اندر ہی اندر گھٹتا رہتا ہے۔ وہ اپنی قوم سے چھپتا پھرتا ہے، اس بشارت کی بُرائی کی وجہ سے جو اسے مل چکی ہوتی ہے۔ اللہ کی شان سب سے اعلیٰ ہے، کہ وہ قادرِ مطلق ہے، اور وہ کوئی احتیاج نہیں رکھتا۔ اس کے ساتھ ایسی شے کو منسوب کرنا جو بیان کرنے والے کو اپنے لیے پسند نہ ہو، یہی ثابت کرتا ہے کہ اللہ پر بہتان باندھنے والا شرافت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔

حاصل: اللہ کی شان سب سے اعلیٰ ہے۔ وہ قادرِ مطلق ہے۔ ہم ہر مقام پر اس کے فضل کے محتاج ہیں۔ جو ہمیں

Marfa

اپنے لیے پسند نہ ہو، اسے اللہ سے منسوب کرنا ایسی بات ہوگی جو ہماری شرافت کی نفی وشرارت [illegible]

أَوَمَن يُنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ ۝

کیا وہ جو زیور میں پروان چڑھتی ہے اور جھگڑے میں صاف بات نہ کر سکے۔

لڑکی کی پیدائش کی خبر سنتے ہی جن کے منہ کالے ہو جاتے ہیں اور جو اندر ہی اندر گھٹتے رہتے ہیں انہیں یہ خیال [illegible] ہوئی ہے، جو زیوروں میں ہی پلے بڑھے گی، اور نمائش آرائش سے الگ ہو کر خوش نہیں رہ سکے گی [illegible] کرنے کی اہلیت بھی نہیں رکھتی ہوگی۔

حاصل: نمائش و آرائش عورتوں کی صفات ہیں، اور جھگڑے میں [illegible] عورتوں کے لیے مشکل ہوتا ہے۔

وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ إِنَاثًا ۚ أَشَهِدُوا خَلْقَهُمْ ۚ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْئَلُونَ ۝

اور انہوں نے ملائکہ کو جو رحمٰن کے بندے ہیں عورتیں ٹھہرا لیا ہے۔ کیا یہ ان کی تخلیق پر شاہد تھے۔ اب ان کی شہادت لکھ رکھی جائے گی، اور ان سے پوچھا جائے گا۔

منکرین حق نے ملائکہ کو اللہ کی بیٹیاں کہا ہے، یہ قطعی خلاف حق ہے [illegible] شان یہ ہے کہ وہ اللہ کی بندگی کرتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں [illegible] دیتے ہیں۔ یہ ان کی تخلیق کے وقت موجود نہیں تھے۔ ان کی یہ شہادت [illegible] ہوتے تو ان کی شہادت لکھ رکھی جائے گی، اور قیامت کے دن ان سے پوچھا جائے گا۔

حاصل: ہماری بات علم پر مبنی ہونا چاہیے۔ [illegible] بے سند بات کرنے سے باز نہیں آتے تو پھر قیامت کے دن [illegible]

وَقَالُوا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ۗ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ۝

اور کہتے ہیں کہ اگر رحمٰن چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے۔ انہیں اس کا کچھ علم نہیں، یہ محض اٹکل لگاتے ہیں۔

مشرکین اپنے عقیدے [illegible] ایسا ہوتا تو اللہ کی مشیت کے خلاف [illegible] واضح فرمایا ہے [illegible] جو لوگ شرک کرتے ہیں [illegible]

رہتے ہیں، اور حق کے مقابل اندازے قیافے کیا حیثیت رکھتے ہیں۔

حاصل: اپنے ناقص اعمال کو اللہ کی مشیئت قرار دینا بڑی بے علمی کا ثبوت ہے۔ ایسے قیافے لگانے والے کا کبھی بھلا نہیں ہوتا۔

اَمْ اٰتَیْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿۲۱﴾

یا ہم نے انہیں اس سے قبل کوئی کتاب دی ہے، جسے وہ مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں۔

علم الٰہی کا حصول اللہ کی بھیجی ہوئی کتابوں سے ہوتا رہا ہے، مرسلین کی تعلیمات سے ہوتا رہا ہے۔ قرآن پاک سے پہلے جو کتابیں نازل فرمائی گئی ہیں، اور لوگ انہیں مانتے ہیں، ان میں کہیں شرک کرنے کا حکم موجود نہیں ہے۔ اللہ کے کسی نبی نے شرک کرنے کا حکم نہیں دیا۔ اس سے روشن ہوا کہ شرک قطعاً خلاف حق ہے اور ظلم عظیم ہے، کہ کتاب اللہ میں یہی سند نازل فرمائی گئی ہے۔

حاصل: کسی بات کے درست ہونے کا ثبوت اللہ کے فرمان سے دینا چاہئے۔ اللہ کے فرمان کو مضبوطی سے تھامنا یہ ہے کہ ہمارا عمل ہمارے قول پر شاہد ہو۔

بَلْ قَالُوْۤا اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۲﴾

بلکہ کہتے ہیں، ہم نے اپنے آباء کو ایک اُمّت پر پایا ہے، اور ہم انہی کے آثار پر راہ پائے ہوئے ہیں۔

مشرکین دعوت حق کے جواب میں کہتے ہیں کہ ہمارے پاس ہماری صداقت کا ایسا ثبوت تو نہیں ہے، کہ ہم اپنے طریق زندگی کے درست ہونے کی سند اللہ کی کتاب سے پیش کر سکیں، ہم نے تو اپنے باپ دادوں کو ایک راہ پر پایا ہے اور ہم انہی کے نقوشِ قدم پر چلے جا رہے ہیں، اس طرح ہم اپنے تفاخر کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔ آباء کا راہ حق پر ہونا ثابت ہو تو پھر ان کے آثار یقیناً اہمیت رکھتے ہیں، اور اگر ان کا راہ حق پر ہونا ثابت نہ ہو، تو پھر ان کے آثار پر دوڑے چلے جانا قطعاً گمراہی ہے۔

حاصل: اپنے آباء کے طریق زندگی کو درست قرار دینے کے لیے سند موجود ہونی چاہئے۔ جن کے آثار کو سند مانا جا رہا ہو، ان کے راہ راست پر ہونے کی سند کو پہلے دیکھنا چاہئے۔

وَ كَذٰلِكَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَاۤ ۙ اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴿۲۳﴾

اور اسی طرح آپ سے قبل ہم نے جس قریئے میں بھی کوئی ڈرسنانے والا بھیجا تو وہاں کے آسودہ لوگوں نے یہی کہا، ہم نے اپنے آباء کو امت پر پایا ہے اور ہم انہی کے آثار پر اقتداء کرتے رہیں گے۔

منکرین حق کا یہی طریقہ چلا آ رہا ہے، کہ جب بھی کسی قریئے میں اللہ نے کسی ڈرسنانے والے کو بھیجا تو وہاں کے آسودہ لوگوں نے حق کے جواب میں یہ کہا، کہ ہم نے اپنے آباء کو ایک راہ پر پایا ہے، وہی ہمارے نزدیک معیار ہے۔ اسی میں ہم اپنی شان دیکھتے ہیں، یہی ہمارا

امتیاز ہے، اور ہم ان کی پیروی کرتے رہیں گے۔ حق کا انکار جیسے حال پر ہو رہا ہے، اسی طرح ماضی میں بھی ہوتا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو ہدایت یافتہ لوگوں کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے۔ اقتداء اسی کی ہونی چاہیے جو ہدایت یافتہ ہو۔ محض آباء کے آثار پر چلنا کسی کے لیے باعث فلاح نہیں ہوا۔

حاصل: منکرین حق نے ہمیشہ اپنے آباء کے آثار کو سند مانتے ہوئے ان کی پیروی کی ہے۔ یہ رویہ صاحب ہدایت رکھنے والوں کا نہیں ہو سکتا۔ جن کی پیروی کی جائے ان کے ہدایت یافتہ ہونے کی سند موجود ہونی چاہیے۔

قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ۗ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝

ڈر سنانے والے نے فرمایا کیا جب بھی کہ میں تمہیں اس سے بہتر راہ دوں جس پر تم نے اپنے آباء کو پایا ہے۔ کہنے لگے ہم اس سب کا انکار کرتے ہیں جس کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو۔

ہر ڈر سنانے والے صاحب نے اپنے اپنے وقت پر آباء کی تقلید کرنے والوں سے کہا کیا تمہیں وہ راستہ نہیں اپنانا چاہیے۔ جو راستہ تم نے اختیار کر رکھا ہے وہ فلاح کا نہیں ہے۔ تم اپنے وقت کے بزرگوں کے راستے پر چل کر تمہیں خوف و حزن سے نجات نہیں مل سکتی۔ میں تمہیں وہ راستہ دکھاتا ہوں جس پر چلنے سے تمہیں ہر قسم کی پریشانی سے چھٹکارا مل جائے گا۔ کیا تم اس راستے کو اپنے لیے بہتر نہیں پاتے۔ منکرین حق کا جواب یہی ہوتا تھا کہ ہم اس سب کا انکار کرتے ہیں جس کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو۔

حاصل: بہترین راستے کا انتخاب ہماری ذمہ داری ہے۔ محض آباء کی تقلید پر قائم رہنے والے حق کے علم کو سرے سے مانتے ہی نہیں۔

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
ع **الْمُكَذِّبِيْنَ ۝**

تو ہم نے ان سے انتقام لیا، پس دیکھو جھٹلانے والوں کی عاقبت کیسی ہوئی۔

جن لوگوں نے حق کو سرے سے مانا ہی نہیں ان سے اللہ تعالیٰ نے انتقام لیا اور وہ ہلاک ہوئے اور عبرتناک انجام کو پہنچے۔ اللہ کی سنت یہی رہی ہے۔ یہ بات بھی نہیں بدلی کہ حق کا انکار کرنے والے عبرتناک انجام کو پہنچتے ہیں۔

حاصل: حق کا انکار کرنے والے اس مقام کی طرف بڑھتے رہتے ہیں جہاں آخر کار ان سے انتقام لیا جاتا ہے اور وہ عبرتناک انجام کو پہنچ جاتے ہیں۔ ماضی سے سبق لینا چاہیے۔

شہادت: سورہ الاسراء (۱۷) (۳۶) میں ارشاد خداوندی ہے: ولا تقف ما ليس لك به علم ان السمع والبصر والفؤاد

كُلُّ أُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۶﴾ اور اس بات کے پیچھے نہ پڑو جس کا تمہیں علم نہیں، بے شک کان، آنکھ اور دل ان سب سے پوچھ ہوگی۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۶﴾ اور جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے یہ کہا، کہ میں ان سے بیزار ہوں، جن کی تم عبادت کرتے ہو۔

مشرکین جو اپنے آباء کی تقلید کے مقابل کسی بات کو سننے کے لیے تیار ہی نہ تھے، انہیں آباء میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ یاد دلایا جارہا ہے، کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو اپنے باپ اور اپنی قوم سے یہ کہا تھا کہ میں تمہارے معبودوں سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔ آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ "اللہ کے مقابل جن کی تم عبادت کرتے ہو، یہ تمہیں نفع بھی نہیں دیتے، ضرر بھی نہیں دیتے۔ تف ہے تم پر اور ان پر جن کو تم اللہ کے مقابل پوجتے ہو، تو کیا عقل نہیں کرتے۔" اس مثال سے یہ واضح ہوتا ہے کہ محض آباء کی تقلید حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نزدیک عقل کا کام نہیں تھا۔

حاصل: اپنے آباء کے طریق زندگی سے، جب وہ حق کے خلاف نظر آتا ہو، بیزاری کا اظہار کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنّت ہے۔

اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ﴿۲۷﴾ میں تو اسی کی بندگی کرتا ہوں جس نے مجھے بنایا، تو وہ جلد ہی مجھے راہ دے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں سے بیزاری کا اظہار کرنے کے بعد اپنے خالق کو معبود ماننے کا اعلان کیا، اور یہ بھی کہا کہ بتوں سے بیزاری کے اظہار کے بعد میرا راستہ تم لوگوں سے الگ ہو چکا ہے، اپنے معبود کی خوشی کے لیے اور تمہارے ممکنہ برتاؤ کی شدت کو برداشت کرنے کے لیے مجھے جو کچھ بھی کرنا ہے، اس کے لیے میرا معبود مجھے راستہ دکھائے گا، اور تم مجھے بے راہ اور اکیلا نہیں پاؤ گے۔

حاصل: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ ارشاد کہ جس نے مجھے بنایا ہے وہی مجھے ہدایت دے گا، حجّت کا درجہ رکھتا ہے۔ اسی ہدایت سے مخالفین کی طرف سے پہنچنے والے دکھوں کو برداشت کیا جاسکتا ہے، یہی ہدایت بندے کو ہر مقام پر پورا رکھتی ہے۔

وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ اور اسے اپنے پیچھے کلمۂ باقیہ ٹھہرایا، کہ وہ رجوع رہیں۔

جو حجّت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا فرمائی گئی اور جس کی بدولت آپ کی شان میں رفعت آئی، آپ نے اپنے پیچھے آنے والوں کے لیے اسے معیار ٹھہرادیا، تاکہ اس معیار کی موجودگی میں وہ اپنے رخ کی درستگی کو دیکھتے رہیں۔ معیار یہ ہے کہ جو لوگ ایمان لائیں اور اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کو نہ ملائیں، ان کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت والے ہیں۔

حاصل: اپنے پیچھے آنے والوں کے سامنے حق پر پورا رہتے ہوئے اس معیار کو روشن رکھنا چاہیے، جو انہیں رجوع الی اللہ بننے میں مدد دے۔

بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۝۲۹

بلکہ میں نے انہیں اور ان کے آباء کو متاع دی، حتیٰ کہ ان کے پاس حق اور رسول مبین آئے۔

حق قرآن پاک ہے، اور رسول مبین رحمۃ اللعالمین ﷺ ہیں۔ حق آپ پر نازل ہوا اور آپ نے اسے [illegible] لوگوں کے سامنے رکھا۔ اور ان لوگوں کا دعویٰ جن میں آپ کی بعثت ہوئی یہی تھا کہ اگر ان کے پاس [illegible] کسی امت سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوں گے۔ اللہ نے ان لوگوں کو اور ان کے آباء کو حتیٰ کہ [illegible] رجوع ہونے میں سہارا دے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

حاصل: وہ آسودگی جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے میں سہارا دے، اللہ کی بڑی عنایت ہے۔ حق اللہ [illegible] طرف سے نازل فرمایا گیا ہے۔ حق کو ماننے کا نمونہ بھی اللہ کا بھیجا ہوا ہے۔ اس طرح [illegible] ہے۔ حق کو ماننے والے اپنے کیے کی جزا پائیں گے، نہ ماننے والے اپنے کیے کی سزا پائیں گے۔

وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝۳۰

اور جب ان کے پاس حق آیا، کہنے لگے یہ [illegible] ہے اور ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔

نزولِ حق سے پہلے جو لوگ یہ کہتے تھے کہ [illegible] ہمارے پاس حق آیا تو ہم [illegible] گیا ہے کہ جب ان کے پاس حق آیا تو وہ [illegible] جائے گا، اور ان کی جو [illegible] آپ [illegible] تو ایک جادو ہے، اور ہم اس کو ماننے والے نہیں [illegible] جہل کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ اس کو ماننے کے لیے [illegible] کے لیے تیار ہوں۔

حاصل: حق اس قدر روشن ہوتا ہے کہ [illegible] اس کے بارے میں شبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کا انکار [illegible] کرتے ہیں۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۝۳۱

اور انہوں نے کہا یہ قرآن ان دو بستیوں [illegible] عظیم مرد پر کیوں نہ نازل ہوا۔

یہ دو قریے مکہ شریف اور طائف ہیں۔ منکرین حق نے یہ کہا کہ اس قرآن کو ان دو بستیوں کے کسی عظیم مرد پر نازل ہونا چاہئے تھا، مگر ایسا نہیں ہوا، پھر اس کو مان کیسے لیا جائے۔ عظمت کے دیکھنے کے لیے انسانی علم سے جو پیمانے بنائے گئے ہیں، وہ ہیں وسعت مال اور نسبی تفاخر۔ جہاں سیادت کا حق وسعت مال سے جڑ جائے وہاں اخلاقِ حسنہ کی باتیں بے معنی ہو جاتی ہیں، اور جہاں سیادت کا حق نسبی تفاخر سے جڑ جائے وہاں ماضی کا ذکر ہی ہوتا ہے، حال کا نہیں ہوتا۔ اس لیے مالی اور نسبی تفاخر میں مبتلا لوگ کسی کو روشنی کی طرف لے جانے کی اہلیت ہی نہیں رکھتے۔ کسی کے مال کو بڑھانا یا کم کرنا اللہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اللہ نے سب لوگوں کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے، اس لیے مال اور نسب کبھی سیادت کے استحقاق کو ثابت نہیں کرتے۔

حاصل: قرآنِ پاک کو سحر قرار دینے والے یہ چاہتے تھے کہ اس کا نزول کسی بڑے مال دار اور بڑے نسب والے پر ہوتا، کہ سیادت کا استحقاق عموماً انہی امور پر ہوتا ہے، جب کہ فرمانِ الٰہی سے یہ ثابت ہے کہ سیادت بڑے علم والے اور بڑے صبر و استقامت والے کا حق ہے۔

اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۳۲﴾

کیا آپ کے ربّ کی رحمت وہ تقسیم کرتے ہیں۔ ہم نے ان کے مابین حیاتِ دنیا میں معیشت کو تقسیم کیا، اور بعض کو بعض پر درجات میں رفعت دی، کہ ایک دوسرے کی خدمت کریں۔ اور آپ کے ربّ کی رحمت ان کی جمع سے بہتر ہے۔

قرآنِ پاک کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے، جو سب سے بڑے علم والا ہے۔ وہ اپنی رحمت کو اپنے علم سے تقسیم کرتا ہے۔ جس ذات بابرکات کو اس نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے، اس سے بہتر بندہ دائرہ عبدیت میں کوئی ہو ہی نہیں سکتا، کہ اس شرف سے نہ پہلے کوئی نوازا گیا ہے، نہ آئندہ کوئی نوازا جائے گا۔ حیاتِ دنیا میں معیشت کی اہمیت ضرور ہے مگر اللہ جس کے رزق کو بڑھانا چاہے بڑھا دیتا ہے، جس کے رزق کو کم کرنا چاہے کم کر دیتا ہے، اور بعض کو بعض پر درجات میں بلند کر دیتا ہے، کہ لوگ اسی طرح ایک دوسرے کے کام آسکتے ہیں۔ معاشی طور پر کام لینے والے اور کام کرنے والے ایک درجے میں آجائیں، تو کام چل نہیں سکے گا۔ اس لیے ایسے معاشرے کا تصور ہی درست نہیں جس میں معاشی لحاظ سے سب ایک ہی درجے میں ہوں۔ رحمتِ ربی بندے کو ہر مقام پر پورا رکھتی ہے، کہ بندہ معطیٔ مطلق کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لیے جو کچھ لوگ جمع کرتے ہیں یہ اس کے مقابل بہت بہتر ہے۔

حاصل: رحمتِ ربی، اللہ کے علم سے تقسیم ہوتی ہے۔ حیاتِ دنیا میں معیشت کی تقسیم بھی اللہ کا کام ہے۔ معاشی طور پر درجات کا موجود رہنا معاشرے کی زندگی ہے۔ مال و منال بندے کو ہر مقام پر پورا نہیں رکھ سکتا، رحمتِ خداوندی ہر مقام پر پورا رکھتی ہے، اس لیے مال و منال کے مقابل رحمتِ ربی یقیناً بہتر ہے۔

وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ﴿۳۳﴾

اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ لوگ ایک ہی راہ پر چل کھڑے ہوں گے، تو ہم الرحمٰن کے منکروں کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے اور زینے بھی جن پر وہ چڑھا کرتے۔

متاع حیات دنیا کی بہتات کسی کی پاکیزگی کا ثبوت نہیں ہوتی۔ قرب الٰہی کے لیے یہ کوئی معیار نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ بھی کر سکتا ہے کہ اپنے منکروں کو اس قدر مال دے دیتا کہ ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی ہوتیں اور ان کے زینے چاندی کے ہوتے لیکن ایسا ہوتا پھر بھی آخرت میں تو ان کے لیے خسارہ ہی خسارہ ہوتا۔ مگر اس طرح متاع حیات کی بہتات دیکھ کر سب لوگ منکر ہو جاتے اور یہ بات کم لوگوں کی نظر میں رہتی کہ غریب اللہ کے قریب رہنے کی زیادہ اہلیت رکھتے ہیں۔ اور اس حقیقت کو کم ہی لوگ سمجھ پاتے ہیں۔

حاصل: کافروں کی جمع جتھا سے مرعوب ہونا قطعاً درست نہیں ہے۔ غریب میں اللہ تعالیٰ کے قرب کی زیادہ صلاحیت زیادہ ہوتی ہے۔

وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ﴿۳۴﴾

اور ان کے گھروں کے دروازے اور ان کے تخت بھی چاندی کے کر دیتے جن پر وہ تکیہ لگا کر بیٹھتے۔

اگر یہ بات نہ ہوتی کہ لوگ مال و منال کی طلب میں ایک ہی راہ پر چل کھڑے ہوں گے تو کافروں کے لیے یہ بھی ہو سکتا تھا کہ ان کے گھروں کے دروازے چاندی کے ہوتے، ان کے تخت چاندی کے ہوتے جن پر وہ تکیہ لگا کر بیٹھتے اور ان کے لیے بہت سی آسائشیں ہوتیں۔ یہ بات واضح ہو کہ متاع حیات کے ساتھ کفر و طغیان کا جو نتیجہ ہے وہ بہت برا ہے۔ آخرت میں ان کا حال برا ہوتا۔

حاصل: متاع حیات دنیا کی بہتات قرب الٰہی کا ثبوت ہرگز نہیں ہے۔ یہ کسی کی پاکیزگی کی نشانی نہیں ہو سکتی۔

وَزُخْرُفًا ؕ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۵﴾ ع

اور طرح طرح کی آرائش اور یہ سب کچھ دنیا کی زندگی کی متاع ہے، اور آخرت تمہارے رب کے نزدیک متقین کے لیے ہی ہے۔

ذخیرہ مال اور طرح طرح کی آرائش سب متاع حیات دنیا ہی ہے۔ اس کا استعمال عارضی ہے اور آخرت کی طرف واپسی تو ضرور ہوگی۔ وہاں ہر ایک اپنے کیے کی جزا پائے گا۔ وہ اللہ سے ڈرتے رہنے والوں کے لیے ہے۔

کی رضا کے حصول کے لیے بطریق احسن استعمال کرتے ہیں، یہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں، یہی فلاح پانے والے ہیں۔

حاصل: زندگی کی آسائشیں جس قدر بھی کسی کو حاصل ہوں، اگر اس کا حال خلافِ حق ہے، تو وہ خسارے کے رخ پر ہے۔ اللہ سے ڈرنے والے لوگ دنیا میں خوف و حزن سے بچے رہتے ہیں، آخرت میں تو فلاح ہے ہی ان کے لیے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ فاطر (۳۵) میں ارشاد فرمایا ہے:... وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ۝ اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی اسے عاجز کر سکے۔ بے شک وہ علم والا، قدرت والا ہے۔

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝۳۶

اور جو الرحمٰن کی نصیحت سے آنکھیں بند کرے، ہم اس پر ایک شیطان مقرر کرتے ہیں، پھر وہ اس کے ساتھ رہتا ہے۔

جو خیر کو قبول نہ کرے، غیر اس کے گلے پڑ جاتا ہے، اور اس کے ساتھ رہتا ہے۔ انسانوں سے دشمنی کرنا اور انہیں انتہائی خسارے تک پہنچانا شیطان نے اپنا مقصد حیات بنا لیا ہے۔ جو بھی اللہ کے مقابل شیطان کو دوست بنائے، وہ صریحاً خسارے میں پڑتا ہے۔ الرحمٰن کی نصیحت یہ شان رکھتی ہے، کہ اس کے ماننے سے ماننے والے کا بھلا ہوتا ہے، اس نصیحت کے حق ہونے کی سند موجود ہوتی ہے اور اس نصیحت کے پہنچانے والے کی طرف سے کسی اجر کا سوال نہیں کیا جاتا۔ جو شعور کی موجودگی میں اس نصیحت کا انکار کرے اور اس کے مقابل اپنی خواہش کی پیروی کرے، وہ خود اپنے لیے گمراہی کا انتخاب کرتا ہے۔

حاصل: الرحمٰن کی نصیحت سے آنکھیں بند کر لینا بندے کا فعل ہے، حق کی بے قدری کرنے والے پر شیطان کو مقرر کر دینا سنت الٰہی ہے۔ بنی آدم سے دشمنی کرنے میں شیطان کبھی غفلت نہیں کرتا۔

وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝۳۷

اور وہ انہیں راہ سے روکتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہدایت والے ہیں۔

راہِ حق سے بندے کو روکنے میں شیطان کو بڑی مہارت حاصل ہے۔ وہ بندے کے اعمال کو مزین کر کے اس کے سامنے رکھ دیتا ہے۔ بندہ اپنے اعمال کو خوب جانتے ہوئے اپنی خواہشات کی پیروی کرنے لگتا ہے۔ وہ ہوتا گمراہ ہے اور سمجھتا یہ ہے کہ وہ ہدایت والا ہے۔ شیاطین کی دوستی، ایمان نہ لانے والوں سے ہی ہوتی ہے۔

حاصل: بندے کو راہِ حق سے روکنا شیطانی کام ہے۔ جو بندہ اپنے اعمال کی زینت پر راضی ہو جائے تو وہ شیطان کا دوست ہوتا ہے، اور سمجھتا یہ ہے کہ وہ ہدایت والا ہے۔

حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ۝۳۸

حتیٰ کہ جب ہمارے پاس حاضر ہوگا، کہے گا، کاش میرے اور تیرے مابین بعد المشرقین ہوتا، تو کیا ہی برا ساتھی ہے۔

at.com

انسان کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنا ہی یہ ثابت کرتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف واپس بھی جانا ہے۔ جو بندے حق نہیں مانتے شیطان ان کا ساتھی ہو جاتا ہے، اور شیطان اور اس کا قبیلہ بندوں کو وہاں سے دیکھتا ہے، جہاں سے وہ اسے نہیں دیکھ سکتے۔ قیامت کے دن شیطان جلوت میں ہوگا، اور خسارے میں پڑنے والے کو نظر آئے گا، تو وہ کہے گا کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا، تو کیا ہی برا ساتھی ہے۔ برا ساتھی وہ ہوتا ہے جو ہمیشہ خواہشات کی پیروی کی ترغیب دیتا ہے، انجام سے غافل کر کے حق سے روکتا ہے۔ اور جب اصلاح کا امکان ختم ہو جائے تو بندے پر اس ساتھی کی حقیقت واضح ہو اور بندہ اپنے ہاتھ چبائے اور کہے کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔

حاصل: جزا کے دن بندہ شیطان کی دوستی کی حقیقت کو دیکھے گا تو کہے گا، کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا، تو کیا ہی برا ساتھی ہے۔

وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ۝

اور آج کے دن تمہیں یہ ہرگز نفع نہ دے گا، جب تم ظلم کر چکے ہو تم عذاب میں بھی شریک ہو۔

گمراہ ہونے والے گمراہی کی ترغیب دینے والوں سے اپنی بیزاری کا اظہار کریں گے تو گمراہی کی ترغیب دینے والے کہیں گے کہ ہمارا تو تم پر کچھ زور نہ تھا، تم خود ہی سرکش لوگ تھے۔ تب یہ فرمایا جائے گا کہ اب تمہیں اپنے ساتھیوں پر افسوس کرنے سے کوئی فائدہ نہیں کہ تم خلاف حق کرتے رہے ہو اور ظلم کر چکے ہو تم اپنے کیے کا انجام پاؤ، تم عذاب میں بھی شریک ہو۔

حاصل: جزا کے دن کسی کا یہ کہنا کہ ہائے افسوس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کیوں نہ کی اور فلاں سے دوستی نہ کی ہوتی، کوئی فائدہ نہ دے گا۔ جو ظلم کے مقام پر ساتھ ہوں گے وہ عذاب میں بھی ساتھ ہوں گے۔

اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

تو کیا آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں یا اندھوں کو راہ دکھا سکتے ہیں اور ان کو جو کھلی گمراہی میں ہیں۔

پیغام حق پہنچانے والے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کام کر رہے تھے لیکن بہت سے لوگ حق نہیں مانتے تھے۔ جو لوگ حق نہیں مانتے ان کے متعلق یہ فرمایا گیا کہ وہ بہرے ہیں اور اندھے ہیں۔ اس پر حق کا کیا اثر ہو سکتا ہے، جو راہ حق کو پانے کی طلب نہ رکھتا ہو، وہ حق کی قدر نہیں کرتا۔ جو جان بوجھ کر گمراہی اختیار کرے اس کو ہدایت کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ فائدہ اسی کو ہوتا ہے جو اللہ کی آیات کو مانتا ہو اور اپنی تعلیم کو سنوارنا چاہتا ہے۔

حاصل: جو لوگ حق کو سننے کی طلب نہ رکھتے ہوں، اور حق کے قدردان نہ ہوں اور جان بوجھ کر گمراہی اختیار کریں، وہ کب ہدایت پا سکتے ہیں۔

فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ۝

تو اگر ہم آپ کو لے جائیں تو ان سے انتقام ضرور لیں گے۔

Marfat.c

حق کو ماننے والے مسلم ہیں، حق کا صریحاً انکار کرنے والے مجرم ہیں اور مسلم و مجرم کبھی مساوی نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ ماننے والوں کو انعامات سے نوازتا ہے، مجرموں سے انتقام لیتا ہے، اور انہیں عذابِ اکبر سے پہلے عذابِ ادنیٰ چکھاتا ہے کہ وہ رجوع ہوں۔ اس سے بڑا ظالم کون ہوسکتا ہے جسے اس کے ربّ کی آیات سے نصیحت کی گئی پھر اس نے اعراض کیا۔ ایسے مجرموں سے انتقام لینا سنتِ الٰہی ہے۔ اس انتقام کا وقت شاہد کے وصال کے بعد بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ جو بھی کرتا ہے بڑے علم سے کرتا ہے۔ اتمامِ حجت اللہ کی شان ہے، ورنہ اس کو پوچھنے والا تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

حاصل: حق پہنچانے والے کا کام اللہ کی رضا کے لیے ہوتا ہے۔ اس کے مخالفین سے ان کے جرم کا انتقام لینا اللہ کی سنت ہے۔ اللہ جن سے انتقام لے وہ عبرتناک انجام کو پہنچتے ہیں۔

اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ۝۴۲

یا آپ کو دکھا دیں جو انہیں وعدہ دیا ہے، تو بے شک ہم ان پر مقتدر ہیں۔

اللہ تعالیٰ خالق کل ہے، وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔ مجرمین کے ساتھ جس عذاب کا وعدہ کیا گیا ہے اس عذاب کو ٹال دینا کسی قوت کے بس میں نہیں ہوسکتا۔ اس عذاب سے بچ نکلنا بھی کسی کے لیے ممکن نہیں ہوسکتا۔ ماضی میں جو کچھ ہو چکا ہے، اس سے سبق لینا عقل مندی ہے۔ یہ دیکھنا ضروری ہے کہ ماضی میں جن قرون کو عبرت ناک ہلاکت کا سامنا کرنا پڑا ہے، اور ہم ان کے مساکن میں چل پھر رہے ہیں، وہ ہم سے قوت میں بڑھ کر تھے، ان کے پاس متاعِ حیات بھی کم نہ تھی۔

حاصل: ماضی سے سبق لینا چاہئے۔ حال پر اصلاح کو قبول کرنا بڑی عقل مندی ہے، ورنہ مجرم اللہ کے انتقام سے نہ کبھی بچے ہیں نہ کبھی بچ سکیں گے۔

فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۴۳

تو مضبوط تھامے رہو جو تمہاری طرف وحی فرمایا گیا ہے، بے شک تم صراطِ مستقیم پر ہو۔

قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے حضور اکرم ﷺ قرآن پاک کو ماننے کا بہترین نمونہ ہیں۔ حق کو مضبوطی سے تھامنے کی صورت یہی ہے کہ قولاً طاغوت کا انکار کیا جائے اور اللہ پر ایمان لایا جائے اور عملاً اپنے رخ کو اللہ تعالیٰ کی طرف درست رکھا جائے اور احسان کیا جائے۔ جو حق کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہے وہ یقیناً صراطِ مستقیم پر ہے۔

حاصل: حق کو ماننے کے بہترین نمونے کی تصدیق اللہ تعالیٰ نے کی ہے، ہماری تصدیق شاہدین کریں گے تو ہمارے صراطِ مستقیم پر ہونے کا ثبوت ملے گا۔ طاغوت کا انکار اور اللہ پر ایمان قولاً حق کو مضبوطی سے تھامنا ہے، تسلیم و رضا اور احسان عملاً حق کو مضبوطی سے تھامنا ہے، اور حق کو مضبوطی سے تھامنے والا صراطِ مستقیم پر ہے۔

وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ۝۴۴

اور بیشک یہ آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے نصیحت ہے، اور عنقریب تم سے سوال ہوگا۔

قرآن پاک حق ہے۔ جس ذات پاک پر یہ نازل فرمایا گیا ہے، اس نے نصیحت کی ایسی قدر کی ہے کہ آپ کا اتباع تا قیامت ہدایت پانے والوں کی نشانی ہے۔ اس نصیحت میں کسی طرح کا کوئی شک نہیں ہے۔ یہ نصیحت علم مطلق سے دی گئی ہے۔ نصیحت پہنچانے والے ان سے ساتھ کبھی اجر کا سوال نہیں کرتے۔ اس نصیحت کے ماننے میں ماننے والے کا بھلا ہے، اس سے انکار میں منکر کا نقصان ہے۔ ہر ایک کے لیے دی گئی توفیق کے خاتمے کے بعد یہ پوچھا جائے گا کہ تم نے حق کی کیا قدر کی اور کمال سے مقابل اس کی قدر کیا ہے۔ اس لیے کہا گیا ہے کہ عمل کے لیے دیا گیا وقت مسلسل خاتمے کی طرف بڑھ رہا ہوتا ہے۔

حاصل: قرآن پاک ہمارے لیے نصیحت کا وہ معیار ہے کہ جس کو ماننے کا ثبوت ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ہر مقام پر نظر آنا چاہیے۔ ہم سے اس نصیحت کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ ہم نے اس کی کیا قدر کی۔

وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿٤٥﴾ ع

اور جو رسول ہم نے آپ سے قبل بھیجے تھے ان سے سوال کیجیے کیا ہم نے الرحمٰن کے مقابل کوئی معبود ٹھہرائے تھے جن کی عبادت ہو۔

حق ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا جاتا رہا ہے۔ مرسلین اس کی تعلیم دیتے رہے ہیں۔ اللہ کی طرف سے دین ہمیشہ اسلام ہی رہا ہے۔ مرسلین سے یہ سوال کرنے کا شرف اللہ نے حضور ﷺ کو عطا فرمایا ہے۔ ان سے پوچھ لیجیے کیا ہماری تعلیم میں کبھی شرک کا کوئی مقام موجود تھا۔ کیا ہم نے الرحمٰن کے مقابل کسی کی عبادت کی اجازت دی گئی ہو۔ اس سے صاف روشن ہوتا ہے کہ اللہ کے کسی رسول نے شرک کی تعلیم نہیں دی اور رسولوں کی تعلیمات ہمیشہ شرک سے پاک رہی ہے۔

حاصل: مرسلین کی تعلیمات ہمیشہ شرک سے پاک تھیں۔ ماضی کے مرسلین سے سوال کرنے کا شرف ... کرے تو ممنات کا ذکر کیا معنی رکھتا ہے۔ الرحمٰن کے مقابل کوئی معبود ہو ہی نہیں سکتا۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاعراف (۷) میں ارشاد فرمایا ہے: اتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ اس کا اتباع کرو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل فرمایا گیا ہے اور اس کے مقابل والوں کا اتباع نہ کرو۔ بہت کم نصیحت قبول کرتے ہو۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّيْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٦﴾

اور بیشک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا تو آپ نے بتایا کہ میں رب العالمین کا رسول ہوں۔

ماضی حال کی شہادت سے سچا ثابت ہوتا ہے، حال ماضی کی شہادت سے سچا ثابت ہوتا ہے۔ آل فرعون ... حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی طرف بھیجا۔ آپ نے ان کے سامنے اپنی رسالت کا ... طرف بھیجا ہے۔ میں اللہ کے بارے میں ...

rfat.com

کو سامنے پا کر اس نے مستقبل میں بہت سے خدشات کو دیکھا، مگر بعض خدشات کو بیان کرنا اس کے لیے مشکل تھا کہ اس طرح اس کے رب اعلیٰ ہونے کا دعویٰ ہی باطل ہو جاتا۔

حاصل: اتمامِ حجت کرنا اللہ کی شان ہے۔ راہِ راست دکھانے کا اہتمام اللہ ضرور کرتا ہے، کوئی حق کو مانے یا نہ مانے۔ ہر ایک کو اس کے کیے کی جزا دی جائے گی۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ﴿۴۷﴾

پھر جب آپ ان کے پاس ہماری نشانیاں لائے، جبھی وہ آپ کی تضحیک کرنے لگے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب العالمین کا رسول ہونے کا دعویٰ کیا، تو فرعون نے کہا اپنی صداقت کا ثبوت لاؤ۔ آپ نے حکمِ الٰہی کے مطابق اپنے عصا کو زمین پر ڈال دیا وہ فوراً اژدہا بن گیا۔ فرعون پر اس نشانی کا اثر ہوا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا، تو وہ چمکنے لگا۔ یہ نشانی بھی بڑی روشن تھی، اور ان نشانیوں کی وضاحت سے وہ لوگ عاجز تھے۔ طلبِ ہدایت سے وہ لوگ عاری تھے۔ اس لیے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مذاق اڑانے لگ گئے اور کہنے لگے یہ تو صریحاً جادو ہے اور یہ جادوگر ہے بڑے علم والا، مگر اس کا مقابلہ جادوگروں سے کرایا جا سکتا ہے۔

حاصل: حق پہنچانے والے کے پاس اس کی صداقت کا ثبوت ہوتا ہے۔ منکرینِ حق، حق پہنچانے والوں کی تضحیک میں اپنی عافیت دیکھتے ہیں مگر یہی تضحیک انہیں ہلاکت کی طرف لے جاتی ہے۔

وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ۡ وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور ہم انہیں جو نشانی دکھاتے وہ پہلے سے بڑی ہوتی، اور ہم نے انہیں عذاب میں پکڑا کہ وہ رجوع کریں۔

آلِ فرعون کو حق کی نشانیاں دکھائی جاتی رہیں۔ ہر نشانی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت کو روشن کرتی تھی اور ایک سے ایک بڑھ کر تھی۔ ان لوگوں پر قحط کا مقام آیا، ثمرات کی کمی کا مقام آیا، طوفان آیا، ٹڈیوں کا عذاب آیا، جوؤں کا عذاب آیا، مینڈکوں کا عذاب آیا اور خون کا عذاب آیا۔ ان کو ہر عذاب میں یہ نظر آیا کہ ان کا رخ درست نہیں تھا، وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے احاطے میں تھے اور قدرتِ الٰہی کے سامنے کچھ بھی نہ کر سکتے تھے۔ مصائب و آلام کی یہ صورتیں انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے میں مدد دینے کے لیے تھیں۔

حاصل: اتمامِ حجت کرنا اللہ کی شان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو نشانیاں بھی آلِ فرعون کو دکھائی گئیں، ان سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت کا ثبوت ملتا تھا۔ مصائب و آلام، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے میں بڑی مدد دیتے ہیں۔

وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾

اور کہنے لگے اے ساحر ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کر، اس عہد کے سبب جو تمہارے پاس ہے، ہم ضرور ہدایت پانے والے بنیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت کو اللہ نے اپنے علم سے واضح کیا۔ آل فرعون جب کسی مصیبت میں مبتلا ہوتے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ درخواست کرتے کہ آپ مہربانی کیجیے ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کیجیے۔ اس نے آپ سے وعدہ کیا ہے۔ اگر یہ مصیبت ہم سے دور ہو جائے تو ہم آپ کی معیت اختیار کرلیں گے اور ہدایت یافتہ ہو جائیں گے۔ مصیبت کے وقت میں بھی ان لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ساحر ہی کہا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعویٰ یہ کیا تھا کہ وہ رب العالمین کے رسول ہیں اور ساحر تو اللہ کا رسول ہو ہی نہیں سکتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ دیکھ رہے تھے کہ آل فرعون اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی مہلت ضائع کرتے ہوئے مسلسل جھٹلاتے چلے جا رہے ہیں مگر آپ نے اپنے حق کو ادا کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ آل فرعون کی تکالیف دور کرنے کے لیے آپ دعا کرتے رہے جو اللہ کی رضا کے لیے آپ کو کرنا تھا۔

حاصل: متکبر کے نزدیک اخلاقی قدریں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ خواہشات کے غلبے میں وہ کسی بات کو کب مانتے ہیں۔ وہ دکھ کے وقت یہ کہتے ہیں کہ یہ دکھ دور ہو جائے تو ہم ہدایت والے بن جائیں گے مگر اس کے پیچھے کوئی سنجیدگی نہیں ہوتی۔

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ ۝٥٠

پھر جب ہم ان پر سے عذاب ہٹا دیتے تو وہ اسی وقت عہد سے پھر جاتے۔

وقت عذاب میں آل فرعون یہ عہد کرتے تھے کہ ان کے لیے دعا کی جائے اور عذاب ان سے ٹل جائے تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو آزادی دے دیں گے مگر جب ان پر سے عذاب ٹل جاتا تو وہ اپنے عہد سے پھر جاتے۔

حاصل: متکبر لوگوں کا رویہ دکھ کے وقت میں اور طرح کا ہوتا ہے اور دکھ کے ٹل جانے پر ان کا رویہ بدل جاتا ہے۔

وَ نَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَ هٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝٥١

اور فرعون نے اپنی قوم کو پکارا کہا اے میری قوم کیا مصر کی سلطنت میری نہیں اور یہ نہریں میرے نیچے جاری نہیں تو کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔

فرعون نے اپنی قوم کو متوجہ کرنے کی غرض سے انہیں اپنی طرف متوجہ کیا اور کہا کہ کیا مصر کی سلطنت اور یہ نہریں میری بادشاہی میری عظمت کا ثبوت نہیں ہے۔ میری شان و شوکت تمہارے سامنے ہے۔ یہ دیکھو کیا ایسے ہی کسی کی اتنی بڑی شان ہو سکتی ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔ اللہ کا رسول ان لوگوں کی نظر میں کیا ہو سکتا ہے۔

حاصل: متکبر کے نزدیک اس کا اقتدار و اختیار اور اس کی مالی شان و شوکت ہی اس کی عظمت کی دلیل ہوتی ہے جسے وہ بہت قدر کی نظر سے دیکھا جانا چاہتا ہے۔

اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّ لَا يَكَادُ يُبِيْنُ ۝٥٢

کیا میں اس سے بہتر نہیں ہوں جو حقیر آدمی ہے اور صاف بیان کرتا بھی معلوم نہیں ہوتا۔

فرعون نے اپنی سلطنت کی نشانیاں اپنی قوم کے سامنے بیان کرنے کے بعد ان لوگوں سے تقابل کر کے نتیجہ اخذ کرنے کو کہا، کہ آزاد قوم کے سردار اور بادشاہ کے سامنے غلام قوم کے ایک نادار آدمی کی حیثیت کیا ہے۔ پھر خطابت کے حوالے سے اس کے بیان کو دیکھا جائے تو اس کا بیان اعلیٰ پائے کا نہیں ہے۔ جہاں تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان کے عقدے کا تعلق ہے، وہ تو اللہ تعالیٰ نے حل فرما دیا تھا، فرعون اپنی قوم سے یہ کہہ رہا تھا کہ رب العالمین کا رسول ہونے کا دعویٰ کرنے والا، زورِ خطابت بھی نہیں رکھتا۔

حاصل: قیادت و سیادت پر اپنا استحقاق ثابت کرنے کے لیے لوگوں کو اپنے عالی مرتبہ ہونے کا احساس دلانا اور ان کے سامنے اپنے زورِ خطابت کا بالواسطہ ذکر کرنا، فرعون صفت لوگوں کا کام ہے۔ ماضی میں بھی یہی ہوتا رہا ہے، اب بھی یہی ہو رہا ہے۔

فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ﴿۵۳﴾

تو اسے سونے کے کنگن کیوں نہ ڈالے گئے، یا اس کی معیت میں ملائکہ آتے کہ اس کے پاس رہتے۔

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کو موضوع بناتے ہوئے اپنا زورِ خطابت دکھایا اور کہا کہ اللہ کے رسول کی شان بہت بلند ہونی چاہیے تھی، اسے سونے کے کنگن پہنائے گئے ہوتے کہ اس کی فضیلت لوگوں کو نظر آتی یا یہ ہوتا کہ ملائکہ اس کے ساتھ آتے اور اس کی شان و شوکت کو بڑھاتے نظر آتے۔ اور یہاں جو کچھ ہے وہ تم لوگ دیکھ ہی رہے ہو، کیا ایسا شخص رب العالمین کا رسول ہو سکتا ہے۔

حاصل: اللہ کا چناؤ، اللہ کے علم سے ہوتا ہے اور اللہ کا علم ہی سب سے بڑا علم ہے، اس لیے اللہ کے انتخاب سے بہتر کوئی انتخاب ہو نہیں سکتا۔ سونے کے کنگن کبھی رسالت کی نشانی نہیں ٹھہرائے گئے۔ ملائکہ اسی وقت صاحبانِ حق کی مدد کو آتے رہے ہیں جب حجت پوری ہو چکی ہوتی تھی۔

فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۴﴾

تو اس نے اپنی قوم کو بے حیثیت کر دیا، پھر انہوں نے اسی کی اطاعت کی، بے شک وہ قوم فاسق تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت کی روشن نشانیاں دیکھ لینے کے بعد بھی آلِ فرعون نے فرعون کی بے سند باتوں کو وقعت دی، اور اپنی حیثیت کو بے معنی کر لیا۔ جب یہ احساس ہی نہ رہے کہ زینتِ حیات دنیا ہمارے لیے ہے اور ہم زینتِ حیاتِ دنیا کے لیے نہیں ہیں، تو بندے کا وزن ختم ہو جاتا ہے، اور وہ بے حیثیت ہو جاتا ہے۔ بے حیثیت جس کو بھاری دیکھتا ہے اسی کی اطاعت کرتا ہے۔ آلِ فرعون حق کو اپنی خواہشات کے مطابق بنانے میں لگے رہے اس لیے یہ فاسق لوگ تھے۔

حاصل: حق کی روشن نشانیوں کو دیکھ لینے کے بعد بھی جو لوگ زینتِ حیاتِ دنیا کو مقصود بناتے ہیں وہ اپنی حیثیت کو ختم کر لیتے ہیں، اور اس کی اطاعت کرتے ہیں جس کو بھاری جانتے ہیں۔ حق کو اپنی پسند کے مطابق بنانے والے فاسق ہوتے ہیں۔

فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۵﴾

پھر جب انہوں نے ہمیں ناراض کیا، تو ہم نے ان سے انتقام لیا، تو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔

حق کو ماننے والے لوگوں کو ظلم کا نشانہ بنانے سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔ آل فرعون نے بنی اسرائیل پر ظلم توڑے انہیں [illegible] بہت تکلیف دہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو مہلت بھی دی حق کی روشن نشانیاں بھی دکھائیں مگر وہ ظلم میں بڑھتے چلے گئے۔ [illegible] طرف سے ان پر حجت پوری ہوگئی تو اللہ نے ان لوگوں سے انتقام لیا۔ [illegible] آل فرعون اپنی پوری تیاری سے [illegible] کے لیے نکلے، بنی اسرائیل کو اللہ نے دریا سے گزرنے کا راستہ دیا، اسی راستے پر آل فرعون بھی چلے تو [illegible] غرق [illegible]۔

حاصل: اللہ کو ناراض کرنا باعث ہلاکت ہوتا ہے۔ اللہ جن سے انتقام لے [illegible] جاتے ہیں۔

ع **فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّ مَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾** پھر انہیں داستان ماضی بنا دیا اور پیچھے [illegible] کے لیے مثال بنا دیا۔

آل فرعون کو اللہ نے اس طرح صفحۂ ہستی سے مٹایا کہ وہ داستان ماضی ہو گئے [illegible] آل فرعون کو کن سرزمین اختیار رکھتے تھے اس زمین کے مشرق و مغرب کا وارث بنا دیا [illegible] کہ اے بنی اسرائیل عن قریب تمہارے دشمن کو ہلاک کر کے تمہیں خلافت دی جائے گی [illegible] برباد کر دیا گیا۔ اور ان فاسق لوگوں کو پیچھے آنے والوں کے لیے مثال بنا دیا۔ [illegible] جو اس مثال سے سبق نہیں لیتے وہ اسی راہ کو اختیار کیے ہوئے ہیں جس پر آل فرعون [illegible]۔

حاصل: جو حق کی روشن نشانیوں کو دیکھ لینے کے بعد بھی خلاف حق [illegible] سے اور پیچھے آنے والوں کے لیے مثال بنا دیا جاتا ہے۔

شہادت: غافل لوگوں کی صفات یہ ہیں کہ وہ زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں [illegible] لاتے۔ ان کے متعلق سورۃ الاعراف (۷) میں یہ بھی فرمایا گیا ہے: وان یروا سبیل الرشد لا یتخذوہ سبیلا [illegible] ان یروا سبیل الغی یتخذوہ سبیلا ... اور اگر ہدایت کی راہ دیکھیں تو اسے اختیار [illegible] راستہ دیکھیں تو اسے جھٹ اختیار کر لیتے ہیں۔

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ﴿۵۷﴾ اور جب ابن مریم کی مثال بیان کی گئی [illegible] تمہاری قوم اس پر چیخنے لگتی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات میں بھی یہ بات روشن تھی [illegible] حضرت عیسیٰ علیہ السلام معبود ہیں [illegible] آپ کی تعلیمات [illegible] تھے۔ جو لوگ اس بات پر چیخنے لگتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام [illegible] حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو کبھی لوگوں کو شرک کی تعلیم نہیں دی۔

حاصل: حق وہ ہے جو اللہ نے نازل فرمایا ہے اور شاہدین نے اس پر عمل [illegible]

rfat.com

نام پر لوگوں کے بے سند نظریات کبھی حق نہیں ہو سکتے۔

وَقَالُوٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ ۚ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ﴿٥٨﴾

اور کہتے ہیں کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ۔ یہ بات وہ محض جھگڑے کے لیے کرتے ہیں، بلکہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو۔

مشرکین یہ کہتے ہیں کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ قرآن پاک تو اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے تھے، پھر مشرکین کے معبودوں سے ان کا تقابل کیا معنی رکھتا ہے۔ یہ بے سند بات محض جھگڑا کرنے کے لیے کہی جاتی ہے، اور جھگڑالو لوگ ایسی باتیں کرتے ہی ہیں۔

حاصل: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے ہیں، مشرکین کے معبودوں سے ان کا تقابل کوئی معنی نہیں رکھتا۔ جھگڑالو لوگ، جھگڑا کھڑا کرنے کے لیے بے سند باتیں بناتے رہتے ہیں۔

إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَٰهُ مَثَلًا لِّبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ ﴿٥٩﴾

وہ تو بندے تھے جس پر ہم نے انعام فرمایا اور بنی اسرائیل کے لیے آپ کو مثال بنایا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مثل آدم علیہ السلام فرمایا گیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا، پھر ''کن'' فرمایا گیا تو آپ ہو گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ سند نازل فرمائی گئی ہے کہ وہ اللہ کے انعام یافتہ بندے تھے، اور بنی اسرائیل کے لیے مثال تھے۔ جب آپ نے بنی اسرائیل کے عقائد کو خلاف حق دیکھا تو فرمایا: کون ہیں جو اللہ کی طرف میرے ساتھ ہوتے ہیں۔ حواریوں نے کہا: ہم اللہ کے ساتھ ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ رہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صراط مستقیم کو روشن کر دیا اور بنی اسرائیل کے عقائد کو درست کر دیا۔

حاصل: اللہ کے انعام یافتہ بندے کے اتباع سے فلاح حاصل ہوتی ہے۔ عقیدہ درست ہو تو رخ درست ہوتا ہے، اور رخ درست ہو تو فلاح حاصل ہوتی ہے۔

وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنكُم مَّلَٰٓئِكَةً فِى ٱلْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ﴿٦٠﴾

اور اگر ہم چاہتے، تو تم ہی میں سے ملائکہ ٹھہرا دیتے، کہ زمین میں خلیفہ ہوتے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے بن باپ کے پیدا کیا، تو یہ اللہ کی قدرت کی نشانی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس دعوے کے بعد کہ وہ عبد اللہ ہیں، انہیں معبود ٹھہرانا بالکل بے سند بات ہے اور ان کی تعلیمات کے یکسر خلاف ہے۔ اللہ کی قدرت اور مشیت جو چاہے وہی ہوتا ہے۔ اللہ کو اگر یہ پسند ہوتا کہ بنی آدم میں سے فرشتہ صفت لوگ پیدا ہوں اور وہ زمین میں حکومت کریں، تو اللہ کے لیے کچھ بھی ناممکن نہیں تھا۔ فرشتے کی یہ صفت ہے کہ وہ خواہش نہیں رکھتا اور امر الٰہی کے مطابق کام کرتا ہے، بندے کی یہ صفت ہے کہ خواہش کی موجودگی میں

at.com

امرِ الٰہی کے مطابق کام سرانجام دے سکتا ہے اور وہ بنی آدم کے لیے لائقِ اتباع ہے، فرشتہ بنی آدم کے لیے لائقِ اتباع نہیں ہے۔

حاصل: اللہ کی قدرت اور مشیت سے ہی ہوتا ہے جو بھی ہوتا ہے۔ اللہ کے کاموں میں بڑی حکمت ہوتی ہے۔ اس حکمت کا پتہ اسی کو لگ سکتا ہے جو اللہ کو مانتا ہو۔

وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝

اور بے شک یہ ساعت کے لیے علم ہے، تو تم اس میں شک نہ کرو، اور میرا اتباع کرو، یہی صراط مستقیم ہے۔

قرآن پاک قیامت کے بارے میں جو علم دیتا ہے اس کے ماننے میں ہی بندوں کی فلاح ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی نشانی ہیں مگر انہیں قیامت کا علم کہنا درست نہیں ہے۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو حال پر دعوت دے رہے تھے، آپ کا اتباع کرنے اور صراط مستقیم پر چلنے کی بات بھی حال سے تعلق رکھتی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول میں شک نہ کرنے ... قیامت کی نشانی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اور صراط مستقیم کا حصول کیسے ممکن ہے۔

حاصل: قرآن پاک قیامت کے بارے میں علم کے حوالے سے سند کا درجہ رکھتا ہے۔ اس میں شک کرنے والا فلاح نہیں پاتا۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہی صراط مستقیم ہے۔ آپ سے تابعین کا اتباع بھی آپ ہی کا اتباع ہے، اور قیامت تک یہ سلسلہ شاہدین جاری رہے گا۔

وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝

اور کہیں شیطان تمہیں اس سے روک نہ دے، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

شیطان نے بنی آدم سے دشمنی کو اپنا مقصد حیات بنا لیا ہے۔ سیدھی راہ سے روکنے کے لیے ... سیدھی راہ یہ ہے کہ حق کو مانا جائے، اس میں شک نہ کیا جائے اور شاہدین کا اتباع کیا جائے۔ ... ہوتی ہے کہ کبھی حق کے مقابل اپنی پسند کو فوقیت دی جائے، حق کو نہ دیکھنے ... دشمنی کو بھی بھلا دیا جائے۔

حاصل: بندوں کو سیدھی راہ سے روکنے میں شیطان کوئی کسر نہیں چھوڑتا۔ شیطان سے اپنی حفاظت کرنے میں کبھی غافل نہیں ہونا چاہئے۔

وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝

اور جب عیسیٰ علیہ السلام روشن نشانیاں لائے فرمایا میں تمہارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں اور بعض وہ باتیں واضح کرنے کے لیے جن میں تم اختلاف رکھتے ہو تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

rfat.com

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو یہ بتایا کہ میں رب العالمین کا رسول ہوں، میری صداقت کا ثبوت دیکھو: تمہارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں، تمہیں دانائی سکھانا میرا منشاء ہے۔ جو دین میں تمہیں سکھاؤں گا یہ نیا دین نہیں ہے، وہی اسلام ہے جو پہلے تمہیں سکھایا گیا تھا اور تم اس کی اصل کو چھوڑ کر فروعات میں پڑ چکے ہو۔ جب حق صرف کچھ الفاظ اور کچھ رسومات کا نام ہو جائے تو اختلاف کا پیدا ہونا اور بڑھنا قدرتی ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کو یہ بتایا کہ میں تمہارے لیے مٹی سے پرندکی مورت بناتا ہوں، پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے اذن سے پرند ہو جاتی ہے، اور میں پیدائشی اندھے کو اچھا کرتا ہوں، برص والے کو اچھا کرتا ہوں۔ میں اللہ کے حکم سے مردے زندہ کرتا ہوں، اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو۔ توریت کی تصدیق کرتا ہوں، اور بعض چیزیں جو تم پر حرام تھیں، اب اللہ کے حکم سے حلال کرتا ہوں۔ تم لوگ اللہ سے ڈرو گے اور میری اطاعت کرو گے تو تمہارا بھلا ہوگا۔ حیات دنیا میں تم صراط مستقیم پر رہو گے، آخرت میں تمہیں جنت نصیب ہوگی۔

حاصل: جب لوگ حق کو شاہدین کے حوالے سے مانتے ہوں تو اختلاف کا کوئی مقام نہیں ہوتا، جب حق کو اپنی پسند کے مطابق بنانے کی راہ اختیار کی جائے تو اختلافات کا پیدا ہونا اور بڑھنا قدرتی بات ہے۔ جزا کا یقین رکھنا اللہ سے ڈرنا ہے، اور شاہد کی بات کو جانتے ہوئے ماننا اور نہ جانتے ہوئے ماننا اس کی اطاعت ہے۔

إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٦٤﴾

بے شک اللہ ہی میرا اور تمہارا رب ہے، تو اسی کی عبادت کرو۔ یہی صراط مستقیم ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کو بتایا، کہ مجھے انعامات سے نوازنے والا اللہ ہی ہے۔ وہی مجھے پالتا ہے، وہی تم لوگوں کو پالتا ہے وہی عالمین کو پالتا ہے۔ عبادت اسی کی شان کے لائق ہے، اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ صراط مستقیم یہی ہے کہ حکم اللہ کا مانا جائے اور نمونہ اس معیار کو بنایا جائے جو اللہ کا بھیجا ہوا ہے۔

حاصل: اللہ کے ہر رسول کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی لوگوں کو یہی بتایا ہے کہ اللہ ہی میرا اور تمہارا رب ہے، تو اسی کی بندگی کرو، یہی صراط مستقیم ہے۔

فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِن بَيْنِهِمْ ۖ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ أَلِيمٍ ﴿٦٥﴾

تو ان گروہوں نے آپس میں اختلاف کیا۔ تو ظالموں کی خرابی ہے، ایک المناک دن کے عذاب سے۔

جن لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرمان کو سنا اور ادب سے آپ کی اطاعت کی، آپ کو اللہ کی بندگی کرنے والا اکمل نمونہ جانتے ہوئے آپ کا اتباع کیا، وہی سچے ثابت ہوئے۔ جن لوگوں نے آپ کی تعلیمات کو اپنی پسند کے معنی دیئے وہ گروہوں میں بٹ گئے اور آپس میں اختلاف کرتے کرتے حق سے دور ہوتے گئے۔ خلاف حق کرنے والے ظالم ہیں۔ ان ظالموں کو جزا کے دن کا یقین نہیں ہے۔ ان ظالموں کے لیے، وہ دن بڑے دردناک عذاب کا دن ہوگا۔ اس دن یہ بہت سنیں گے اور بہت دیکھیں گے، مگر آج یہ حق کو سن کر ان سنا کر دیتے ہیں، اور دیکھے ہوئے کو بھی اہمیت نہیں دیتے۔

at.com

حاصل: تفرقہ بازی اور اختلاف حق کو نہ ماننے والوں میں ہوتا ہے۔ ظالموں کا انجام بھی اچھا نہیں ہوا۔ قیامت کے دن ان کو المناک عذاب کا سامنا ہوگا۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝

کا ہے کے انتظار میں ہیں سوائے اس کے کہ قیامت ان پر اچانک آجائے اور انہیں شعور بھی نہ ہو۔

منکرین حق کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ یہ لوگ اللہ کی بھیجی ہوئی نصیحت کی بے قدری کرتے چلے جاتے ہیں [illegible] مہلت مسلسل کم ہو رہی ہے۔ اس غفلت کا انجام یہی ہو سکتا ہے کہ اس دنیا سے رخصت ہونے کا وقت ان پر اچانک آجائے [illegible] لیے بالکل تیار نہ ہوں۔ حیات دنیا کے خاتمے کے ساتھ ہی یہ واضح ہو جائے گا کہ [illegible] قبول کرنا اور عملاً اپنی صداقت کا ثبوت دینا ممکن نہ ہوگا۔

حاصل: دیکھنا چاہئے کہ جو راستہ ہم نے اختیار کر رکھا ہے اس کا انجام کیا ہوگا اور کیا ہم غفلت میں پڑے [illegible] کو ضائع تو نہیں کرتے چلے جا رہے۔

اَلْاَخِلَّاۗءُ يَوْمَىِٕذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ۝ ع

اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے سوائے متقین کے۔

جس دوستی کی بنا خواہشات پر ہو [illegible] قیامت کے دن جب اپنے کئے کا انجام سامنے آجائے گا [illegible] قابل نفرت معلوم ہوں گے۔ متقین کی شان ملاحظہ ہو کہ ان کی دوستی [illegible] شاہد [illegible]

حاصل: ہماری دوستی ایسی ہونی چاہئے جو تقوے پر قائم ہو [illegible] بے حقیقت ہوتی ہیں۔

شہادت: سورۃ الاعراف (۵۳) میں فرمایا گیا ہے کہ قیامت کے دن [illegible] فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَاۗءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ [illegible] شفاعت کرنے والے کہ ہماری شفاعت کریں یا ہم واپس بھیجے جائیں [illegible] بے شک انہوں نے اپنی جانیں خسارے میں ڈالیں اور [illegible] افترا [illegible]

يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۝

اے میرے بندو آج کے دن تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم محزون ہو گے۔

قیامت کے دن فلاح پانے والوں سے فرمایا جائے گا، اے میرے بندو آج کے دن تم کو خوف بھی نہیں ہوگا اور تمہیں غم بھی نہیں ہوگا۔ خوف اپنی ذات سے تعلق رکھتا ہے، حزن اپنے متعلقین کے بارے میں ہوتا ہے۔ یہ کلمہ مومنین کے لیے اس قدر راحت کا باعث ہوگا کہ جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ وہ مالک یوم الدین سے اپنی بندگی کی قبولیت کی سند پائیں گے تو ان کے وجود میں قربِ الٰہی سے ایسی کیفیت پیدا ہوگی، جس کو محسوس کیا جا سکتا ہے مگر اس کو بیان کرنا ممکن نہیں ہوتا۔

حاصل: فیصلے کے وقت، اللہ کے بندوں کو ان کی بندگی کی قبولیت کی سند اس طرح دی جائے گی کہ انہیں بتایا جائے گا، کہ آج کے دن تم کو خوف وحزن نہیں ہوگا۔

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَ کَانُوۡا مُسۡلِمِیۡنَ ﴿۶۹﴾ وہ جو ہماری آیات پر ایمان لائے اور مسلمان رہے۔

جن کی بندگی اللہ کے ہاں قبول ہوگی، یہ ان کی صفات ہیں، کہ انہوں نے حق کو مانا اور عملاً فرماں بردار رہے۔ جس کی زبان پاک ہو اور ہاتھ امین ہو، وہ اپنے قول کو عمل سے سچا ثابت کرتا ہے۔

حاصل: آیات قرآن پر ایمان لانا اور اپنے آپ کو عملاً سچا ثابت کرنا، اللہ کی بندگی ہے۔

اُدۡخُلُوا الۡجَنَّۃَ اَنۡتُمۡ وَ اَزۡوَاجُکُمۡ تُحۡبَرُوۡنَ ﴿۷۰﴾ تم اور تمہارے ساتھی جنت میں داخل ہو جاؤ، بڑی خوشی اور شادمانی کے ساتھ۔

جو تعلق صداقت پر مبنی ہے وہ حال پر بھی باعث راحت ہوتا ہے آخرت میں تو ہوگا ہی۔ اللہ کی آیات پر ایمان لانے والے اور مسلمان رہنے والے لوگوں کو جنت میں داخل ہونے کا حکم ہوگا، اور انہیں بڑی خوشی اور شادمانی سے نوازا جائے گا۔ رخ کا حق کے مطابق ہونا اور طلب ہدایت رکھنے والوں کی قدر کرنا یہ ساتھ رکھنے کا علم ہے۔

حاصل: خیر کا رخ رکھنے والوں کی قدر کرنی چاہیے اور ان کی عزت افزائی کرنی چاہیے۔

یُطَافُ عَلَیۡہِمۡ بِصِحَافٍ مِّنۡ ذَہَبٍ وَّ اَکۡوَابٍ ۚ وَ فِیۡہَا مَا تَشۡتَہِیۡہِ الۡاَنۡفُسُ وَ تَلَذُّ الۡاَعۡیُنُ ۚ وَ اَنۡتُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۷۱﴾

ان پر سونے کے پیالوں اور جاموں کا دور ہوگا اور وہاں ہے جو ان کا جی چاہے گا اور آنکھیں جس سے لذت اٹھائیں گی، اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔

جنت کی حقیقت راحت ہے۔ جنتی حضرات کو خدائی مہمان ہونے کا شرف ملے گا، تو ان کو عطا ہونے والے کھانے اور مشروب کی عمدگی کے ساتھ، عطا کا طریقہ بھی اپنی ایک شان رکھتا ہوگا، کہ وہ برتن نہایت نفیس ہوں گے جن میں وہ نعمتیں دی جائیں گی، اور نعمتیں اس قدر نظر کو بھائیں گی کہ ان کے دیکھنے سے بھی خوشی ہوگی، اور راحت کے اس مقام پر ہمیشہ رہنے کا حکم ہوگا۔

حاصل: کھانے کی افادیت کے ساتھ، اس کے پیش کرنے کا طریقہ بھی مہمان نوازی میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ کھانا اور مشروب نظر کو بھانا چاہیے۔ دائمی پاک دامنی کا انعام دائمی راحت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوگا۔

Marfat

وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْۤ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝ اور یہ ہے وہ جنت جس کے تم وارث بنائے گئے اپنے اعمال کی بدولت۔

جنت کی نعمتوں کا ذکر کرنے کے بعد یہ فرمایا گیا ہے کہ اہل جنت وہ ابدی راحت سے نوازے جائیں گے اور یہ بتایا جائے گا کہ جس جنت کے تم وارث بنائے گئے ہو، یہ تمہیں تمہارے اعمال کی بدولت دی گئی ہے۔ تم نے وہ کیا جو اللہ کی رضا کے حصول کے لیے ضروری تھا [illegible] تمہارے صالح اعمال نے تمہارے دعویٰ ایمان کو سچا ثابت کیا۔

حاصل: جن اعمال کی بدولت جنت نصیب ہوگی، وہ اعمال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہیں۔

لَكُمْ فِیْهَا فَاكِهَةٌ كَثِیْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ۝ تمہارے لیے اس میں بہت میوے ہیں کہ تم ان میں سے کھاؤ گے۔

جنت میں پھل بہت ہوں گے۔ افادیت کا پہلو تو اللہ نے رکھا ہی ہوا ہے [illegible] جنت والے پسند کریں گے، وہی انہیں عطا ہوں گے، اور وہ ان کے لیے باعث راحت بھی ہوں گے [illegible] لاجواب ہوگی۔

حاصل: مہمان نوازی میں پھلوں کا پیش کرنا بڑی بات ہے۔ اللہ نے اس طریقے کو پسند فرمایا ہے۔

اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ۝ بے شک مجرم جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

مجرمین وہ لوگ ہوتے ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے [illegible] غفلت ان کا احاطہ کیے رکھتی ہے۔ حق کی ابدی مخالفت وہ اپنا شعار بنا لیتے ہیں۔ ان کے [illegible] میں پڑے رہتے ہیں۔

حاصل: اللہ کی روشن نشانیوں کو دیکھ کر غفلت میں پڑا رہنا، حق کی دائمی مخالفت [illegible] ہے۔ ان لوگوں کے لیے کی جزا جہنم کے دائمی عذاب کی صورت میں ملے گی۔

لَا یُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِیْهِ مُبْلِسُوْنَ۝ وہ کبھی ان پر سے ہلکا نہیں ہوگا اور وہ اس میں بے آس پڑے رہیں گے۔

مجرمین کو جہنم کے دائمی عذاب میں ڈالا جائے گا تو یہ ان کی اپنی [illegible] ہوگی۔ حق کی مخالفت میں [illegible] عذاب بھی ہلکا نہیں کیا جائے گا، اور ان لوگوں کو کوئی آس بھی نہیں ہوگی [illegible] عذاب [illegible] کی شدت بڑھ جاتی ہے۔

rfat.com

حاصل: کسی کو آگ کی سزا دینا صرف اللہ کی شان کے لائق ہے کہ اللہ ہی ہر ایک کو اس کے کئے کی پوری پوری جزا دے سکتا ہے اور دے گا۔ بے آس ہونا سزا کی شدت کو بڑھا دیتا ہے۔

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۶﴾ اور ہم نے ان پر ظلم نہ کیا، بلکہ وہ خود ہی ظالم تھے۔

اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں کہ وہ کسی پر ظلم کرے، خلافِ حق کرنے والے خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں، کہ حق ان پر واضح ہو چکا ہوتا ہے اور وہ شعور کے ساتھ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ ظالم کے سامنے، ماضی میں ظلم کرنے والوں کی مثالیں بھی ہوتی ہیں، حال پر حق کو ماننے والے پاک لوگ بھی ہوتے ہیں، اور مستقبل سے بھی اسے آگاہ کر دیا جاتا ہے، شعور کے ساتھ خلافِ حق کرنا خود اپنے اوپر ظلم کرنا ہے۔

حاصل: ظلم کرنا اللہ کی شان کے لائق نہیں۔ خلافِ حق کرنے والے، اپنے کئے کی ہی جزا پائیں گے۔

وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۗ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴿۷۷﴾ اور وہ ندا دیں گے۔ اے مالک، آپ کا رب ہمارا خاتمہ ہی کر دے۔ وہ جواب دے گا، تمہیں اسی حال میں رہنا ہے۔

ظالم اپنے کئے کی جزا پاتے ہوئے بے آس ہوں گے، سزا کی شدت کبھی کم نہ ہوگی تو وہ موت کی آرزو کریں گے، اور جہنم کے داروغہ سے کہیں گے، کہ اپنے رب سے ہمارے خاتمے کی ہی درخواست کریں۔ وہ جواب دے گا، تمہیں اسی حال میں رہنا ہے، بعث بعد الموت کے بعد موت کا تو مقام ہی نہیں رہا۔

حاصل: دکھ انتہائی شدید ہو، اور مسلسل ہو تو اس کے مقابل موت کو ترجیح دینا نفس کو قبول ہوتا ہے۔ بعث بعد الموت کے بعد موت کا مقام ہی نہیں۔

لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۸﴾ بے شک ہم تمہارے پاس حق لے کر آئے، لیکن تمہاری اکثریت کو حق سے کراہت ہے۔

حق لوگوں تک پہنچانا، اللہ کا کام ہے، اور اللہ کا کام ہمیشہ پورا ہوتا ہے۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ حق اس تک پہنچا ہی نہیں، ورنہ وہ اسے خود مان لیتا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیحت یقیناً آتی ہے۔ اسے نہ ماننے والے اس سے اعراض کرتے ہیں، اس سے کراہت کا اظہار کرتے ہیں تو ان کا رخ درست نہیں رہتا، اور وہ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہوئے اپنے انجام کی طرف بڑھتے رہتے ہیں۔

حاصل: حق کا ہر ایک فرد اور جماعت تک پہنچنا یقینی بات ہے۔ جانتے بوجھتے جب اس سے کراہت کا اظہار ہو تو پھر اس کا انجام بھی وہی ہوگا، جو سنتِ الٰہی کے مطابق ہونا چاہئے۔

اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ کیا انہوں نے کوئی حتمی فیصلہ کر لیا ہے۔ تو ہم بھی ایک حتمی فیصلہ کر لیں گے۔

حق سے کراہت کا اظہار کرنے والے، جب یہ فیصلہ کر لیتے ہیں کہ حق کا مٹانا ان کی فوری ضرورت ہے، وہ حق پہنچانے والوں کو [illegible] کرنے کے درپے ہو جاتے ہیں۔ انہیں اپنی قوت پر ناز ہوتا ہے۔ اپنی تدابیر پر یقین ہوتا ہے۔ وہ یہ نہیں دیکھتے [illegible] ہے۔ اللہ کی مشیت کے خلاف کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ سنت الٰہی یہی رہی ہے کہ جن لوگوں نے حق پہنچانے والوں [illegible] ان کی ہلاکت میں دیر نہیں لگی، اور وہ لوگ ہمیشہ المناک انجام کو پہنچے۔

حاصل: حق سے کراہت کرنے والے جب حق پہنچانے والوں کے خاتمے کا تہیہ کر لیتے ہیں تو ان [illegible] خاتمے کا خدائی فیصلہ بھی کر دیا جاتا ہے۔

أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُم ۚ بَلَىٰ وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ ۝

کیا سمجھتے ہیں کہ ہم ان کے رازوں اور سرگوشیوں کو نہیں سنتے۔ ہم سنتے ہیں اور ہمارے بھیجے ہوئے ان کے پاس ہیں اور لکھتے جاتے ہیں۔

منکرین حق کو حق سے اس قدر کراہت ہوتی ہے کہ وہ حق ومنے کی [illegible] سے اشاروں کی زبان میں بات کرتے ہیں بلکہ وہ ان سے سرگوشی کرتے ہیں۔ [illegible] سمجھنا چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے مخفی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے سینوں میں چھپی ہوئی باتیں جانتا ہے [illegible] لیے تیاری جائے۔ اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ان کے ساتھ رہتے ہیں [illegible] منکرین حق کے سامنے آئے گا تو وہ حیران رہ جائیں گے کہ اس میں تو سب کچھ درج ہے۔

حاصل: منکرین حق کے راز اور سرگوشیاں اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں ہوتیں۔ فرشتے ان کی [illegible] لکھتے جاتے ہیں کہ ان کی ہر چھوٹی بڑی بات ریکارڈ ہو رہی ہے۔

قُلْ إِن كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِينَ ۝

فرمادیجیے [illegible] اس کی بندگی [illegible]

[illegible] نازل فرمایا ہے [illegible] حق ماننے کی طریقت اس ذات بابرکات سے جاری ہوتی ہے [illegible] جان سکتا تھا [illegible] ہیں اور اللہ پر افترا باندھتے ہیں۔

حاصل: [illegible] نافذ کرنے والی ذات بابرکات سے بڑا کوئی حق شناس ہو ہی نہیں سکتا۔ [illegible] حضور اکرم ﷺ کا اتباع [illegible]

rfat.com

سُبۡحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ رَبِّ الۡعَرۡشِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ ﴿۸۲﴾

آسمانوں اور زمین اور عرش کا ربّ ان باتوں سے پاک ہے، جو یہ بتاتے ہیں۔

آسمانوں میں ربوبیت کا دعویٰ، اللہ کی شان کو ظاہر کرتا ہے۔ کوئی دوسرا یہ دعویٰ کر ہی نہیں سکتا۔ زمین میں ربوبیت کا دعویٰ بھی اللہ کی شان کو ظاہر کرتا ہے۔ کائنات کی ہم آہنگی یہ بتاتی ہے، کہ ربوبیت کرنے والی ذاتِ اقدس ایک ہے۔ احکام کو جاری کرنے والے مقام کا مالک، عرشِ عظیم کا ربّ بھی ایک ہی ہے۔ حق کا انکار کرنے والے جو باتیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں بتاتے ہیں، وہ تو اللہ کی شان کے لائق ہی نہیں ہیں۔

حاصل: آسمانوں کا ربّ ہونا اللہ کی شان ہے، زمین کا ربّ ہونا اللہ کی شان ہے، عرشِ عظیم کا ربّ ہونا اللہ کی شان ہے۔ اندازے قیافے سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں بات کرنا قطعاً گناہ ہے۔

فَذَرۡهُمۡ یَخُوۡضُوۡا وَ یَلۡعَبُوۡا حَتّٰی یُلٰقُوۡا یَوۡمَهُمُ الَّذِیۡ یُوۡعَدُوۡنَ ﴿۸۳﴾

تو چھوڑیئے ان کو کہ بے ہودہ بکیں اور کھیلتے رہیں، حتیٰ کہ اس دن سے دوچار ہوں، جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔

جو لوگ حق سے کراہت کو اپنا وطیرہ بنالیں اور بے سند باتیں بنانے میں لگے رہیں، ان کو ان کے حال پر چھوڑ دینے کا حکم ہے۔ ان کی باتیں بے ہودہ ہوتی ہیں اور وہ لوگ اللہ کی دی ہوئی مہلت کو کھیل کود اور ہنسی مسخری میں ضائع کرتے رہتے ہیں۔ عمل کے لیے دیا گیا وقت تو مسلسل کم ہو رہا ہے۔ حتیٰ کہ وہ دن آجائے گا، جس دن حقائق ناقابلِ تردید صورت میں سامنے ہوں گے، کوئی نفس کسی دوسرے کی جزا نہ ہو سکے گا، اور حکم صرف اللہ کا ہی ہوگا۔ اس دن منکرینِ حق افسوس کرتے ہوئے کہیں گے: ہائے افسوس، ہم نے اللہ کے رسول کی معیت کی راہ نہ اپنائی۔

حاصل: حق پہنچانے والے کسی کو زبردستی راہِ حق پر نہیں لاسکتے۔ جو طلبِ ہدایت نہ رکھتا ہو، بے ہودہ باتوں اور کھیل تماشے میں وقت ضائع کرتا رہے اسے اس کے حال پر چھوڑ دینا حق ہے۔ جزا کے دن اسے اللہ کے رسول کی معیت اختیار نہ کرنے کا بڑا افسوس ہوگا۔

وَ هُوَ الَّذِیۡ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِی الۡاَرۡضِ اِلٰهٌ ؕ وَ هُوَ الۡحَکِیۡمُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۸۴﴾

اور وہی ہے جو آسمانوں میں معبود ہے اور زمین میں معبود ہے، اور وہی حکمت والا، علم والا ہے۔

آسمانوں اور زمین کا خالق اللہ ہی ہے۔ آسمانوں میں بھی اسی کی بندگی ہو رہی ہے، زمین پر بھی اسی کی بندگی حق ہے۔ اس نے جو کچھ بھی بنایا ہے، بڑی حکمت سے بنایا ہے اور بڑے علم سے بنایا ہے۔ حکمت و علم والے خالقِ کل کے مقابل جس کو بھی معبود مانا جائے گا، اگر اس کی کوئی بات ہوگی تو اس کی بات حکمت سے بھی خالی ہوگی، علم سے بھی خالی ہوگی، اور وہ قطعاً بے سند ہوگی۔ آسمانوں اور زمین میں جس نظم کو دیکھا جاتا ہے، یہ ایک معبود سے ہی ممکن ہے۔ اگر معبود ایک سے زائد ہوتے تو کائنات میں نظم کا قائم رہنا ممکن ہی نہ تھا۔

حاصل: آسمانوں میں بھی اللہ معبود ہے، زمین میں بھی اللہ معبود ہے۔ وہی حکمت والا ہے وہی علم والا ہے۔ حق

Marfat

وہی ہے جو معبود نے بتایا ہے۔ حق کو چھوڑ دیا جائے، تو حکمت سے دور ہو جانا بھی یقینی ہے علم سے ۔۔۔ ہو یہ بھی یقینی ہے۔

وَ تَبٰرَكَ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا ۚ وَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۵﴾

اور بڑی برکت والا ہے وہ جس کی بادشاہی آسمانوں میں اور زمین میں اور ان کے مابین ہے علم ساعت اسی کے پاس ہے، اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

برکات کا مالک اللہ ہی ہے۔ اس کی رحمت و برکات کا کوئی بدل ہو ہی نہیں سکتا۔ اللہ کی برکات سے فیض یاب ہونے والے ۔۔۔ ہوں، اللہ کی برکات میں کمی نہیں آئے گی۔ آسمانوں میں بھی اسی کی بادشاہی ہے، زمین میں بھی اسی کی بادشاہی ہے ۔۔۔ کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی، اور آسمانوں اور زمین کے مابین ہر مقام پر بھی اللہ کی بادشاہی ہے۔ ۔۔۔ شان کے لائق ہے۔ بندوں کو اس علم سے فائدے کی بجائے نقصان ہو سکتا ہے ۔۔۔ وقوع کو بعید دیکھتے ہوئے غفلت میں پڑ سکتے ہیں۔ ہم آئے بھی اللہ کی طرف سے ہیں اور ۔۔۔ پورا کر کے واپس جانے والے اور مقصد تخلیق کو نظر انداز کرتے ہوئے ۔۔۔

حاصل: برکات کا مالک اللہ ہے۔ اس کی بادشاہی آسمانوں میں، زمین میں اور ان کے مابین ۔۔۔ حصول برکات کے لیے اسی کا رشتہ رکھنا چاہئے۔ علم ساعت اسی کی شان کے لائق ہے۔ ۔۔۔ موت آئے تو ہم بابرکات لوگوں کے ساتھ ہوں گے۔

وَ لَا یَمْلِكُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾

اور اللہ کے مقابل جن کو یہ پکارتے ہیں وہ شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے مگر وہ جو حق کی شہادت دیں اور علم رکھتے ہوں۔

اللہ کے مقابل دعوت ۔۔۔ شفاعت ۔۔۔ تو اپنی برکات کے لیے بھی ۔۔۔ محتاج ہیں۔ اللہ کے پاس ۔۔۔ کہ اللہ کے دربار میں ان لوگوں کو ان پاک ہستیوں کی شفاعت نصیب ہوگی ۔۔۔ جس کے لیے اللہ کا اذن ہوگا۔ اللہ کے دربار میں جن شفاعت کرنے والوں ۔۔۔ دیتے ہیں، وہ حق کو مانتے ہیں اور عملاً اس پر وارد ہوتے ہیں۔ ۔۔۔ جو حق کی شہادت دیں اور علم رکھتے ہوں، ان سے شرک کرنے والوں کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔

حاصل: اللہ کے دربار میں شفاعت قطعاً باذن اللہ ہوگی۔ جو حق کی شہادت دیں اور علم رکھتے ہوں ان سے شرک ۔۔۔ کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

rfat.com

وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۸۷﴾ اور تم ان سے پوچھو انہیں کس نے خلق کیا ہے، تو یقیناً کہیں گے، اللہ نے، تو پھر کہاں پھرے جاتے ہیں۔

معبود کی شان ہے کہ وہ خالق کل ہے۔ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اس کا علم کسی کا دیا ہوا نہیں ہے، وہ ہر شے کا علم رکھتا ہے۔ اس نے کسی شے کو بے مقصد نہیں بنایا۔ وہ ہر ایک کو پالتا ہے اور علم سے پالتا ہے۔ جب مشرکین کے معبود بھی اللہ کے پیدا کردہ ہیں، ان کی ربوبیت بھی اللہ کرتا ہے، انہیں علم بھی وہی عطا کرتا ہے، انہیں وقت بھی وہی عطا کرتا ہے، اور اللہ کی رضا کے علاوہ پاک لوگوں کو کچھ درکار ہی نہیں ہوتا، پھر انہیں اللہ کے مقابل معبود قرار دینا کتنی بے ہودہ بات ہے۔

حاصل: مشرکین پر ان کے عقائد کے تضاد کو واضح کرنا، انہیں صحیح رخ اختیار کرنے میں مدد دینے کے لیے ہوتا ہے۔ سمجھایا اسے ہی جا سکتا ہے، جو سمجھنے کے لیے تیار ہو۔

وقف لازم

وَ قِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اور ان کا قول یہ ہوگا، اے ربّ یہ لوگ ایمان لانے والے نہ بنے۔

حق کے ساتھ شہادت دینے والوں کا اور علم والوں کا بیان یہ ہوگا کہ پیغام حق پہنچانے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی گئی، حال پر لوگوں کو فرمان الٰہی سنایا گیا، عملاً وہ کر کے بھی دکھایا گیا جو سچا ثابت ہونے کے لیے ضروری تھا، مگر یہ منکر لوگ حق کے انکار پر اڑے رہے، اور ایمان لانے والے نہ بنے۔ یہ شہادت اللہ کے دربار میں اتنی اہمیت رکھتی ہے، کہ اسی شہادت پر فیصلہ ہو جائے گا۔

حاصل: حق کے ساتھ شہادت دینے والے، علم والے، منکرینِ حق کے بارے میں یہ گواہی دیں گے کہ ان کو نصیحت بھی پہنچائی گئی اور حسنِ عمل کا نمونہ بھی ان کے سامنے رکھا گیا، مگر یہ لوگ ایمان لانے والے نہ بنے۔

ع ۲۲

فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَ قُلْ سَلٰمٌ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾ تو ان سے منہ پھیر لیجئے اور کہہ دیجئے، تمہیں میرا سلام۔ پھر وہ جلد ہی جان لیں گے۔

اتمام حجت میں آخری مقام یہ بتایا گیا ہے، کہ جب لوگ حق کے انکار پر اڑ جائیں اور ماننے کے لیے کسی طور تیار نہ ہوں تو ان سے منہ پھیر لینا حق ہے۔ ان سے الگ ہوتے وقت انہیں سلام کہنا بھی حق ہے۔ اس سلام کی حقیقت جہالت میں پڑے لوگوں سے کنارہ کشی ہے۔ عمل کے لیے دیئے گئے وقت میں اصلاح کی طرف نہ آنے والوں کا انجام، عمل کے لیے دیئے گئے وقت کے خاتمے کے ساتھ ہی انہیں معلوم ہو جائے گا، مگر اس وقت اصلاح کی طرف آنا ممکن نہ ہوگا۔

حاصل: جو لوگ حق کے انکار پر اڑ جائیں، ان سے منہ پھیر لینا حق ہے۔ ان سے سلام کہہ کر الگ ہو جانا چاہیے، پھر منکرین کو اپنے انجام تک پہنچنے میں دیر نہیں لگتی۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفرقان (۲۵) میں ارشاد فرمایا ہے: قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْ لَا دُعَآؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ﴿۷۷﴾ فرما دیجئے میرے ربّ کے ہاں تمہاری کچھ قدر نہیں اگر تم اسے نہ پکارو، تو تم نے یقیناً تکذیب کی، تو جلد ہی تمہیں عذاب ہوگا کہ لپٹ رہے گا۔

آیاتها ۵۹ ۴۴ سُوْرَةُ الدُّخَان مکیۃ ۶۴ رکوعاتها ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۚ حروف مقطعات

بولنا بھی علم سے ہو اور خاموشی بھی علم سے ہو تو اس سے لوگوں کو بہت [illegible]

حاصل: خاموشی کے مقام کو پہچاننا اور عملاً اس پر پورے رہنا بہت ضروری ہوتا ہے۔

وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۙ قسم اس کتاب مبین کی۔

کتاب اللہ اس قدر روشن ہے کہ اس کی صداقت کی اسناد اس کے اندر موجود ہیں۔ [illegible]
ہے، اور رسول مبین پر ہوئی ہے۔ کتاب مبین کے اندر جو حکمت اور علم ہے وہ رسول مبین کی [illegible]

حاصل: پاک کو ہی کتاب مبین کی قسم کھانے کا حق ہے۔ قسم حق و روشن [illegible]

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۝ بے شک ہم نے اسے مبارک رات میں نازل فرمایا، ہم یقیناً آگاہ کرنے والے تھے۔

یہ مبارک رات شب قدر ہے جس میں قرآن پاک کا نزول ہوا۔ یہ رات رمضان شریف میں [illegible]
عنوان رکھا گیا تو یہ کام اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوا [illegible]
نازل فرماتا رہا حتیٰ کہ حضور نے اس کام کے پورا ہونے کی خبر دی [illegible]
ان کے انجام سے آگاہ کرنا اللہ کی شان ہے [illegible]
کو نہ ماننے کے انجام سے بھی آگاہ ہوں۔

حاصل: شب قدر کی برکت سے استفادہ کرنا چاہئے [illegible]
سے ہونا چاہئے تاکہ اس کی اہمیت لوگوں پر واضح رہے۔

فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۙ اس میں ہر امر اللہ کی حکمت کے مطابق مرتب ہوتا ہے۔

شب قدر کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ اس میں ہر امر اللہ کی حکمت کے مطابق مرتب ہوتا ہے۔ [illegible]
اللہ کی قدر کرنے والے اس کی حکمت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ شب قدر کی [illegible]
[illegible]

حاصل: اظہارِ بندگی کرتے ہوئے اللہ کے حضور یہ عرض کرتے رہنا چاہئے: یا اللہ جو تو ہمارے لیے پسند کرتا ہے، اس سے بہتر ہمارے لیے کچھ نہیں ہو سکتا، ہمیں دائمی پاک دامنی کا مقام عطا فرما۔

اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۚ﴿۵﴾ ہمارے ہاں کے امر سے۔ بے شک ہم ہی بھیجنے والے ہیں۔

جو عنوان بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے رکھا جاتا ہے، وہ قطعاً اللہ تعالیٰ کی حکمت سے تعلق رکھتا ہے، اور امرِ الٰہی سے تعلق رکھتا ہے۔ جو امرِ الٰہی کو مانے گا وہ فلاح پائے گا، جو نہ مانے گا وہ خسارے میں پڑے گا۔ جس ذاتِ بابرکات کے ذریعے سے احکامِ الٰہی بندوں تک پہنچے ہیں، اس کو اللہ تعالیٰ نے ہی بھیجا ہے۔ اس سے احکامِ الٰہی کی شان بھی واضح ہوتی ہے، اور رسولِ اکرم ﷺ کی شان بھی واضح ہوتی ہے۔

حاصل: احکامِ الٰہی کو، اللہ کے رسول ﷺ کے حوالے سے ہی مانا جائے تو قبولیت کی سند حاصل ہوگی۔

رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۙ﴿۶﴾ یہ تمہارے ربّ کی طرف سے رحمت ہے۔ بے شک وہی سننے والا علم رکھنے والا ہے۔

بندے کو یہ دیکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کس طرح اپنی رحمت سے نوازا ہے۔ بندے کو ہدایت کی ضرورت تھی، اس کو بہترین ہدایت دی گئی ہے، اور وہ ہدایت بہترین ذریعے سے دی گئی ہے۔ بندہ جب بھی اپنے حال کو اپنے رب کے سامنے بیان کرے گا، اللہ اسے یقیناً سنے گا، اور اپنے علم سے جو چاہے گا وہی کرے گا۔ جو صورت اللہ کے علم سے بنے گی وہی بہترین ہوگی۔ بندہ اپنے رخ کو درست رکھنے کے لیے اپنے رب کے علم کو ادب سے مانے تو اسے بہت آسانیاں حاصل ہو جاتی ہیں۔

حاصل: احکامِ الٰہی کو ماننا باعثِ رحمت ہوتا ہے۔ اپنے حال کو اپنے ربّ کے سامنے بیان کر کے، اس سے مدد طلب کی جائے تو وہ اپنے علم سے مدد دیتا ہے۔ اللہ کے علم سے جو صورت بنے، اس کو بہترین ماننا چاہئے اور اس کے بہترین ہونے کا اظہار بھی کرنا چاہئے۔

رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۷﴾ وہ ربّ ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے مابین ہے، اگر تمہیں یقین ہو۔ وقف لازم

اس رحمت کا بھیجنے والا، آسمانوں کا رب ہے، زمین کا رب ہے، اور آسمانوں اور زمین کے درمیان جو کچھ ہے اس کی ربوبیت بھی وہی کر رہا ہے۔ ربوبیت سے ہی افعال قائم رہ سکتے ہیں، اور اس کائنات کے اندر جو نظم نظر آتا ہے، وہ ربوبیت کرنے والی ذاتِ پاک کے ایک ہونے کو ثابت کرتا ہے۔ شعوری زندگی میں اپنی ضروریات کو دیکھا جائے، تو ان میں سے کچھ ہمارے علم میں ہوتی ہیں اور کچھ ہمارے علم میں نہیں ہوتیں۔ کچھ ضروریات کے پورا کرنے کے لیے ہماری سعی نظر آتی ہے، کچھ ضروریات پوری ہوتی ہیں اور ہماری سعی ان کے لیے کچھ بھی نہیں ہوتی۔ اپنی پرورش اور سنبھال میں ہمارا اپنا کام کس قدر ہوتا ہے، اس کو بھی دیکھنا چاہئے۔ پرورش کی اہمیت کا کسی مقام پر بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اور پرورش ابتداء سے انتہا تک اللہ کے علم سے ہوتی ہے، اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ربّ العالمین کو مان لیا جائے تو رخ

at.com

کا حق کے مطابق ہو جانا ضروری ہے اور یہی درستگی بندے کے یقین کا ثبوت ہوتی ہے۔

حاصل: آسمانوں میں ربوبیت اللہ کر رہا ہے، زمین میں ربوبیت اللہ کر رہا ہے، آسمانوں اور زمین کے مابین تمام مقامات پر ربوبیت اللہ کر رہا ہے۔ رب العالمین ہی ہماری ربوبیت کر رہا ہے۔ ہمارے رخ کا حق کے مطابق ہونا چاہئے۔ یہی درستگی ہمارے یقین کو ثابت کرے گی۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَاۗىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۸

اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی حیات و موت دیتا ہے۔ تمہارا رب ہے اور تمہارے اگلے آباؤ اجداد کا بھی رب ہے۔

رب العالمین کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اسی کی بندگی حق ہے۔ اس کے احکام کی اطاعت ہی بندے کے مقام کے [illegible] حیات دیتا ہے وہی موت دیتا ہے۔ وہی ہماری ربوبیت کرتا ہے۔ وہی ہمارے باپ دادوں کی ربوبیت کرتا رہا ہے۔ وہی [illegible] وہی رب العالمین ہے اور وہی رب العالمین رہے گا۔

حاصل: رب العالمین کو معبود ماننے کا ثبوت اس طرح دیا جا سکتا ہے کہ ہم حق کے مطابق اپنی زندگی [illegible] کر دیں۔

بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ۝۹

بلکہ وہ شک میں پڑے ہوئے کھیل رہے ہیں۔

جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے، وہ غافل ہوتے ہیں، اور حق کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ [illegible] کوئی نصیحت آتی ہے تو اسے کھیل ہی سمجھتے ہیں۔ سنجیدگی سے حق پر توجہ دینا ان کا طریق نہیں ہوتا۔

حاصل: جزا کا انکار کرنے والے، رب العالمین کو نہیں مانتے۔ وہ شک میں پڑے [illegible] ہی عطاء الٰہی کو ضائع کرتے ہوئے انجام کی طرف بڑھتے رہتے ہیں۔

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَاۗءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۝۱۰

تو انتظار کرو اس دن کا جس دن آسمان ایک ظاہر دھواں لائے گا۔

جزا کا انکار کرنے والوں، من مانی کرنے والوں، شک میں پڑے ہوئے لوگوں [illegible] دن کا انتظار کرو جس دن آسمان ایک ظاہر دھواں لائے گا۔ یہ دھواں جو آسمان پر ظاہر ہوگا [illegible] قرب قیامت کی نشانی ہے۔ اس دھوئیں سے منکرین حق کو پریشانی ہوگی، اور وہ اللہ کی قدرت کے سامنے بے بس ہو جائیں گے۔

حاصل: حق کا انکار کرنے والے، عذاب الٰہی کو سامنے پائیں گے تو پریشان ہو جائیں گے، پھر انہیں [illegible] طرف آنے میں دیر نہیں لگے گی۔

rfat.com

يَّغۡشَى النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۱۱﴾ وہ دھواں لوگوں کو ڈھانپ لے گا، یہ المناک عذاب ہے۔

جو لوگ حقائق کو سن کر کھیل میں پڑے رہتے ہیں، ان پر المناک عذاب آئے گا جو دھوئیں کی صورت میں ہوگا، اور اس قدر ہوگا کہ وہ لوگوں کو ڈھانپ لے گا، آسمان تک ہوگا، اور اس سے بچ کر بھاگ جانا ممکن نہ ہوگا۔

حاصل: عذاب الٰہی میں مبتلا ہو کر، اللہ کی قدرت کے سامنے اپنے عجز کو ماننا کوئی بات نہیں۔

رَبَّنَا اكۡشِفۡ عَنَّا الۡعَذَابَ اِنَّا مُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۲﴾ اے ہمارے ربّ ہم سے عذاب کھول دے ہم ایمان لاتے ہیں۔

جزا کا انکار کرنے والے، حقائق کا مذاق اڑانے والے، کھیل تماشے میں پڑے رہنے والے، جب دھوئیں کے المناک عذاب میں پکڑے جائیں گے، اور وہ دھواں انہیں ڈھانپ لے گا تو وہ پکاریں گے: اے ہمارے ربّ ہم سے عذاب کھول دے، ہم ایمان لاتے ہیں۔ مگر عذاب کے وقت ایمان لانا کب کسی کو نفع دے سکتا ہے۔ انسانی خواہشات سے پیدا ہونے والے علوم کی ناکامی کا ایسا اعتراف لوگوں کو اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا ہوگا۔

حاصل: جب عذاب الٰہی چھا جائے تو حق کا مذاق اڑانے والے لوگ یہی کہتے ہیں: اے ہمارے ربّ ہم سے عذاب کھول دے، ہم ایمان لاتے ہیں۔

اَنّٰى لَهُمُ الذِّكۡرٰى وَقَدۡ جَآءَهُمۡ رَسُوۡلٌ مُّبِيۡنٌ ۙ﴿۱۳﴾ انہیں کہاں سے نصیحت ملے گی، حالانکہ ان کے پاس رسولِ مبین تشریف لا چکے۔

فرمان الٰہی قرآن مبین ہے۔ جس ذات بابرکات پر نازل ہوا وہ رسول مبین ہیں، اس روشن نصیحت سے استفادہ وہی کرتے ہیں جو دل رکھتے ہیں، توجہ سے سنتے ہیں اور حاضر رہتے ہیں۔ جو اس پاک نصیحت کو سن لیتا ہے، اور اسے دل سے مان لیتا ہے، وہ سنجیدگی کے ساتھ حق کی احسن ادائیگی میں لگا رہتا ہے۔ جن لوگوں نے رسول مبین کے روشن بیان سے فائدہ نہ اٹھایا ہو، انہیں کہاں سے نصیحت مل سکتی ہے۔

حاصل: نصیحت کرنے والے سے محبت ہو، تو اس کے روشن بیان سے بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ جس نے رسول مبین کی قدر نہ کی ہو اسے کہیں سے بھی نصیحت نہیں مل سکتی۔

ثُمَّ تَوَلَّوۡا عَنۡهُ وَقَالُوۡا مُعَلَّمٌ مَّجۡنُوۡنٌ ۘ﴿۱۴﴾ پھر آپ سے منہ پھیرا اور کہنے لگے یہ تو سکھایا ہوا مجنون ہے۔ وقف لازم

رسول مبین سے نصیحت کو سن کر ان سنا کر دینے والے اپنی زندگی میں سنجیدگی کا کوئی ثبوت نہیں رکھتے تھے۔ یہ لوگ آپ کے بارے میں کہتے تھے، کہ یہ صاحب جو ہر وقت انجام سے ڈراتے رہتے ہیں ان کو اور کچھ نظر ہی نہیں آتا، یہ تو دیوانے ہیں۔ مگر ان کی دیوانگی عجیب

at.com

ہے کہ ان کی باتیں بے جوڑ نہیں ہیں، بے مقصد نہیں ہیں، بے محل نہیں ہیں، بلا ثبوت نہیں ہیں۔ تو پھر یہی بتایا جاتا ہے کہ کوئی ان کو سکھا دیتا ہے، اور پس پردہ ان کو سکھانے پڑھانے والا ان کو خوب استعمال کر رہا ہے۔ ماضی میں یہی لوگ قسمیں کھاتے تھے کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈر سنانے والا آیا تو وہ ضرور ہدایت پانے والے ہوں گے۔ مگر ہوا یہ کہ جب ان کے پاس ڈر سنانے والے صاحب آئے تو ان کے دلوں کے اندر ان سے نفرت ہی بڑھی، اور ان لوگوں نے یہ کہا، سنئے صاحب! آپ ہیں نا وہ صاحب جن پر نصیحت نازل ہوئی ہے، ہم سمجھتے ہیں آپ یقیناً مجنون ہیں۔

حاصل: نصیحت کی بے قدری کرنے والا ناصح سے منہ پھیر لیتا ہے۔ مگر وہ اپنے لیے ناصح کے [illegible] جذبہ خیر خواہی کو نظر انداز نہیں کرسکتا، اس لیے اسے مجنون اور سکھایا پڑھایا مجنون بتا دیتا ہے۔

إِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيلًا إِنَّكُمْ عَائِدُونَ ۝ ہم تھوڑے وقت کے لیے عذاب ٹال دیتے ہیں مگر تم اپنے کاموں کی طرف لوٹ جاتے ہو۔ وقف لازم

عذاب اکبر سے پہلے عذاب ادنیٰ کا مقام اللہ تعالیٰ کی طرف سے رکھا گیا ہے۔ عذاب ادنیٰ میں وقتی طور پر [illegible] ہوتے پائے گئے ہیں کہ ہم سے عذاب کو ہٹا دیا جائے ہم ایمان لانے والے ہیں۔ مگر عذاب کے ہٹا دیے جانے کے بعد وہ [illegible] ذکر پر لوٹ جاتے ہیں، اور اس عہد کو جو عذاب کے وقت انہوں نے کیا ہوتا ہے، بھلا دیتے ہیں۔

حاصل: اپنی خواہشات کی پیروی کرنے والے عذاب میں پڑے جب ہیں تو ایمان لانے کا عہد کرتے ہیں اور [illegible] چوڑی دعائیں کرتے ہیں۔ عذاب ٹال دیا جائے تو پھر وہی کرنے لگتے ہیں جو پہلے کرتے رہے تھے۔

يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَىٰ ۚ إِنَّا مُنْتَقِمُونَ ۝ جس دن ہم بڑی پکڑ پکڑیں گے، بے شک ہم انتقام لینے والے ہیں۔

عذاب اکبر قیامت کے دن ہوگا اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی شدید پکڑ ہوگی [illegible] کی جزا دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی پر ظلم نہیں ہوگا [illegible] بڑے غرور کا ثبوت ہے۔ غرور اور استکبار کے جرم کی انتہا ہوتی ہے، اور اللہ [illegible] انتقام لیتے ہیں۔

حاصل: مخالفین سے دعوتِ حق وصول کر [illegible] اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے گمراہی کو اپنا معمول بنا لیا جائے، تو اللہ مجرمین سے یقیناً انتقام لے گا۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ ۝ اور بے شک ان سے قبل ہم نے قوم فرعون کو آزمایا اور ان کے پاس ایک رسول کریم تشریف لائے۔

جو راستہ کسی نے اختیار کیا ہو، اور اس راستے پر پہلے چلنے والوں کا انجام معلوم ہو جائے تو اس کے اعمال [illegible]

rfat.com

ماضی کے واقعات سے حال کی مماثلت کو واضح فرمایا گیا ہے۔ منکرین حق کو بتا دیا گیا ہے کہ جس راہ پر وہ گامزن ہیں، قوم فرعون بھی اسی راہ پر گامزن تھی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ دیکھا گیا کہ قوم فرعون حق کو مانتی ہے یا ان آسائشوں کو مقصود بنا چکی ہے جو اسے حاصل تھیں۔ قوم فرعون کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری اللہ کے حکم سے ہوئی، اور اللہ نے یہ دیکھنا چاہا کہ اس کے رسول کریم سے یہ لوگ کس طرح پیش آتے ہیں۔ اللہ کا رسول ہمیشہ کریم ہی ہوتا رہا ہے، کہ اس کی اپنی تو کوئی بات ہوتی ہی نہیں تھی، اس کی بات تو اللہ کی بات ہوتی تھی۔ جس کی بات حق ہو، جس کا عمل سند کا درجہ رکھتا ہو، بندوں میں وہ بڑا عزت والا ہے۔

حاصل: حال پر اپنے مقام کو دیکھنا چاہئے، اپنے رخ کو دیکھنا چاہئے۔ ماضی سے سبق لینے والے ہی فلاح پاتے ہیں۔ جس کی بات حق ہو، بندوں میں وہ بڑا عزّت والا ہے۔

اَنْ اَدُّوْٓا اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰهِ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ۙ﴿۱۸﴾
کہ اللہ کے بندوں کو میرے سپرد کر دو، میں تمہارے لیے رسولِ امین ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے پاس آ کر حق کو بیان کیا، اپنی صداقت کی اسناد دکھائیں اور اس سے یہ کہا کہ بنی اسرائیل کے وہ لوگ جن کو تم نے غلام بنا رکھا ہے، ان کو آزاد کر دے اور ان کو میرے سپرد کر دے، یہ اللہ کا حکم ہے جس نے مجھے یہاں بھیجا ہے۔ ان لوگوں کو میں اللہ کے حکم کے مطابق سنبھالوں گا اور جہاں لے جانے کا حکم ہو گا لے جاؤں گا۔ میری اس بات کو درخواست نہ سمجھا جائے کہ آپ کو اس کے ماننے یا نہ ماننے کا اختیار ہے، بلکہ اس کو اس تناظر میں دیکھا جائے کہ میں تمہارے لیے اللہ کا رسولِ امین ہوں، تمہیں وہی کہتا ہوں جس کے کہنے کا مجھے حکم ہوتا ہے، اور تمہارے بارے میں اللہ کا فریضہ میری شہادت سے تعلق رکھتا ہے۔

حاصل: مجبور لوگوں کو آزادی دلانا کہ وہ اللہ کی بندگی کا حق ادا کر سکیں بہت بڑی خدمت ہے۔ اپنے مقام اور مرتبے کا اظہار بھی حق کے مطابق ہونا چاہئے۔

وَّ اَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَی اللّٰهِ ۚ اِنِّیْۤ اٰتِیْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ۚ﴿۱۹﴾
اور یہ کہ اللہ کے مقابل سرکشی نہ کرو، میں تمہارے پاس روشن سند لایا ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی رسالت کا ذکر کرنے کے بعد قوم فرعون سے یہ کہا کہ میری مخالفت کے معنی قطعاً اللہ کے مقابل سرکشی ہے، کہ میں اس کا بھیجا ہوا ہوں، اسی کی بات کرتا ہوں، اور میں اللہ کا رسول ہونے کے حوالے سے تمہارے پاس روشن سند بھی لایا ہوں۔ میری صداقت کا ثبوت دیکھ لینے کے بعد اگر تم میری مخالفت پر کمر بستہ رہو گے، تو یہ اللہ سے تمہاری عملاً دشمنی ہوگی، اور اس کا نتیجہ وہی ہو گا، جو اللہ کے مقابل سرکش لوگوں کا ہوتا رہا ہے۔

حاصل: حق پہنچانے والوں کی مخالفت کرنا، اللہ کے مقابل سرکشی کرنا ہے۔ حق پہنچانے والوں کو اپنی صداقت کا ثبوت دینا چاہئے۔

وَ اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَ رَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ﴿۲۰﴾
اور میں پناہ لیتا ہوں اپنے ربّ کی اور تمہارے ربّ کی، اس سے کہ تم مجھے رجم کرو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس نصیحت کو کہ تم لوگ اللہ کے مقابل سرکشی نہ کرو، فرعون اور اس کی قوم نے نہ مانا اور فرعون نے اپنی قوم سے یہ کہا کہ تم لوگ مجھے چھوڑ دو کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو قتل کروں اور اسے کہوں کہ وہ اپنے رب کو پکارے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی اس حال پر یہ فرمایا کہ تم نے اللہ کے مقابل سرکشی کی راہ کو اختیار کرنے کا فیصلہ کیا ہے، تو میں اپنے رب کی پناہ لیتا ہوں، جو تمہارا بھی رب ہے۔ جس کی میں پناہ لیتا ہوں وہی قادر مطلق ہے۔ اس قادر مطلق کی پناہ لینے والے کو یہ خوف کیوں کر ہو سکتا ہے کہ تم اسے [illegible]

حاصل: منکرین حق جب حق کی مخالفت کو اپنا مقصد حیات بنالیں اور اللہ کے مقابل سرکشی کرنے لگیں تو ان سے یہ کہنا چاہیے: میں اپنے رب کی پناہ لیتا ہوں، جو تمہارا بھی رب ہے۔ قادر مطلق سے مقابلہ میں کوئی جیتا ہے نہ جیت سکتا ہے۔

وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ فَاعْتَزِلُوْنِ ۝ اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے کنارہ کشی کرو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آل فرعون سے جو آپ کو ختم کرنے کا ارادہ رکھتے تھے یہ کہا کہ تم اگر مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو یہ بھی تمہارے لیے بھلائی کی صورت نہیں ہے مگر اس کے ساتھ تم مجھے ختم کرنے کی سازشیں بھی کرتے ہو، یہ سازشیں تمہیں [illegible] بھلائی اسی میں ہے کہ مجھ سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے غالب رہنے کا یقین تھا آپ جانتے تھے کہ آل فرعون اپنی سازشوں کی وجہ سے جس ہلاکت میں مبتلا ہونے والے تھے اس ہلاکت سے ان کو [illegible]

حاصل: تبلیغ حق کرنے والوں کی شان یہی ہے کہ وہ اپنے مخالفین کو بھلائی کی راہ دکھاتے ہیں۔

فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ۝ تو آپ نے اپنے رب کو پکارا کہ یہ لوگ یقیناً مجرم قوم ہیں۔

جب آل فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی سازشوں [illegible] اپنے منصب رسالت کے حوالے سے اس قوم کے بارے میں یہ شہادت دی کہ یہ لوگ [illegible] خلاف حق کی استعمال کرتے ہیں اور [illegible] کو چھپانے میں ہمیشہ [illegible] اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا مقام رکھتی ہے۔

حاصل: شاہد کی گواہی اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا مقام رکھتی ہے، اس لیے شاہد کو بات [illegible] چاہیے۔

فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ۝ تو راتوں رات میرے بندوں کو لے کر چلے جاؤ، یہ لوگ آپ کے پیچھے آئیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس گواہی کے بعد جو آپ نے فرعون اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں دی [illegible]

گزارش کی کہ یہ لوگ عطائے الٰہی کو مخلوق کے بہکانے پر لگا رہے ہیں اور قطعاً مجرم ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو حکم ملا، کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے جائیے اور آگاہ رہئے کہ وہ لوگ آپ کا پیچھا کریں گے۔ جس مقام سے آپ کو چلنا تھا وہاں آپ کی قوم مقہور تھی۔ لوگوں کو آگاہ کرنا کہ انہیں راتوں رات فلاں مقام پر پہنچنا ہے، طاقتور لوگوں کو یہ بتانا کہ کمزور لوگوں کو سہارا دے کر منزل پر پہنچانا ان کی ذمہ داری ہے، تعمیل حکم میں اپنی سوچ کو ساکن رکھنا تنظیم کو مضبوط بناتا ہے، مقررہ وقت میں اس سفر کو پورا کرنا ضروری ہے، اور اس کے علاوہ بھی ضروری ہدایات آپ نے بنی اسرائیل کو دیں۔ انہیں یہ بھی بتایا کہ فرعون مع اپنے لشکروں کے ہمارا پیچھا کرے گا، اور اس کی ہلاکت سے پہلے تم اس کو پوری قوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دیکھو گے۔

حاصل : دشمن قوم کے چنگل سے اپنے ساتھیوں کو بچا کر لے جانا، اللہ کی مہربانی سے ہی ممکن ہوتا ہے۔ ظالم جب یہ دیکھیں کہ مظلوم ان کے دائرہ اختیار سے باہر جا رہے ہیں تو وہ اپنی قوت کے مظاہرے کی حد کر دیتے ہیں۔

وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۭ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۴﴾ اور دریا کو تھما ہوا رہنے دیجئے، بے شک وہ لشکر غرق ہوگا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتا دیا گیا تھا کہ آپ دریا پر پہنچ کر اپنا مبارک عصا پانی پر ماریں گے، دریا میں آپ کے گزرنے کا راستہ بن جائے گا، آپ کے ساتھی سلامتی سے دریا کو پار کر جائیں گے، اس کے بعد بھی دریا کو اسی حالت میں رہنا چاہئے۔ جب تک فرعون اور اس کے سب لشکر دریا میں داخل نہ ہو جائیں دریا کی اسی حالت کو قائم رکھا جائے، جب یہ ہو جائے پھر دریا کو اپنی حالت پر آنے دیا جائے۔ فرعون اور اس کے لشکروں کو غرق ہوتے دیکھنا آپ کو نصیب ہوگا۔

حاصل : اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی توفیق ہمیشہ پوری ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا اختیار بڑی شان رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا شرف دیکھئے کہ دریا اس وقت تک تھما رہا جب تک حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسا چاہا۔ اللہ تعالیٰ جس کو سزا دینا چاہے وہ کہاں بھاگ کر جا سکتا ہے۔

كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۲۵﴾ وہ لوگ کتنے باغات اور چشمے چھوڑ گئے۔

زینت حیات دنیا تو کسی کے ساتھ جاتی ہی نہیں۔ آل فرعون کو اپنی ملکیت پر بڑا ناز تھا۔ وہ بہت بڑے بڑے باغات کے مالک تھے۔ ان کی زراعت بڑی شان رکھتی تھی، کہ ان کے ہاں بہت چشمے جاری تھے۔ اللہ کی عطا یہ دیکھنے کے لیے تھی کہ وہ حیات دنیا میں کونسا رخ اختیار کرتے ہیں۔ ان لوگوں نے اللہ کی عطا کو اپنا امتیاز بنایا اور استکبار کرنے لگے، اور جن باغات اور چشموں پر وہ لوگ فخر کرتے تھے، ان کو پیچھے چھوڑ گئے اور خود عبرتناک انجام کو پہنچے۔

حاصل : باغات اور چشمے اللہ کی عطا جان کر استعمال کئے جائیں، تو نتیجہ خیر ہوگا ورنہ انجام عبرتناک ہوگا۔

وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۲۶﴾ اور کھیتیاں اور عالی شان محلات۔

آل فرعون کی زراعت بھی بڑے وسیع رقبے پر تھی۔ ان کی فصلیں خوب ہوتی تھیں۔ ان کے محلات بڑے عالی شان تھے۔ ان لوگوں

نے عطا کرنے والی ذات پاک کو جس کا کوئی شریک نہیں، نہ دیکھا اور اپنی کھیتیوں اور محلات پر ناز کرتے رہے۔ آل فرعون تو غرق [illegible]
اور ان کی کھیتیاں اور محلات پیچھے رہ گئے۔ اس سے روشن ہوا کہ مالک حقیقی بہر حال اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

حاصل: اپنی حیثیت کو اس طرح دیکھنا چاہئے کہ مالک حقیقی کی شان ہمیشہ پیش نظر رہے، ورنہ تو انسان [illegible] نہیں رہ سکتا۔

وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ۝

اور دوسری نعمتیں جن میں وہ مگن رہتے تھے۔

آل فرعون کو باغات، چشمے، کھیتیاں، محلات اور دوسری بہت ساری نعمتیں حاصل تھیں اور وہ ان نعمتوں میں مگن رہتے تھے۔ [illegible] نے یہ نہیں دیکھا کہ نعمتوں کے استعمال میں انہیں سلامتی کا رخ اختیار کرنا چاہئے، ورنہ یہی نعمتیں ان کے لیے باعث [illegible]

حاصل: نعمتوں کو اللہ کی عطا جاننا چاہئے، اور اللہ کی رضا کے مطابق ان کے استعمال کو باعث عافیت بنانا چاہئے۔

كَذٰلِكَ ۣ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝

ہم نے یوں ہی کیا اور دوسری قوم کو ان کا وارث کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو مصائب و آلام کے [illegible] وقت [illegible] تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا، اور تمہیں زمین میں خلافت دے گا، پھر دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو [illegible] یہ مقام اللہ کی مہربانی سے تمہیں آیا اور وہ ان باغات سے، چشموں سے، خزانوں سے اور محلات سے [illegible] نکال باہر کیا گیا۔ (۵۹:۲۶) مالک کل، قادر مطلق ہے، وہ کسی مجرم کو ہلاک کرنا چاہتا ہے [illegible] اس قوم کے ضعف، اس کی کم سامانی اور اس کی دوسری کوتاہیوں [illegible]

حاصل: اللہ کی قدرت کے سامنے ہماری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اللہ کسی مجرم قوم سے [illegible] لگتی اور کسی کمزور قوم کو اس کی جگہ وارث بنانے میں بھی دیر نہیں لگتی۔ [illegible] بدولت ہی جاننا چاہئے۔

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ۝ ع

تو ان پر آسمان اور زمین نہ روئے اور نہ انہیں مہلت دی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ ([illegible]) [illegible] حاضر ہونے کا حکم ہوا تو دونوں نے یہ عرض کیا، ہم خوشی سے حاضر ہیں۔ (۴۱:۱۱) [illegible] تو آسمان چھت ہے، [illegible] باعث راحت ہو [illegible] آسمان اور زمین کو کوئی دکھ نہیں ہوا۔ [illegible]

rfat.com

کے ساتھ شہادت نہ پیش کی جاسکے، اس لیے عمل کے لیے دی گئی مہلت کے خاتمے پر کسی کی توبہ قابلِ سماعت نہیں ہوتی۔

حاصل: اگر ہم حق کے مطابق رہیں تو آسمان اور زمین کو ہماری موجودگی سے راحت ہوگی، ہمارے جانے سے ان کو دکھ بھی ہوگا۔ موت کے وقت توبہ قبول نہیں ہوا کرتی۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ المومن (۴۰) میں ارشاد فرمایا ہے:... اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۝ بے شک ہم اپنے رسولوں کی مدد کرتے ہیں، اور ایمان والوں کی مدد کرتے ہیں، حیاتِ دنیا میں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۝۳۰ اور بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو رسوا کن عذاب سے نجات دی۔

فرعون نے بنی اسرائیل پر قہر کرنے کو اپنا معمول بنالیا تھا۔ وہ انہیں اسطرح ایذا دیتا تھا کہ ان کے بیٹوں کو ذبح کردیتا تھا اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رکھتا تھا۔ (۷:۱۴۱) بنی اسرائیل نے اپنی بے بسی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے بیان کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ ہمیں آپ کی تشریف آوری سے پہلے بھی ایذا دی جاتی رہی اور آپ کی تشریف آوری کے بعد بھی ایذا دی جارہی ہے۔ آپ نے انہیں صبر کی تلقین کی اور ان کے سامنے آلِ فرعون کی تباہی کی پیش گوئی بھی کی۔ اللہ تعالیٰ نے ہی بنی اسرائیل کو رسوا کن عذاب سے نجات دی، کہ اللہ کی قدرت کے سامنے کسی کی حیثیت ہوتی ہی کیا ہے۔ کوئی عددی قوت، کوئی سامانِ حرب، کوئی جنگی تیاری اللہ کی قدرت کے سامنے ٹھہر نہیں سکتی، اللہ جو چاہے کرسکتا ہے۔

حاصل: اللہ کی قدرت کے سامنے منکرینِ حق کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ اللہ جو چاہے کرسکتا ہے۔

مِنْ فِرْعَوْنَ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ۝۳۱ فرعون سے، بے شک وہ سرکشی کرنے والا، اسراف کرنے والا تھا۔

فرعون سے نجات بنی اسرائیل کے لیے ایک رُسوا کُن عذاب سے نجات تھی۔ فرعون زمین میں فساد کرتا تھا۔ اہلِ زمین کو گروہوں میں تقسیم کرنا اور ایک گروہ کو اپنے ظلم کا نشانہ بناتے رہنا اس کی سرکشی تھی اور اللہ کی عطا کو اپنی خواہشات پر لگاتے چلے جانا اسراف تھا۔ سرکشی کرنے والا، اسراف کرنے والا ان لوگوں کے لیے جن پر اس کی حکومت ہوتی ہے، رُسوا کُن عذاب کا درجہ رکھتا ہے۔

حاصل: سرکش و مسرف حاکم، لوگوں کے لیے رُسوا کُن عذاب کا درجہ رکھتا ہے۔ اللہ ہی ایسے عذاب سے نجات دیتا ہے۔

وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰي عِلْمٍ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ۝۳۲ اور ہم نے انہیں اپنے علم کی بنا پر عالمین پر فضیلت دی۔

بنی اسرائیل کمزور کردیئے گئے تھے، اللہ نے ان پر احسان کیا، ان لوگوں کو امام بنایا، اور ان کو وارث بنایا۔ (۲۸:۵) بنی اسرائیل کے صبر کی بدولت اللہ نے ان کو یہ شرف بخشا کہ انہیں عالمین پر فضیلت نصیب ہوئی (۷:۱۴۰) اللہ کا فیصلہ ہمیشہ علم سے ہوتا ہے۔ جب تک

Marfat

وجہ فضیلت قائم رہے گی فضیلت قائم رہے گی، یہی بنی اسرائیل کے ساتھ ہوا۔

حاصل: اللہ کا فیصلہ ہمیشہ علم سے ہوتا ہے، اس میں ہمیشہ حکمت ہوتی ہے۔ وجہ فضیلت ختم ہونے پر فضیلت ختم ہو جائے گی۔

وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ ﴿۳۳﴾ اور ہم نے انہیں نشانیاں عطا فرمائیں جن میں صریح انعام تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات طیبہ میں آل فرعون پر جب بھی کوئی عذاب آیا تو بنی اسرائیل اس عذاب سے محفوظ رہے ... انہوں نے اللہ کی قدرت کی نشانیوں کا بار ہا مشاہدہ کیا۔ آل فرعون کی ہلاکت بھی اللہ کی قدرت کی نشانی تھی۔ یہ بھی ان ... رسوا کن عذاب سے نجات تھی۔ پھر ان کو من وسلویٰ عطا ہوتا رہا، صحرا میں ان کو بادل کا سایہ نصیب ہوتا رہا، اور بھی بہت سی نعمتیں ... ان کو عطا کیں۔

حاصل: اللہ کی مہربانیوں کو اپنی زندگی میں دیکھنا چاہئے، اور ان کی قدر کرنی چاہئے۔ ان کا ... ہے۔

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۳۴﴾ یہ مشرک لوگ کہتے ہیں۔

اللہ کی قدرت کی نشانیوں کو نہ دیکھنے والے، اللہ کی مہربانیوں کی قدر نہ کرنے والے اور جب حق ... کیا جائے تو بے پرواہی کا مظاہرہ کرنے والے لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں۔ ان کا ... حقائق سے ... ہے ...

حاصل: بے سند باتیں کرنا مشرکین کا طریق زندگی ہے۔

اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَ مَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ﴿۳۵﴾ بس یہ تو ہماری ایک موت ہی ہے اور ہم ... نہیں ہوں گے۔

مشرکین یہ کہا کرتے ہیں کہ ہمیں صرف ایک بار مرنا ہے اور اس کے بعد ... ہوں گے۔ بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم ہڈیاں اور مٹی ہو جائیں اور پھر ... یہی ہے کہ ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں دوبارہ زندہ نہیں ہونا ہے۔ (۲۳ ... ۳) ... جزا کا انکار، بعث بعد الموت کو نہ ماننے سے ہی ہوسکتا ہے۔

حاصل: بندے کا اس دنیا میں آنا بھی اس کی مرضی سے نہیں ہوتا، اس دنیا سے جانا بھی اس کی مرضی سے نہیں ہوتا، بعث بعد الموت کے بارے میں اس کی بات کیا اہمیت رکھتی ہے۔

فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۶﴾ تو لے آئیے ہمارے آباء کو اگر آپ سچے ہیں۔

مشرکین بعث بعد الموت کا انکار کسی علم کی بنا پر نہیں کرتے۔ یہ تو محض ان کا گمان ہے ... ہے ...

ان پر آیاتِ الٰہی کی تلاوت کی جاتی ہے، تو ان کی حجت یہی ہوتی ہے کہ اگر اس میں صداقت ہے تو ہمارے باپ دادا کو لا کر دکھایئے۔ (۴۵:۲۵) یہ حجت قطعاً جہالت سے تعلق رکھتی ہے۔ بعث بعد الموت کا مقام تو اجل مسمّٰی کے اختتام پر ہوگا، اور صورِ اسرافیل سے لوگ اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ کسی کے آباء کو اس کے سامنے لا کر دکھانے کا تو کبھی دعویٰ ہی نہیں کیا گیا، پھر تبلیغِ حق کرنے والوں کی صداقت کو تسلیم کرنے کے لیے یہ شرط کیسے لگائی جا سکتی ہے۔

حاصل: علم کی بنا پر بات کرنے والے اور گمان کی بنا پر بات کرنے والے کبھی مساوی نہیں ہوتے۔ ہماری حجت کا تعلق علم سے ہونا چاہئے۔ جو حجت جہالت سے تعلق رکھتی ہو، اس پر تبصرہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔

اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ اَهْلَكْنٰهُمْ ۫ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۳۷﴾

کیا یہ بہتر ہیں یا قومِ تبع اور وہ جو ان سے پہلے گزرے۔ ہم نے انہیں ہلاک کر دیا، بے شک وہ مجرم تھے۔

حقائق کو نہ ماننے والے خسارے میں مبتلا ہوتے رہے ہیں۔ قومِ تبع کے لوگ جسمانی قوت کے لحاظ سے، مادی شان و شوکت کے لحاظ سے بلند درجے پر تھے۔ قومِ عاد اور قومِ ثمود بھی بڑے قوی لوگ تھے اور ان کی مہارت کے آثار یہ بتاتے ہیں کہ وہ بڑی شان و شوکت رکھتے تھے۔ مگر یہ لوگ حق کو نہ ماننے کی وجہ سے مجرم تھے۔ ان کا انجام ہلاکت ہی ہوا۔ اب جو ان کے راستے پر چلے گا اور ان کے مقابلے میں کم قوت والا ہوگا اور تھوڑی صلاحیتوں کا مالک ہوگا، اس کا انجام بھی وہی ہوگا جو راہِ ہلاکت کو اختیار کرنے والے پہلے لوگوں کا ہو چکا ہے۔

حاصل: بڑی قوت والے لوگ بڑی استعداد والے لوگ، خلافِ حق کرنے کے جرم میں ہلاک کیے جا چکے ہیں، اس لیے اپنے انجام کو دیکھنے میں کوتاہی خلافِ عقل ہوگی۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۳۸﴾

اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے مابین ہے، کھیل کے طور پر خلق نہیں کیا۔

آسمانوں کی تخلیق بہت بڑا کام ہے، زمین کی تخلیق بہت بڑا کام ہے۔ آسمانوں اور زمین کے مابین جو کچھ بھی ہے، اللہ کے علم سے پیدا کیا گیا ہے۔ کوئی شے بغیر مقصد کے وجود میں آ نہیں سکتی۔ اللہ نے ہی سب کچھ پیدا کیا ہے، اور اللہ نے ہی ہر شے کی اس کی ضروریات کے حوالے سے ربوبیت بھی کی ہے۔ اتنی وسیع کائنات اور اس میں ایسا اعلیٰ درجے کا نظم، اس سے حضرتِ انسان کی آنکھیں کھلنی چاہئیں کہ یہ سب کھیل تماشہ نہیں ہے۔

حاصل: اپنے مقصدِ حیات کو دیکھنا چاہئے۔ کھیل تماشے میں وقت کو ضائع کرنا، متاعِ حیات کو ضائع کرنا عقل مندی نہیں ہے۔ کام کو ہمیشہ بامقصد ہونا چاہئے اور مقصد کو حق کے مطابق ہونا چاہئے۔

مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾

ہم نے انہیں حق کے ساتھ ہی پیدا کیا ہے، لیکن ان میں اکثر علم نہیں رکھتے۔

آسمانوں اور زمین کی تخلیق حق کے ساتھ ہوئی ہے۔ خالق کل نے کوئی شے بے مقصد تو بنائی ہی نہیں۔ اس کائنات میں جہاں بھی حق کے مقابل کوئی مقصد ٹھہرایا جائے گا، خرابی یقیناً ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی سند نازل فرمائی ہے۔ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے اور اس لیے کہ ہر نفس اپنے کسب کی جزا پائے اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔ (۴۵:۲۲) اس حقیقت کی وضاحت میں کوئی دو رائے نہیں ہوں کہ حق وہی ہے جو اللہ نے نازل فرمایا ہے اور مقصدیت اسی حوالے سے روشن ہو سکتی ہے۔ مگر لوگوں کی اکثریت اس کائنات کو اپنے ذہن سے جاننے کی کوشش کرتی ہے، اس لیے حق کا علم انہیں نہیں ہوتا۔

حاصل: ہمارا مقصد ہر مقام پر حق کو ادا کرنا ہونا چاہیے۔ علم والوں کو ہمیشہ اسی راہ پر رہنا چاہیے۔

إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيقَاتُهُمْ أَجْمَعِينَ ۙ بے شک فیصلے کا دن ان سب کے لیے وقت مقرر ہے۔

جزا کا انکار کرنے والے لوگوں کو جب قیامت کے دن اٹھایا جائے گا تو وہ ایک جھڑکی ہی ہوگی پھر وہ دیکھنے لگیں گے (۱۹:۳۷) اور کہیں گے ہائے خرابی ہماری یہ تو یوم الدین ہے۔ (۲۰:۳۷) اس وقت یہ فرمایا جائے گا: یہ ہے وہ فیصلے کا دن جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔ فیصلے کا دن وہ دن ہے جو کافروں پر بہت بھاری ہوگا۔ اس دن ہر ایک پر واضح ہو جائے گا کہ اس نے دنیا میں کیا کیا اور اسے کیا کرنا چاہیے تھا۔ اس دن حق کو ماننے والے فلاح پائیں گے، نہ ماننے والے خسارے میں پڑیں گے۔ اللہ نے فیصلے کے دن کو روشن کیا ہے کہ اس دن ہر ایک سے پوچھ ہوگی کہ اس نے عطائے الٰہی کو حق کے مطابق استعمال کیا یا حق کے خلاف استعمال کیا۔

حاصل: فیصلے کے دن کو ماننے والے ہی حال پر ٹھیک رہ سکتے ہیں۔

يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلًى عَن مَّوْلًى شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۙ جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ ہی ان کی نصرت ہوگی۔

منکرین حق کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ فیصلے کے دن ان کی دوستی بے حقیقت ہوگی۔ وہ ایک دوسرے کے کچھ کام نہ آئیں گے اور نہ ہی ان کی کسی طرف سے مدد ہوگی۔ مومنین کی نصرت تو حیات دنیا میں بھی ہوتی ہے اور ان کی آخرت میں بھی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ تمام دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے متقین کے۔ (۶۷:۴۳)

حاصل: منکرین حق کی ایک دوسرے سے دوستی بھی فیصلے کے دن کچھ کام نہ آئے گی اور ان کے علاوہ بھی کوئی ان کی شفاعت بھی نہیں کرے گا۔ ان کی نصرت کا مقام ہی نہیں رکھا گیا۔

ع **إِلَّا مَن رَّحِمَ اللَّهُ ۚ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ** مگر جس پر اللہ رحم کرے۔ بے شک وہی عزت والا، رحم فرمانے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے کچھ مخفی نہیں ہوتا۔ وہ محسنین کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ وہ جس پر رحم فرمائے گا یقیناً وہ اس کے رحم کا مستحق ہوگا۔ اللہ سے کوئی پوچھنے والا تو ہے ہی نہیں۔ اللہ کی قدرت کے احاطے سے باہر کچھ نہیں ہے۔ وہ رحم فرمانا چاہے تو بھی اپنے علم سے، اور عذاب دینا چاہے تو بھی۔

rfat.com

کوئی علم والا نہیں ہے۔

حاصل: اللہ سے اس کا رحم مانگنا چاہئے۔ اللہ عزّت والا ہے، رحم فرمانے والا ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الذاریات (۵۱) میں ارشاد فرمایا ہے: وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اور نصیحت فرمائیے کہ نصیحت مومنین کو نفع دیتی ہے۔

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۝۴۳ بے شک زقّوم کا شجر۔

تھوہر کا درخت، فیصلے کے دن سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ ایک درخت ہے جس کے متعلق فرمایا گیا ہے: کہ جہنّم میں ہوتا ہے اور اس کے شگوفے شیاطین کے سروں کی طرح ہوتے ہیں۔ منکرینِ حق نے حیاتِ دنیا میں اللہ کی عطا کو جس طرح استعمال کیا، وہ جس طرح اسراف کرتے رہے، یہ اس کا نتیجہ ہے کہ آخرت کی زندگی میں انہیں زقّوم نصیب ہوگا۔ زقّوم کا دیکھنا بھی تکلیف دہ ہوگا اس کا کھانا بھی تکلیف دہ ہوگا۔

حاصل: زقّوم سے کسی درخت کو تشبیہ نہیں دینی چاہئے کہ یہ جہنّم سے تعلق رکھتا ہے۔

طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۝۴۴ گناہ گاروں کا طعام ہے۔

گناہ گاروں کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ وہ زقّوم سے پیٹ بھریں گے۔ (۶۶:۳۷) یہ طعام بذاتِ خود سخت عذاب ہوگا، کہ طعام کی ضرورت بھی شدت سے ہوگی، اور یہ طعام دیکھنے میں بھی تکلیف دہ ہوگا، ذائقے اور بو کے اعتبار سے بھی تکلیف دہ ہوگا۔ اس سے کراہت بھی ہوگی، اور اس کراہت کے باوجود اسی کو استعمال بھی کرنا پڑے گا۔

حاصل: گناہ گاروں کی طرح کھانا راہِ عذاب پر ہونے کا ثبوت ہوگا۔ گناہ گاروں کے کھانے میں خواہشات کا اتباع بھی ہوتا ہے، اسراف بھی ہوتا ہے، آخرت میں ان لوگوں کو وہ طعام ملے گا جس کا نام زقّوم ہے۔

كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ۝۴۵ پگھلی ہوئی دھات کی طرح پیٹ میں جوش مارے گا۔

زقّوم کے کھانے کے بعد منکرینِ حق کی کیفیت یہ ہوگی، کہ وہ سخت عذاب میں مبتلا ہو جائیں گے۔ وہ کھانا ان کے بطون میں جوش مارے گا، اور وہ جوش ایسا ہوگا جیسا بہت بڑے درجہ حرارت پر پگھلنے والی دھاتوں میں جوش آتا ہے۔ اس جوش سے بطون میں جو جلن پیدا ہوگی، اس کو الفاظ میں کب بیان کیا جا سکتا ہے۔

حاصل: ایسا کھانا جو پیٹ میں سخت حدّت پیدا کرے قطعاً نقصان دہ ہوتا ہے۔

كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ۝۴۶ جیسے کھولتا ہوا پانی۔

زقّوم کے کھانے سے جو عذاب پیدا ہوگا، اس کو مثال سے سمجھایا گیا ہے۔ منکرینِ حق کے پیٹ میں اس سے ایسا جوش پیدا ہوگا، جیسے کھولتے ہوئے پانی کا جوش ہوتا ہے۔ خوراک اتنی کثیف ہوگی، کہ وہ پیٹ میں پگھلی ہوئی دھات کی طرح معلوم ہوگی، اور اس کثافت کے باوجود اس میں حدّت اس قدر شدید ہوگی کہ وہ کھولتے ہوئے پانی کی طرح پیٹ میں جوش مارے گی۔

at.com

حاصل: کسی شے کے درجہ کھولاؤ کو کھولتے پانی کے حوالے سے دیکھنا چاہیے۔

خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۴۷﴾ اسے پکڑو اور بھڑکتی آگ کی طرف گھسیٹ کر لے جاؤ۔

زقوم کھانے سے مجرم کے اندر سخت عذاب کی کیفیت پیدا ہوگی تب فرشتوں کو حکم دیا جائے گا۔ اس کو پکڑو اور اس سے جلتے مقام پر لے جاؤ اور گھسیٹ کر لے جاؤ۔ اس طرح باہر کا عذاب بھی شروع ہو جائے گا۔ مجرم کی پکڑ بھی عذاب کا حصہ ہے اس کو گھسیٹ کر لے جانا بھی عذاب کا حصہ ہے جس کا وہ اپنے غیر صالح اعمال کی وجہ سے مستحق ٹھہرا ہے۔ اور بھڑکتی آگ تو عذاب ہے ہی۔

حاصل: اندر کے عذاب کے بعد باہر کا عذاب ہوگا۔

ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۸﴾ پھر اس کے سر پر جلتے پانی کا عذاب ڈالو۔

قیامت کے دن مجرم کو اس کے غیر صالح اعمال کے حوالے سے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ وہ ہر ایک کو اس کی کمائی کے مطابق جزا دیتا ہے۔ اندر کے عذاب کے بعد باہر کے عذاب میں سر پر جلتا پانی ڈال کر اسے مزید بڑھایا جائے گا۔ حق کے مقابل کو ہمیشہ کرنے والے ہوں گے اپنے کیے کا بدلہ پائیں گے۔

حاصل: اللہ کی مجرم کو اس کے غیر صالح اعمال کی پوری پوری سزا دے سکتا ہے اور یہ ممکن نہیں کہ اللہ کسی پر ظلم کرے۔

ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴿۴۹﴾ ذائقہ چکھو تم تو بہت طاقت ور اور عزت والے بنے کا زعم تھا۔

منکرینِ حق یہ کہا کرتے تھے کہ ہمیں عذاب نہیں ہوگا ہم دنیا میں بھی طاقت ور اور عزت والے ہیں۔ قیامت کے دن مجرم کو اندر کے عذاب کے بعد باہر کا عذاب دیا جائے گا۔ اس کے سر پر جلتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔ طاقت ور ہونے کا زعم تھا بہت باعزت ہونے کا زعم تھا۔

حاصل: اللہ کی قدرت کے سامنے اپنی حیثیت کو بڑا دیکھنا اور اپنے باعزت ہونے کا زعم ہو تو عذاب میں مبتلا کرنے کے بعد مجرم کو یاد دلایا جائے گا اور فرمایا جائے گا اس کا ذائقہ چکھو۔

اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ بے شک یہ ہے وہ جس میں تم شک کیا کرتے تھے۔

عذاب کی شدت کو الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے۔ عذاب کے واقع ہونے کے بعد مجرم سے کہا جائے گا یہ وہ ہے جس سے تم کو ڈرایا جاتا تھا تو تم اس میں شک کیا کرتے تھے۔ تمہیں بہت سی نشانیوں کے ذریعے سے بتایا گیا تھا۔

rfat.com

مگر تم مانتے ہی نہ تھے۔

حاصل: اللہ تعالیٰ نہ ہونے سے ہونا بنا سکتا ہے، ہونے سے نہ ہونا بنا سکتا ہے۔ پہلے بھی اسی نے پیدا کیا ہے، دوبارہ پیدا کرنے والا بھی وہی ہے۔ اس کی قدرت کے دائرے سے باہر کچھ بھی نہیں ہے۔ شک کرنے والے دیکھتے تو سب کچھ ہیں، مانتے نہیں۔ جب عذاب ان پر محیط ہو جائے گا، پھر ان سے فرمایا جائے گا، یہ ہے وہ جس میں تم شک کیا کرتے تھے۔

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ مَقَامٍ اَمِیْنٍ ﴿۵۱﴾ بے شک متقی لوگ مقامِ امن میں ہوں گے۔

اللہ سے ڈرنے والے لوگ یہ یقین رکھتے ہیں کہ انہیں ان کے اعمال کی جزا دی جائے گی۔ وہ اپنے قول و فعل کو حق کے مطابق رکھنے کی سعی کرتے ہیں۔ ان کی زبان پاک ہوتی ہے۔ ان کے ہاتھ امین ہوتے ہیں۔ ان کا حال بھی امن سے تعلق رکھتا ہے ان کا مستقبل بھی امن سے تعلق رکھتا ہے۔ جو عطائے الٰہی کو امانت جانتے ہوئے حق کے مطابق تصرّف میں لائے، وہ امین ہے اور امن میں ہے۔

حاصل: عطائے الٰہی کو امانت جانتے ہوئے حق کے مطابق تصرّف میں لانے والے لوگ امین ہوتے ہیں۔ وہ حال پر بھی امن کے مقام پر ہوتے ہیں، آخرت میں بھی امن کے مقام پر ہوں گے۔

فِیْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۵۲﴾ باغوں اور چشموں میں۔

متقی حضرات کے مقام کی وضاحت فرمائی گئی ہے، کہ ان کے مقام امن کا تعلق باغوں اور چشموں سے ہے۔ باغات اور چشمے باعث راحت ہوتے ہیں۔ متقین کی شان یہ ہے کہ اللہ انکا دوست ہوتا ہے، اللہ اپنے دوستوں کو جس طرح نواز سکتا ہے، اس کی مثال مل ہی نہیں سکتی۔ تقوے کا علم متقی حضرات کے اتباع سے ملتا ہے، کتاب و شنید سے نہیں ملتا۔

حاصل: باغات اور چشمے باعثِ راحت ہوتے ہیں، راحت اور امن لازم و ملزوم ہیں۔

یَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ﴿۵۳﴾ ان کے لباس باریک اور دبیز ریشم کے ہوں گے، اور وہ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔

متقین کو جن انعامات سے نوازا جائے گا، یہ ان کا ذکر ہے۔ مقام امن، باغات اور چشموں کے بعد لباس کا ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ لباس قطعاً آرام دہ ہوگا، اور حسب ضرورت باریک یا موٹا ہوگا۔ اور متقی حضرات آمنے سامنے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے، اور ایک دوسرے کو دیکھنا جس قدر ان کے لیے باعث راحت ہوگا وہ محسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔

حاصل: لباس آرام دہ ہونا چاہئے، حسب ضرورت ہونا چاہئے، اور پاک لوگوں کو بیٹھتے وقت یہ ملحوظ رکھنا چاہئے کہ وہ آمنے سامنے بیٹھیں۔

كَذٰلِكَ ۗ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِیْنٍ ﴿۵۴﴾ اسی طرح ہوگا اور ہم ان سے غزال چشم حوریں بیاہ دیں گے۔

متقی حضرات کی جلوت کی زندگی میں جن راحتوں کا ذکر کیا گیا ہے، یہ اللہ عطا فرمائے گا۔ اس لیے نعمتوں کی شان بہت [illegible]
جلوت کے ذکر کے بعد خلوت کی زندگی کے بارے میں بھی فرمایا گیا ہے۔ حور متقی کے لیے ہوگی اور باعث راحت ہوگی [illegible]
روحانی طور پر بھی۔ جلوت کے سکھ کے ساتھ خلوت کا سکھ بھی ضروری ہوتا ہے۔

حاصل: جلوت کے سکھ کے ساتھ خلوت کا سکھ بھی ضروری ہوتا ہے۔ حور جو اپنے صاحب سے [illegible] کر اٹھا نہ رکھے وہ بڑی آنکھوں والی ہوتی ہے، اس کا قرب خلوت میں یقیناً باعث راحت ہوتا ہے۔

يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ وہ اس میں ہر قسم کے پھل اطمینان سے طلب کریں گے۔

متقی حضرات خدا کے مہمان ہوں گے۔ اللہ میزبان ہو تو اس کی عطا کا اعلیٰ ہونا، دائمی ہونا اور مفید ہونا [illegible]
رہنے والوں کو حال پر بھی اطمینان ہوتا ہے، آخرت میں بھی اطمینان ہوگا۔

حاصل: اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کے بارے میں یہ یقین کہ وہ اعلیٰ درجے کی ہیں، قطعی مفید ہیں اور [illegible]
ہونے والی ہیں، اہل جنت کے لیے باعث اطمینان ہوگا۔

لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى ۚ وَوَقٰىهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۵۶﴾ وہ اس میں پہلی موت کے علاوہ موت کا ذائقہ نہ چکھیں گے۔ اور اللہ نے انہیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھا۔

متقین اپنے رب کی عطا پر بہت خوش ہوں گے۔ موت کے دروازے سے وہ گزر چکے ہوں گے [illegible]
کا دروازہ بند کر دیا ہوگا۔ اس وصال کے بعد موت کا مقام ان پر کبھی نہ آئے گا۔ [illegible]
مقبول ہوگا، ان کا شکر بھی اللہ کے ہاں مقبول ہوگا، اور اللہ انہیں اپنے قرب سے نوازے گا۔ [illegible]

حاصل: متقی حضرات کے لیے موت کا مقام صرف ایک بار ہے۔ [illegible]
ترجیح دیں گے مگر موت انہیں نہ آئے گی۔ خلوت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ [illegible]
ساتھ باشعور رہنا بندے کے [illegible] پاک رہنے والوں [illegible]

فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۵۷﴾ تمہارے رب کے فضل سے۔ یہی عظیم کامیابی ہے۔

اللہ سے محبت رکھنے والے حضور [illegible] کا اتباع کرتے ہیں۔ اللہ انہیں [illegible]
یہ فضل و کرم اس تعلق کی بدولت ہوتا ہے [illegible]
کامیابی ہے۔ [illegible]

Marfat.c

والا بھی وہی ہے۔ مالک کل کی رضا حاصل ہو جائے تو یہی عظیم کامیابی ہے۔

حاصل: شاہد کی خوشی، اللہ کے فضل کا باعث بنتی ہے۔ مالک کل کی رضا کا حصول ہی عظیم کامیابی ہے۔

فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ تو ہم نے اسے آپ کی زبان میں آراستہ کر دیا ہے تا کہ وہ نصیحت لیں۔

قرآن پاک عربی زبان میں نازل ہوا، رسول عربی ﷺ پر نازل ہوا۔ اس میں ہدایت ہے، اس میں شفا ہے۔ اس میں حقائق کو بیان فرمایا گیا ہے۔ اس میں لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرمائی گئی ہیں، کہ وہ ان سے سبق حاصل کریں۔ اللہ کی قدرت کے سامنے اپنی حیثیت کو دیکھنے کا راستہ دکھایا گیا ہے، اور وہ سب کچھ بیان فرمایا گیا ہے، جو طلب ہدایت رکھنے والوں کو درکار ہو سکتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے جو کچھ بھی فرمایا، اس سے متعلق اپنا حال بھی لوگوں کے سامنے رکھا، دعوت اتباع کے ساتھ خوف وحزن سے نجات کی ضمانت بھی دی۔ نصیحت کو ماننا تو وہی ہے، جو ناصح کا قدردان ہو۔

حاصل: خاتم النبیین ﷺ کی زبان پاک، عربی زبان میں سند کا درجہ رکھتی ہے، کہ اسی زبان میں اللہ نے قرآن پاک کو علم وحکمت سے آراستہ کیا ہے۔ نصیحت کو ماننے کے لیے ناصح کا قدردان ہونا ضروری ہے۔

ع **فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿۵۹﴾** تو انتظار کیجئے، وہ بھی انتظار کر رہے ہیں۔

ایک دن ایسا آنے والا ہے، جس دن کافروں کو انکا ایمان لانا نفع نہ دے گا، اور نہ انہیں مہلت ہی دی جائے گی۔ (۲۹:۳۲) جو لوگ جہالت کو اپنی پہچان بنا لیں، ان سے اعراض کرنے کا حکم ہے۔ اعراض کے بعد انتظار کا مقام آتا ہے، اور انتظار توفیق کے خاتمے کا ہوتا ہے۔ حق پہنچانے والے کا انتظار امر الٰہی کی تعمیل ہے، منکرین حق اس نتیجے کے واقع ہونے کا انتظار کر رہے ہوتے ہیں جس سے ان کو آگاہ کیا گیا ہوتا ہے۔

حاصل: ہمارا رخ حق کے مطابق ہونا چاہئے۔ جاہلین سے اعراض کرنے کے بعد انتظار کا مقام آتا ہے۔ جاہلین اس انجام کے واقع ہونے کا انتظار کرتے ہیں جس سے انہیں آگاہ کیا گیا ہوتا ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ السجدہ (۳۲) میں ارشاد فرمایا ہے: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جسے اس کے رب کی آیات سے نصیحت کی گئی پھر اس نے ان سے منہ موڑ لیا۔ بے شک ہم مجرمین سے انتقام لینے والے ہیں۔

ایاتها ۳۷ | ۴۵ سورۃ الجاثیۃ مکیۃ ۶۵ | رکوعاتها ۴

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حٰمٓ ۚ ﴿۱﴾ حروف مقطعات

یہ حروف مقطعات ہیں۔ ان کے پڑھنے کا معروف طریقہ ہے۔ ان پر خاموش رہنا حق ہے۔

حاصل: بولنے سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ جس مقام پر ہم بولنے والے ہیں، وہاں بولنا حق ہو۔

تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ ﴿۲﴾ اس کتاب کی تنزیل اللہ کی طرف سے ہوئی ہے جو عزیز و حکیم ہے۔

قرآن پاک کو رب العالمین کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ زندگی درست رکھنے کے لیے [illegible] عطا کردہ معیار یہی کتاب اللہ ہے۔ اللہ کی کتاب گزارشات پر مشتمل نہیں ہے۔ اللہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ اس کی قدرت کے سامنے کسی طاقت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس کا فرمان ہمیشہ حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔

حاصل: قرآن پاک کا نزول اللہ کی طرف سے ہوا ہے جس سے بڑی قوت والا بھی کوئی نہیں اور جس سے زیادہ حکمت والا بھی کوئی نہیں۔ اس لیے رخ کو درست رکھنے کے لیے یہی بہترین معیار ہے۔

اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۳﴾ بے شک آسمانوں اور زمین میں مومنین کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیل کے طور پر تخلیق نہیں کیا۔ [illegible] کہ اللہ نے کسی شے کو بھی بے مقصد نہیں بنایا۔ آسمانوں کی تخلیق، ستاروں کی روشنی [illegible] ہواؤں کا چلنا، موسموں کا تغیر و تبدل، زمین میں اگانے کی صلاحیت [illegible] جانوروں کی موجودگی، حشرات الارض کی موجودگی، پرندوں کی موجودگی، اور دوسری بے شمار نشانیاں ہیں [illegible] ہیں۔ انہیں اللہ کی قدرت بھی نظر آتی ہے، انہیں اس کی حکمت کا پتہ بھی لگتا ہے۔

حاصل: آسمانوں اور زمین میں اللہ کی بہت سی نشانیاں ہیں۔ ان نشانیوں سے اہل ایمان [illegible] ہیں۔ اللہ کی نشانیوں کو دیکھ کر اپنے مقام کو پہچاننا، اپنے حق کو دیکھنا، بندگی کا حق ادا کرنے میں بہت مدد دیتا ہے۔

وَ فِیۡ خَلۡقِکُمۡ وَ مَا یَبُثُّ مِنۡ دَآبَّۃٍ اٰیٰتٌ لِّقَوۡمٍ یُّوۡقِنُوۡنَ ﴿۴﴾ اور تمہاری تخلیق میں اور جانوروں میں جو اس نے پھیلا رکھے ہیں، یقین کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

حضرت انسان کی تخلیق پہلے مٹی سے ہوئی، پھر ایک بے قدر پانی کے خلاصے سے اس کی نسل ٹھہرائی گئی، پھر اسے درست فرمایا گیا، اس میں روح پھونکی گئی، اس کے لیے کان اور آنکھیں بنائی گئیں۔ ان مقامات پر خالق کل کی شان نظر آتی ہے۔ جو جانور بھی اللہ نے زمین میں پھیلا رکھے ہیں وہ ہمارے لیے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ ان کا ہمارے لیے مسخر ہونا، ان میں حلال و حرام کی حدود کا تعین، ان کی انواع و اقسام، ان سے حاصل ہونے والے فوائد کا تسلسل، ان کے لیے موزوں رزق کا اہتمام اور دوسری بہت سی نشانیاں اللہ کی قدرت اور اس کے علم مطلق کا پتہ دیتی ہیں۔ یقین کرنے والے ان نشانیوں کو دیکھ کر اللہ سے وہ تعلق بناتے ہیں جو عبد کا اپنے معبود سے ہونا چاہئے۔

حاصل: ہماری تخلیق میں اور ہمارے کام آنے والے جانوروں کی تخلیق میں اللہ کی قدرت اور اس کے علم مطلق کی بہت سی نشانیاں ہیں۔ اللہ سے ہمارا تعلق یقین پر قائم ہو تو بندگی کا حق ادا ہوگا۔

وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ⑤

اور لیل و نہار کے اختلاف میں اور اس میں کہ اللہ نے آسمان سے رزق نازل فرمایا تو اس سے زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کیا، اور ہواؤں کی گردش میں، عقل کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

لیل و نہار انسانی ضرورت ہیں۔ ان کا اختلاف اللہ کی قدرت کو ظاہر کرتا ہے۔ زندگی کا عمل، لیل و نہار کے اختلاف کے بغیر چل ہی نہیں سکتا۔ زمین سے انسان کو بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ جب اس میں اگانے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے تو وہ معنوں کے اعتبار سے ساکن ہو جاتی ہے، مردہ ہو جاتی ہے۔ اسے اللہ آسمان سے پانی برسا کر زندہ کر دیتا ہے، اور اس سے حاصل ہونے والے فوائد پھر سے حاصل ہونے لگتے ہیں۔ ہواؤں کی گردش بھی انسانی ضرورت ہے۔ موسموں کی تبدیلی کے بغیر زندگی کا حسن قائم نہیں رہ سکتا۔ عقل کرنے والے یہ دیکھتے ہیں کہ جس کے علم سے ہماری ضروریاتِ حیات پوری ہو رہی ہیں، اس سے بڑا ہمارا خیر خواہ اس سے بڑا کوئی پرواہ رکھنے والا نہیں ہے۔ عقل والے اپنی بھلائی اسی میں دیکھتے ہیں کہ اپنے علم کو اللہ کے علم کے تابع رکھا جائے۔

حاصل: لیل و نہار کا اختلاف، ہماری زندگی کی بڑی ضرورت ہے۔ زمین کی زندگی ہمارے لیے بہت اہم ہے اور زمین کو اللہ ہی زندہ رکھتا ہے۔ ہواؤں کی گردش ہمارے لیے بہت ضروری ہے، اللہ ہی اس ضرورت کو پورا کرتا ہے۔ عقل مندی یہ ہے کہ اپنے علم کو علم الٰہی کے تابع رکھا جائے۔

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ⑥

یہ اللہ کی آیات ہیں کہ ہم حق کے ساتھ تم پر تلاوت کرتے ہیں۔ تو یہ لوگ اللہ اور اس کی آیات کو چھوڑ کر کون سی بات پر ایمان لائیں گے۔

مذکورہ حقائق سے اللہ کے عزیز و حکیم ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، انسانوں کو پیدا کیا ہے، ان کے لیے زندگی کی ضروریات کا بہترین بندوبست کیا ہے۔ لیل و نہار کے اختلاف سے انہیں سکھ دیا ہے۔ بار ہا آسمان سے پانی برسا کر مردہ زمین کو

at.com

ان کے لیے زندہ کیا ہے۔ موسموں کے تغیر سے ان کو فائدہ پہنچایا ہے۔ یہ تو سب اللہ کا پیدا کیا ہوا ہے۔ اب تم ذرا مجھے وہ دکھائیں جو اللہ کے مقابل والوں نے پیدا کیا ہو۔ (۳۱:۱۱) جب اللہ کے سوا کوئی خالق کل نہیں ہے، اور اللہ کی مخلوق سے کوئی مخلوق نہیں ہے تو پھر یہ منکرین حق، اللہ کو چھوڑ کر اور اس کی نشانیوں کو چھوڑ کر کون سی بات پر ایمان لائیں گے۔

حاصل: اللہ کی آیات کی تلاوت کا حق ادا کرنے کے لیے پاک ہونا ضروری ہے۔ اللہ اور اس کی آیات پر ایمان نہ لانے سے بڑا تکبر کیا ہوسکتا ہے۔ آیات خداوندی کا انکار ظلم ہے، اور اس کا نتیجہ گمراہی ہے۔

وَیْلٌ لِّکُلِّ اَفَّاکٍ اَثِیْمٍ ۙ

خرابی ہے ہر جھوٹے گناہ گار کے لیے۔

جو حق کے مقابل بے سند بات کرتا ہے، وہ جھوٹا ہے۔ جو حق کے مقابل جھوٹ کو پھیلانے کی کوشش کرتا ہے وہ گناہ گار ہے۔ جھوٹے گناہ گار پر شیاطین اترتے ہیں۔ (۲۶:۲۲۲) اور جو شیاطین سے رہنمائی لے اس کے لیے خرابی ہی ہوتی ہے۔

حاصل: جھوٹے اور گناہ گار کے لیے خرابی نہ ہو، یہ ممکن نہیں۔ شیاطین کو رہنما بنانے والے کبھی فلاح نہیں پاتے۔

یَّسْمَعُ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰی عَلَیْهِ ثُمَّ یُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ○

اللہ کی آیات وہ سنتا ہے کہ اس پر پڑھی جاتی ہیں، پھر وہ استکبار سے حق کی مخالفت پر اصرار کرتا ہے، جیسے اس نے سنا ہی نہیں تو اسے المناک عذاب کی بشارت دیجیے۔

جھوٹے گناہ گار کا طریق زندگی یہ ہوتا ہے کہ جب اس کے سامنے اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں، وہ تکبر کرتے ہوئے حق کی مخالفت پر اصرار کرتا ہے، اور استکبار کرتے کرتے اس کا رویہ ایسا ہو جاتا ہے کہ جیسے اس نے حق کو سنا ہی نہیں ہے۔ اس طرح حق کی مخالفت کرنے والے کو المناک عذاب کی خبر دی جانی چاہیے (۳۱:۷) وہ یہ نہیں ... [illegible] چلا جا رہا ہے۔

حاصل: اللہ کی آیات سن کر حق کی مخالفت پر استکبار سے اڑے رہنے والا ... [illegible] اسے المناک عذاب کی خبر دی جانی چاہیے۔

وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰیٰتِنَا شَیْئَا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ○

اور جب ہماری آیات سے اسے کچھ معلوم ہوتا ہے تو اس کی ہنسی اڑاتا ہے، ایسے لوگوں کے لیے رسوائی کا عذاب ہے۔

جھوٹے گناہ گار کے بارے میں یہ واضح فرمایا گیا ہے کہ جب حق کو ماننا اس کا شیوہ نہیں ہوتا تو وہ اس کا مذاق اڑانے لگتا ہے۔ وہ سنجیدگی اور متانت کے ساتھ بات نہیں کرتا، اس سے اس کا تکبر قائم نہیں رہتا ... [illegible] بہکانا اسے بہت عزیز ہوتا ہے۔ ایسے لوگ رسوائی کے عذاب کی طرف بڑھ رہے ہوتے ہیں۔

rfat.com

حاصل: اللہ کی آیات کا مذاق اڑانے والا، کبھی سنجیدگی اور متانت کے ساتھ حق کے بارے میں بات نہیں کرتا۔ حق کا مذاق اڑانے والے رسوائی کے عذاب میں مبتلا ہوا کرتے ہیں۔

مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْـًٔا وَّ لَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ؕ ﴿۱۰﴾

اور جہنم ان کے آگے ہے، اور ان کا کسب ان کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ وہ جو اللہ کے مقابل دوست ٹھہرا رکھے تھے، اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

جھوٹے گناہ گار لوگوں کا مستقبل جہنم ہے، یہاں انہیں ان کے اعمال کی پوری پوری جزا دی جائے گی۔ ان لوگوں کا یہ زعم بھی بے حقیقت ثابت ہو جائے گا کہ اللہ کے حضور ان لوگوں کے دوست ان کے کام آئیں گے۔ اس دن اصلاح کی اہمیت بہت روشن ہوگی اور اس کو اختیار کرنا اس دن ممکن نہ ہوگا، اس طرح وہ بڑے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

حاصل: اپنے رخ کو دیکھنا چاہئے کہ ہمارا کسب خلافِ حق نہیں ہونا چاہئے، اور اللہ کے دوستوں سے دوستی کا ثبوت ان کی صفات کو اپنا کر دینا چاہئے، یہ بڑے عذاب سے بچنے کے لیے ضروری ہے۔

هٰذَا هُدًى ۚ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ۠ ﴿۱۱﴾ ع

یہ ہدایت ہے، اور جو لوگ اپنے رب کی آیات کا انکار کرتے ہیں ان کے لیے عذاب ہے، سخت المناک عذاب۔

قرآن پاک حقائق کو بیان کرنے والی کتاب ہدایت ہے، اس ہدایت کو ماننے والے کا ہی بھلا ہوگا۔ اور جو لوگ اپنے رب کی آیات کا انکار کرتے ہیں، یہ ظالم قیامت کے دن اپنے ہاتھ چبا ڈالیں گے اور پکاریں گے ہائے کسی طرح رسول کی معیت اختیار کی ہوتی، اور ہائے خرابی کسی طرح فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ (۲۵:۲۷-۲۸) جھوٹے گناہ گار، ضدی اور اللہ کی آیات کا مذاق اڑانے والے اور اللہ کی آیات کے انکار کو اپنی پہچان بنا لینے والے لوگوں کے لیے، اللہ کا عذاب ایسا ہوگا کہ اس کو دیکھتے ہی ان پر کپکپی طاری ہو جائے گی۔

حاصل: قرآن پاک کو ماننا باعثِ فلاح ہے، اپنے رب کی آیات کا انکار باعثِ عذاب ہے۔ جو لوگ آیاتِ الٰہی کے انکار کو اپنی پہچان بنا لیں، ان کے لیے سخت المناک عذاب ہوگا۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ لقمان (۳۱) میں ارشاد فرمایا ہے: وَ مَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۱۲﴾ اور جو شکر کرتا ہے، اپنے ہی بھلے کو شکر کرتا ہے، اور جو کفر کرتا ہے تو اللہ بے نیاز ہے حمد کیا ہوا۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۚ ﴿۱۲﴾

اللہ ہی ہے جس نے بحر کو تمہارے لیے مسخر کر دیا کہ اس کے امر سے اس میں کشتیاں چلتی رہیں اور تم اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرتے رہو۔

حضرت انسان کے لیے مسخر کی جانے والی بہت بڑی چیز سمندر ہے۔ اللہ نے ہی پانی میں یہ صفت رکھی ہے ۔۔۔ وزن میں کم ہو تیراتا ہے، اور اگر کوئی شے اپنے مساوی الحجم پانی کے وزن سے بھاری ہو تو وہ ڈوب جاتی ہے۔ اللہ اگر پانی میں یہ صفت نہ رکھتا تو انسان کے لیے بڑی ہی تکلیف دہ چیز ہوتا۔ اللہ کے امر سے اس میں کشتیاں چلتی رہتی ہیں، اور انسان ان کشتیوں سے ۔۔۔ مچھلی وغیرہ کی صورت میں تازہ گوشت حاصل کرتے ہیں، مروارید اور مرجان حاصل کرتے ہیں۔ اللہ کا فضل تلاش کرنے کی یہ صورتیں اللہ نے ہی رکھی ہیں۔ اللہ کی نعمتیں اس قدر ہیں کہ ان کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت انسان کو نعمت کے استعمال کے ساتھ منعم حقیقی کی طرف بھی دیکھنا چاہیے، کہ اس نے اس نعمت کو بندے کے لیے کس قدر مفید بنایا ہے، اس کو کس مقام پر رکھا ہے ۔۔۔ شکر یہ تبھی ادا ہوگا جب کوئی نعمت اللہ کی رضا کے مطابق استعمال ہوگی۔ اللہ کی رضا ہمارے لیے ۔۔۔

حاصل: بحر کا ہمارے لیے مسخر ہونا اللہ کی بہت بڑی عنایت ہے۔ اللہ کا فضل تلاش کرنے میں جو اسباب ہمارے کام آتے ہیں وہ بھی اللہ کے ہی پیدا کردہ ہیں۔ عطائے الٰہی کا شکر ادا کرنا بندے کو اللہ کے قریب کرتا ہے۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

اور تمہارے لیے مسخر فرما دیے جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں، اپنی طرف سے۔ بے شک اس میں فکر کرنے والے لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

بحر کے مسخر فرمانے کے ذکر کے بعد یہ روشن فرمایا گیا ہے کہ آسمانوں اور زمین سے ۔۔۔ صورت بھی اللہ کی طرف سے ہی رکھی گئی ہے۔ شمس و قمر اور ستارے امر الٰہی کے مطابق خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔ زمین سے حاصل ہونے والے فوائد بھی شمار میں نہیں آسکتے ۔۔۔ لگایا گیا ہے۔ کسی بھی شے کو اللہ نے بے مقصد نہیں بنایا۔ جب کوئی شے بے مقصد نہیں ہے ۔۔۔ چاہیے اور یہ دیکھنا چاہیے کہ جب کسی بھی شے کا وجود کوئی نہ کوئی شہادت رکھتا ہے ۔۔۔ غور و فکر کرنے والے لوگوں کے لیے آسمانوں میں اور زمین میں بے شمار نشانیاں ہیں ۔۔۔

حاصل: کوئی شے بے مقصد نہیں ہے۔ اتنا بڑا اہتمام ہمارے لیے ہے ۔۔۔ باعث قرب الٰہی ہوتا ہے۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا ۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝

ایمان والوں سے فرما دیجیے کہ ایام اللہ کی امید نہ رکھنے والوں سے درگزر کریں تاکہ اللہ ایک قوم کو ان کے کسبوں کی جزا دے۔

جزا کا انکار کرنے والے ۔۔۔ آیات الٰہی سے غافل ہوتے ہیں ۔۔۔ پھر کافران کو اپنے کسبوں کی جزا ہے۔ (۸:۱۰) ایمان والوں کو یہ حکم دیا جا رہا ہے ۔۔۔

دنوں میں کسی قوم پر حجت پوری ہو جانے کے بعد عذابِ الٰہی آ جایا کرتا ہے، ان سے درگزر کریں۔ اللہ اپنی سنت کے مطابق کسی قوم کو اتمامِ حجت کے بعد اس کے اعمال کا بدلہ دیا ہی کرتا ہے، اور اللہ ہی سب سے بڑی عزت والا، قدرت والا ہے اور اللہ ہی سب سے بڑا انتقام لینے والا ہے۔

حاصل: اپنے نفس کی شح سے بچنا جہاد ہے، کافروں کے خلاف جہاد وقتی ہوتا ہے۔ دونوں طرح کا جہاد حسنِ عبادت کو ظاہر کرتا ہے۔ کوئی قوم اپنے کسبوں کی جزا سے بچ جائے یہ ممکن ہی نہیں، مہلت دینا اور حجت پوری کرنا اللہ کی شان ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۫ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۵﴾

جو صالح عمل کرتا ہے تو اپنے ہی بھلے کے لیے کرتا ہے، اور جو بُرائی کرتا ہے اس کا وبال بھی اسی پر ہوتا ہے، پھر تمہیں اپنے ربّ کی طرف مراجعت کرنی ہے۔

حق پہنچانے والے، ان انعامات کو تقسیم کرتے ہیں، جو انہیں عطا ہوتے ہیں۔ جو عطاءِ الٰہی کو تقسیم نہ کرے اس پر عطاءِ الٰہی کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ جو صالحین کی معیت اختیار کرتا ہے، وہ ان پر مہربانی نہیں کرتا بلکہ وہ اپنا ہی بھلا کرتا ہے۔ صالحین کی طرف سے نصیحت کے ساتھ کسی اجر کا سوال تو ہوتا ہی نہیں۔ صالحین کی معیت اختیار کرنے کی بجائے جو من مانی کی راہ اختیار کرتا ہے، وہ یقیناً بُرائی کرتا ہے، اس کی بُرائی کا وبال بھی اسی پر پڑتا ہے۔ یہ اللہ کا فرمان ہے جو ہمیشہ پورا رہا، اب بھی پورا ہے اور ہمیشہ پورا رہے گا۔ انسان اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوا ہے اس لیے اس کی واپسی بھی اللہ تعالیٰ کی طرف ہوگی، اور جس قدر کسی کو توفیق دی گئی ہے، اسی قدر اس سے پوچھ بھی ہوگی۔

حاصل: صالح، صالحین کی معیت میں ہوتا ہے۔ صالح جو کرتا ہے اپنے ہی بھلے کے لیے کرتا ہے۔ جو بُرائی کرتا ہے اس کا وبال بھی اسی بُرائی کرنے والے پر ہوتا ہے، کسی دوسرے پر نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانے کا یقین ہمارے اعمال میں نظر آنا چاہیے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾

بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب، حکم اور نبوّت عطا فرمائی، اور انہیں طیّبات سے رزق دیا اور انہیں عالمین پر فضیلت دی۔

بنی اسرائیل کو اللہ نے تورات شریف عطا فرمائی، جس میں ان کے لیے نور ہدایت تھا۔ راہ فلاح کو ان پر روشن کر دیا گیا تھا۔ کتاب اللہ کو عملاً نافذ کرنے کے لیے اللہ نے ان لوگوں کو زمین میں حکومت بھی دی، اس سے ان کو یہ فائدہ ہوا کہ احکامِ الٰہی کے نفاذ میں انہیں کسی مزاحمت سے واسطہ نہ پڑا۔ اللہ نے بنی اسرائیل کو نبوت بھی عطا فرمائی، کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت عطا ہونے کا بہترین ذریعہ ان میں مسلسل قائم رہا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت تک قائم رہا۔ اللہ نے ان لوگوں کو طیبات سے رزق دیا، اور ان کو ایسے نوازا کہ حصولِ رزق میں ان کو کسی طرح کی مشقت نہیں کرنی پڑتی تھی۔ اللہ نے ان لوگوں کو اس زمانے میں عالمین پر فضیلت دی، اور لوگوں نے ان کی سیادت کو تسلیم کیا جو بنی اسرائیل کی فضیلت کا بڑا اعتراف تھا۔

Marfat

حاصل: بنی اسرائیل کو کتاب اللہ عطا فرمائی گئی حکومت عطا فرمائی گئی، ان میں نبوت کا سلسلہ ایک وقت تک جاری رکھا گیا، انہیں طیبات سے رزق دیا گیا، انہیں عالمین پر فضیلت دی گئی۔ دیکھنا یہ چاہیے کہ اللہ کی عنایات کی قدر کرنے کا حق کیا تھا، اور ان لوگوں نے کیا کیا، اور ان کی ناقدری کے ان پر کیا نتائج مرتب ہوئے۔

وَاٰتَیْنٰهُمْ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ۝

اور ہم نے انہیں امر سے بینات عطا فرمائیں تو انہوں نے اختلاف نہ کیا مگر بعد اس کے کہ انہیں علم ہو چکا تھا محض باہمی رقابت کی بنا پر۔ بے شک تمہارا رب قیامت کے دن ان میں فیصلہ کرے گا جن باتوں میں یہ اختلاف کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو واضح شریعت عطا فرمائی۔ اللہ کے احکام واللہ کے نبی کے واسطے سے [illegible] بنی اسرائیل کو ہو چکا تھا۔ اس علم کے بعد انہوں نے باہمی ضد اور رقابت کی بنا پر آپس میں اختلاف کیا [illegible] ان فضیلتوں کو کھو بیٹھے جو انہیں حاصل تھی۔ جو اپنی برتری و شہادت کرنے کی خواہش میں حق کو [illegible] کسی کی کیا مدد کر سکتے ہیں۔ جن باتوں میں یہ لوگ اختلاف کرتے ہیں، قیامت کے دن اللہ ان میں فیصلہ کرے گا۔

حاصل: شریعت کو ماننے میں فلاح ہے۔ شریعت کو ماننے میں ایسا اختلاف جو محض باہمی رقابت [illegible] ہو، بہت بڑی خرابی کا باعث بنتا ہے۔ جب حق کے ساتھ اپنی انا و ذاتی اہمیت کی بات [illegible] ممکن نہیں ہوتا۔

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰی شَرِیْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝

پھر ہم نے تمہیں امر سے شریعت پر قائم کیا تو اس کی اتباع کرو اور بے علموں کی خواہشات کے پیچھے نہ چلو۔

بنی اسرائیل کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ علم ہو جانے کے بعد وہ باہمی رقابت [illegible] فضیلت کھو بیٹھے۔ اس کے بعد اللہ نے نئی شریعت عطا فرمائی۔ شریعت کی حقیقت شاہراہ کے [illegible] کیا ہے کہ تم اس شریعت کا اتباع کرو جو تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی ہے۔ [illegible] اپنے ہی رہتے ہیں، ان کے پیچھے لگنے سے بندہ علم حقیقی سے محروم ہو جاتا ہے۔ [illegible] نازل ہوا ہے، اور حق کے بعد ہے ہی گمراہی۔ اس لیے یہ ہو ہی نہیں سکتا [illegible] کی خواہشات کے پیچھے لگنے والا کامیاب ہو۔

حاصل: شریعت شاہراہ ہے، اس کا اتباع کرنا باعث فلاح دارین ہے۔ بے علموں کی خواہشات کے پیچھے [illegible] حق نہیں ہے کہ ان کی بات ہمیشہ بے سند ہوتی ہے۔

Marfat.c

اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹﴾

یہ لوگ اللہ کے حضور تمہارے کچھ کام نہ آئیں گے۔ اور بے شک ظالمین ایک دوسرے کے دوست ہیں اور اللہ متقین کا دوست ہے۔

بے علم لوگ اپنی خواہشات کی پیروی کی دعوت تو دیتے ہیں، مگر یہ تو جزا کو مانتے ہی نہیں۔ ان کے نزدیک من مانی کرنے سے بہتر کوئی راہِ عمل نہیں ہے۔ ان کے پیچھے لگنے والا یقیناً خسارے کی راہ پر ہوگا۔ جب اللہ کے حضور پیشی ہوگی تو یہ بے علم لوگ اپنے کئے پر گرفت میں ہوں گے۔ کسی کے کام آسکنے کی ان کو توفیق ہی نہ ہوگی۔ خلافِ حق کرنا ظلم ہے، اور ظالمین کے مابین یہی قدرِ مشترک ہوتی ہے۔ ظالم ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں، ایک دوسرے کو مدد دیتے ہیں، منشاء یہی ہوتا ہے کہ حق کے مقابل من مانی کرنے کے طریقے کو تقویت دی جائے اور اپنے استکبار کو قائم رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ متقین کا دوست ہے، اللہ ان کو مدد دیتا ہے۔ اور جن کو اللہ کی مدد حاصل ہو، ان کی شان دنیا میں بھی بڑھتی ہے، اور عاقبت تو ان کی اچھی ہوگی ہی۔

حاصل: خلافِ حق کرنے والوں سے دوستی منع ہے، ان کی باتیں بے سند ہوتی ہیں۔ متقین سے دوستی ہونی چاہئے، کہ یہ لوگ اللہ کے پیارے ہوتے ہیں۔ ان کی دوستی حال پر بھی مفید ہے، قیامت کے دن بھی مفید ہوگی۔

هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾

یہ لوگوں کے لیے بصائر ہیں اور ہدایت و رحمت ہیں یقین کرنے والوں کے لیے۔

بصائر وہ حقائق ہیں، جن سے نورِ بصیرت حاصل ہوتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کے سامنے لائے جاتے ہیں۔ ان سے استفادہ کرنے والے اپنا بھلا کرتے ہیں، اور انہیں دیکھنے کے باوجود ان کا انکار کرنے والے اندھے ہوتے ہیں، اور ایسے اندھے اپنا ہی برا کرتے ہیں، جو لوگ حقائق کا یقین رکھتے ہیں ان کے لیے یہ باعثِ ہدایت بھی ہیں، باعثِ رحمت بھی ہیں۔ جزا کا یقین رخ کو درست رکھنے میں بڑی اہمیت رکھتا ہے اور رحمتِ الٰہی سے وہی فیض یاب ہوتا ہے، جس کا رخ درست ہو۔ ہدایت حال ہے، رحمت مستقبل ہے۔

حاصل: بے علم لوگوں کی خواہشات کی پیروی خسارے کی راہ ہے۔ متقین کی معیت اللہ سے دوستی ہے۔ جو حقائق کو سن کر اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے کو دیکھ کر اس کا اتباع کرے وہ آنکھوں والا ہے، جو ایسا نہ کرے وہ اندھا ہے۔ جزا کا یقین ہی رخ کو درست رکھتا ہے، رخ درست ہو تو رحمتِ الٰہی سے نوازا جاتا ہے۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۲۱﴾ ع ۱۸

کیا برائیوں کا ارتکاب کرنے والے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان جیسا ٹھہرا دیں گے جو ایمان لائے اور صالح عمل کیے، کہ ان کی حیات و موت مساوی ہو جائے گی۔ کیا ہی برا فیصلہ کرتے ہیں۔

at.com

اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق اس لیے دی جاتی ہے کہ یہ دیکھا جائے، بندہ کونسا رخ اختیار کرتا ہے۔ جس نے بھلائی کا انتخاب کیا وہ فلاح پانے والوں کے ساتھ ہے، جو اندھا بنا رہا وہ خسارے والوں کے ساتھ ہے۔ مومن اور فاسق مساوی نہیں ہیں۔ (۳۲:۱۸) خبیث و طیب مساوی نہیں ہیں۔ (۵:۱۰۰) اندھا اور آنکھوں والا مساوی نہیں۔ (۶:۵۰) اندھیرا اور روشنی مساوی نہیں۔ (۱۳:۱۶) علم والے و بے علم مساوی نہیں ہو سکتے۔ (۳۹:۹) برائیوں کا ارتکاب کرنے والے جزا کا یقین نہیں رکھتے۔ ایمان والے جو عمل صالح کرتے ہیں وہ ہدایت یافتہ ہیں اور رحمت الٰہی ان کے شامل حال ہے۔ اچھے اور برے حیات و موت میں بھی مساوی نہیں ہوتے۔ جو لوگ ان کو برابر قرار دیتے ہیں وہ بہت ہی برا فیصلہ کرتے ہیں۔ اس فیصلے کو جمہوریت کا نام دیا جائے تو بھی یہ فیصلہ برا ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے برے ہونے کی سند نازل فرمائی ہے۔

حاصل: حق و باطل کبھی مساوی نہیں ہو سکتے۔ اس لیے اہل حق اور اہل باطل بھی کبھی مساوی نہیں ہو سکتے۔ جن کا حال مساوی نہ ہو ان کا مستقبل بھی مساوی نہیں ہوتا۔ نیک و بد اللہ کے نزدیک مساوی نہیں ہیں تو اللہ سے زیادہ رحم کرنے والا کوئی نہیں، کسی دوسرے کو نیک و بد کے برابر ٹھہرانے کا حق کیسے ہو سکتا ہے۔ جو فیصلہ بھی اس کے خلاف ہو وہ بہت برا فیصلہ ہوتا ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الزمر (۳۹) میں ارشاد فرمایا ہے: اِنۡ تَکۡفُرُوۡا فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنۡکُمۡ ۟ وَ لَا یَرۡضٰی لِعِبَادِہِ الۡکُفۡرَ ۚ وَ اِنۡ تَشۡکُرُوۡا یَرۡضَہُ لَکُمۡ ؕ ...... اگر تم کفر کرو تو اللہ تم سے بے نیاز ہے، اور وہ اپنے بندوں کے لیے کفر پسند نہیں، اور اگر تم شکر کرو تو اسے تمہارے لیے پسند کرتا ہے۔

وَ خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ وَ لِتُجۡزٰی کُلُّ نَفۡسٍۭ بِمَا کَسَبَتۡ وَ ہُمۡ لَا یُظۡلَمُوۡنَ ﴿﴾

اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ تخلیق کیا ہے، تاکہ ہر نفس اپنے کسب کی جزا پائے اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں و زمین و اور جو کچھ ان کے مابین ہے حق کے ساتھ پیدا کیا ہے [illegible] قائم ہیں۔ (۲۵:۳۰) اللہ تعالیٰ ہی ہر شے کا خالق ہے۔ اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ تخلیق کیا ہے [illegible] جائے گا تو یا امانت میں خیانت ہو جائے گی۔ [illegible] کا طریق احسن ادا کرتا ہے تو اس میں اس کا بھلا ہے۔ [illegible] نفس کو اس کے کیے کی پوری پوری جزا دی جائے گی [illegible] سامنے آجائے گا [illegible] کسی کی حق تلفی بھی نہ ہوگی۔

حاصل: ہمیں ہر مقام پر حق کی احسن ادائیگی کو اپنا طریق زندگی بنانا چاہیے۔ جزا کا یقین اصلاح اعمال کے لیے ضروری ہے۔ قیامت کے دن کسی پر ظلم نہ ہوگا۔

rfat.com

اَفَرَءَيۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلۡمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمۡعِهٖ وَقَلۡبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنۡ يَّهۡدِيۡهِ مِنۡۢ بَعۡدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ ﴿۲۳﴾

بھلا دیکھو تو جس نے اپنی خواہش کو معبود ٹھہرا لیا ہے اور اللہ نے اسے ایک علم پر گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر کر دی ہے اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے، تو اللہ کے بعد اسے کون ہدایت دے سکتا ہے۔ تو کیا تم دھیان نہیں کرتے۔

جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا لیا ہے، وہ حق کے مقابل اپنی پسند کو وقعت دیتا ہے۔ یہ پسند بت کی صورت اختیار کرے یا مخفی رہے، گمراہی کا سبب بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنکھیں کھولنے والی نشانیاں دکھا کر یہ واضح کر دیا ہوتا ہے کہ حق کیا ہے اور اسے عملاً کس طرح ادا کیا جانا چاہئے۔ یہ معلوم ہو جانے کے بعد جو کان حق کو سن کر ان سنا کر دے، اس پر مہر کر دی جاتی ہے، جو دل من مانی کرنے کو عقل مندی جانے اس دل پر مہر کر دی جاتی ہے، جو آنکھ حقائق کو دیکھ کر بھی وہی کرے جس سے منع فرمایا گیا ہے، اس پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔ یہ کام اللہ کے ہیں، جو سب سے بڑا رحم فرمانے والا ہے، سب سے بڑا معاف کرنے والا ہے، سب سے بڑا بخشنے والا ہے۔ جس کے کان پر مہر ہو، جس کے قلب پر مہر ہو، جس کی آنکھ پر پردہ ہو اسے کون ہدایت دے سکتا ہے۔ جسے اللہ گمراہ کرے اس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہو سکتا۔ اس بات کی طرف دھیان کیا جائے، تو پھر زندگی کو بے مقصد جان کر ضائع نہیں کیا جانا چاہئے۔

حاصل: اپنی خواہش کو معبود بنانے والا گمراہ ہو جاتا ہے۔ اللہ جس کے کان پر مہر کر دے، جس کے قلب پر مہر کر دے، جس کی آنکھ پر پردہ ڈال دے وہ کبھی ہدایت نہیں پا سکتا۔ اللہ کے ساتھ اپنے تعلق کو دیکھنا چاہئے، اس کی مہربانیوں پر نظر رکھنی چاہئے۔ دھیان یہ ہے کہ بندہ یہ دیکھے کہ وہ بندگی کا حق کیسے ادا کر رہا ہے اور یہ بھی دیکھے کہ مالک کل اس کے لیے کیا کیا کر رہا ہے۔

وَقَالُوۡا مَا هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنۡيَا نَمُوۡتُ وَنَحۡيَا وَمَا يُهۡلِكُنَاۤ اِلَّا الدَّهۡرُ ۚ وَمَا لَهُمۡ بِذٰلِكَ مِنۡ عِلۡمٍ ۚ اِنۡ هُمۡ اِلَّا يَظُنُّوۡنَ ﴿۲۴﴾

اور کہتے ہیں وہ تو ہماری حیاتِ دنیا ہی ہے کہ ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور زمانہ ہی ہمیں ہلاک کرتا ہے، اور انہیں اس کا علم نہیں وہ تو محض ظن میں پڑے ہوئے ہیں۔

جب لوگوں کو یہ سنایا جاتا ہے کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے، کسی شے کو بے مقصد نہیں بنایا گیا، متاعِ حیات اللہ نے دی ہے۔ اس کی طرف سے صراطِ مستقیم کو روشن کر دیا گیا ہے اور بندہ اللہ کے حضور اس توفیق کے حوالے سے جواب دہ ہوگا، جو اسے حاصل رہی ہوگی، ہمارا آنا بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے، ہمارا جانا بھی اسی کی طرف ہوگا، تو منکرین اس کے جواب میں کہتے ہیں، کہ حیاتِ دنیا ہی ہمارے مشاہدے میں آتی ہے، موت و حیات کو ہم دیکھتے ہیں، اور اس کے پیچھے کسی کی قدرت کو ہم نہیں دیکھتے۔ مشاہدہ ہمارا یہی بتاتا ہے، کہ ایک وقت میں ایک شے پیدا ہوتی ہے، پھر بڑھتے بڑھتے عروج پر پہنچتی ہے پھر زوال پذیر ہو کر ختم ہو جاتی ہے، اس طرح یہ زمانے کا چکر ہے اور زمانہ ہی ہمیں ہلاک کر دیتا ہے۔ یہ باتیں منکرین حق کسی علم کی بنا پر نہیں کرتے، کہ علم کا مقام تو عمل کے بعد آتا ہے، یہ

at.com

باتیں وہ محض اپنے گمان کی بنا پر کرتے ہیں۔

حاصل: اللہ رب العالمین ہے، وہ ہر ایک کو علم سے پالتا ہے۔ موت و حیات کا خالق وہی ہے۔ قدرت یقین تو [illegible] پتہ دیتی ہے۔ ہماری بات علم سے ہونی چاہئے۔ محض ظن کی بنا پر بات کرتے چلے جانا [illegible]

وَ اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ مَّا کَانَ حُجَّتَہُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوا ائۡتُوۡا بِاٰبَآئِنَاۤ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۲۵﴾

اور جب ان کے سامنے ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کی حجت صرف یہی ہوتی ہے [illegible] ہیں ہمارے آباء و اجداد کو [illegible] سچے ہو۔

منکرین حق کے سامنے جب حقائق کا بیان ہوتا ہے۔ اللہ کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے [illegible] تو وہ کہتے ہیں: اگر مردوں کے زندہ ہونے کی بات حقیقت سے تعلق رکھتی ہے تو ہمارے آباء و اجداد [illegible] مان لیں گے۔ یہ حجت جہالت سے تعلق رکھتی ہے۔ بعث بعد الموت کا [illegible] کرنے والے یہ دعویٰ ہی نہیں کرتے کہ وہ منکرین حق کے آباء و اجداد [illegible]

حاصل: اللہ کی آیات کو ادب کے ساتھ متوجہ ہو کر سننا چاہئے۔ ہماری بات اس موضوع سے تعلق [illegible] ہمارے سامنے بیان کیا جا رہا ہو۔ جس نے ہمیں پہلی بار بنایا ہے [illegible] قدرت یقینی [illegible]

قُلِ اللّٰہُ یُحۡیِیۡکُمۡ ثُمَّ یُمِیۡتُکُمۡ ثُمَّ یَجۡمَعُکُمۡ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۶﴾ ع

فرما دیجئے، اللہ ہی تمہیں حیات دیتا ہے، پھر تمہیں موت دیتا ہے، پھر تمہیں قیامت کے دن [illegible] کا اس میں کوئی شک نہیں لیکن [illegible]

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں [illegible] دینے والا بھی اللہ ہے، حیات کے بعد موت دینے والا بھی اللہ ہے، قیامت [illegible] والا بھی اللہ ہی ہے۔ یہ حقائق ہیں جن کا شک سے کوئی تعلق نہیں [illegible] مقصدیت کا انکار کرنے والے [illegible] ہیں اور [illegible] ہیں۔ حقائق کا [illegible]

حاصل: حیات دینے والا اللہ ہے۔ اس کے بعد موت دینے والا بھی اللہ ہے۔ قیامت کے دن [illegible] اعمال کی جزا دینے کے لیے جمع کرنے والا بھی اللہ ہے۔ ان حقائق پر شک نہیں [illegible] دائرے سے باہر نہیں نکلتے اس لیے لاعلم ہی رہتے ہیں۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ (الجاثیہ ۴۵) میں فرمایا ہے: ھٰذَا کِتٰبُنَا یَنۡطِقُ عَلَیۡکُمۡ بِالۡحَقِّ اِنَّا کُنَّا نَسۡتَنۡسِخُ مَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۹﴾ یہ ہماری کتاب ہے جو تم پر حق کے ساتھ بولتی ہے۔ بے شک ہم لکھتے [illegible]

rfat.com

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَىِٕذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ۝۲۷

اور اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں۔ اور جس دن ساعت قائم ہوگی، اس دن اہل باطل خسارے میں پڑیں گے۔

آسمانوں اور زمین میں بادشاہی اللہ ہی کی ہے۔ ماضی سے اس بات کی شہادت ملتی ہے، حال سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے، مستقبل میں بھی اللہ ہی مالک کل ہے۔ اللہ کی بادشاہی میں نہ کوئی دخل دے سکا ہے اور نہ کوئی دخل دے سکے گا۔ قیامت کا دن اسی کے حکم سے آئے گا۔ جو لوگ اللہ سے ملنے کو جھٹلاتے ہیں ان کے لیے قطعاً خسارہ ہی ہوگا۔ (۶:۳۱) اللہ کے مقابل شیطان کو دوست بنانے والے خسارے میں پڑیں گے۔ (۴:۱۱۹) اہل باطل، حزب الشیطان ہیں۔ ان کا انجام خسارہ ہی ہے۔ (۵۸:۱۹) جس گمان پر انہوں نے سب کچھ لگا دیا ہوگا، قیامت کے دن وہ گمان باطل ثابت ہوجائے گا۔ اس لیے اہل باطل صریحاً خسارے میں پڑیں گے۔

حاصل: اللہ کی بادشاہی کو ماننے کا ثبوت ہمارے اعمال میں نظر آنا چاہئے، ہمارے معاملات میں نظر آنا چاہئے۔ جزا کے دن اہل باطل یقیناً خسارے میں پڑیں گے، کہ ان کا سب کچھ جزا کے انکار پر لگ چکا ہوگا، اور جزا ناقابلِ تردید صورت میں ان کے سامنے ہوگی۔

وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۲۸

اور تم ہر امت کو دوزانو بیٹھے ہوئے دیکھو گے۔ ہر امت اپنی کتاب کی طرف بلائی جائے گی۔ آج تمہیں جزا دی جائے گی جو عمل تم کرتے تھے۔

قیامت کے دن ہر امت دربار الٰہی میں بڑے ادب سے حاضر ہوگی۔ جزا کا دن مجرمین پر بہت بھاری ہوگا۔ دوزانو بیٹھنا اس بات کا ثبوت ہوگا کہ الہ العالمین کا فیصلہ عن قریب سامنے آنے والا ہے، اور اس فیصلے کے درست ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اجتماعی زندگی میں لوگ اپنی ملت کے لیے جو کچھ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس ریکارڈ کا ملاحظہ کروانے کے لیے لوگوں کو بلایا جائے گا، اور انہیں بتایا جائے گا، کہ آج تمہیں اسی کی جزا دی جائے گی، جو کچھ تم حیات دنیا میں کرتے رہے۔

حاصل: جب جزا کا یقین جسم کی زبان بن جاتا ہے تو دوزانو بیٹھنا ضروری ہوجاتا ہے۔ اجتماعی زندگی کا اعمال نامہ جلوت سے تعلق رکھتا ہے، یہ لوگوں کو بلا کر دکھایا جائے گا اور اس میں وہ سب کچھ درج ہوگا، جو لوگوں نے اپنی ملت کے لئے کیا ہوگا، اور اسی کی انہیں جزا دی جائے گی۔

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۲۹

ہماری یہ کتاب تم پر حق بولتی ہے، ہم لکھتے جاتے تھے جو عمل تم کرتے تھے۔

اعمال نامہ جو اجتماعی زندگی سے تعلق رکھتا ہے، اس کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ اس کے کسی اندراج میں شک وشبہ کا مقام نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعمال کے اندراج کا اتنا یقینی بندوبست ہے کہ فرشتوں کے لکھنے کو اللہ نے اپنا لکھنا فرمایا ہے۔

حاصل: اجتماعی زندگی کا اعمال نامہ جلوت سے تعلق رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بندوبست قطعی درست ہے۔ [illegible] یقین رکھتے ہیں کہ ہمارے اعمال کو بالکل درست طریقے سے لکھا جا رہا ہے تو پھر خلافِ حق [illegible] جا سکتا۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِیْ رَحْمَتِهٖ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ ۝۳۰

تو جو لوگ ایمان لائے اور صالح عمل کیے [illegible] ان کا رب اپنی رحمت میں داخل کرے گا [illegible] واضح کامیابی ہے۔

ایمان دعویٰ ہے۔ صالح اعمال کی شہادت کے ساتھ یہ دعویٰ سچا ثابت ہوتا ہے۔ [illegible] صدق انہیں نفع دے گا۔ اللہ ان لوگوں کو اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا۔ رحمت الٰہی کا حصول [illegible] کامیابی ہے۔ [illegible] صالح اعمال کی تصدیق ہوتی ہے۔ اپنی پسند کے دائرے میں رہتے ہوئے [illegible] کے زمرے میں نہیں آئیں گے۔ اللہ کے حضور بندے کا رخ درست ثابت ہو جائے تو اللہ اسے اپنی رحمت میں داخل [illegible] معبود کا قرب نصیب ہو جائے تو یہ بڑی کامیابی ہے۔

حاصل: ایمان کا دعویٰ صالح اعمال کی شہادت کے ساتھ ہی سچا ثابت ہوتا ہے۔ [illegible] رحمتِ ربی نصیب ہو جاتی ہے۔ عبد کو معبود کا قرب نصیب ہو جائے تو یہ بڑی کامیابی ہے۔

وَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ۫ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰی عَلَیْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ ۝۳۱

اور جن لوگوں نے کفر کیا [illegible] میری آیات تم [illegible] تلاوت نہیں کی جاتی تھیں؟ تو تم نے [illegible] لوگ مجرم تھے۔

ایمان والے لوگوں کا جنہیں اللہ نے [illegible] کامیابی نصیب ہوئی [illegible] عذابِ الٰہی میں پڑے جا رہے ہیں [illegible] پڑھی جاتی تھیں تو تم ان کا انکار کرتے تھے اور تم [illegible] (۳:۱۹) [illegible] (۳۱) [illegible] نے تو ہمارے آباء و اجداد [illegible] (۴۵:۲۵) [illegible] کی بنا پر عذاب میں پڑے ہوئے ہو۔

حاصل: اللہ کی آیات [illegible] ان کے کیے کی ہی جزا دی جائے گی، ان پر ظلم نہیں ہوگا۔

rfat.com

وَ اِذَا قِيۡلَ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ السَّاعَةُ لَا رَيۡبَ فِيۡهَا قُلۡتُمۡ مَّا نَدۡرِىۡ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنۡ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحۡنُ بِمُسۡتَيۡقِنِيۡنَ ﴿۳۲﴾

اور جب یہ فرمایا جاتا کہ بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے، اور ساعت میں کچھ شک نہیں، توتم کہتے تھے ہمیں پتہ نہیں ساعت کیا ہے، ہمیں تو ظن ہی ہے اور ہم یقین نہیں رکھتے ۔

جب اللہ کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی تھیں اور یہ بتایا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ یقیناً حق ہے، اور بندوں کو قیامت کے دن ان کے اعمال کی پوری پوری جزا دی جائے گی، اور قیامت کے واقع ہونے میں کچھ شک نہیں، تو استکبار کرنے والے مجرم لوگو تم یہ کہا کرتے تھے کہ یہ قیامت کیا چیز ہے ہمیں تو اس کے بارے میں ایک ظن ہی ہے، اور ہمیں اس کا یقین بالکل نہیں۔ جب تمہیں بعث بعد الموت کو حق ماننے کے لیے کہا جاتا تھا، توتم کہتے تھے کہ ہمارے آباؤ اجداد کو لا کر دکھایا جائے تبھی ہم مانیں گے۔

حاصل: قیامت کے دن واضح کر دیا جائے گا کہ منکرین حق کیا کہا کرتے تھے۔ قیامت کے بارے میں عدم یقین، عقلی دلائل کی کمی کی وجہ سے نہیں ہوتا، حق کے مقابل اپنی پسند کو وقعت دینے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

وَبَدَا لَهُمۡ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوۡا وَحَاقَ بِهِمۡ مَّا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ﴿۳۳﴾

اور ان پر ان کے عملوں کی برائیاں ظاہر ہو جائیں گی، اور وہی ان کو گھیرے گی جس کا استہزاء کرتے رہے تھے۔

منکرین حق پر قیامت کے دن یہ واضح ہو جائے گا، کہ عقل کرتے ہوئے انہیں یقین کا راستہ اختیار کرنا چاہئے تھا، جو کچھ وہ حیات دنیا میں کرتے رہے، وہ محض ان کے ظن کی بنا پر تھا۔ استکبار کرنے والے جس جزا کا مذاق اڑایا کرتے تھے، وہ بصورتِ جہنم ان کو گھیرے گی۔ انسان خلاف حق کرتے ہوئے اپنے لیے جہنم کا ایندھن اکٹھا کرتا رہتا ہے۔ یہ ایندھن قیامت کے دن اسے ظاہراً نظر آئے گا۔ اس وقت جو خلوت ہے، وہ قیامت کے دن جلوت ہو جائے گی۔

حاصل: خلاف حق اعمال کی حقیقت جہنم کا ایندھن ہے۔ یہ ایندھن منکرین حق کو قیامت کے دن ظاہراً نظر آئے گا۔ جزا کا مذاق اڑانے والے لوگوں کو ان کا اپنا اکٹھا کیا ہوا ایندھن، بصورتِ آگ گھیرے گا۔

وَقِيۡلَ الۡيَوۡمَ نَنۡسٰٮكُمۡ كَمَا نَسِيۡتُمۡ لِقَآءَ يَوۡمِكُمۡ هٰذَا وَمَاۡوٰٮكُمُ النَّارُ وَمَا لَـكُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِيۡنَ ﴿۳۴﴾

اور فرمایا جائے گا، آج ہم تمہیں نظر انداز کریں گے، جس طرح تم اس دن کی ملاقات کو نظر انداز کیے ہوئے تھے، اور تمہارا ٹھکانا آگ ہے، اور کوئی تمہارا مددگار نہیں۔

منکرین حق پر واضح کر دیا جائے گا، کہ تم پر ہماری آیات پڑھی جاتی تھیں، تم کو تمہارے انجام سے آگاہ کیا جاتا تھا تو تم اس کو نظر انداز کر دیتے تھے، اسی طرح آج تم کو بھی نظر انداز کر دیا جائے گا (۲۰:۱۲۶) اور رحم کرنے والوں میں سب سے بڑا رحم کرنے والا تمہیں نظر انداز

at.com

کرے گا۔ تمہارا ٹھکانا آگ ہے، جس کا ایندھن تمہارے اعمال کی صورت میں تمہارا اپنا لایا ہوا ہے، اور یہاں تمہارا کوئی مدد نہیں کر سکتا، نہ تمہاری چیخ پکار پر توجہ دی جائے گی۔

حاصل: جو حق کو سن کر اسے نظر انداز کرتا ہے، جب قیامت کے دن اسے ارحم الراحمین کی طرف سے نظر انداز کیا جائے گا تو یہ اس کے لیے بڑی سزا ہوگی۔ اسے بتا دیا جائے گا کہ تمہارا ٹھکانا آگ ہے، اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔

ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّ غَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ۝

یہ اس لیے ہے کہ تم نے اللہ کی آیات کا مذاق اڑایا اور حیات دنیا نے تمہیں دھوکا دیا، تو آج نہ انہیں اس سے نکالا جائے گا، اور نہ ان کی معذرت سنی جائے گی۔

سب رحم کرنے والوں سے بڑا رحم کرنے والا اللہ ہی ہے۔ وہ فرمائے گا قیامت کے دن [illegible] حیات دنیا میں اللہ کی آیات کا مذاق اڑایا کرتے تھے اور اللہ کے رسول کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ [illegible] انہیں نکالا جائے گا، نہ ہی ان کی معذرت قبول کی جائے گی [illegible]

حاصل: جو لوگ اللہ کی آیات کا مذاق اڑاتے ہیں، وہ حق پہنچانے والوں کا بھی مذاق اڑاتے ہیں [illegible] انہیں دھوکا دیتی ہے کہ انہیں اس سے آگے پتہ معلوم ہی نہیں ہوتا۔ قیامت کے دن نہ انہیں [illegible] اور نہ ان کی معذرت سنی جائے گی۔

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

تو تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو آسمانوں کا رب ہے اور زمین کا رب ہے، اور سب جہانوں کا رب ہے۔

[illegible]

حاصل: آسمانوں میں، زمین میں اور عالمین میں ربوبیت کرنے والی ذات [illegible] کی شان ہے کہ وہ ہر ایک کو پالتا ہے [illegible]

وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۪ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ع

اور آسمانوں اور زمین میں اسی کے لیے بڑائی ہے، اور وہی سب سے غالب حکمت والا ہے۔

rfat.com

اللہ معطی مطلق ہے، ربوبیت ہر مقام پر اسی کی شان ہے، اور وہ احتیاج سے پاک ہے۔ جو استکبار میں مبتلا ہو وہ اللہ کی کبریائی کا منکر ہوتا ہے، اسے عزت وحکمت کی راہ کبھی نہیں ملتی۔

حاصل: استکبار سے بچنا ہی اللہ کی عظمت کو ماننے کا ثبوت ہے۔ عزیز وحکیم کے ساتھ میں جو راحت ہے، وہ بھی اللہ کے واحد اور لاشریک ہونے کا ثبوت ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ ابراہیم (۱۴) میں ارشاد فرمایا ہے: مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰي شَيْءٍ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۝ اپنے رب سے کفر کرنے والوں کی مثال ایسے ہے، کہ ان کے اعمال راکھ کے ڈھیر کی مانند ہیں، کہ آندھی کے دن اس پر ہوا کا سخت جھونکا آئے، ساری کمائی سے کچھ ہاتھ نہ لگے۔ یہی دور کی گمراہی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حٰمٓ ۝ حروف مقطعات

ان حروف کو الگ الگ پڑھا جاتا ہے۔ ان کے معنوں کا تعین کرنا ضروری نہیں [illegible] ہے۔

حاصل: حقائق سے آگہی اسے حاصل ہوگی، جو بولنے اور خاموش رہنے کے مقامات کو پہچان [illegible] گا۔

تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ ۝ کتاب کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو عزیز حکیم ہے۔

قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے کہ حق و منشاء الٰہی کے مطابق [illegible] ہمارے رشد کے درست ہونے پر شاہد ہونا چاہیے۔ کتاب اللہ کی تصدیق کے بعد کسی اور [illegible] کی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مقابل کی قوت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا [illegible] چاہے کر سکتا ہے۔ بندے کو اگر مطلوب ہو تو اللہ کے فرمان سے بڑی زندگی حاصل ہوتی ہے [illegible] فرمان کو مانے گا۔

حاصل: کتاب اللہ کی سند اس قدر لائق احترام ہے کہ اس کے بعد کسی دوسری طرف دیکھنے کی [illegible] کتاب اللہ کو ماننے والا عبدالعزیز ہوتا ہے، عبدالحکیم ہوتا ہے۔

مَا خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ مَا بَیۡنَہُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا عَمَّاۤ اُنۡذِرُوۡا مُعۡرِضُوۡنَ ۝ ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے برحق اور ایک مقررہ مدت کے ساتھ ہی تخلیق فرمایا ہے۔ اور کافر لوگ جس سے ڈرائے جاتے ہیں اس سے اعراض کرتے ہیں۔

آسمانوں کو اللہ نے تخلیق فرمایا ہے، زمین کو اللہ نے تخلیق فرمایا ہے، آسمان اور زمین کے درمیان جو کچھ ہے سب کو تخلیق فرمایا ہے۔ اللہ نے جو چیز بنائی ہے حق کے ساتھ بنائی ہے، ایک مقصد کے ساتھ بنائی ہے [illegible] استعمال کیا جائے گا اس سے خرابی پیدا ہوگی۔ ہر ذات کا ایک اجل کی تمام [illegible] اللہ کے فرمان کے [illegible] کرتا ہے کہ ماضی، حال اور مستقبل باہم مربوط ہیں [illegible] جب قیامت سے ڈرایا جاتا ہے تو وہ توجہ [illegible] لیتے ہیں۔

حاصل: عطائے الٰہی کو حق کے مطابق استعمال کرنے میں ہی بھلائی ہے۔ یہ کائنات ایک معین وقت تک ہے۔ قیامت کی بات سن کر منہ پھیر لینا، علامتِ کفر ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِی السَّمٰوٰتِ ؕ اِیْتُوْنِیْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَاۤ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ④

فرما دیجئے، بھلا دیکھو تو جنہیں تم اللہ کے مقابل پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ انہوں نے زمین میں کیا خلق کیا ہے، یا آسمانوں میں ان کی شرکت ہے۔ میرے پاس اس سے قبل کی کتاب یا علم کے آثار لاؤ اگر تم سچے ہو۔

قیامت کی بات کو سن کر اعراض کرنے والے، کافر لوگوں سے یہ کہنے کا حکم دیا گیا ہے کہ جن کو تم اللہ کے مقابل پکارتے ہو، ان کی حقیقت پر نظر کرو۔ ذرا دکھاؤ زمین میں ان کا کیا پیدا کیا ہوا ہے۔ کسی بھی شے کا نام نہیں لیا جا سکتا جس کو زمین میں اللہ کے سوا کسی نے پیدا کیا ہو۔ آسمانوں میں بھی کافروں کے معبودوں نے کچھ پیدا نہیں کیا ہے۔ اللہ کے مقابل جن کو معبود ٹھہرایا جاتا ہے، ان کے لیے دو طرح کی اسناد پیش کی جانی چاہئیں: کسی آسمانی کتاب سے اللہ کے مقابل کسی معبود کا ثبوت دیا جائے، یا تجربات کی بنا پر حاصل ہونے والے علم کے آثار سے یہ ثابت کیا جائے کہ اللہ کے مقابل کوئی خالق ہے۔ کوئی آسمانی کتاب ایسی نہیں ہے جو اللہ کے مقابل کسی اور خالق کا ذکر کرے۔ تجربات کی بنا پر حاصل ہونے والے علم سے بھی یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا، کہ اللہ کے مقابل کوئی خالق ہے۔ اگر بات بے سند ہو تو اس کے کرنے سے رک جانا چاہئے۔

حاصل: معبود کی شان ہے کہ وہ خالق کل ہے۔ اللہ کے مقابل جن کو کافر لوگ پکارتے ہیں، ان کا زمین و آسمان کی تخلیق میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ کسی کتاب اللہ سے اللہ کے مقابل کسی معبود کا ثبوت نہیں دیا جا سکتا، علم کے آثار سے اللہ کے مقابل کسی معبود کا ثبوت نہیں دیا جا سکتا۔ بے سند بات کرنا کبھی صداقت کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَهٗۤ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ⑤

اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہو سکتا ہے، جو اللہ کے مقابل انہیں پکارے جو قیامت تک اس کی نہ سنیں اور وہ ان کی دعا سے ہی غافل ہوں۔

منکرینِ حق جن کو اللہ کے مقابل معبود ٹھہراتے ہیں، وہ کچھ خلق نہیں کرتے اور خود خلق کیے گئے ہیں۔ (۱٦:۲۰) مخلوق تو خالق کے برابر ہو ہی نہیں سکتی۔ اللہ کی بندگی حق ہے اور اس کے مقابل جنہیں پکارا جائے وہ باطل ہے۔ جن لوگوں کو دائمی پاک دامنی کا شرف مل جاتا ہے، وہ اللہ کے ساتھ رہتے ہیں۔ ان کو اللہ کے مقابل لوگوں کی صف میں شمار کرنا درست نہیں ہوگا۔ اللہ نے کافروں کے حال کی وضاحت کے لیے ایک مثال بیان فرمائی ہے: کہ اللہ کا پکارنا حق ہے، کہ وہ ہر مقام پر ہر آواز کو سنتا ہے، اور جن کو اللہ کے مقابل پکارا جاتا ہے، وہ تو کچھ بھی نہیں سنتے۔ ان کی مثال ایسے ہے کہ کوئی پانی کے سامنے اپنی ہتھیلیاں پھیلائے بیٹھا ہو کہ پانی اس کے منہ میں پہنچ جائے، اور وہ ہرگز نہ پہنچے گا۔ (۱۳:۱۴) جو کسی کی پکار سے ہو ہی غافل، وہ اس کی کیا سن سکتا ہے۔ اس سے یہ روشن ہوتا ہے کہ کافروں کی دعا بھٹکتی ہی رہتی ہے۔

at.com

حاصل: بت پرست سب سے بڑھ کر گمراہ ہوتا ہے، کہ اپنی خواہشات سے اپنا معبود بناتا ہے، اور یہ بھی جانتا ہے کہ اس کا بنایا ہوا اس کی کچھ سنتا نہیں ہے۔ بت پرست اپنے بنائے ہوئے کو مانتا ہے، اپنے بنانے والے کو نہیں مانتا۔ معبود کی یہ شان نہیں کہ وہ اپنے عبد کی پکار سے غافل ہو۔

وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝

اور جب لوگوں کا حشر ہوگا، وہ ان کے دشمن ہوں گے، اور ان کی عبادت کا انکار کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والوں کا اتباع راہ فلاح ہے۔ پاک لوگوں نے تو اس میں اپنی پیروی کا حکم [illegible] گمراہی ہی پیدا ہوگی۔ قیامت کے دن جب پاک لوگوں سے یہ پوچھا جائے گا: کیا تم نے میرے بندوں کو گمراہ کیا [illegible] (۱۷:۲۵) تو وہ عرض کریں گے، پاک ہے تیری ذات اقدس ہمیں لائق نہیں تھا کہ تیرے سوا کسی کو [illegible] اور ان کے آباء کو متاع دی حتیٰ کہ وہ تیری نصیحت کو بھول گئے اور یہ ہلاک ہونے والے بنے۔ [illegible] دیا ہے تو اب نہ تمہیں عذاب کو خود سے پھیر دینے کی استطاعت ہے نہ اپنی مدد کرنے کی استطاعت ہے۔ (۱۹:۲۵) [illegible] منکرین حق سے بیزاری کا اظہار ہر شے طبعی طور پر کرے گی۔

حاصل: ہمیں اپنے عقیدے کو حق کے مطابق بنانا چاہئے۔ [illegible] اگر حق کو اپنی خواہشات کے مطابق بنانے کی کوشش ہوئی تو انجام قطعی خسران ہوگا۔

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

اور جب ان پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو کافر اپنے پاس آئے ہوئے حق کے بارے میں کہتے ہیں یہ کھلا جادو ہے۔

جب کافروں کے سامنے قرآن پاک کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو حقائق [illegible] پاس انہیں پہنچتے ہیں تو کافر یہ کہتے ہیں کہ یہ بیان تو ظاہر [illegible]

حاصل: حقائق ناقابل تردید ہوتے ہیں، راہ حق روشن [illegible] کا اثر بھی راہ فلاح کی طرف نہیں لاسکتا [illegible] راہ فلاح پر ہوتا ہی نہیں۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ ؕ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

کیا کہتے ہیں کہ اس کا افترا کیا ہے؟ فرما دیجئے اگر میں نے افترا کیا ہے تو تم اللہ کی طرف سے میرے لیے کسی شے کے مالک نہیں۔ اسے خوب علم ہے ان باتوں میں تم کیے ہوئے ہو، اور وہ کافی ہے میرے اور تمہارے مابین گواہ، اور وہ غفور الرحیم ہے۔

قرآن پاک کا بیان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک سے سن کر کافر لوگ اسے جادو کہنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے تھے کہ یہ اللہ کا فرمان تو نہیں ہے، سنانے والے صاحب کی من گھڑت باتیں ہیں۔ ان لوگوں پر یہ واضح کیا گیا ہے کہ اللہ قادرِ مطلق ہے، احتیاج سے پاک ہے، اس کے بارے میں ایسی باتیں بنانے والے کا انجام عبرتناک ہی ہو سکتا ہے۔ کون ہے جو اس کی گرفت سے مفتری کو چھڑا سکے گا اور شعور کی موجودگی میں عبرتناک انجام کی طرف جانا ممکن ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر شے کا علم رکھتا ہے۔ اسے خوب علم ہے جو کچھ کافروں نے گھڑا ہے۔ حق سنانے والے اور حق کو سن کر اسے افتریٰ کہنے والوں کے مابین اللہ ہی سب سے بڑا گواہ ہے۔ اللہ کا فرمان اس کی منشاء کے مطابق ہی پہنچایا گیا ہے۔ اللہ لوگوں کو مہلت دیتا ہے کہ وہ حق کو سن کر اصلاح کو قبول کریں، وہ انہیں بخش بھی دیتا ہے، ان پر رحم بھی فرماتا ہے۔

حاصل: مفتری اللہ تعالیٰ کو علیم مطلق نہیں مانتا، وہ جزا پر یقین بھی نہیں رکھتا۔ وہ پاک نہیں ہوتا، اسے کسی کو پاک کرنے کا شرف بھی نہیں ہو سکتا۔ اللہ یہ دیکھتا ہے کہ اس کے بارے میں کیا کہا گیا ہے، اور سننے والوں نے اس کا کیا جواب دیا ہے۔ اصلاح کو قبول کرنے والوں کو بخش دینا اور ان پر رحم فرمانا اللہ کی سنت ہے، اللہ کے بندوں کو بھی ایسا ہی کرنا چاہئے۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ۭ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ ۹

فرما دیجئے میں کچھ نیا رسول نہیں ہوں، اور نہ یہ ادراک ہے کہ میرے ساتھ کیا ہو گا اور تمہارے ساتھ کیا ہو گا۔ میں تو اسی کا اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی آتی ہے، اور میں تو صاف ڈر سنانے والا ہی ہوں۔

مرسلین کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے بھی بھیجا گیا ہے، اس لیے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت، ماضی کے مرسلین کی مصدق ہے، اور ماضی کے مرسلین آپ کی رسالت کی بشارت دیتے رہے ہیں۔ اللہ کے رسول کی یہ شان ہی نہیں کہ وہ ذاتی علم کا دعویٰ کرے، اور اس کی بنا پر یہ بتائے کہ اس کا مستقبل کیا ہو گا اور دوسروں کا مستقبل کیا ہو گا۔ ایسا علم کبھی قیافے سے خالی نہیں ہو سکتا۔ ایسے علم سے کبھی لوگوں کو راہِ فلاح نہیں مل سکتی۔ ایسا علم، اللہ کی معیت کے راستے میں ہمیشہ بڑی رکاوٹ بن جاتا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تو اسی کا اتباع کرتا ہوں جو میری طرف اللہ تعالیٰ نازل فرماتا ہے، میری اپنی کوئی بات نہیں ہوتی، میری بات اللہ کی بات ہوتی ہے۔ میں وہ علم عطا کرتا ہوں جو علم تمہیں نہیں تھا، اور میں تمہیں تمہارے انجام سے اسی علم کی بدولت ڈرا رہا ہوں جو علم مجھے اللہ نے دیا ہے۔

حاصل: اللہ کے رسول کا تعارف اللہ نے کروایا ہے۔ ذاتی علم شانِ رسالت کے منافی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو علم عطا کیا وہ انتہائی قابل احترام ہے۔ شاہد کی یہ شان بتائی گئی ہے کہ وہ بشارت بھی دیتا ہے، ڈر بھی سناتا ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَلٰي مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ۱۰ ع

فرما دیجئے بھلا دیکھو تو اگر یہ عند اللہ ہو اور تم اس کا انکار کر بیٹھو، اور بنی اسرائیل سے شاہد اس کی مثل پر شہادت دے، پھر وہ ایمان لائے اور تم استکبار کرو۔ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

دعوت فکر دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ جس قرآن پاک کو تم افترا کہہ رہے ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو تو اس سے [illegible] تمہارے لیے کچھ نہیں ہو سکتا۔ اور اگر تم اس کا انکار کر بیٹھو گے تو اس سے بڑا خسارہ بھی تمہارے لیے کچھ نہیں ہو سکتا۔ اور قرآن پاک کے بارے میں تمہیں اپنے لوگوں میں سے یعنی بنی اسرائیل سے کئی بڑے صاحب علم و فضل کی شہادت پہنچ چکی ہے [illegible] علم و فضل والا ایمان لے آئے، اور قرآن پاک کے حق ہونے کی شہادت دے، یہ شہادت دے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے [illegible] ہے کہ ماضی اس کی تصدیق کرتا ہے، اور تم اس کی بات کو سن کر تکبر کرتے ہو [illegible] گا، اور ظالم لوگوں کو کبھی ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔

حاصل: قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے، اس کا انکار بڑے [illegible] ماضی کا علم رکھنے والا جب حال کی تصدیق کرے تو اس کی شہادت بڑی شان رکھتی ہے۔ [illegible] کرتا ہے جو شیطان کا ساتھی ہو۔ ظالم کو کبھی ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحج (۲۲) میں ارشاد فرمایا ہے: ومن الناس من یجادل فی اللہ بغیر علم ولا ھدی ولا کتب منیر ○ ثانی عطفہ لیضل عن سبیل اللہ لہ فی الدنیا خزی ونذیقہ یوم القیمۃ عذاب الحریق [illegible] اللہ کے بارے میں بغیر علم و ہدایت کے اور بغیر کتاب منیر کے جھگڑتا ہے [illegible] بہکائے۔ اس کے لیے دنیا میں رسوائی ہے، اور قیامت کے دن ہم اسے جلنے کا عذاب چکھائیں گے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ۗ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ○

اور کافر ایمان والوں سے [illegible] قدیم [illegible]

[illegible]

حاصل: قرآن پاک [illegible]

Marfat.com

وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ۚ ﴿۱۲﴾

اور اس سے قبل کتابِ موسیٰ امام و رحمت تھی، اور یہ کتاب زبانِ عربی میں اس کی مصدّق ہے، کہ ظلم کرنے والوں کو ڈر سنائے اور محسنین کے لیے بشارت ہو۔

قرآن پاک سے قبل حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی گئی کتاب توریت شریف لوگوں کی رہنمائی کرتی تھی، اور ان کے لیے باعث رحمت تھی۔ قرآن شریف زبان عربی میں اس کی تصدیق کرنے والی کتاب ہے۔ حق کی تصدیق کرنے والی کتاب کو جھوٹ قرار دینا ممکن نہیں۔ توریت شریف کا منشا بھی یہ تھا کہ خلاف حق کرنے والوں کو ان کے انجام سے ڈرایا جائے، اور احسان کرنے والوں کو یہ خوش خبری دی جائے کہ انہیں فلاح نصیب ہوگی۔ قرآن پاک بھی ظالموں کو ان کے انجام سے ڈراتا ہے، اور احسان کرنے والوں کو فلاح کی بشارت دیتا ہے۔ توریت شریف میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی نشانیاں بیان فرمائی گئی ہیں کہ اہل کتاب کے لیے آپ کو پہچاننے میں کچھ مشکل نہیں۔

حاصل: قرآن پاک حال پر تا قیامت امام اور رحمت ہے۔ حال ماضی کا مصدّق ہے ماضی حال کا مصدّق ہے۔ خلاف حق کرنے والوں کو ان کے انجام سے ڈرانا اور احسان کرنے والوں کو فلاح کی بشارت دینا، شاہدین کا کام ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۚ ﴿۱۳﴾

بے شک جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس پر استقامت پکڑی تو ان پر نہ خوف ہے اور نہ ہی انہیں غم ہوگا۔

احسان کرنے والے لوگوں کا حال بیان فرمایا گیا ہے، وہ یہ کہتے ہیں: ہمارا رب اللہ ہے، وہی ہمارا پالنے والا ہے، وہی ہماری ضروریات کا سب سے بڑا جاننے والا ہے، وہی قادر مطلق ہے۔ اس کی طرف سے جو بھی عطا ہو وہ بڑے علم سے ہوتی ہے۔ یہ تسلیم کر لینے کے بعد استقامت سے اس پر پورا رہ کر دکھانا صداقت کا ثبوت ہوتا ہے۔ ہونے کا مقام ہو تو شکر ادا کیا جاتا ہے، ہونے کا مقام آنے والا ہو تو صبر کیا جاتا ہے۔ جو لوگ نتائج کو باذن اللہ جانتے ہیں، انہیں خوف و حزن سے نجات مل جاتی ہے۔

حاصل: محسنین یہی کہتے ہیں، اللہ ہمارا ربّ ہے، پھر استقامت سے اپنی صداقت کا ثبوت دیتے ہیں۔ جو نتائج کو باذن اللہ مان لیں، انہیں خوف و حزن سے نجات مل جاتی ہے۔

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

وہ اہلِ جنّت ہیں، اس میں ہمیشہ رہیں گے، جزا ان اعمال کی جو وہ کرتے رہے۔

اہل جنت کی پہچان بتائی گئی ہے، کہ اس آئینے میں دیکھ کر اپنا رخ سیدھا کیا جا سکتا ہے۔ رخ درست ہو تو انجام جنت ہوگا۔ یہ دائمی انعامات کا مقام ہے۔ محسنین کو جن انعامات سے جنّت میں نوازا جائے گا، وہ ان کے اعمال کی جزا ہوں گے۔

at.com

حاصل: اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ آئینے میں دیکھنا چاہیے۔ رخ درست ہو تو محسنین کے ساتھ شامل [illegible] کرنا چاہیے، ورنہ اصلاح حال میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ ہمارے اعمال کی جزا انہی میں ملے گی۔

وَ وَصَّيۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَيۡهِ اِحۡسٰنًا‌ ؕ
حَمَلَتۡهُ اُمُّهٗ كُرۡهًا وَّ وَضَعَتۡهُ كُرۡهًا‌ ؕ
وَحَمۡلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰـثُوۡنَ شَهۡرًا‌ ؕ حَتّٰٓى
اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرۡبَعِيۡنَ سَنَةً ۙ
قَالَ رَبِّ اَوۡزِعۡنِىۡۤ اَنۡ اَشۡكُرَ نِعۡمَتَكَ
الَّتِىۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَىَّ وَعَلٰى وَالِدَىَّ وَاَنۡ
اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰٮهُ وَاَصۡلِحۡ لِىۡ
فِىۡ ذُرِّيَّتِىۡ ‌ۚ اِنِّىۡ تُبۡتُ اِلَيۡكَ وَاِنِّىۡ
مِنَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ۞

اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ احسان کرنے کی وصیت کی۔ اس کی ماں نے تکلیف سے اسے پیٹ میں رکھا اور تکلیف سے اسے جنا، اور اس کا حمل اور دودھ چھڑانا تیس مہینے ہے حتیٰ کہ جب پختگی کو پہنچتا ہے اور چالیس کے سال میں داخل ہوتا ہے تو دعا کرتا ہے: اے میرے رب مجھے سنبھال کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو عطا کی ہے اور صالح عمل کروں جس سے تو راضی ہو اور میرے لیے میری اولاد کی اصلاح فرما دے۔ میں تیری طرف رجوع لایا اور میں فرماں برداروں سے ہوں۔

والدین کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس وقت کی [illegible]
کہ وہ ان کے لیے باعث راحت ہو، وہ جو کارخیر بھی کرنا چاہیں [illegible]
شرکت کریں تو ان کی ذاتی خدمت کا حق ادا کرنا چاہیے [illegible]
معاشرے میں خوبی مستحکم ہوتی چلی جاتی ہے۔ [illegible]
ہوں تو پھر ان کے نقش قدم پہ [illegible] مستقیم [illegible]
مقام کی وضاحت فرمائی ہے۔ بچے کو پیٹ میں اٹھائے [illegible]
بڑی خدمت ہے۔ [illegible]
رب العالمین [illegible]
[illegible] پیٹ میں [illegible]
[illegible] اللہ تعالیٰ کی طرف سے قوت [illegible]
اس کا تعین [illegible]
جاتا۔ [illegible]
[illegible] ماں باپ [illegible]
دیکھا جاتا ہے [illegible]

rfat.com

آجاتی ہے، روحانی لحاظ سے بھی اس کے اندر پختگی آجاتی ہے۔ اس کے اپنے تجربات اور مشاہدات اسے یہ بتاتے ہیں کہ حق کے حوالے سے اس کو کیا کرنا چاہیے تھا، اور اس نے کیا کیا ہے۔ اس کو اپنے حقوق بھی نظر آتے ہیں مگر دوسروں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کے گناہ سے بچنا اس کا طریق زندگی ہو جاتا ہے۔ جو اس کے ساتھ ہو رہا ہوتا ہے، وہ اسے باذن اللہ مانتا ہے اور خدمتِ خلق کو کبھی موخر نہیں کرتا۔ عمر کی اس حد پر پہنچ کر طبیعت میں توازن آجاتا ہے، اور بندہ حقوق العباد کو بطریق احسن ادا کرنے کی صلاحیت اپنے اندر دیکھتا ہے، تب وہ دعا کرتا ہے: اے میرے رب تیرے سہارے کے بغیر میں اپنا توازن قائم نہیں رکھ سکتا۔ تو نے مجھے بھی اپنے فضل سے نوازا، میرے والدین کو بھی اپنے فضل سے نوازا۔ جس مقام پر میں یہ دعا کر رہا ہوں، اس پر پہنچنا تیرے فضل سے ہی ممکن ہوا۔ تو میری رہنمائی فرما کہ میں صالح عمل کروں، صالحین کی معیت اختیار کروں جس سے تو راضی ہو۔ میری اولاد کو بھی راہ راست پر رکھ کہ وہ بھی صالح ہوں۔ میں تیری طرف رجوع لاتا ہوں، اور میں فرمانبردار لوگوں سے ہوں۔ اصلاح معاشرہ کے لیے سنجیدگی کا مقام اس قدر واضح کر دیا گیا ہے، کہ شعور کی موجودگی میں چالیس کے سن میں داخل ہونے والا کوئی بھی فرد اس سے غافل نہیں رہ سکتا۔

حاصل: والدین کے ساتھ احسان کرنے کا حکم ہے۔ والدین حق کے منکر بھی ہوں تو بھی ان کی ذاتی خدمت کا حق ضرور رہتا ہے اولاد پر۔ ماں کے ساتھ تعلق ایسا ہونا چاہیے کہ اسے اصول وضوابط نہ سمجھائے جائیں، اس کی بات امرالٰہی کے خلاف نہ ہو تو مان لینی چاہیے۔ اس کی خوشی کے لیے مال خرچ کرنا ضروری ہے۔ کم سے کم مدت جس میں بچہ پیدا ہو سکتا ہے، اس کا تعین کرنا ضروری ہے کہ پاک اور ناپاک کے درمیان وقف رہے۔ حمل کے دوران اور رضاعت کے وقت میں ماں باپ ایک دوسرے کے قریب نہ جائیں تو اس سے بڑی برکات حاصل ہوتی ہیں۔ چالیس سال کے سن میں داخل ہو کر سنجیدگی اور قناعت بندے کا حال ہو جائے تو حق ہے، اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے، والدین کے لیے دعا کرنی چاہیے، صالحین کی معیت اختیار کرنی چاہیے، کہ اللہ اس سے راضی ہوتا ہے۔ اپنی اولاد کے لیے دعا کرنی چاہیے کہ وہ صالح ہو۔ یہ کہنا چاہیے کہ یا اللہ میں تیری طرف رجوع لایا اور میں فرمانبرداروں سے ہوں۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ؕ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝۱۶

یہ ہیں وہ لوگ جن کے اچھے اعمال کو ہم قبول کرتے ہیں، اور ان کی کوتاہیوں سے درگزر کرتے ہیں، یہ اہلِ جنّت ہیں۔ ان سے کیا جانے والا وعدہ پورا ہو گا۔

جو لوگ چالیس کے سن میں داخل ہوتے ہوئے سنجیدگی اور متانت کو اپنا حال بنا لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقصود بناتے ہیں، اولاد کو راہ راست پر رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لاتے ہیں اور فرمانبرداروں سے رہتے ہیں، ان کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے، کہ ان کے اچھے اعمال اللہ کے ہاں مقبول ہوتے ہیں، ان کی کوتاہیوں کو معاف کر دیا جاتا ہے، یہ جنّتی حضرات ہیں۔ جنّت کی حقیقت راحت ہے۔ ان لوگوں سے اللہ نے راحت کا وعدہ فرما رکھا ہے اور یہ وعدہ پورا ہو گا۔

حاصل: جن اعمال کا مقصود رضائے الٰہی ہو، وہ اچھے ہوتے ہیں، اور اللہ کے ہاں مقبول ہوتے ہیں۔ جن لوگوں کے اچھے اعمال اللہ کے ہاں مقبول ہوتے ہیں، ان کی کوتاہیوں کو معاف کر دیا جاتا ہے۔ ایسے جنّتی لوگوں سے راحت

کا وعدہ ہے، اور یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پورا ہوگا۔

وَالَّذِیۡ قَالَ لِوَالِدَیۡهِ اُفٍّ لَّکُمَاۤ اَتَعِدٰنِنِیۡۤ اَنۡ اُخۡرَجَ وَ قَدۡ خَلَتِ الۡقُرُوۡنُ مِنۡ قَبۡلِیۡ ۚ وَ هُمَا یَسۡتَغِیۡثٰنِ اللّٰهَ وَیۡلَکَ اٰمِنۡ ٭ۖ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚۖ فَیَقُوۡلُ مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیۡرُ الۡاَوَّلِیۡنَ ۝

اور جس نے اپنے والدین سے کہا میں تم سے بیزار ہوں، کیا مجھے اس سے ڈراتے ہو کہ اٹھایا جاؤں گا، حالانکہ مجھ سے پہلے کتنی ہی قومیں گزر چکی ہیں۔ اور وہ اللہ سے مدد مانگتے ہیں، اور کہتے ہیں تجھ پر افسوس ہے تو ایمان لے آ، بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ وہ یہی جواب دیتا ہے کہ یہ تو محض اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔

یہ مومن والدین کے کافر بیٹے کا ذکر ہے۔ جب والدین اسے یوم حساب کا یقین دلاتے ہیں تو وہ ان سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے، اور یہ سمجھتا ہے کہ والدین مجھے عیش و عشرت سے روکنا چاہتے ہیں، اس لیے مجھے قیامت سے ڈراتے ہیں۔ [illegible] دیتے ہوئے بہانہ بناتا ہے کہ جس قیامت سے آپ مجھے ڈراتے ہیں، وہ ایک عرصہ دراز سے [illegible] کہ مجھ سے پہلے بہت لوگ گزر چکے ہیں ان میں سے کوئی بھی جزا کے لیے اٹھایا نہیں گیا۔ والدین بیٹے کی [illegible] مدد مانگتے ہیں، اور بیٹے کو سمجھاتے ہوئے یہ کہتے ہیں: تجھ پر افسوس ہے کہ تو [illegible] بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ قیامت ضرور آئے گی اور تجھے تیرے کیے کی جزا مل کر رہے گی۔ [illegible] کرتے ہیں، نہ قیامت آئی ہے نہ آئے گی۔ یہ تو محض اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔

حاصل: نیک لوگوں کی اولاد بھی حق کا انکار کرنے لگے تو والدین سے بیزاری کا اظہار کرتی ہے۔ [illegible] پر عمل کے لیے دیے گئے وقت کے ضائع ہونے پر ہوتی ہے۔ والدین کو اولاد کی بڑی پرواہ ہوتی ہے۔ [illegible] سن کر بھی وہ سمجھاتے ہی چلے جاتے ہیں، ایمان لانے کی تاکید کرتے ہیں [illegible] رہے گی کہ اللہ کا حکم یہی ہے۔ مگر مغرور لوگ حق کو [illegible] کہتے ہیں یہ تو اگلے [illegible]

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ حَقَّ عَلَیۡهِمُ الۡقَوۡلُ فِیۡۤ اُمَمٍ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ مِّنَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ ؕ اِنَّهُمۡ کَانُوۡا خٰسِرِیۡنَ ۝

یہی لوگ ہیں جن پر قول حق ہو چکا [illegible] کی امتوں میں سے جو ان سے پہلے گزر چکی ہیں۔ بے شک وہ خسارے والے تھے۔

جن و انس کے صراط مستقیم پر ہونے کا ثبوت یہی ہے [illegible] عذاب میں پکڑے جاتے ہیں۔ ان پر عذاب وہاں سے آتا ہے جس کا انہیں شعور بھی نہیں ہوتا۔ قیامت [illegible] کے آگے ساری رسوائی اور بربادی ان لوگوں پر ہے۔ (۱۶:۲۰)

حاصل: حق کا انکار کرنے والے یقیناً خسارے کی راہ پر پڑ جاتے ہیں۔ ان کا انجام وہی ہوتا ہے جو پچھلے [illegible]

rfat.com

کا ہو چکا ہے۔ جو حق کے مقابل باطل کو مانتے ہیں، وہ ہمیشہ خسارے میں رہتے ہیں۔

وَ لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَ لِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿١٩﴾

اور ہر ایک کے لیے اپنے اعمال کے مطابق درجات ہوں گے، تاکہ اللہ ان کے اعمال انہیں پورے دے، اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

والدین کے ساتھ احسان کرنے والے اور احسان نہ کرنے والے مساوی نہیں ہیں۔ ہر ایک کے لیے اپنے اعمال کے مطابق درجات ہوں گے۔ اہل جنت کو جو کچھ عطا ہوگا وہ کبھی ختم نہ ہونے والی نعمتیں ہوں گی۔ (۱۰۸:۱۱) منکرین حق کو ان کا کیا ہوا پورا دیا جائے گا، جس میں کمی نہ ہوگی۔ (۱۰۹:۱۱) اللہ تعالیٰ کی شان ہے، کہ وہ ہر حال کی خبر رکھتا ہے۔ کسی کا کوئی بھی عمل اللہ سے مخفی نہیں ہوسکتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر کسی کو اس کے اعمال کی پوری پوری جزا دی جائے گی۔

حاصل: جو خیر کے رخ پر ہے، اس کی جزا بصورت فلاح ہوگی، جو خلاف حق کرتا ہے اس کی جزا بصورتِ خسارہ ہوگی۔ کسی کا کوئی عمل اللہ سے مخفی نہیں رہ سکتا، اس لیے کسی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظلم بھی نہیں ہوگا، ہمیں ہر عمل کے ساتھ جزا کا یقین رکھنا چاہیے۔

وَ يَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَ اسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ﴿٢٠﴾ ع

اور جس دن کافر آگ کے سامنے لائے جائیں گے، (تو ان سے کہا جائے گا) تم اپنی حیاتِ دنیا میں طیبات کو لے چکے ہو اور ان سے بہرہ مند ہو چکے ہو، تو آج تمہاری جزا ذلت کا عذاب ہے، اس لیے کہ تم زمین میں ناحق استکبار کرتے تھے اور اس لیے کہ تم فسق کرتے تھے۔

کافر حیات دنیا کے بارے میں یہ کہتے ہیں: کہ بس یہی ہے اور ہمیں جزا کے لیے اٹھایا نہ جائے گا۔ (۲۳:۳۷) جو حیات دنیا اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتا ہو، اسے اس کے اعمال پورے دیئے جاتے ہیں، اس میں کمی نہیں ہوتی۔ (۱۵:۱۱) آخرت میں ایسے لوگوں کے لیے آگ ہی ہوگی۔ جزا کے منکرین کو جب آگ کے سامنے لایا جائے گا، تو ان سے پوچھا جائے گا: کیا یہ حق نہیں ہے۔ وہ کہیں گے یقیناً ہے۔ تو حکم ہوگا، چکھو عذاب بدلہ اس کا جو تم کیا کرتے تھے۔ تم اپنے حصے کی نعمتیں حیات دنیا میں خلاف حق استعمال کرتے ہوئے ضائع کر چکے، تو آج تمہاری ناسپاسی کی جزا ذلت کا عذاب ہے۔ تم اپنی پسند کو اتنی اہمیت دیتے تھے کہ تم زمین میں ناحق استکبار کرتے تھے، اور حق کے ساتھ اپنی پسند کو ملاتے تھے۔ اس طرح تم اپنی خواہشات کی ہی پیروی کرتے تھے۔

حاصل: جزا کا انکار کسی کو جزا سے بچا نہیں سکتا۔ جو نعمتیں اللہ کی رضا کے مطابق استعمال ہوں، انہیں دوام حاصل ہو جاتا ہے۔ جو نعمتیں خلافِ حق استعمال ہوں وہ حیاتِ دنیا میں ہی ضائع ہو جاتی ہیں۔ استکبار کرنے والوں کے لیے اور

Marfat

فسق کرنے والوں کے لیے آخرت میں آگ کا عذاب ہوگا، رسوائی کا عذاب ہوگا۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء (۴) میں ارشاد فرمایا ہے:... وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا۔ اور بے شک ہم نے ان لوگوں کو جنھیں تم سے قبل کتاب دی گئی تھی، اور تمھیں، وصیت کی کہ اللہ پر تقویٰ کرو، اور اگر تم کفر کرو تو اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اور اللہ بے نیاز ہے حمد کیا ہوا۔

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ؕ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖۤ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝

اور عاد کے بھائی کا ذکر کیجیے، جب آپ نے اپنی قوم کو احقاف میں ڈرسنایا، اور بے شک ڈرسنانے والے آپ کے آگے بھی گزرے، پیچھے بھی، کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، بے شک مجھے تم پر یوم عظیم کے عذاب کا خوف ہے۔

حضرت ہود علیہ السلام قوم عاد میں مبعوث ہوئے۔ آپ نے اپنی قوم والوں سے مقام [illegible] احقاف ایک جگہ تھی، جہاں اس کی قوم کی مادی ترقی لوگوں کی آنکھوں [illegible] علیہ السلام کا پیغام تو وہی تھا جو آپ سے پہلے مرسلین کی زبانی [illegible] نے فرمایا، اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو، [illegible]

حاصل: اصلاح حال کے لیے ماضی کا ذکر بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ پیغام حق ایک ہی تھا [illegible] رہے گا، کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کی جائے، اس کا انجام [illegible] ہوتا ہے۔

قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

کیا آپ اس لیے [illegible] [illegible] آپ [illegible] آپ سچے ہیں۔

حضرت ہود علیہ السلام کی قوم شرک میں مبتلا تھی۔ آپ نے انھیں ان [illegible] جن وہ لوگ معبود ٹھہراتے تھے، انھیں کی [illegible] اپنی جگہ [illegible] جاتے۔ اگر آپ سچے ہیں تو ہمیں عذاب [illegible] نہ ہو تو پیغام حق پہنچانے والے کی صداقت ماننا بھی قبول نہیں ہوتا۔

حاصل: مشرک لوگوں کو اپنی قدروں سے، اپنی تہذیب سے بڑا تعلق ہوتا ہے۔ پیغام حق [illegible]

rfat.com

کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ وہ یہ کہتے ہیں، جس انجام سے انہیں ڈرایا جارہا ہے، اسے دیکھ کر ہی وہ حق کو مانیں گے۔

قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ وَ اُبَلِّغُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَ لٰكِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۳﴾

فرمایا، اس کا علم تو اللہ کے پاس ہے اور میں تو تمہیں وہی پہنچاتا ہوں، جو دے کر بھیجا گیا ہوں، لیکن میں دیکھ رہا ہوں تم لوگ جہالت میں پڑے ہوئے ہو۔

حضرت ہود علیہ السلام کا انکار کرنے والوں نے جب ہولناک عذاب کو ہی حضرت ہود علیہ السلام کی صداقت کو ماننے کے لیے شرط قرار دے دیا، تو آپ نے فرمایا، تم پر تمہارے رب کا عذاب اور غضب پڑ گیا۔ (۷۱:۷) میں تو تمہیں اپنے رب کا بھیجا ہوا ہی پہنچاتا ہوں۔ (۶۸:۷) اگر اللہ نے عذاب کا وقت بتایا ہوتا تو وہ بھی تمہیں بتا دیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا علم رکھنے والا ہے۔ وہ تو لوگوں کے ساتھ مہربانی اور رحم کا سلوک ہی کرتا ہے۔ لوگ اگر ظلم کا راستہ اختیار کریں تو وہ اپنے کیے پر ہی پکڑے جائیں گے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے منکرینِ حق کو بتایا، کہ میں تم لوگوں کو جہالت میں پڑا ہوا دیکھ رہا ہوں، تم لوگ عذابِ الٰہی کے سامنے اپنی حیثیت کو نہیں دیکھ رہے، عذاب کے واقع ہونے کا وقت جاننے کے پیچھے پڑے ہو۔

حاصل: اللہ کے رسول کی شان کے لائق ہی نہیں تھا کہ وہ اللہ کے بھیجے ہوئے میں کمی بیشی کرتے۔ جاہل لوگ وہ نہیں دیکھ پاتے جو اللہ کے پاک بندے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ جاہل، اللہ کی قدرت کے سامنے اپنی حیثیت کو دیکھتے ہی نہیں۔

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِیَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِیْحٌ فِیْهَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۲۴﴾ۙ

پھر جب انہوں نے دیکھا کہ بادل ان کی وادیوں کی طرف امڈا آرہا ہے، کہنے لگے یہ بادل ہے جو ہم پر برسے گا۔ نہیں بلکہ یہ تو وہ ہے، جس کی تم جلدی مچارہے تھے، یہ آندھی ہے جس میں المناک عذاب ہے۔

حضرت ہود علیہ السلام نے عاد کو عذابِ الٰہی سے آگاہ کردیا تھا، جب یہ عذاب بادل کی صورت میں ان لوگوں کو نظر آیا تو وہ یہ سمجھے کہ یہ بارش برسانے والا بادل ہے جس کے لیے وہ لوگ سخت بے چین تھے اور جس سے ان کی زمین کی حالت سدھرنے والی تھی۔ حضرت ہود علیہ السلام نے بتایا، یہ بادل تمہاری حالت سنوارنے والا نہیں ہے۔ یہ بادل تمہارے لیے عذاب ہے، یہ تمہاری حالت بگاڑ کر رکھ دے گا، اور یہ وہی عذاب ہے جس کی تم جلدی مچارہے تھے۔ یہ آندھی ہے جو اپنے اندر المناک عذاب رکھتی ہے، اب دیکھو اس کے مقابل تم کیا حیثیت رکھتے ہو۔

حاصل: جاہل لوگ عذابِ الٰہی میں پکڑے جائیں تو انہیں اپنے انجام کا پتہ لگتا ہے مگر یہاں سے فلاح کی طرف کوئی راستہ جاتا ہی نہیں۔

تُدَمِّرُ كُلَّ شَیْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا یُرٰۤى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْقَوْمَ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۲۵﴾

ہر شے کو اپنے رب کے امر سے تباہ کردے گی۔ پھر وہ صبح کو ایسے ہوگئے کہ ان کے مساکن کے سوا کچھ نظر ہی نہ آتا تھا۔ ہم مجرم لوگوں کو ایسے ہی جزا دیتے ہیں۔

at.com

حضرت ہود علیہ السلام نے جس عذاب سے اپنی قوم کو آگاہ کیا تھا، وہ آندھی کی صورت میں ان پر مسلط ہوا۔ آپ نے اس آندھی کی صفت یہ بتائی کہ یہ ہر شے کو اپنے رب کے امر سے تباہ کردے گی، اور اس آندھی کے سامنے تم لوگ کس قدر کمزور ہو [illegible] عاد نے حضرت ہود علیہ السلام سے یہ کہا تھا، لے آیئے وہ عذاب جس سے آپ ہمیں ڈرا رہے ہیں تو آپ نے فرمایا تھا: انتظار کرو، میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔ (۷:۷۱) جب یہ عذاب ان لوگوں پر پڑا تو وہ نابود ہو گئے، اور جب عذاب ختم ہوا تو ان کے [illegible] کچھ نظر ہی نہ آتا تھا۔ ہوا نے ان لوگوں کی جڑیں کاٹ کر رکھ دیں جو اللہ کی آیات کو جھٹلاتے تھے۔ آیات الٰہی کی تکذیب جرم ہے اور اس جرم کی سزا ایسے ہی دی جاتی ہے۔

حاصل: استکبار کرنے والے لوگوں کی جڑیں کاٹنے کے لیے ہوا سے کام لینا اللہ کی مطلق قدرت کا ثبوت ہے۔ آیات الٰہی کی تکذیب، جرم ہے، اور اس جرم کا انجام تباہی و ہلاکت ہے۔ تباہی کے راستے کو اختیار کرنے والے اسی انجام کو پہنچیں گے، جس انجام کو پہلے آیات الٰہی کو جھٹلانے والے پہنچ چکے ہیں۔

وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۖ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ ع

اور ہم نے ان کو وہ تمکین دی تھی جو تمہیں نہیں دی، ہم نے انہیں کان اور آنکھیں اور دل دیے تھے، تو ان کے کان اور آنکھیں اور دل ان کے کچھ کام نہ آئے، کیونکہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے، اور انہیں اس نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔

حضرت ہود علیہ السلام نے عاد سے یہ فرمایا تھا کہ یاد کرو اللہ نے [illegible] تمہیں بڑی بدنی قوت سے نوازا تھا۔ تمہیں بڑی نعمتوں سے نوازا تھا۔ اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو [illegible] نے جس قوت سے عاد کو نوازا تھا، وہ بہت بڑی تھی۔ وہ لوگ پہاڑوں میں آسانی سے مکان تراشتے تھے۔ یہ قوت [illegible] لوگوں کو یہ قوت حاصل نہیں ہے۔ اللہ نے ان لوگوں کو کان دیے، آنکھیں دیں اور دل دیے [illegible] اپنی مادی ترقی پر اتراتے تھے۔ اپنی قوت پر وہ اس قدر نازاں ہوئے کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار [illegible] عذاب کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے اس نے ان کو تباہ کر دیا [illegible] دیکھتے تھے مگر یہ نہیں دیکھتے تھے کہ جس نے یہ قوت دی ہے اس کی قدرت کے سامنے ان کی قوت کی کوئی حیثیت نہیں [illegible] بہت مثالیں ہیں کہ اللہ کے رسولوں کا مذاق اڑایا گیا [illegible]

حاصل: اپنے اسباب و وسائل کی کثرت پر فخر کرنے والے لوگوں کا کچھ درست نہیں رہتا۔ کان، آنکھیں اور دل مادی ترقی کے لیے بڑی اہمیت رکھتے ہیں اور یہ اللہ کی عطا ہوتا ہے [illegible] سے نہیں بچا سکتے۔ اللہ کی قدرت کے سامنے اپنی حیثیت کو ہیچ جاننا ضروری ہے، ورنہ انجام ہمیشہ برا ہوتا ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ ہود (۱۱) میں ارشاد فرمایا ہے: ولئن اخرنا عنهم العذاب الى امة معدودة ليقولن مايحبسه الا يوم يأتيهم ليس مصروفا عنهم وحاق بهم ما كانوا به يستهزءون [illegible]

کے وقت کے لیے ہٹا دیں، تو ضرور کہیں گے، کس نے روکا ہے۔ سن لو، جس دن ان پر عذاب آئے گا، ان سے پھیرا
نہیں جائے گا، اور انہیں گھیرے گا جس کا استہزاء کرتے تھے۔

وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَ
صَرَّفْنَا الْاٰیٰتِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۲۷﴾

اور ہم نے تمہارے گرد و پیش کے قریوں کو بھی ہلاک کیا، اور ہم نے اپنی نشانیوں کو کئی صورتوں سے واضح کیا تاکہ وہ رجوع کریں۔

جن بستیوں کو ماضی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہلاک کیا گیا، ان کے اہل یقیناً ظالم تھے۔ ان لوگوں کو ان کے انجام سے آگاہ بھی کیا گیا، اللہ کی نشانیوں کو ان لوگوں پر اس طرح واضح کیا گیا، کہ کوئی ابہام باقی نہ رہے، اور باطل کو چھوڑ کر حق کی طرف رجوع کرنا ان کے لیے آسان ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغام کی وضاحت میں کبھی کسر نہیں رہی۔ اللہ ہی ہر شے کا علم رکھنے والا ہے، اللہ ہی جانتا ہے کس مقام پر لوگوں کو کس طرح کی وضاحت رجوع الی اللہ ہونے میں مدد دے سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی وضاحت ہمیشہ اللہ کے علم سے فرمائی گئی ہے۔ اس لیے یہ وضاحت ہر زمانے میں پوری تھی۔ ہدایت تو انہیں ہوتی ہے، جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لائیں۔

حاصل: اپنے گرد و پیش پر بھی نظر کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہمیشہ واضح ہوتی ہیں۔ رجوع الی اللہ ہونے کے لیے جس روشنی کی ضرورت ہوتی ہے وہ روشنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضرور دی جاتی ہے۔

فَلَوْ لَا نَصَرَهُمُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةًؕ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْۚ وَ
ذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَ مَا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿۲۸﴾

تو انہوں نے کیوں نہ ان کی مدد کی جن کو وہ تقربِ الٰہی کے لیے معبود بناتے تھے۔ بلکہ وہ تو ان سے گم ہو گئے اور یہ ان کا جھوٹ تھا اور ان کا افتراء تھا۔

جب کسی بستی کے اہل کو ان کے ظلم کی بدولت پکڑا گیا، تو جن کو وہ معبود مانتے تھے، انہیں ان کی مدد کو آنا چاہئے تھا، اور اپنے ماننے والوں کی مدد کرنی چاہئے تھی، مگر یہ کبھی نہیں ہوا۔ بلکہ عذاب کے وقت تو یہ معبود انہیں کہیں نظر ہی نہ آئے۔ تقربِ الٰہی کے نام پر یہ ان لوگوں کا اپنا گھڑا ہوا جھوٹ تھا، ان کا اپنا بنایا ہوا افتراء تھا۔

حاصل: قربِ الٰہی کے لیے انعام یافتہ حضرات کا اتباع لازم ہے۔ اپنے جھوٹ اور افتراء سے نہ کبھی کسی کا بھلا ہوا ہے نہ اس سے کبھی کسی کا بھلا ہوگا۔ اللہ کی نشانیوں کو نہ مانا جائے تو پھر اپنے جھوٹ اور افتراء سے بچ جانا کب ممکن ہوتا ہے، اور اس کا انجام ہلاکت ہی ہوا کرتا ہے۔

وَ اِذْ صَرَفْنَاۤ اِلَیْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ
الْقُرْاٰنَۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْۤا اَنْصِتُوْاۚ فَلَمَّا
قُضِیَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِیْنَ ﴿۲۹﴾

اور جب ہم نے جنوں کے ایک گروہ کو آپ کی طرف متوجہ کر دیا، کہ قرآن سنیں۔ پھر جب وہاں حاضر ہوئے، کہنے لگے خاموشی ہو۔ تو جب پورا ہو چکا، اپنی قوم کی طرف ڈرسنانے کے لیے لوٹ گئے۔

at.com

حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب وحکمت کا معلم بنا کر بھیجا گیا۔ جن لوگوں نے آپ سے علم سے فیض حاصل کیا وہ آپ کے لیے باعث راحت ہوئے۔ جن لوگوں نے آپ کے علم کی بے قدری کی ان سے آپ کو دکھ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان لوگوں کی بے قدری کے دکھ میں اس طرح راحت سے نوازا کہ جنوں کے ایک گروہ کو آپ کی طرف متوجہ کیا۔ وہ قرآن پاک سننے لگے۔ جب انہوں نے سنا تو اپنے ساتھیوں سے خاموش رہنے کو کہا۔ پھر جب وہ بیان پورا ہو چکا تو یہ جن آپ پر ایمان لائے۔ آپ سے حق کا علم حاصل کیا، سیدھے رہنے کی طریقت سیکھی اور اپنی قوم کو حق پہنچانے کے لیے انہیں ڈر سنانے کے لیے چلے گئے۔

حاصل: اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد ہمیشہ حسب حال ہوتی ہے۔ اور بڑے علم سے ہوتی ہے۔ قرآن پاک سننے کے ادب کے تقاضے کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہئے۔ خاموشی سے سننا اس یقین سے تعلق رکھتا ہے کہ جو کچھ سنا جا رہا ہے وہ [illegible] والوں کے لیے بہت اہم ہے۔ خود ماننے کے بعد کسی کو ڈر سنانا حق ہے۔

قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝٣٠

کہنے لگے اے ہماری قوم ہم نے ایک کتاب سنی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل ہوئی ہے۔ تصدیق کرتی ہے جو اس سے آگے ہے حق اور طریق مستقیم کی ہدایت دیتی ہے۔

جنوں نے اپنی قوم میں آ کر ان سے خطاب کیا اور کہا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے۔ یہ قرآن پاک [illegible] اس پر ایمان لے آئے ہیں اور اب ہم بھی کسی کو اپنے رب کے ساتھ شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ قرآن پاک [illegible] کی تصدیق کرتی ہے، اور تورات شریف میں جس کتاب اللہ کی طرف [illegible] آیا ہے یہ وہی کتاب ہے [illegible] راہ راست کو روشن کرتی ہے۔ کتاب اللہ کی اہمیت سے جنوں کو پوری آگاہی تھی اس لیے [illegible]

حاصل: اپنے محسوسات کو اپنے لوگوں کے سامنے بیان کرنا ان سے [illegible] حال کے مطابق ہونا چاہئے۔ حق اور راہ راست کی طلب رکھنا [illegible]

يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝

اے ہماری قوم اللہ کی طرف بلانے والے کو مانو اور آپ پر ایمان لاؤ کہ اللہ تمہارے گناہوں کو بخش دے اور تمہیں الم ناک عذاب سے بچا دے۔

قرآن پاک میں ہے کہ جنوں نے اپنی قوم کو پیغام حق پہنچایا اور اپنی قوم سے کہا کہ قرآن [illegible] راہ راست ہے۔ حق واضح [illegible] کے ساتھ روشن فرمایا گیا ہے۔ اللہ کی رحمت بڑی عام ہے۔ اللہ کی طرف بلانے والے [illegible] ہماری بھلائی کی صورت ہے۔ اس سے ہمارے گناہ بخش دیے جائیں گے اور ہمیں اللہ [illegible] عذاب [illegible] جس میں کسی [illegible] حق تلف ہوا ہو اس کی بخشش میں [illegible] ہوتا۔ ظلم کا بدلہ قیامت کے دن ہوگا۔

حاصل: اپنی قوم کو پیغامِ حق پہنچانا بہت بڑی خدمت ہے۔ اللہ کی طرف دعوت دینے والے کی شان کو بلند کرنا چاہیے، اس سے محبت کی راہ دکھانی چاہیے، یہ گناہوں کی بخشش اور المناک عذاب سے پناہ مل جانے کا یقینی راستہ ہے۔

وَ مَنْ لَّا یُجِبْ دَاعِیَ اللّٰهِ فَلَیْسَ بِمُعْجِزٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَیْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءُ ؕ اُولٰٓىِٕكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۲﴾

اور جو اللہ کی طرف بلانے والے کو نہ مانے، تو وہ زمین میں عاجز کرنے والا نہیں، اور اس کے لیے اللہ کے مقابل کوئی دوست نہیں ہوگا۔ یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کو مانا نہ جائے، تو یہ خسارے کی راہ ہے۔ جو حق کو نہ مانے گا، وہ اپنی قوت کے بارے میں یہ بھی جان لے، کہ وہ اللہ کی مشیت کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ جو اللہ چاہے گا وہی ہوگا، اور اللہ کی مشیت کے خلاف کرنے کی طاقت کسی کو ہو ہی نہیں سکتی۔ جو خلافِ حق کرے گا وہ اپنا انجام بھی جان لے کہ اللہ کے مقابل وہ کسی کو اپنا مددگار نہ پائے گا۔ حق کے مقابل من مانی کرنے والے ہی کھلی گمراہی میں ہیں۔ جنوں نے اپنی قوم کی رہنمائی کرتے ہوئے انہیں عقائد کو درست رکھنے کی طریقت سکھائی۔ انسانوں اور جنوں کی تخلیق میں فرق ہے، اس لیے مزاج میں بھی فرق ہے، ضروریات میں بھی فرق ہے۔ بشر کا اسوۂ حسنہ جنوں کے لیے سند کا درجہ نہیں رکھتا، اس طرح کوئی جن انسانوں کے لیے رسول نہیں ہوسکتا۔ انسانوں اور جنوں کا حال بھی الگ الگ ہے، مستقبل بھی الگ الگ ہوگا۔ جنوں کے اعمال کی جزا بھی اللہ ہی دے گا۔ ان کے اعمال کو بشر کے حوالے سے نہ دیکھا جائے گا، اس حوالے سے دیکھا جائے گا، جو جن ہوگا اور راہِ ہدایت پر ہوگا۔

حاصل: جو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے کو نہ مانے، اس کو اپنی حیثیت کا پتہ نہیں ہوتا، وہ اللہ کی مشیت کے خلاف کچھ بھی نہیں کرسکتا، جزا کے وقت اس کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ حق کے مقابل من مانی کرنے والے کھلی گمراہی میں ہوتے ہیں۔

اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ لَمْ یَعْیَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ یُّحْیِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰۤى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۳۳﴾

کیا دیکھتے نہیں کہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو خلق فرمایا، اور ان کی تخلیق سے تھکا نہیں، مُردوں کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ ہاں وہ ہر شے پر قادر ہے۔

معاد کو، دوبارہ زندہ کیے جانے کو، مان لینے سے اصلاحِ حال لازم ہوجاتی ہے۔ رخ درست ہو تو خواہشات کی پیروی ممکن نہیں ہوتی، اور خواہشات کی پیروی نہ کرنا بہت بڑی بات ہے۔ اس لیے معاد کی حقیقت کو واضح کرنے کے لیے بہت سی مثالیں دی گئی ہیں۔ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ ان کی تخلیق بہت بڑا کام ہے۔ اس کام نے خالقِ کل کو تھکایا نہیں۔ آسمانوں کے اجزاء ہوں، زمین کے اجزاء ہوں، اللہ کے علم سے ہی سب کچھ بنا ہے۔ جس قادرِ مطلق نے نہ ہونے سے ہونا بنایا ہے، وہ مُردوں کو زندہ کرنے کی قدرت یقیناً رکھتا ہے۔ اللہ کی قدرت کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا، اور اللہ کی قدرت ہر شے کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

حاصل: اللہ خالقِ کل ہے۔ آسمانوں اور زمین کی تخلیق کرنے والے قادرِ مطلق کے لیے انسان کو دوبارہ زندہ کرنا کچھ مشکل نہیں ہوگا۔ اللہ کی قدرت ہر شے پر محیط ہے۔

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ۭ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝٣٤

اور جس دن کافر آگ کے سامنے لائے جائیں گے۔ (ان سے پوچھا جائے گا) کیا یہ حقیقت نہیں ہے۔ وہ عرض کریں گے، ہمارے رب کی قسم یقینی یہ ہے۔ حکم ہوگا، تو چکھو عذاب اس لیے کہ تم کفر کرتے تھے۔

جزا کا انکار کرنے والے جہنم کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ جب یہ جہنم کے سامنے پہنچ جائیں گے، اور وہ دن [illegible] کہتے ہیں، آ چکا ہوگا، تو کافروں سے یہ پوچھا جائے گا کہ جو کچھ تم دیکھ رہے ہو کیا یہ حقیقت نہیں ہے۔ وہ عرض کریں گے، یہ یقینی حقیقت ہے ہمارے رب کی قسم یہ یقیناً حقیقت ہے۔ اس وقت کافر اللہ کے مقابل کسی کی قسم کھانے کا تصور بھی نہ کریں گے۔ حکم ہوگا، تو چکھو عذاب اس لیے کہ تم کفر کرتے تھے۔ مرسلین کو جھٹلانا جرم ہے، اور اس جرم کی سزا جہنم کا عذاب ہے۔

حاصل: جزا کا یقین بندے کو راہ راست پر رکھتا ہے۔ مرسلین کے بیان کی تصدیق قیامت کے دن کافروں سے کروائی جائے گی، پھر انہیں یہ حکم دیا جائے گا، تو چکھو عذاب کہ تم حقائق کو مانتے نہ تھے۔

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۭ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ۭ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝٣٥ ع

تو صبر کرو جیسے اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا اور ان کے لیے جلدی نہ کرو۔ جس دن یہ لوگ دیکھیں گے جو وعدہ انہیں دیا جا رہا ہے (تو گمان کریں گے) جیسے دن کی ایک ساعت ہی ٹھہرے تھے۔ تو پہنچا دینا ہی ہے۔ تو فاسق لوگوں کے سوا [illegible]

یہ حکم عام ہے۔ رسول سبھی اولوالعزم تھے۔ اللہ کے بھیجے ہوئے ہونے کے ناطے [illegible] تھا۔ مخالفین کے مطابق رہنا، مصائب و آلام کو باذن اللہ جاننا اور لوگوں کے ساتھ ہمدردی [illegible] ہے۔ منکرین حق جب عذاب الٰہی کے لیے جلدی مچائیں تو ان سے [illegible] جلدی مچا رہے ہو۔ (۴۷:۲) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر بات پوری کی جا رہی ہوتی ہے۔ اس لیے منکرین حق [illegible] درست نہیں ہوتا۔ قیامت کے دن منکرین حیات دنیا کو ایک ساعت ہی جانیں گے۔ یوم قیامت کی سختی کے مقابل حیات دنیا [illegible] پل بھر ہی معلوم ہوگا۔ حق کا پہنچا دینا ہی کام ہے۔ جو مانتا ہے اسے ماننے کی جزا [illegible] لوگ حق کے ساتھ اپنی پسند کو ملاتے ہیں وہ فاسق ہیں۔ اللہ انہیں [illegible] ان کے لیے ہلاکت ہی ہوتی ہے۔

حاصل: صبر کرنا مومن پر لازم ہے۔ صابر اولوالعزم ہوتے ہیں۔ مخالفین کے لیے عذاب کی جلدی مچانا درست نہیں ہوتا۔ حیات دنیا کے لمحے قیامت کی سختی کے مقابل پل بھر کے ہی معلوم ہوں گے۔ حق کا پہنچا دینا ہی کام ہے۔

ماننے والے کو اس کے ماننے کی جزادی جائے گی، منکر کو اس کے انکار کی جزادی جائے گی۔ فاسق لوگ یقیناً ہلاک ہوں گے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ توبہ (۹) میں ارشاد فرمایا ہے: اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ آپ ان کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں، اگر آپ ان کے لئے ستر بار بھی استغفار کریں گے تو بھی اللہ انہیں نہیں بخشے گا۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا، اور اللہ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

at.com

اٰیاتُها ۳۸ | ۴۷ سُورَۃُ مُحَمَّدٍ مَدَنِیَّۃٌ ۹۵ | رکوعاتُها ۴

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ صَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَضَلَّ اَعۡمَالَہُمۡ ۝

جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا، اللہ نے ان کے اعمال اکارت کر دیے۔

جو لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات مبارکہ کو پہلے مرسلین کی بشارتوں کے حوالے سے جانتے تھے [illegible] تھے۔ ان لوگوں میں سے جنھوں نے آپ کی تصدیق کو اپنی خواہشات کے خلاف جانا، وہ انکار میں بڑھ گئے [illegible] ان کے متعلق فرمایا گیا ہے۔ یہ دور کی گمراہی میں جا پڑے۔ (۴:۱٦۷) یہ لوگ اللہ کی آیات تھوڑی قیمت [illegible] سے روکتے ہیں۔ بے شک یہ بہت برے عمل کرتے ہیں۔ (۹:۹) ان کا عمل خلاف حق ہوتا ہے [illegible] جس ماضی کی حال تصدیق نہ کرے، اس کی نفی کر دی جاتی ہے۔

حاصل: حق کا جان بوجھ کر انکار بہت ہی برا عمل ہے۔ اس کا نشانہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے [illegible] پر برا ہے اس کے ماضی کی خوبیاں اکارت ہو جاتی ہیں۔

وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اٰمَنُوۡا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ ہُوَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّہِمۡ ۙ کَفَّرَ عَنۡہُمۡ سَیِّاٰتِہِمۡ وَ اَصۡلَحَ بَالَہُمۡ ۝

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور [illegible] اس پر ایمان لائے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل [illegible] وہی ان کے رب کی طرف سے حق ہے [illegible] ان کی برائیوں کی نفی کر دی [illegible] اصلاح کر دی۔

ایمان لانے کا دعویٰ صالح اعمال کی شہادت سے ہی سچا ثابت ہوتا ہے [illegible] حق۔ ایمان اس حق پر لایا جائے گا، جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے [illegible] تصدیق [illegible] نہیں کیا جائے گا۔ صالح اعمال وہ ہوں گے، جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کے مطابق ہوں [illegible] کے۔ اس معیار ہدایت کو بہر حال ملحوظ رکھنے والے صاحبان کی ماضی کی برائیوں کی نفی [illegible] آج ہی پیدا ہوئے ہیں۔ ان کے حال کی اصلاح کر دی جائے گی۔ ان لوگوں کا [illegible] مقام پر ان کے راستے میں حائل نہ ہو سکے گی۔

حاصل: ایمان لانے کا دعویٰ صالح اعمال کی شہادت سے ہی سچا ثابت ہوتا ہے۔ اس حق پر ایمان [illegible] بصورت قرآن شریف آپ پر نازل ہوا اور آپ کی اطاعت کرنا، آپ کا اتباع کرنا، آپ [illegible]

rfat.com

گا۔ جہاں یہ تعلق کامل ہوگا، وہاں سے برائیوں کو دور کر دیا جائے گا، اور حال کی اصلاح کر دی جائے گی۔ بندے کی طرف سے صداقت کا ثبوت ملتے ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ پورا کر دیا جاتا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَ اَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ③

یہ اس لیے ہوا کہ کافروں نے باطل کا اتباع کیا، اور ایمان والوں نے حق کا اتباع کیا جو ان کے ربّ کی طرف سے ہے۔ اللہ اسی طرح لوگوں سے ان کی مثالیں بیان فرماتا ہے۔

کافروں کا رخ ہمیشہ حق کے انکار کا ہوتا ہے۔ وہ باطل کو مانتے ہیں، اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔ اللہ کی راہ سے روکنا، اس میں کجی چاہنا اور آخرت کا انکار کرنا کافروں کا طریق زندگی ہے۔ کافر اگر ماضی میں بھلائی کرتے رہے ہوں تو حال پر مذکورہ صفات کے حامل ہونے کی وجہ سے ان کے اعمال اکارت کر دیئے جائیں گے۔ ایمان والے حق کو مانتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے کا اتباع کرتے ہیں۔ ناصح سے محبت ان کے لیے اتنا بڑا سہارا بن جاتی ہے کہ مشکل مقامات سے وہ لوگ بآسانی گزر جاتے ہیں۔ ان کے ماضی کی کوتاہیوں کو بھی دور کر دیا جاتا ہے۔ جس ماضی کی حال پر شہادت نہ ملے اس کو ختم کر دیا جاتا ہے۔ لوگوں کو ان مثالوں سے سبق سیکھنا چاہیے۔

حاصل: جو باطل کا اتباع کرے اس کے سابق اعمال کا اکارت ہو جانا ضروری ہے۔ جو حق کا اتباع کرے اس کی سابقہ کوتاہیوں کی نفی بھی ضروری ہے۔ جس ماضی کی حال پر شہادت نہ ملے اس کو ختم کر دیا جاتا ہے۔ ہمیں اپنے حال پر نظر رکھنی چاہئے۔

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۛ۟ ذٰلِكَ ؕ وَ لَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَ لٰكِنْ لِّيَبْلُوَاۡ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ④

مع ۱۲

پھر جب تم کافروں کے مقابل آ جاؤ، تو ان کی گردنیں مارو۔ حتیٰ کہ جب انہیں کچل چکو تو انہیں مضبوطی سے باندھ لو۔ پھر اس کے بعد احسان کر دیا فدیہ لے لو، حتیٰ کہ لڑائی اپنے اوزار رکھ دے۔ تمہارا کام یہی ہے۔ اور اللہ اگر چاہتا تو ان سے بدلہ لیتا، لیکن یہ اس لیے ہوا کہ اللہ تم میں بعض کو بعض سے آزمائے۔ اور جو لوگ فی سبیل اللہ قتل ہوئے، اللہ ان کے اعمال کو ضائع نہیں کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان کو نور ہدایت جاننا چاہئے، اور اس کو ادب سے ماننا چاہئے۔ اس آیت میں جنگ کے متعلق بتایا گیا ہے کہ جب کافروں سے مقابلے کا مقام آ جائے تو باقی سب تعلقات کالعدم ہو جائیں گے۔ یہاں کافروں کو اللہ کا دشمن جاننا ضروری ہے اور ان کی گردنیں مارنے میں اللہ کی رضا ہے۔ ان کی طاقت کو کچلنا مقصود ہونا چاہئے۔ یہ طاقت زمین میں فساد کا باعث بنتی ہے اس لیے اس طاقت کو

at.com

کچلنے کے لیے کافروں کی گردنوں پر مارا جائے اور ان کے جوڑوں پر مارا جائے۔ نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ کافروں کو قیدی بنائے حتیٰ کہ انہیں زمین میں خوب کچل نہ لے۔ (۸:۶۷) کافروں کی قوت کو ختم کر دینے کے بعد جو لوگ ان میں سے بچ جائیں، انہیں قیدی بنانے کا حکم ہے۔ یہاں مضبوطی سے باندھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ مضبوطی سے باندھنا ان کی حرکات و حفاظتی تدابیر کے لیے ہوتا ہے، ان کو ایذا دینے یا ان کو نقصان پہنچانے کے ارادے سے بالکل نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کی مدد مومنین کو حاصل ہوگی، کہ اللہ نے اپنے اوپر یہ حق رکھ لیا ہے۔ (۳۰:۴۷) اس مدد کا طالب بننے کے لیے مومن کو اپنی پوری قوت سے اللہ کی رضا کے لیے لڑنا چاہیے۔ اس کے بعد دشمن کے ساتھ جو طرزِ عمل اختیار کیا جا سکتا ہے، اس کا فیصلہ اہلِ ایمان کے ہاتھ میں ہوتا ہے، کہ کس کو احسان کر کے چھوڑنا ہے، اور کس قیدی سے فدیہ لے کر چھوڑنا ہے۔ جب کافروں کی قوت ختم ہو جاتی ہے تو ان کی طرف سے اٹھائے جانے والے ہتھیار رکھ دیے جاتے ہیں۔ ہتھیار اٹھانے سے لے کر ہتھیار رکھ دینے تک جہاد جاری رہتا ہے، اور اس دوران دشمن سے کوئی رعایت کرنا حق نہیں ہے۔ بندے سے صرف اسی کام کے بارے میں پوچھا جائے گا جو اس کے ذمے ہے۔ اللہ نے مومنین کو جہاد کرنے کا حکم دے کر ان کی عزت افزائی کی ہے۔ اللہ کو کسی قوم کے مٹانے میں نہ کبھی دیر لگی ہے نہ کبھی دیر لگے گی۔ یہ دیکھنا مقصود ہے کہ حق کو ماننے والے کس قدر مانتے ہیں، اور اللہ کی رضا کے حصول کے لیے کیا کرتے ہیں، اور یہ بھی چاہتا ہے کہ ہر ایک کی حقیقت سب کے سامنے آ جائے۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں جان قربان کرنے کا شرف پاتے ہیں، ان کے اعمال کا پورا پورا صلہ دینا اللہ کی شان ہے۔

حاصل: اللہ کے دشمنوں سے میدانِ جنگ میں لڑنا، اللہ کے فرمان کے مطابق ہونا چاہیے۔ دشمنوں کی گردنیں ماری جائیں، ان کے جوڑوں پر ضربیں لگائی جائیں، ان کی قوت کو خوب کچلا جائے، باقی جو بچیں ان کو قیدی بنا کر مضبوطی سے باندھ لیا جائے۔ چھوڑنے کی صورتیں بھی واضح فرمائی گئی ہیں: احسان کر کے چھوڑ دیا جائے یا فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ ہتھیار اٹھانے سے لے کر ہتھیار رکھ دینے تک کا کام مومنین کے ذمے ہے۔ اللہ کو دشمنوں کو تباہ و برباد کرنے میں نہ کبھی دیر لگی ہے نہ لگے گی۔ حق کو ماننے کا دعویٰ اسی طرح سچا ثابت ہوتا ہے، اس لیے آزمائش کی یہ صورت رکھی گئی ہے۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں قربان ہو جاتے ہیں، وہ زندہ ہیں، ان کے اعمال کا انہیں پورا پورا صلہ دینا اللہ کی شان ہے۔

سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝ جلد ہی انہیں راہ دے گا اور ان کے حال کی اصلاح کر دے گا۔

جو لوگ اللہ کی رضا کے لیے اپنی جانیں قربان کرتے ہیں، وہ حیاتِ دوام پاتے ہیں۔ ان کو بلند درجات کی طرف لے جایا جاتا ہے۔ ان کے حال کو سنوار دینا اللہ کی شان ہے۔ ان کی کوتاہیوں کی تلافی ہو جاتی ہے، اور وہ قربِ الٰہی پا لیتے ہیں۔

حاصل: جو لوگ اللہ کی راہ میں قربان ہو جائیں ان کو بلند درجات کی طرف لے جایا جائے گا، اور انہیں قربِ الٰہی سے نوازا جائے گا۔ دائرہ عبدیت میں یہ بڑا انعام ہے۔

وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۝ اور انہیں جنت میں داخل کرے گا جس کی انہیں پہچان کرا دی ہے۔

rfat.com

جولوگ اللہ کی رضا کے حصول کے لیے کوشاں ہوں، اوراسی حالت میں وہ موت کے دروازے سے گزر جائیں، ان کی پاکیزگی پر دو شہادتیں موجود ہوتی ہیں: شاہد ان کی پاکیزگی پر اور حق کے اتباع پر شہادت دیتا ہے، اللہ ان کی خلوت کی پاکیزگی پر گواہ ہوتا ہے۔ شہید کو یہ علم ہوتا ہے کہ اللہ کی رضا کی حقیقت راحت ہے اور جنت ہے، اس لیے وہ حال پر بھی جنتی ہے، آخرت میں بھی جنتی ہوگا۔ اسے اپنے مقام سے آگاہ کر دیا جاتا ہے، اوراس میں اس کے لیے بڑی راحت ہوتی ہے۔

حاصل: شہیدوں کو جنت میں داخل کیا جائے گا، اور یہ اس مقام کو خوب پہچانتے ہوں گے۔ مستقبل میں حاصل ہونے والے انعامات کا مشاہدہ ایسی راحت دیتا ہے، جسے صرف محسوس کیا جاسکتا ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن تَنصُرُواْ ٱللَّهَ يَنصُرۡكُمۡ وَيُثَبِّتۡ أَقۡدَامَكُمۡ ۝

اے ایمان والو، اگر تم اللہ کی مدد کرو گے، اللہ تمہاری مدد کرے گا، اور تمہیں ثابت قدمی عطا کرے گا۔

اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، کوئی شے اس کے احاطہ قدرت سے باہر نہیں ہے، اسے کسی شے کی احتیاج بھی نہیں ہے۔ حق پہنچانے والے کی مدد کرنا، اس مدد میں کسی شے کو اٹھا نہ رکھنا اور اللہ کی رضا کے حصول کے لیے اپنے حق کو بطریق احسن ادا کرنا، اللہ کی مدد کرنا ہے۔ اس کے دو انعامات کا ذکر کیا گیا ہے: اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد دی جاتی ہے، اور اللہ ہی سب سے بڑا جاننے والا ہے کہ کس مقام پر ہمیں کس مدد کی ضرورت ہے، اس لیے اللہ کی مدد سے زیادہ مفید کوئی مدد ہو نہیں سکتی۔ ثابت قدمی یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں جو مصائب آئیں ان سے بندے کے اندر سستی نہ آئے، کمزوری نہ آئے اور وہ دب نہ جائے۔ (۳:۱۴۶) ان لوگوں کو دنیا کا ثواب بھی ملتا ہے، آخرت کا ثواب تو بہت اچھا ہو گا اور اللہ محسنین سے محبت رکھتا ہے۔ (۳:۱۴۸) ثابت قدم رہنے والے پر اللہ تعالیٰ کی نوازشات کی بارش ہونے لگتی ہے۔

حاصل: حق پہنچانے والے کی مدد کرنا اللہ کی مدد کرنا ہے، اور اللہ کی مدد کرنے والے کو دو انعامات ملتے ہیں: اللہ کی مدد اس کے شامل حال ہو جاتی ہے، اور ثابت قدمی اسے عطا ہو جاتی ہے۔

وَٱلَّذِينَ كَفَرُواْ فَتَعۡسٗا لَّهُمۡ وَأَضَلَّ أَعۡمَٰلَهُمۡ ۝

اور جن لوگوں نے کفر کیا تو ان پر تباہی پڑی، اور ان کے اعمال ضائع ہوئے۔

جن لوگوں نے حق کی مدد کرنے کی بجائے، حق کے انکار کی راہ کو اپنایا، اور عمل کے لیے دیئے گئے وقت کو حق کے انکار پر صرف کیا، اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق کو باطل کی ترقی پر لگایا، ان لوگوں نے جو چاہا وہ حاصل کرنا تو ان کے بس میں نہیں تھا کہ نتائج پر اللہ کی قدرت کا کسی زمانے میں انکار ممکن نہیں ہوا۔ اللہ جو چاہے وہی ہوتا ہے۔ حق کو جھٹلانے والے ہی خسارے میں رہے، ان پر تباہی مسلط ہوئی اور انہوں نے ماضی میں جو کام بھلائی کے کیے تھے وہ بھی بے حقیقت ہو گئے۔

حاصل: حق کے انکار کا نتیجہ تباہی اور پھٹکار ہی ہوتا ہے۔ وہ بھلائی کوئی حقیقت نہیں رکھتی، جس کی حال پر تصدیق نہ ہو۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۝۹

یہ اس لیے کہ انہیں اللہ کے نازل فرمائے ہوئے سے کراہت ہوئی، تو اللہ نے ان کے اعمال اکارت کر دیے۔

کافروں پر خدا کی لعنت اس وجہ سے پڑی کہ انہوں نے حق سے کراہت کا اظہار کیا۔ حق سے کراہت کا اظہار اللہ سے دوری کا ثبوت ہے۔ جو اللہ سے دور ہو جائے، اس کے اعمال اکارت ہو جاتے ہیں۔ حق سے کراہت کا اظہار کرنے والا شیطان کا دوست ہوتا ہے۔ شیطان اس کے اعمال کو زینت دے کر اس کے سامنے رکھتا رہتا ہے، اس طرح وہ شیطان دوست اپنی پسندیدہ راہوں پر چلتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے اعمال کو اکارت کر دیا جاتا ہے۔

حاصل: اللہ کے نازل فرمائے ہوئے کی قدر کرنی چاہیے۔ حق کی قدر کرنے والے ہی فلاح پاتے ہیں۔ حق سے کراہت کرنے والے کے اعمال اکارت ہو جاتے ہیں اور اس پر لعنت پڑتی ہے۔

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۡ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ۝۱۰

تو کیا انہوں نے زمین میں سیر نہیں کی کہ دیکھتے کہ ان سے قبل والوں کی عاقبت کیسی ہوئی۔ اللہ نے ان پر تباہی ڈالی، اور کافروں کے لیے ایسا ہی ہوتا رہے گا۔

جن لوگوں نے ماضی میں حق سے کراہت کی راہ اختیار کی، ان پر تباہی کا مقام آیا۔ پھر ان کا اللہ سے ... اب جو لوگ اس راستے کو اختیار کرتے ہیں وہ اس راستے پر چلے تباہ ہونے والوں کے انجام کو نہیں دیکھتے ... سے قبل بڑی قوت والے لوگ جن کے آثار قدیمہ ان کے مشاہدے میں آتے ہیں حق سے کراہت ... کافر اگر اسی راہ کو اختیار کریں گے تو ان کا انجام بھی ایسا ہی ہوتا رہے گا۔

حاصل: زمین میں سیر کا منشا، ماضی سے سبق سیکھنا ہو تو یہ بھی عبادت ہے۔ حق سے کراہت کرنے والے تباہ ہوتے رہے ہیں، اور تباہ ہوتے رہیں گے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ۝۱۱ ع

یہ اس لیے کہ ایمان والوں کا مولیٰ اللہ ہے، اور کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں۔

شریعت شعور پر نازل ہوتی ہے۔ جب شعور اس مقام پر آ جائے کہ حق اور ناحق کے درمیان اختیار ... انتخاب کیا جائے تو لوگ دو حصوں میں بٹ جاتے ہیں: ایک حق کو ماننے ہیں، دوسرے حق کو نہیں مانتے۔ حق ماننے والے ... سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ اللہ ان کی نصرت کرتا ہے اور وہ ولی ... (۱۵۰:۳) ...

rfat.com

ہے ان کا نہ کوئی دوست ہوتا ہے نہ نصرت دینے والا۔ (۸:۴۲) ایمان والوں کا مقصود ہوتا ہے اللہ کی رضا، اللہ انہیں ہدایت دیتا ہے، ان کی مدد کرتا ہے، انہیں ثابت قدم رکھتا ہے اور وہ حیاتِ دنیا میں سچے ثابت ہو جاتے ہیں۔ کافروں کا مقصود ہوتا ہے اپنی خواہشات کا اتباع، اللہ انہیں گمراہ کرتا ہے، ان پر تباہی ڈالتا ہے، اور وہ عبرتناک انجام کو پہنچ جاتے ہیں۔

حاصل: ایمان والے لوگ، حق کو مانتے ہیں۔ اللہ کو مولیٰ مان لینے والے کو خلافِ حق کرنا کبھی زیب نہیں دیتا۔ اللہ کی نصرت سے بڑی کوئی نصرت نہیں اور اللہ کی نصرت سے جو نتائج حاصل ہو سکتے ہیں وہ کسی اور صورت میں حاصل ہو نہیں سکتے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ مریم (۱۹) میں ارشاد فرمایا ہے: وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ۭ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ۝ اور ہم نے ان سے قبل کتنے ہی قریئے ہلاک کر دیئے، کیا تم ان میں سے کسی کو دیکھتے ہو یا ان کی بھنک ہی سنتے ہو۔

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۝۱۲

بے شک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور صالح عمل کیے جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ اور جو لوگ کافر ہوئے برت رہے ہیں اور کھاتے ہیں جیسے چوپائے کھاتے ہیں، اور ان کا ٹھکانا آگ ہے۔

ایمان والے اپنی صداقت کا ثبوت صالح اعمال سے پیش کرتے ہیں۔ اللہ دنیا میں ان کو خوف وحزن سے بچاتا ہے، اور وہ پاک لوگوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے قول کو حق کے مطابق درست رکھتے ہیں، اپنے اعمال کو شاہد کے حوالے سے درست رکھتے ہیں، جو علمِ حقیقی انہیں حاصل ہوتا ہے، وہ دوسروں کو سکھاتے ہیں اور کبھی استکبار نہیں کرتے۔ ان لوگوں کو جنتوں میں داخل فرمایا جائے گا، جن میں دائمی بہار ہو گی کہ ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ وہاں زیرِ زمین پانی ایسی سطح پر ہوگا کہ زمین کو سرسبز وشاداب رکھنے میں کوئی مشقت نہیں ہوگی۔ رہے کافر تو وہ لوگ مقصدِ حیات کو مانتے ہی نہیں۔ نہ ان کے قول میں اخلاقی حدود کا احترام ہوتا ہے، نہ ان کے اعمال میں پاکیزگی ہوتی ہے۔ وہ جانوروں کی طرح کھاتے پیتے ہیں اور بستے ہیں۔ ان کی پسند سے بڑی کوئی بات ان کے پیشِ نظر نہیں ہوتی، اس لیے اسی دائرے میں ان کا سب کچھ کھپ جاتا ہے۔ آخرت کو تو یہ لوگ مانتے ہی نہیں۔ اس لیے ان مجرموں کا انجام دوزخ کی آگ ہے، جو ان کے اپنے ہاتھوں کی کمائی کا بدلہ ہوگی۔

حاصل: مومن ہر حال میں حق کے مطابق رہتا ہے، اللہ کی رضا کا حصول ہر مقام پر اس کا مقصود ہوتا ہے، اس کا انجام جنّت ہے۔ کافر پر اس کی چاہت سوار رہتی ہے، اس کی زندگی چوپایوں کی مانند ہوتی ہے، حقائق کے انکار کی

at.com

وجہ سے اس کا ٹھکانا دوزخ کی آگ میں ہوگا۔

وَ كَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ⑬

اور کتنی ہی قریے کہ قوت میں اس قریے سے اشد تھے جس نے آپ کو نکالا ہم نے انہیں ہلاک کیا تو کوئی انہیں نصرت دینے والا نہ ہوا۔

وہ لوگ جو حضور اکرم ﷺ کی مخالفت کرتے تھے وہ آپ کے ساتھیوں سے بہت زیادہ مانتے تھے۔ انہوں نے اپنی قوت پر فخر کیا کہ ہم نے ان صاحب کو جو ہمارے آباء و اجداد کے معبودوں کو جھٹلاتے تھے اور ایک اللہ کی بندگی کا حکم دیتے تھے آپ کے قریے سے ان کے سب ساتھیوں کے نکال دیا ہے۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ اللہ سے بڑی قوت والا تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ وہ تو بہت ہی قوت والے درجے کے لوگ تھے کہ پہاڑوں میں گھر بنا لیتے تھے۔ خلاف حق کرنے کی بنا پر وہ ہلاک ہوئے تو کوئی انہیں بچا نہ سکا۔ قادر مطلق نے بڑی قوت والے لوگوں کو ہلاک کیا ہے۔ جب آسمانوں اور زمین میں کوئی شے اسے عاجز نہیں کر سکتی تو اس کی قدرت کا بھی جواب نہیں۔ (۴۴:۳۶)

حاصل: اپنی قوت پر فخر کرنے کی بجائے قوت عطا کرنے والے قادر مطلق کی شان دیکھنی چاہیے۔ حق کی راہ پر بڑی قوت والے ہلاک ہو چکے ہیں اور اللہ کے مقابل بھی ہلاک ہوتے ہیں۔ ان کے انجام کو ضرور دیکھنا چاہیے۔

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ⑭

تو کیا وہ جو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہو اس جیسا ہو جائے گا جس کے لیے اس کے برے عمل کو زینت دی گئی اور انہوں نے اپنی خواہشات کا اتباع کیا۔

جو شیطان کو اپنا کھلا دشمن جانتا ہے وہ اس سے دور رہتا ہے اللہ سے ہی لو لگاتا ہے وہ اتباع حق کرتا ہے۔ ایسا بندہ صراط مستقیم پر ہوتا ہے، راہ روشن پر ہوتا ہے اور وہ حال پر بیدار رہتا ہے۔ اس کے مقابل جو انسان باطل کی پیروی کرتا ہے شیطان اس کا ساتھی رہتا ہے اور شیطان اس کے برے اعمال واضح طور پر اس کے سامنے زینت دے کر پیش کرتا ہے۔ وہ نور سے دور ہو کر ظلمات کی طرف بڑھ رہا ہوتا ہے۔ جن لوگوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کی وہ حق کو ماننے والوں کے برابر نہیں ہو سکتے۔ حق کو ماننے والے اور حق کو نہ ماننے والے کبھی مساوی نہیں ہوتے۔

حاصل: حق کو ماننے والے اور حق کو نہ ماننے والے کبھی مساوی نہیں ہوتے۔ ان کا حال بھی ایک جیسا نہیں ہوتا۔ مستقبل بھی ایک جیسا نہیں ہوگا۔ جو بندہ صراط مستقیم پر ہو وہ اپنے کسی عمل پر بھی فخر نہیں کرتا۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِیْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ۚ۬ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ وَ لَهُمْ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِی النَّارِ وَ سُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴿۱۵﴾

مثل اس جنّت کی جس کا متقیوں سے وعدہ ہے یہ ہے کہ اس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جو بگڑتا نہیں اور ایسے دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ متغیر نہیں ہوتا، اور ایسی شراب کی نہریں ہیں جس میں پینے والوں کے لیے لذّت ہے، اور ایسے شہد کی نہریں ہیں جو مُصفّٰی ہے۔ اور اس میں ان کے لئے ہر طرح کے ثمرات ہیں، اور ان کے ربّ کی طرف سے مغفرت ہے۔ کیا یہ ویسے ہوں گے جو ہمیشہ آگ میں رہیں، اور جن کو کھولتا پانی پلایا جائے گا، کہ ان کی آنتوں کو قطع کر کے رکھ دے گا۔

حق کو ماننے والوں کا انجام، فلاح ہوگا، حق کو نہ ماننے والوں کا انجام، خسارہ ہوگا۔ متقی حضرات سے اللہ نے جنت کا وعدہ فرما رکھا ہے۔ اس جنت میں ایسے پانی کی نہریں جاری ہیں جو بگڑتا نہیں، اس میں بدبو نہیں پیدا ہوتی۔ جو لوگ اللہ کی عطا کو اس کی رضا کے حصول کے لیے خرچ کرتے رہتے ہیں اور ہمیشہ متوکّل رہتے ہیں، ان کے اعمال کا صلہ ہوں گی یہ صاف پانی کی نہریں۔ اس جنت میں ایسے دودھ کی نہریں ہوں گی، جس کا مزہ نہیں بدلتا اور وہ دودھ اپنی طبعی حالت پر رہے گا۔ جو لوگ حق کو فی سبیل اللہ ادا کرتے رہتے ہیں اور مخالفین سے بھی معاملہ اللہ کی رضا کے لیے کرتے ہیں، کسی کی مخالفت سے ان کا عمل بدلتا نہیں، ان کے اعمال کا صلہ ہوں گی یہ دودھ کی نہریں۔ اس جنت میں شراب کی نہریں ہوں گی جس میں پینے والوں کے لیے لذت ہے، جس کا ذائقہ بھی راحت بخش ہے، اور جس میں منافع بھی بہت ہیں۔ جو لوگ عطاء الٰہی کو تقسیم کرنے میں راحت پاتے ہیں اور فیض یاب ہونے والوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ ان کی بدولت فانی اشیاء، دائمی نعمتیں بن گئی ہیں، ان کے اعمال کا صلہ ہوں گی یہ شراب کی نہریں۔ اس جنت میں شفاف شہد کی نہریں ہوں گی۔ جو لوگ انعامات کو بانٹتے رہیں گے اور شان اپنے معلم کی بلند کریں گے، ان کے اعمال کا صلہ ہوں گی یہ شفاف شہد کی نہریں۔ متقین کا حال پر بھی ان نہروں سے تعلق ہے، آخرت میں ہوگا ہی۔ متقین کے لیے جنت میں ہر طرح کے پھل ہوں گے۔ جب اللہ میزبان ہو، تو مہمان کی عزّت افزائی اس سے بڑھ کر ہو بھی کیا سکتی ہے۔ اور اس بیان کو یوں پورا کیا گیا ہے: اللہ کی بخشش بھی ان کے شاملِ حال ہوگی، ان کی کوتاہیوں کو بخش کر اللہ انہیں قربِ مزید سے نوازے گا۔ اس راحت کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے مقابل خلافِ حق کرنے والوں کا انجام یہ ہوگا، کہ وہ ہمیشہ آگ میں رہیں گے۔ انہیں کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا، کہ وہ ان کی آنتوں کو کاٹ کر رکھ دے گا۔ منکرینِ حق کے لیے باہر کا عذاب بھی ہوگا، اندر کا عذاب بھی ہوگا، اور یہ عذاب مسلسل بھی ہوگا۔

حاصل: متقی حضرات کی اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی قدر و منزلت ہے، ہمیں بھی ان کی قدر کرنی چاہیے۔ منکرینِ حق کو کبھی اہمیت نہیں دینی چاہئے۔ متقی حضرات دائمی نعمتوں سے نوازے جائیں گے، منکرینِ حق دائمی عذاب میں ہوں گے۔ جو حال پر ایک جیسے نہیں ہیں، وہ آخرت میں ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ۝

اور ان میں سے بعض آپ کی طرف کان لگاتے ہیں، حتیٰ کہ جب آپ کے پاس سے نکلتے ہیں تو علم والے حضرات سے پوچھتے ہیں آپ نے کیا فرمایا تھا۔ یہ وہی ہیں جن کے قلوب پر اللہ نے مہر لگادی ہے، اور وہ اپنی خواہشات کا اتباع کرتے ہیں۔

جو لوگ اپنی خواہشات کی پیروی میں لگے رہتے ہیں، وہ گمراہ ہو جاتے ہیں۔ یہ لوگ حق والوں کی بات سے متاثر نہیں ہوتے [illegible] استکبار کی وجہ سے ان پر ناقابل اصلاح ہونے کی مہر لگ جاتی ہے۔ مسلمانوں کے اندر یہ لوگ شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ حق پہنچانے والے صاحب کی خدمت میں حاضر بھی ہوتے ہیں، ان کی طرف متوجہ بھی ہوتے ہیں [illegible] ان کے نزدیک سند کا درجہ رکھتی ہے، نہ یہ اس کے نقوش قدم کو صراط مستقیم مانتے ہیں۔ اس لیے جب حق پہنچانے والے صاحب کی مجلس سے اٹھ کر باہر نکلتے ہیں تو اس کے محبین سے پوچھتے ہیں آپ نے کیا فرمایا تھا۔ منشا یہ ہوتا ہے کہ ان صاحب سے [illegible] باتیں کی جائیں، اور مبتدی حضرات سے یہ کہا جائے کہ اپنی عقل بھی استعمال کرنی چاہیے۔ [illegible] اتباع میں لگ گئے۔

حاصل: عقل مندی یہی ہے کہ حق پہنچانے والے کی بات توجہ سے سنی جائے۔ اس کا [illegible] رویہ باعث ہدایت ہوتا ہے۔ (۱۸:۳۹) منافقین کی حرکات کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ [illegible] لازم ہے کہ وہ مبتدی حضرات کو مدد دیں اور انہیں منافقوں کے بارے میں آگاہ کریں۔

وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ۝

اور جن لوگوں نے راہ کی انہیں ہدایت [illegible] اور انہیں تقویٰ عطا ہوا۔

طلب ہدایت رکھنے والے جب حق کو سنتے ہیں تو اس کو مان لیتے ہیں [illegible] اللہ تعالیٰ انہیں تقویٰ عطا فرماتا ہے۔ جو لوگ ہدایت کی طلب نہیں رکھتے ان پر حق کی بات کا اثر [illegible] ہوتا ہے۔

حاصل: ناصح امین کی اطاعت باعث ہدایت ہوتی ہے۔ حق ماننے والے کے لیے [illegible] ہوتی ہیں۔ اپنی خواہشات کی پیروی کرنے والے کے لیے گمراہی ہے۔

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ۝

تو یہ لوگ بس ساعت کے منتظر ہیں کہ ان پر اچانک آ جائے، اس کی اشراط تو آ ہی چکی ہیں، پھر اس کے آنے پر انہیں نصیحت کہاں نصیب ہوگی۔

ہدایت اور نصیحت تو عقل والوں کے لیے ہوتی ہے۔ (۴۰: ۵۴) عقل والے ہی حال سے استفادہ کرتے ہیں۔ قیامت کا آنا عمل کے لیے دی گئی مہلت کا خاتمہ ہوگا۔ اس وقت نصیحت کو مان لینا صرف قول کے درجے میں ہوگا عمل سے اس قول کو سچا ثابت کرنا ممکن نہ ہوگا۔ جو لوگ حق کو مان نہیں رہے، اور ان کا سب کچھ جزا کے انکار پر لگ رہا ہے تو وہ بس قیامت کے انتظار میں ہی ہیں، کہ ان پر اچانک آجائے اور ان کا خاتمہ کردے۔ قیامت کی اشراط تو آہی چکی ہیں۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری یہ ثابت کرتی ہے کہ اب کسی نبی کی بعثت نہیں ہو گی۔ دین کی تکمیل کی شرط بھی پوری ہو چکی ہے۔ بندے کا اپنا کیا اس کے سامنے آجائے گا۔ یہ علم کسب کے دائرے میں دیکھا جارہا ہے، علم الٰہی کا مقام تو بہت بلند ہے۔ جزا کا انکار کسی کو جزا سے بچا نہیں سکتا۔ خلاف حق کرنے والے لوگ بین الاقوامی سطح پر ایک دوسرے کے قریب ہو گئے ہیں، مگر ان کے علم سے ان کو سکھ نہیں مل رہا، ان کا بھلا نہیں ہو رہا۔ یہ نشانیاں لوگوں کی غفلت کو ثابت کرتی ہیں۔ اجل مسمّٰی کے بعد قیامت آہی جائے گی۔

حاصل: حق کا انکار کرنے والے غفلت میں پڑے رہتے ہیں۔ قیامت کے دن کسی ظالم کی معذرت اسے نفع نہ دے گی۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری، دین کی تکمیل، علم کسب کا عروج اور اس سے حقائق کی تصدیق، یہ سب قیامت کے قریب ہونے کا ثبوت ہیں۔

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ﴿۱۹﴾ ع

تو تمہیں معلوم رہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، تو اپنے اور مومنین و مومنات کے گناہوں پر استغفار کرو۔ اور اللہ کو تمہارے چلنے پھرنے اور ٹھہرنے کی جگہ کا علم ہے۔

یہ حکم عام ہے کہ ہر مومن ذاتی زندگی میں بھی پاک رہے یک سو رہے، اور اللہ کی رضا کے علاوہ اس کا کچھ مقصود نہ ہو، اجتماعی زندگی میں بھی وہ کسی مقام پر ذاتی مفاد کو اولیت دے کر فساد نہ مچائے۔ حدود اللہ کے احترام میں اپنی کوتاہیوں پر اللہ سے بخشش طلب کرے، دوسرے مومنین و مومنات کی کوتاہیوں پر بھی اللہ سے بخشش طلب کرے۔ حق کو اس طرح مانا جائے کہ چلنے پھرنے اور ٹھہرنے میں، تمام حرکات و سکنات میں اللہ کی بندگی کا ثبوت ملے تو اس سے مومنین کی شان بڑھے گی، اور لوگ ان سے نور ہدایت حاصل کر سکیں گے۔

حاصل: اللہ کی رضا ہر مقام پر ہمارا مقصود ہو تو بندگی کا حق ادا ہوتا ہے۔ اپنی کوتاہیوں پر استغفار کرنا حسنِ عمل کو بڑھاتا ہے۔ دوسرے مومنین و مومنات کی کوتاہیوں پر استغفار کرنا ان کی خدمت کی استعداد کو بڑھاتا ہے۔ اجتماعی زندگی میں حرکات و سکنات کو قطعاً حق کے مطابق رکھنا چاہئے ورنہ ہمارے اس دعوٰی ایمان کا ثبوت کیا ہوگا، کہ اللہ تعالیٰ کو ہمارے چلنے پھرنے اور ٹھہرنے کی جگہ کا علم ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ آل عمران (۳) میں ارشاد فرمایا ہے: وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اور اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو، تاکہ تم پر رحم ہو۔ اور اپنے رب کی بخشش کی طرف دوڑو، اور جنت کی طرف، جس کا عرض آسمان اور زمین ہیں، متقین کے لیے تیار کی گئی ہے۔

at.com

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ ۚ فَإِذَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ مُحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ ۙ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۖ فَأَوْلَىٰ لَهُمْ ﴿٢٠﴾

اور ایمان والے کہتے ہیں ایک سورۃ نازل ہوتی۔ پھر جب محکم سورۃ نازل ہوئی اور اس میں قتال کا ذکر ہوا تو تم ان لوگوں کو دیکھتے ہو جن کے قلب میں مرض ہے، تمہاری طرف دیکھتے ہیں جیسے کسی پر موت کی غشی طاری ہو۔ تو ان پر تباہی ہے۔

ایمان والوں کو اللہ کی رضا کے حوالے سے اپنی صداقت کا ثبوت دینے کے لیے ان کا ساتھ [illegible] فی سبیل اللہ کا حکم ہے۔ جب ایسا حکم ہو تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ خوشیاں مناتے ہیں۔ (۱۲۴:۹) جن کے قلب میں مرض [illegible] ہے، جہاد فی سبیل اللہ کا حکم سن کر ان کے اندر پلیدی پر پلیدی بڑھتی ہے۔ (۱۲۵:۹) ایمان کا [illegible] حیات دنیا کو مقصود بھی جانتا ہے، اس لیے جہاد کا حکم سن کر پریشان ہو جاتا ہے، اور اس پر مردنی چھا جاتی ہے۔ ایسے لوگوں پر [illegible] ہے۔

حاصل: جس کا مقصد رضائے الٰہی ہو، حکم جہاد اس کے ایمان کو بڑھاتا ہے۔ جس کے دل میں مرض ہو [illegible] سے اس کی ناپاکی بڑھتی ہے، اس پر مردنی چھا جاتی ہے۔ ایسے لوگوں پر چٹکار ہوتی ہے۔

طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَعْرُوفٌ ۚ فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ ﴿٢١﴾

طاعت اور قول معروف [illegible] درست رویہ تھا۔ تو اگر اللہ سے سچے رہتے تو ان کے لیے بہتر ہوتا۔

حق کو ماننا باعث ہدایت ہوتا ہے۔ اولی الامر کی اطاعت جس سے تعلق رکھتی ہے [illegible] باعث فلاح ہوتا ہے۔ ایسے موقع پر معروف طریقہ یہی ہے [illegible] جاتا ہے۔ اس حکم کے ہو جانے کے بعد اپنی صداقت کا ثبوت [illegible] اور اللہ کے ہاں سچے ثابت ہو جانا یقیناً بہتر ہوتا ہے [illegible]

حاصل: حق کی اطاعت اور حق کو ادب سے ماننا ہی درست رویہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں صداقت کا ثبوت حسن نیت سے ملتا ہے۔ حق کی بات کی طریق احسن اور عمل سے ملتا ہے [illegible] جانا بڑی بات ہے۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ﴿٢٢﴾

پھر اگر تم پھر جاؤ تو قریب ہے زمین میں فساد کرو اور اپنے رحموں کو قطع کرو۔

rfat.com

سلامتی کی راہ یہی ہے کہ حق کو مانا جائے، اور حق کو سن کر یہی کہا جائے: ہم نے سنا اور ہم نے مانا۔ اس طریقِ زندگی کو چھوڑ دینے سے زمین میں فساد ہوگا، اور قطع رحمی ہوگی۔ فاسق لوگ ہی منافق ہوتے ہیں۔ یہ میثاق کے بعد اللہ سے عہد کو توڑتے ہیں، اور جس کے جوڑنے کا اللہ نے امر دیا ہے اس کو قطع کرتے ہیں، اور زمین میں فساد کرتے ہیں۔ حق کے مقابل زمین میں جس نظریے کو بھی پھیلایا جائے گا، اس سے زمین میں فساد ہی ہوگا، کہ حق اللہ کا فرمان ہے اور اللہ سب سے بڑے علم والا ہے۔ فساد کرنے والے، اصلاحِ معاشرہ کے نام پر بھی فساد کرتے ہیں، امن عالم کے نام پر بھی فساد کرتے ہیں۔

حاصل: حق کی اطاعت سے پھر جانا، فساد کی راہ کو اختیار کرنا ہے، اور قطع رحمی کی راہ کو اختیار کرنا ہے۔ فاسق لوگ اصلاحِ معاشرہ کے نام سے، امنِ عالم کے نام سے اور ایسے کئی ناموں سے خلافِ حق کرتے ہیں، مگر اس سے فساد ہی بڑھتا دیکھا گیا ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ﴿۲۳﴾

یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی، پھر انہیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں اندھی کر دیں۔

حق کے مقابل اپنے نظریات کو پھیلانے والے لوگوں پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے۔ ایک وقت کے بعد حق ان کو سنائی ہی نہیں دیتا، ان کی سماعت پر مہر کر دی جاتی ہے، ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ جاتا ہے۔

حاصل: لعنتی لوگوں سے بچنا بہت ضروری ہے۔ نہ ان کی باتیں کوئی حقیقت رکھتی ہیں، نہ ان کا مشاہدہ کوئی حقیقت رکھتا ہے۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ﴿۲۴﴾

تو کیا یہ لوگ قرآن میں تدبّر نہیں کرتے یا ان کے قلوب پر قفل لگے ہوئے ہیں۔

قرآن پاک بابرکت نصیحت ہے۔ اس کی آیات میں تدبّر کرنا اس کی برکات سے فیض یاب ہونے کے لیے ضروری ہے۔ اس کتاب کے ذریعے ہی لوگوں کو ظلمات سے نور کی طرف لایا جا سکتا ہے۔ یہ کتاب، حق کو ماننے والے لوگوں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔ کسی بھی مقام پر تضاد اور اختلاف کے خاتمے کے لیے اور یک سوئی کے لیے یہی بہترین ذریعہ ہے۔ جو لوگ اس میں تدبّر کر کے اس سے نورِ ہدایت نہیں لیتے ان کے قلوب پر قفل لگے ہوئے ہیں۔ حقائق کو جاننے کا بہترین ذریعہ قرآن پاک ہی ہے۔

حاصل: نورِ ہدایت کی طلب ہو تو قرآنِ پاک میں تدبّر کرنے سے یقیناً فائدہ ہوتا ہے۔ جو لوگ قرآنِ پاک سے رہنمائی نہیں لیتے، ان کے قلوب پر قفل لگے ہوتے ہیں، ان کی پسند انہیں حق کی طرف آنے سے روک دیتی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ؕ وَاَمْلٰى لَهُمْ ﴿۲۵﴾

بے شک وہ لوگ جو اپنی پیٹھ پر پھر گئے، بعد اس کے کہ ہدایت ان پر واضح ہو چکی تھی، شیطان نے انہیں فریب دیا اور انہیں لمبی امید دلائی۔

at.com

حق کو مان لینے کا دعویٰ ہو، اور عملاً حق کے خلاف کیا جائے تو یہ ارتداد ہے۔ حق کو ماننے کے دعوے کی صداقت کا ثبوت عمل سے ہی دیا جا سکتا ہے، صداقت کا ثبوت دینے کی بجائے جو اپنا رخ نور سے ظلمات کی طرف کرے، شیطان اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ انسان دشمنی میں جو مہارت شیطان کو حاصل ہے وہ کسی دوسرے کا مقام ہی نہیں ہو سکتا۔ شیطان حق سے منہ موڑنے والوں کو زینت دے کر اس کے سامنے رکھ دیتا ہے، اور اسے اس فریب میں مبتلا کر دیتا ہے کہ وہ خوب کر رہا ہے۔ شیطان اسے نجات کی طرف سے روک دیتا ہے اور اسے لمبی آرزوؤں میں ایسے الجھا دیتا ہے کہ اسے مراجعت یاد ہی نہیں رہتی۔

حاصل: تدبرِ قرآن سے منہ موڑنے والے، نور سے ظلمات کی طرف چل پڑتے ہیں۔ شیطان ان کو فریب دیتا ہے، اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف واپس جانے سے غافل کر کے لمبی امیدوں میں الجھا دیتا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ۝

یہ اس لیے ہوا کہ انہوں نے ان لوگوں سے جنہیں اللہ کے نازل فرمائے ہوئے سے کراہت ہے، کہا کہ ہم بعض امر میں تمہاری اطاعت کریں گے، اور اللہ ان کے رازوں کو جانتا ہے۔

منافقین، اسلام دشمن لوگوں سے بھی اپنے تعلق ضرور رکھتے ہیں۔ منافقین سے جنہیں ایمان کا دعویٰ ہوتا ہے وہ شیاطین کے ساتھ ہوتے ہیں تو ان کی معیت کا دم بھرتے ہیں۔ جن لوگوں کو قرآن شریف سے کراہت ہو ان کی بات بھی ماننا باعثِ ارتداد ہو سکتی ہے۔ اگر ان سے تعلق قائم رکھنے میں اپنی مصلحت نظر آئے تو یہ ایمان کا دعویٰ کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ ان لوگوں سے جن مقاصد کے تحت باتیں ہوں، اللہ ان کو جانتا ہے اور حق کو ظاہر فرما دیتا ہے۔

حاصل: قرآن شریف سے کراہت کرنے والوں کے ساتھ کسی بھی درجے کا تعلق باعثِ ارتداد ہو سکتا ہے۔ ان کے مرتد ہو جانے سے خسارہ اس کو بھی ہوتا ہے، اور اللہ کی مشیت کے سامنے کسی کی قوت کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۝

پھر کیا حال ہو گا جب فرشتے ان کی جان قبض کریں گے، ان کے منہوں اور پیٹھوں پر ضرب لگاتے ہوئے۔

منافقین کو اس بات سے کراہت ہوتی ہے کہ وہ اپنے اعمال کا اللہ کے ساتھ تعلق قائم کریں، جبکہ ان کا یہ طرزِ عمل ان کا نام ہو جاتا ہے جس سے وہ ظلمات کی طرف ہی جاتے ہیں۔ جب ان کی موت کا وقت آتا ہے تو ان کو دنیا سے اٹھایا جاتا ہے اور ان کے منہوں اور پیٹھوں پر مار کر انہیں لے جایا جاتا ہے۔ اس وقت منافقین اصلاح کی کوشش کرنا چاہتے ہیں مگر اس وقت اصلاح کو اختیار کرنے کا موقع نہیں دیا جاتا، کیونکہ یہ ان کی موت کا وقت ہوتا ہے۔

حاصل: منافقین کے لیے موت کا وقت بڑے عذاب کا وقت ہوتا ہے۔ انہیں مار پڑتی ہے، انہیں اپنی غلطیاں نظر آتی ہیں، اور اس وقت اصلاح کو اختیار کرنا ممکن نہیں ہوتا۔

rfat.com

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَاۤ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَ كَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۲۸﴾ ع

یہ اس لیے ہوا کہ انہوں نے اس کا اتباع کیا جس میں اللہ کی ناخوشی ہے، اور اس کی رضا سے کراہت کی، تو اس نے ان کے اعمال اکارت کر دیئے۔

اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ وہ مالک کل ہے، اور کوئی احتیاج نہیں رکھتا۔ اس کے فرمان کو ماننے میں ماننے والوں کا بھلا ہوتا ہے۔ جو لوگ خلاف حق کرتے چلے جاتے ہیں، اور باطل کی پیروی کو اپنا معمول بنا لیتے ہیں، وہ فرمان الٰہی کی مخالفت میں ہمہ تن لگے رہتے ہیں۔ اللہ کی رضا سے کراہت ان کا طریق زندگی بن جاتا ہے۔ یہ لوگ اس قدر ناپاک ہوجاتے ہیں، کہ ان کا سب کچھ خلافِ حق استعمال ہوتا ہے، اور اگر ان کے ماضی میں کچھ بھلے اعمال ہوئے ہوں تو حال پر باطل کے اتباع میں منہمک ہوجانے کی وجہ سے ان کے وہ اعمال اکارت کر دیئے جاتے ہیں۔ ان لوگوں کی موت عبرتناک ہوتی ہے۔ فرشتے ان کے مونہوں پر مارتے ہیں ان کی پیٹھوں پر مارتے ہیں۔ اس وقت اللہ کی رضا کی اہمیت تو ان پر بہت واضح ہوجاتی ہے، مگر اس وقت رخ کو درست کر لینا ممکن نہیں ہوتا۔

حاصل: اللہ کی رضا سے کراہت کا اظہار کرنے والے نامراد ہوتے ہیں، ان کے اعمال اکارت ہوجاتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے دور رہنا ان معنوں میں ضروری ہے کہ ہمارے اور ان کے قول کے مابین وقف ہو، ہمارے اور ان کے عمل کے مابین وقف ہو۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الزمر (۳۹) میں ارشاد فرمایا ہے: اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَ لَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَ اِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ... اور اگر تم کفر کرو تو اللہ تم سے بے نیاز ہے، اور وہ اپنے بندوں کے کفر سے راضی نہیں اور اگر تم شکر کرو تو تم سے راضی ہوتا ہے۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ﴿۲۹﴾

کیا وہ لوگ جن کے قلوب میں مرض ہے یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ ان کے کینوں کو ظاہر نہیں کرے گا۔

جو لوگ اللہ کی رضا سے کراہت کا اظہار کرتے ہیں، ان کے قلوب میں منافقت بصورت مرض موجود ہوتی ہے۔ اس مرض میں انسان، اللہ کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتا رہتا ہے اور مومنین کو دھوکا دینے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ درحقیقت وہ اپنے آپ کو دھوکہ دے رہا ہوتا ہے۔ منافق کے اندر جو کینہ ہوتا ہے، وہ اس کے قول و فعل میں مخصوص لبادوں کے اندر لپٹا ہوا ہوتا ہے۔ جب اللہ منافقین کے کینے کو ظاہر کرنا چاہے تو اس میں دیر ہی کیا لگے گی، اور یہ ہو ہی نہیں سکتا، کہ منافقین کے کینے پر ہمیشہ پردہ ہی پڑا رہے۔

حاصل: جو زبان سے حق کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہوں اور ان کے قلوب میں حق سے کراہت موجود ہو، ان کے قلوب میں مرض ہوتا ہے۔ وہ یہی سمجھتے رہتے ہیں کہ ان کی بدباطنی پر ہمیشہ پردہ پڑا رہے گا۔

وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ؕ وَ لَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۰﴾

اور اگر ہم چاہیں تو انہیں آپ کو دکھلا دیں، تو آپ انہیں ان کے چہروں سے پہچان لیں۔ اور آپ انہیں قول کے اسلوب سے پہچان سکتے ہیں۔ اور اللہ تمہارے اعمال کو جانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، علیم مطلق ہے۔ اس کے لیے منافقت کی کسی علامت کو جلی بنا دینا کچھ مشکل نہیں [illegible] منافقت کا پتہ لگ سکتا ہے، مگر اللہ ایسا نہیں چاہتا کہ اس کی شان نرالی ہے۔ وہ عیوب کو ڈھانپ دیتا ہے۔ منافقین کے قول میں [illegible] ہے۔ ان کے قول کا اسلوب یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ مومنین کو بھی خوش رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں، اور ان سے دشمنوں کو بھی خوش [illegible] کر رہے ہیں۔ ان کا کلام ذو معنی الفاظ پر مشتمل ہوتا ہے، اور وہ بات کو اس ڈھنگ سے کرتے ہیں کہ تاویل ان کی منشاء کے مطابق ہو سکے۔ نتائج پر اللہ کی قدرت کا احاطہ ہے۔ منافق جو کچھ بھی کرتے رہیں، نتائج تو وہی ہوں گے جو اللہ چاہے گا۔

حاصل: اللہ تعالیٰ کے لیے کسی کی اندرونی کیفیت کو ظاہر کرنا کچھ مشکل نہیں ہوتا مگر اس کی شان ہے کہ وہ پردہ پوشی کرتا ہے۔ منافقین کو ان کے کلام سے بھی پہچانا جا سکتا ہے، وہ ایسے الفاظ میں بات کرتے ہیں [illegible] تاویل ان کی منشاء کے مطابق ہو سکے۔ اللہ نیتوں کا بھی علم رکھتا ہے، اعمال کا بھی علم رکھتا ہے۔

وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ حَتّٰى نَعۡلَمَ الۡمُجٰهِدِيۡنَ مِنۡكُمۡ وَالصّٰبِرِيۡنَ ۙ وَنَبۡلُوَا۟ اَخۡبَارَكُمۡ ۝۳۱

اور ضرور ہم تمہیں پرکھیں گے حتیٰ کہ تم میں سے مجاہدین اور صابرین معلوم ہوں، اور ہم تمہارے حالات کو دیکھیں گے۔

ایسا کبھی نہیں ہوا کہ صرف لوگوں کے دعویٰ ایمان کو ان کی صداقت مان لیا گیا ہو [illegible] اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ضرور دیکھا جاتا ہے کہ صداقت کا ثبوت دیا گیا ہے یا نہیں۔ اموال و [illegible] سچے ثابت ہو جاتے ہیں۔ صابرین کی وہ بات اللہ جانتے ہوئے شاکی نہیں ہوتے۔ صداقت کا ثبوت [illegible] اللہ تعالیٰ سے بڑا کوئی دیکھنے والا نہیں ہے۔

حاصل: اللہ تعالیٰ کو ہر ایک کے ہر حال کا علم ہے۔ اموال و انفس [illegible] صداقت کا ثبوت ہے۔ نہ ہونے کا مقام ہو تو صبر صداقت کا ثبوت ہے۔ جس قول کا عمل شاہد [illegible]

اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الۡهُدٰى ۙ لَنۡ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيۡـئًا ؕ وَسَيُحۡبِطُ اَعۡمَالَهُمۡ ۝۳۲

بے شک جن لوگوں نے [illegible] اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی بعد اس کے کہ ہدایت ان پر روشن ہو چکی تھی، وہ اللہ کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکیں گے، اور اللہ ان کے اعمال کو جلد ہی اکارت کر دے گا۔

حق کا انکار کرنا کفر ہے، اور اللہ کی [illegible] توفیق [illegible] ہمیشہ حق ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ کبھی [illegible] نہیں ہوتا۔ خوف و حزن سے بچ جانے کی علامت بھی [illegible] یقین بھی اس میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ راہ ہدایت کے روشن ہو جانے کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت [illegible] ہے، اور منکرین حق اپنی سیادت کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ ایسے لوگ اللہ کا [illegible]

Marfat.c

رسول ﷺ کو نقصان پہنچانا بھی ان کے بس میں نہیں ہے، کہ اللہ نے آپ کو بچانے کی سند نازل فرمائی ہے۔ اللہ کو منکرین رسول ﷺ کے اعمال اکارت کرنے میں دیر ہی کیا لگتی ہے۔

حاصل: حق کا انکار، اللہ کی عطا کردہ توفیق کا خلافِ حق استعمال، اللہ کے رسول ﷺ کی مخالفت، اپنی سیادت کو انا کا مسئلہ بنانا، یہ سب صورتیں قطعاً خسارے سے تعلق رکھتی ہیں دنیا میں، اور آخرت میں بھی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾

اے ایمان والو، اللہ کی اطاعت کرو، اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔

اللہ کی اطاعت کا دعویٰ، اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت سے سچا ثابت ہوتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی مخالفت، اللہ کی مخالفت ہے، اور اللہ کی مخالفت سے اعمال کا اکارت ہو جانا لازم ہے۔ جو بھی اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کے راستے سے ہٹ جائے گا، اس کے اعمال باطل ہو جائیں گے، بے حقیقت ہو جائیں گے۔

حاصل: اللہ کی اطاعت کا دعویٰ اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت سے ہی سچا ثابت ہوتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کے راستے سے ہٹ جانے والا، اپنے اعمال کو باطل کر لیتا ہے، ضائع کر لیتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴿۳۴﴾

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا، پھر حالتِ کفر میں ہی مرے، اللہ ان کو ہر گز نہ بخشے گا۔

حق کا انکار کرنا کفر ہے، اور اللہ کی دی ہوئی متاعِ حیات کو خلافِ حق استعمال کرنا اللہ کی راہ سے روکنا ہے۔ جہاں ذاتی اور صفاتی کفر مل جائیں وہاں ظلمات کا احاطہ ہو جاتا ہے۔ اگر اسی حالت کفر میں موت آ جائے تو اس معیارِ حق کی مخالفت کا ثبوت مل جائے گا، جس کی اطاعت میں فلاح رکھی گئی ہے، اس لیے ایسے لوگوں کو ہر گز بخشش نصیب نہ ہوگی۔

حاصل: کفر کرنا، اللہ کی راہ سے روکنا اور حالتِ کفر میں اس دنیا سے جانا، جہاں یہ سب گناہ جمع ہو جائیں، وہاں بخشش کا مقام ہی نہیں رہتا۔

فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ۖ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۵﴾

تو تم کمزوری نہ دکھاؤ اور نہ سمجھوتے کی دعوت دو، تم ہی غالب رہو گے، اللہ تمہارے ساتھ ہے، اور وہ ہر گز تمہارے اعمال میں تمہیں نقصان نہ دے گا۔

منافقین کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ وہ جہاد فی سبیل اللہ سے بچ جائیں۔ اس لیے وہ صلح و آشتی کی باتوں میں [illegible] منشا حق کے غلبے کو روکنا ہوتا ہے۔ مومنین پر لازم ہے کہ وہ اموال و انفس کے ساتھ جہاد کرنے میں بھی کمزوری نہ دکھائیں اور منافقین کے دائرہ اثر سے دور رہیں۔ یہاں سمجھوتے کی دعوت دینے کے معنی بھی کمزوری دکھانے کے ہی ہوں گے۔ اس لیے یہ بھی درست نہیں ہے۔ منکرین حق کے پاس سامان حرب کی کثرت ہو سکتی ہے۔ لڑنے والوں کی بڑی تعداد بھی ان کے پاس ہو سکتی ہے۔ سب وسائل بھی ان کے پاس ہو سکتے ہیں۔ اور اللہ مومنین کے ساتھ ہوتا ہے۔ قادر مطلق کے سامنے کسی قوت کا کوئی مقام نہیں۔ نہ کوئی اسباب وہاں کام آتے ہیں۔ مومنین کو غالب کرنے والی قدرت، اللہ کی شان کے لائق ہے۔ مومنین کا خلوص نیت سے ساتھ ہو تو ان کے اعمال کی کسی کمزوری سے دشمن کو کوئی فائدہ نہیں اٹھانے دیا جاتا۔ اللہ کے ساتھ کی برکت سے ان کی کوتاہیوں پر پردہ پڑا رہتا ہے۔ مومنین کا رعب کافروں کے دلوں پر مسلط ہو جاتا ہے۔ جو لوگ سبب سے گزر جائیں اور مسبب الاسباب کی معرفت حاصل کر لیں تو جائیں، تقدیر ان کے تابع ہو جاتی ہے، ان کی سواری بن جاتی ہے۔ اسباب ماننے والوں پر تقدیر سوار رہتی ہے۔

حاصل: جہاد میں کمزوری دکھانا اور سمجھوتے کی طلب رکھنا مومنین کی شان کے لائق نہیں ہے۔ غلبہ اللہ کے ساتھ سے نصیب ہوتا ہے۔ تقدیر اسباب سے وابستہ ہے۔ جو مسبب الاسباب کے ساتھ ہو جاتے ہیں تقدیر ان کے تابع ہو جاتی ہے۔ اللہ کے ساتھ کی برکت سے مومنین کی کوتاہیوں پر پردہ پڑا رہتا ہے۔ دشمن ان کی کمزوریوں سے فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

اِنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا یُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا یَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ﴿۳۶﴾

حیات دنیا تو لہو و لعب ہی ہے اور اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ کرو تو اللہ تمہیں تمہارے اجر دے گا اور تم سے تمہارے سب اموال کا سوال نہیں کرے گا۔

منکرین حق حیات دنیا کے دھوکے میں دین کو کھیل تماشا بنا لیتے ہیں۔ [illegible] کرنے کا کوئی مقام ہو ہی نہیں سکتا۔ سب کچھ بندے کے لیے بنایا گیا ہے اور بندے کو اللہ کے لیے۔ ایمان لانا اور تقویٰ کرنا اپنی صداقت کا ثبوت دینا ہے۔ جو وہ اللہ کی رضا کے مطابق اعمال کرتا ہے اس کا اجر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتا رہے گا۔ جو لوگ سچائی ثابت کرتے ہیں اللہ انہیں اپنے فضل سے نوازے گا۔ یہ نہیں ہوگا کہ اللہ تم سے کبھی سب مال طلب کرے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے امتحان میں تم اپنی صداقت کا ثبوت دے سکیں گے۔

حاصل: حیات دنیا کو طویل گمان کرنا درست نہیں ہے۔ ایمان لانے والے اور تقویٰ کرنے والے اللہ کے فضل سے نوازے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب سے بڑے علم والا ہے، وہ لوگوں کی حالت جانتا ہے۔ اس کی طرف سے کبھی یہ نہیں ہوتا کہ بندے سے کبھی اموال کو مانگ لیا جائے۔

rfat.com

اِنۡ یَّسۡـَٔلۡکُمُوۡهَا فَیُحۡفِکُمۡ تَبۡخَلُوۡا وَ یُخۡرِجۡ اَضۡغَانَکُمۡ ﴿۳۷﴾

اگر وہ تم سے مانگے، پھر زیادہ چاہے، تو تم بخل کرو گے اور وہ تمہارے کینے ظاہر کر دے گا۔

اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فی سبیل اللہ مال خرچ کرنے کا حکم دیا جائے پھر مزید بہت کچھ خرچ کرنے کا حکم دیا جائے، تو یہ حکم کمزور ایمان والوں کے لیے بہت تکلیف دہ ہو جائے گا، اور وہ لازماً بخل کریں گے۔ انہیں یہ یقین تو ہوگا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے موجودہ حال سے بہتر عطا ہو سکتا ہے، اس لیے بخل سے بچ جانا ان کے لیے ممکن نہ ہوگا، اور بخل سے وہ سب کمزوریاں ظاہر ہو جائیں گی، جن پر پردہ پڑا ہوا تھا۔

حاصل: اللہ کی عطا کو اللہ کی رضا کے مطابق استعمال کرنے کا شرف ہو تو یہ یقین بھی رکھنا چاہیے کہ اللہ اس سے بہتر عطا کر دے گا۔ بخل مومن کو زیب نہیں دیتا۔ بخل سے وہ سب کمزوریاں جن پر پردہ پڑا ہوتا ہے، ظاہر ہو جاتی ہیں۔

هٰۤاَنۡتُمۡ هٰۤؤُلَآءِ تُدۡعَوۡنَ لِتُنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنۡکُمۡ مَّنۡ یَّبۡخَلُ ۚ وَ مَنۡ یَّبۡخَلۡ فَاِنَّمَا یَبۡخَلُ عَنۡ نَّفۡسِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ الۡغَنِیُّ وَ اَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ ۚ وَ اِنۡ تَتَوَلَّوۡا یَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَیۡرَکُمۡ ۙ ثُمَّ لَا یَکُوۡنُوۡۤا اَمۡثَالَکُمۡ ﴿۳۸﴾ ع

ہاں تم کو انفاق فی سبیل اللہ کی دعوت دی جاتی ہے، تو بعض تم میں سے بخل کرتے ہیں۔ اور جو بخل کرے وہ اپنے ہی نفس پر بخل کرتا ہے۔ اور اللہ بے نیاز ہے اور تم فقراء ہو۔ اور اگر تم منہ پھیر لو گے تو وہ تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو لے آئے گا، پھر وہ تمہاری طرح نہیں ہوں گے۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی دعوت مومنین کو دی جاتی ہے، تو وہ بڑے ادب سے اللہ کی رضا کے حصول کے لیے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ انہیں نہ کسی کے مقابل بڑا بننے کی طلب ہوتی ہے نہ کوئی دکھاوا ان کا مقصود ہوتا ہے۔ ایمان کے دعویداروں میں وہ لوگ بھی ہوتے ہیں، کہ جو انفاق فی سبیل اللہ کے حکم کو سن کر بخل کرتے ہیں۔ بخل کرنے والا، اللہ تعالیٰ کو رب ماننے کے دعوے میں سچا نہیں ہوتا۔ وہ متاعِ حیات کو مقصود بنا لیتا ہے۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے دوسروں کی حفاظت ہوتی ہے۔ جو دوسروں کی حفاظت کرتا ہے اس کی حفاظت کی جاتی ہے۔ بخل کرنے والا اپنی ہی حفاظت کو قطع کر دیتا ہے، اس طرح اس کا بخل اسی پر پڑتا ہے۔ بخیل کسی سے جڑتا ہی نہیں، اس لیے بے ثبات رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اتنا بے نیاز ہے کہ اس نے اپنے لیے کوئی بھی شے خلق نہیں فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کو کسی شے کی بھی احتیاج نہیں ہے اور بندوں کو ہر مقام پر احتیاج سے ہی واسطہ ہے۔ اللہ دیتا ہے اور سب کو دیتا ہے۔ پہلے دیتا رہا ہے، اب دیتا ہے اور آئندہ بھی دیتا رہے گا۔ دینے والا وحدہ لاشریک ہر زمانے میں اللہ ہی تھا اور اللہ ہی رہے گا۔ جو حکم خداوندی سے منہ پھیرے وہ فلاح کے راستے سے ہٹ جائے گا، ایک وقت کے بعد اس سے توفیق واپس لے لی جائے گی، پھر اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق ہی نہ رہے گی۔ جس فرد سے خیرات کی صفت جاتی رہے، وہ فرد بے حقیقت ہو جاتا ہے۔ جس قوم سے خیرات کی صفت جاتی رہے وہ قوم بے حقیقت ہو جاتی ہے۔ بے حقیقت مُردہ ہے، باحقیقت زندہ ہے عمل کی کوئی صورت ہو۔ جو لوگ حق سے منہ پھیر لیں، ان کی جگہ اللہ باحقیقت لوگوں کو لے آتا ہے اور بے حقیقت اور باحقیقت مساوی نہیں ہوتے۔ منافق سے کافر بہتر ہے، اور کافر سے مومن بہتر ہے، اس لیے انجام کار مومنین ہی ہوں گے ساری کائنات میں۔

حاصل: اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی سعادت نصیب ہو تو استفادہ کرنے والے کی توقیر بڑھاتی چاہئے۔ بخیل اپنی حفاظت کو قطع کر دیتا ہے۔ اللہ اپنی ذات کے حوالے سے بے نیاز ہے، ہم ہر مقام پر اللہ کی عنایات کے محتاج ہیں۔ جو قوم حق سے منہ پھیرے، ایک وقت کے بعد اس سے توفیق چھن جاتی ہے پھر اس کی جگہ آنے والی قوم اس کی طرح کی نہیں ہوتی۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ توبہ (۹) میں ارشاد فرمایا ہے: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَیْلَةً فَسَوْفَ یُغْنِیْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۝ قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا یَدِیْنُوْنَ دِیْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝ اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں کوچ کرو، تو بوجھ کے مارے زمین پر بیٹھے جاتے ہو۔ کیا تم آخرت کے مقابل حیات دنیا پر راضی ہو بیٹھے۔ اور متاع حیات دنیا، آخرت کے مقابل قلیل ہے۔ اگر کوچ نہ کرو گے تو تمہیں المناک عذاب دے گا اور تمہاری جگہ اور لوگ لے آئے گا، اور تم اس کو ضرر نہ دے سکو گے، اور اللہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

آیاتھا ۲۹ ۴۸ سُورَۃُ الفَتحِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۱۱ رکوعاتھا ۴

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا ۙ‏ ①

بے شک ہم نے تمہارے لیے فتحِ مبین فرمادی۔

بے شک اللہ مومنین سے راضی ہوا، جب وہ اس شجر کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے۔ تو اللہ کو علم ہے جو ان کے قلوب میں ہے۔ تو اس نے ان پر تسکین نازل فرمائی اور انہیں فتح قریب کا انعام دیا۔ (۱۸:۴۸) بیعت کرنے والے حضرات نے نبی اکرم ﷺ سے اس محبت کا ثبوت پیش کیا، جس محبت میں سب کچھ قربان کر کے بھی محبوب سے یہ عرض کی جاتی ہے کہ ادب کا حق ادا کرنے میں مجھ سے کوتاہیاں ہوئی ہیں۔ قادر مطلق نے اس بیعت پر راضی ہو کر آسانیاں عطا فرمادیں، اور فتح کا دروازہ کھول دیا۔ حدیبیہ کے مقام پر جو صلح ہوئی، اس میں کافر شرائط پیش کرنے والے تھے، اور حضور اکرم ﷺ ماننے والے تھے۔ کافر صلح کی شرائط تبھی پیش کرتے ہیں جب انہیں اپنے مغلوب ہونے کا واضح امکان نظر آئے۔ مومنین میں سے بعض لوگوں نے کم علمی کی وجہ سے اس صلح کو حضور اکرم ﷺ کی نظر سے نہیں دیکھا، اور یہ محسوس کیا کہ یہ صلح بہت دباؤ میں آ کر کی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سند نازل فرمائی ہے کہ اللہ ہی ہے، جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا کہ اسے ہر دین پر غالب کرے اور اللہ کافی ہے گواہی دینے والا۔ (۲۸:۴۸) اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی بعثت میں دین حق کے غلبے کا مقام رکھا ہے، اس لیے کسی دباؤ میں آنے کا امکان ہی کب تھا۔ جن لوگوں نے اس صلح کی شرائط کو حضور اکرم کی نظر سے دیکھا ان کا دیکھنا درست تھا، جن لوگوں نے اس صلح کو روایات کی روشنی میں دیکھا، ان کا دیکھنا درست نہیں تھا۔ بیعت فردی کی صورت سے ہوئی تھی، اس لیے بشارت اور انعام کا ذکر بھی فردی کی صورت سے ہوا۔

حاصل: جو اللہ کے محبوب کی معیت اختیار کرے، اور آپ سے محبت تامہ رکھتا ہو، اس کے لیے آسانیوں کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ اپنے شاہد کی نظر سے دیکھنا چاہئے، ورنہ کوتاہی ضرور ہوتی ہے۔

لِّيَغۡفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعۡمَتَهٗ عَلَيۡكَ وَيَهۡدِيَكَ صِرَاطًا مُّسۡتَقِيۡمًا ۙ‏ ②

تاکہ اللہ تمہارے پہلے اور پچھلے گناہ بخشے، اور تم پر اپنی نعمت کا اتمام کرے، اور تمہیں صراطِ مستقیم کی ہدایت فرمائے۔

ذنب (گناہ) کا ارتکاب بندے سے ہوتا ہے۔ (۱۴:۲۶) ذنب کو اللہ بخش دیتا ہے اور توبہ قبول کرتا ہے۔ (۳:۴۰) فیصلہ کرنے والا حالات وواقعات کی روشنی میں ذنب کا تعین کرتا ہے۔ (۲۹:۱۲) صبر کرنے والے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ یقین رکھے کہ اللہ کا وعدہ حق ہے، اور اپنے ذنب پر استغفار کرے اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرے۔ (۵۵:۴۰) اپنے ذنب پر استغفار کرنے والے کو مومنین کے لیے اور مومنات کے لیے بھی استغفار کرنا چاہئے، اس یقین کے ساتھ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ (۱۹:۴۷) ذنب پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکڑ ہوتی ہے۔ (۲۹:۴۰) قیامت کے دن دوزخ والے اپنے ذنب کا اعتراف کریں گے۔ (۱۱:۶۷) حق کو جھٹلانا اور استکبار کے ساتھ خلاف حق کرنا ذنب ہے اور باعثِ عذاب الٰہی ہے۔ (۱۴:۹۱) ذنوب (گناہ) کو اللہ ہی بخشتا ہے (۱۳۵:۳) اللہ کے محبوب ﷺ

at.com

کے اتباع سے، بندہ اللہ کا پیارا ہو جاتا ہے اور اس کے ذنوب بخش دیے جاتے ہیں۔ اللہ سے محبت رکھنے والوں سے [illegible]
نہیں ہوتا۔ (۱۸:۵) جس کا قول سیدھا ہو جائے، اس کے اعمال کی اصلاح کر دی جاتی ہے اور اس کے گناہوں کو بخش دیا جاتا ہے۔
(۷۱:۳۳) حق پر ایمان لانے والے لوگ یہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم ایمان لائے تو ہمارے ذنوب بخش دے اور ہمیں
دوزخ کی آگ سے بچا لے۔ (۱۶:۳) حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے اپنے والد محترم سے یہ درخواست کی [illegible]
کے لیے بخشش مانگیے بے شک ہم خطا کار تھے۔ (۱۲:۹۷) اللہ لوگوں کو ان کے ذنوب کی بدولت ہلاک [illegible]
ہے۔ (۶:۶) جب اللہ لوگوں کو ان کے ذنوب پر پکڑتا ہے تو اللہ سے کوئی بچانے والا نہیں ہوتا۔ (۴۰:۲۱) [illegible]
فرمائی ہیں۔ ان حوالہ جات کی روشنی میں ذنب کا لفظ حضرت محمد ﷺ کی ذات بابرکات سے ساتھ منسوب نہیں [illegible]
رحمۃ العالمین بنا کر بھیجا ہے، لوگوں کو تزکیہ عطا کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ آپ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ آپ کی [illegible]
ناراضگی ہے۔ آپ کے اتباع سے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ آپ کا نطق حکم خداوندی ہے۔ اس لیے قول [illegible]
جس ذات اقدس کے قدم سے قدم بڑھانا، اللہ سے قدم بڑھانا ہو، اس کے قدم کسی کی طرف [illegible]
مقام نزول ہو قرآن شریف کے لیے، وارد عبدیت میں اس قلب سے بڑا پاک قلب کوئی ہو ہی نہیں سکتا [illegible]
ساتھ کسی گناہ کو منسوب کرنا خلاف حق ہے۔ مفسرین حق نے اگر آپ کے بارے میں کوئی [illegible]
کامل نہیں کہلائے گی، اسے آپ کا ذنب قرار دینا قطعاً خلاف حق ہوگا۔ یہ خطاب [illegible]
بیعت کے حوالے سے اللہ کی رضا حاصل ہوئی۔ اس کے پچھلے گناہ بھی بخشے گئے اور اس کے [illegible]
اللہ راضی ہو جائے اس کی حسن نیت کی سند موجود ہوتی ہے۔ اور اعمال کا انحصار نیت پر ہوتا ہے۔ [illegible]
اور جو مقام پر اللہ کے محبوب کے ساتھ باشعور ہے وہ اس قدر پاک ہو جاتا ہے کہ اس کے بخشے [illegible]
مقصود کا علم ہو جاتا ہے اور وہ [illegible] سے مقصود کی طرف چل پڑتا ہے۔ [illegible]
کے ساتھ تیسرے انعام کا ذکر صراط مستقیم کی ہدایت کی صورت سے ہے۔ [illegible]
کے صراط مستقیم پر ہونے کی سند نازل فرمائی ہے۔ یہ صراط مستقیم کی ہدایت [illegible]

حاصل: جو اللہ کی رضا کے لیے سب کچھ قربان کر دیتا ہے، وہ اللہ کا ہو جاتا ہے [illegible]
اگلے، پچھلے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے [illegible]
ہدایت نصیب ہوتی ہے۔ ایسا محب، اللہ کے محبوب کے ساتھ اپنی کوئی صورت نہیں رکھتا۔

وَيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيزًا ۝ اور اللہ تمہاری نصرت فرمائے، بڑی شان کی نصرت۔

نصرت الٰہی، اللہ کی رضا کے حاصل ہو جانے کا ایک انعام ہے۔ جو اللہ [illegible]
ﷺ کے ساتھ جلوت میں باشعور ہے اور کسی مقام پر بھی اپنی پسند و فوقیت [illegible]
قوت کا کوئی مقام ہی نہیں رہتا۔

حاصل: نصرت الٰہی بہت بڑا انعام ہے۔ اللہ جس کی شان بڑھانا چاہے، اس کی شان [illegible]
نہیں رہتا۔

rfat.com

هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ السَّکِیۡنَۃَ فِیۡ قُلُوۡبِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ لِیَزۡدَادُوۡۤا اِیۡمَانًا مَّعَ اِیۡمَانِہِمۡ ؕ وَ لِلّٰہِ جُنُوۡدُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ عَلِیۡمًا حَکِیۡمًا ۙ﴿۴﴾

وہی ہے جس نے مومنین کے قلوب میں سکینت نازل فرمائی، کہ ان کے ایمان میں مزید اضافہ ہو۔ اور آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ ہی کے ہیں۔ اور اللہ علم والا حکمت والا ہے۔

مومنین کو اللہ کا ساتھ نصیب ہوتا ہے۔ اللہ نے ان سے نصرت کا وعدہ فرما رکھا ہے۔ مومنین کبھی اس بات پر فخر نہیں کرتے، کہ ان کی تعداد دشمن کے مقابل زیادہ ہے، انکے پاس سامانِ جنگ دشمن کے سامانِ جنگ سے بہتر ہے، یا انہیں وہ وسائل میسر ہیں، جو ان کے دشمن کو میسر نہیں ہیں۔ مومنین کو یہ اطمینان ہوتا ہے کہ حق کی احسن ادائیگی کے لیے جو کچھ درکار ہے وہ حال پر موجود ہے، اور جو آنے والے وقت میں درکار ہوگا، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کر دیا جائے گا۔ اللہ ہماری ضروریات کو خوب جانتا ہے اور اللہ ہی سب سے بہتر عطا کرنے والا ہے۔ مومنین پر جب یہ روشن ہوا، کہ صلح کی درخواست کافروں کی طرف سے اسی وقت آتی ہے جب مقابلہ کرنے میں انہیں ناقابل برداشت خسارہ نظر آئے، تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوا، اللہ کی نصرت کے شامل حال ہونے کا احساس ہوا۔ اللہ ہی تو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے اور ان تمام لشکروں کا مالک ہے، جو امرِ الٰہی کی تعمیل کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ اللہ کو اپنی مشیت کے نفاذ میں کبھی کوئی رکاوٹ آ ہی نہیں سکتی، وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ منکرین حق کو وہ عذاب سے منا دیتا ہے۔ اللہ کے ماننے والے اپنی صداقت کا ثبوت اسی طرح دے سکتے ہیں کہ وہ حق کو مانیں، شاہد سے محبت رکھیں اور اپنے اموال وانفس کے ساتھ جہاد کریں، نتائج کی طرف نہ دیکھیں۔ اللہ کے احکام علم وحکمت پر مبنی ہوتے ہیں۔ علم وحکمت کا پتہ اسی کو لگے گا، جو اللہ کے ساتھ ہوگا، اور حالات کو اپنے صاحب کی نظر سے دیکھے گا۔

حاصل: لوگ جب ایمان والوں کو دشمن کی جمعیت سے ڈرانے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ ایمان والوں کو اللہ کی نصرت کا یقین ہوتا ہے، اور اللہ کی نصرت کے مقابل کسی قوت کی حیثیت کچھ بھی نہیں ہوتی۔ علم وحکمت کا پتہ اندازے قیافے سے نہیں لگتا، حق کو ادب کے ساتھ ماننے سے لگتا ہے۔

لِّیُدۡخِلَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا وَ یُکَفِّرَ عَنۡہُمۡ سَیِّاٰتِہِمۡ ؕ وَ کَانَ ذٰلِکَ عِنۡدَ اللّٰہِ فَوۡزًا عَظِیۡمًا ۙ﴿۵﴾

تاکہ مومنین اور مومنات کو جنتوں میں داخل کرے، جن کے تحت نہریں جاری ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے، اور ان سے ان کی برائیوں کی نفی کر دے۔ اور یہ اللہ کے نزدیک عظیم کامیابی ہے۔

مومنین اور مومنات کو حال پر تسکینِ قلب نصیب ہوتی ہے، آخرت میں انہیں جنت سے نوازا جائے گا۔ یہ باغ ایسے ہوں گے، جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، اور ان باغوں سے راحت پانے والوں کو کوئی مشقت ان باغوں کے سرسبز وشاداب رکھنے کے لیے نہیں کرنی پڑے گی۔ ان میں ایمان والوں کو ہمیشگی کے ساتھ رہنا نصیب ہوگا۔ ایمان والوں کے وہ اعمال جو حق کو ماننے اور اصلاح کو قبول کرنے سے پہلے وقت سے تعلق رکھتے ہوں گے، ان کی نفی کر دی جائے گی، اور ان حضرات کو دائمی راحت حاصل ہوگی، جو اللہ کے نزدیک عظیم کامیابی

Marfat

ہے۔ جس پاکیزگی اور معصومیت کے ساتھ بندے کو اس دنیا میں بھیجا جاتا ہے۔ اسی پاکیزگی اور معصومیت کے ساتھ اسے جنت نصیب ہو جائے تو یہ عظیم کامیابی ہے۔

حاصل: مومنین و مومنات کو راحت سے نوازنے کا وعدہ فرما رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے۔ جنت میں ہمیشہ کا ٹھکانہ ہو گا، وہاں رہنے والوں کو ہمیشگی کے ساتھ وہاں رہنا نصیب ہوگا۔ جو پاک ہو جائے اس کی برائیوں کو مٹا دیا جاتا ہے۔ جس پاکیزگی اور معصومیت کے ساتھ بندے کو دنیا میں بھیجا جاتا ہے۔ اسی پاکیزگی اور معصومیت کے ساتھ واپسی کا شرف ہو تو یہ اللہ کے نزدیک عظیم کامیابی ہے۔

وَّ یُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِیْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّیْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ؕ عَلَیْهِمْ دَآىِٕرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ۝

اور تاکہ اللہ منافقین اور منافقات اور مشرکین و مشرکات کو عذاب دے جو اللہ پر برا گمان رکھتے ہیں۔ انہیں پر بری گردش ہے۔ اللہ نے ان پر غضب کیا ہے، اور ان پر لعنت کی ہے، اور ان کے لیے جہنم تیار کر رکھا ہے۔ اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔

باران رحمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ہی ہوتی ہے، جس مقام پر پھلواری ہو وہاں خوشبو پیدا ہوتی ہے [illegible] وہاں تعفن بڑھ جاتا ہے۔ منافق مرد اور منافق عورتیں زبان سے تو یہ کہتے ہیں ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں [illegible] بارے میں شہادت دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔ رسالت کے اقرار سے جو حق ان پر عائد ہوتا ہے [illegible] لوگ اللہ کو علیم و حکیم بھی نہیں مانتے، اللہ کی قدرت کو بھی نہیں مانتے، ظاہری اسباب کو ہی اہمیت دیتے ہیں [illegible] نظر انداز کر دیتے ہیں، اور اللہ پر برا گمان رکھتے ہیں۔ مشرک مرد اور مشرک عورتیں مخلوق کو معبود [illegible] کرتے ہیں۔ منافقت شرک خفی ہے، اور اس سے بڑا نقصان ہوتا ہے۔ منافق مرد اور منافق عورتیں [illegible] کے بارے میں یہ سمجھتے ہیں کہ کفر کے مقابلے میں یہ لوگ ختم ہو جائیں گے [illegible] نہ ہوگا، مگر منافقوں پر اور مشرکوں پر ہی اللہ کا غضب پڑتا ہے، اور انہی پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے [illegible] گردش آجاتی ہے۔ جب اللہ مومنین کو غلبہ عطا کر دیتا ہے تو ان کی [illegible] اللہ نے ان پر غضب [illegible] کے لیے جہنم تیار کر رکھا ہے، اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔ جہنم میں منافق مردوں اور منافق عورتوں، اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کے اعمال کی ہی جزا دی جائے گی۔

حاصل: منافقت شرک خفی ہے، کفر شرک جلی ہے، دونوں ہی اصل حقائق کا انکار ہے۔ حالات و اللہ کی قدرت کے دائرے سے باہر جانے والے لوگ نامراد ہوتے ہیں۔ انہیں پر بری گردش آتی ہے۔ ان پر غضب پڑتا ہے۔ ان پر لعنت پڑتی ہے۔ یہاں بھی ان کا ٹھکانا برا ہے، آخرت میں بھی برا ہوگا۔

وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝٧

اور آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ ہی کے ہیں۔ اور اللہ عزت والا حکمت والا ہے۔

اللہ کی قدرت کی یہ شان ہے کہ وہ اپنے جس لشکر سے جو کام لینا چاہے، اس کے امر سے وہ کام ہو جاتا ہے۔ اسباب پر ہمیشہ اللہ کی قدرت کا احاطہ ہوتا ہے۔ مومنین جب اپنے اموال وانفس سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں، اللہ ان کی مدد کرتا ہے، پھر انہیں شاندار فتح نصیب کرتا ہے۔ اللہ کبھی سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا، کہ خطا کے بعد توبہ کے لیے مہلت دینا اس کی شان ہے، ورنہ کسی بھی قوت کو صفحۂ ہستی سے نابود کر دینا، عزت والے، حکمت والے اللہ کے لیے قطعاً آسان ہے۔

حاصل: اللہ ہی کے سب لشکر ہیں آسمانوں میں اور زمین میں۔ اس کے مقابل کسی قوت کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ عزت وحکمت والے قادرِ مطلق کے ساتھ میں جو کچھ ہے وہ کہیں نہیں ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ ۝٨

بے شک ہم نے آپ کو شاہد اور مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔

اللہ نے اپنے رسول کو شاہد کا مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ حکم الٰہی شاہد کا حال ہوتا ہے۔ وہ اتباع کرنے والوں کو فلاح کی بشارت دیتا ہے، اور حق کا انکار کرنے والوں کو ان کے انجام سے ڈراتا ہے۔ کتاب وحکمت کی تعلیم دینا شاہد کا کام ہے۔ اللہ کے رسول کو یہ مرتبہ عطا کیا گیا۔ حضور سے یہ مرتبہ تقسیم ہوا اور قیامت تک سلسلہ شاہدین جاری رہے گا۔ شاہد کی عظمت روشن ہو جائے، تو بندے کا قول اس کے ساتھ میل جول کی بدولت پاک ہو جاتا ہے۔ شاہد سے محبت ہو جائے تو اعمال صالح ہو جاتے ہیں۔ اس کے قرب سے دوستی ہو جائے تو تقسیم کا علم عطا ہو جاتا ہے۔ ان تینوں مقامات پر پورا رہنے والے کو مخلص ہونے کا انعام ملتا ہے۔ جو لوگ شاہد کو جھٹلاتے ہیں، یا جن کی تسلیم عملاً سچی ثابت نہیں ہوتی، وہ بے حقیقت ہوتے ہیں۔ انہیں ان کے انجام سے آگاہ کرنا اور اس طرح آگاہ کرنا کہ انہیں حق پہنچانے والا اپنا بڑا ابھی خواہ نظر آئے بہت بڑا کام ہے۔

حاصل: شاہد ہی کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، حق کو ماننے والوں کو فلاح کی بشارت دیتا ہے اور حق کا انکار کرنے والوں کو ان کے انجام سے آگاہ کرتا ہے۔

لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝٩

تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ، اور آپ کی تعظیم کرو، اور آپ کی توقیر کرو۔ اور صبح وشام اللہ کی تسبیح کرتے رہو۔

جو لوگ حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں، آپ کی تعظیم کریں، آپ کی مدد کریں، اور اس نور کا اتباع کریں جو آپ کے ساتھ نازل فرمایا گیا ہے، وہ یقیناً فلاح پانے والے ہیں۔ اللہ پر ایمان حق کو ماننا ہے۔ اللہ کے رسول پر ایمان آپ کے اسوۂ حسنہ کو حال بنانا

at.com

ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم سے بندے کا قول پاک ہو جاتا ہے۔ جس کا قول پاک ہو جائے وہ اپنی بات نہیں [illegible]
بات کرنے لگتا ہے۔ اس طرح اس کی زبان پاک ہو جاتی ہے۔ آپ کی توقیر سے بندے کے اعمال کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ [illegible]
اپنے صاحب کے حوالے سے کرتا ہے۔ ایسے پاک بندے کو صبح و شام اللہ کی تسبیح کرتے رہنا چاہیے۔ اس تسبیح میں اللہ کی [illegible]
اس سے مدد مانگی جاتی ہے کہ لوگوں کے ساتھ معاملات کرنے میں پاکیزگی قائم رہے۔ اور شام کو یہ دعا مانگی جاتی ہے [illegible]
کوتاہیاں ہوئی ہیں، اللہ انہیں بخش دے کہ گناہ اللہ ہی بخشتا ہے۔

حاصل: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا، آپ کی تعظیم کرنا، آپ کی توقیر کرنا، باعث فلاح دارین ہوتا ہے۔
فلاح پانے والے صبح و شام اللہ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ ع

بے شک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ہے ان کے ہاتھوں پر۔ پھر جس نے عہد توڑا تو اس کی عہد شکنی اسی پر ہے، اور جس نے اس عہد کو پورا کیا جو اللہ سے کیا تھا تو جلد ہی اسے اجر عظیم عطا کرے گا۔

شاہد کے ساتھ یہ عہد کرنا کہ آپ کی اطاعت کروں گا، آپ کا اتباع کروں گا، اور اپنی خواہشات کی [illegible]
ہے۔ جو لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بیعت کرتے تھے وہ اللہ ہی سے حق و [illegible]
تھا، اوپر ہاتھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوتا تھا، اس طرح یہ بیعت اللہ ہی سے ہوتی تھی۔ جو اس عہد [illegible]
ہی سے کرے گا، اور اس عہد شکنی کا نقصان بھی عہد شکنی کرنے والے کو ہی ہوگا، اللہ کو کوئی احتیاج [illegible]
بیعت کہ وہ اپنی بات کو قابل ذکر نہیں جانتا، اپنے صاحب کی بات کو قابل ذکر جانتا ہے۔ [illegible]
جو اپنے ساتھ بیعت جاتے ہیں باذن اللہ جاتا ہے، اور اپنے قول و فعل [illegible]
عطا فرما دیتا ہے۔ بیعت کرنے والے کا ابتدائی مقام ایمان بالغیب کی صورت [illegible]
جائے تو وہ ایمان بالشہادت کے مقام پر آ جاتا ہے۔ بیعت دنیا میں اس سے بڑی [illegible]

حاصل: بیعت شاہد کے ساتھ خلوت و جلوت میں پاک رہنے کا عہد ہے۔ جس کا ہاتھ پاک ہے اس سے بیعت
ہو سکتی ہے۔ عہد شکنی کرنے والے ہی خسارے میں رہتے ہیں۔ عہد کو پورا کرنے والے دنیا و آخرت میں [illegible]
نوازے جاتے ہیں۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب (۳۳) میں ارشاد فرمایا ہے: ... وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا "اللہ سے کیے
گئے عہد کے بارے میں پوچھ ہوگی۔"

rfat.com

سَيَقُوۡلُ لَكَ الۡمُخَلَّفُوۡنَ مِنَ الۡاَعۡرَابِ شَغَلَتۡنَاۤ اَمۡوَالُنَا وَاَهۡلُوۡنَا فَاسۡتَغۡفِرۡ لَنَا ۚ يَقُوۡلُوۡنَ بِاَلۡسِنَتِهِمۡ مَّا لَيۡسَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ ؕ قُلۡ فَمَنۡ يَّمۡلِكُ لَـكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ شَيۡـئًا اِنۡ اَرَادَ بِكُمۡ ضَرًّا اَوۡ اَرَادَ بِكُمۡ نَفۡعًا ؕ بَلۡ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرًا ﴿۱۱﴾

اب پیچھے رہ جانے والے اعراب کہیں گے کہ ہمیں ہمارے اموال، اور ہمارے اہل نے مشغول رکھا، تو ہمارے لیے استغفار کیجئے۔ یہ اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے قلوب میں نہیں ہے۔ فرما دیجئے اللہ کے سامنے کسے کچھ اختیار ہے اگر وہ تمہارے ضرر کا ارادہ کرے یا تمہارے نفع کا ارادہ کرے۔ بلکہ اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

شاہد سے محبت نہ ہو تو بظاہر فائدے کے مقام پر اس کا ساتھ ممکن ہوتا ہے۔ خطرات نظر آ رہے ہوں تو ساتھ رکھنے کے مقابل پیچھے رہ جانے میں عافیت نظر آتی ہے۔ اعراب وہ بادیہ نشین لوگ تھے جو مدینہ شریف کے قرب و جوار میں رہتے تھے۔ ان لوگوں کو بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہم سفر ہونے کو کہا گیا تھا، مگر ان لوگوں نے اس سفر حدیبیہ میں آپ کے ساتھ جانے کو اپنے مفادات کے خلاف جانا، اس لیے پیچھے رہ گئے۔ جب مومنین فتح مبین کی بشارت کے ساتھ واپس آ گئے تو ان بادیہ نشینوں نے معذرت کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گزارش کی کہ ہمیں ہمارے اموال نے اور ہمارا اہل نے مشغول رکھا، ہم سے یقیناً کوتاہی ہوئی ہے۔ زبان سے کوتاہی کا اقرار کرنا اور بات ہے، دل سے کوتاہی کو تسلیم کرنا اور بات ہے۔ دل سے کوتاہی کو تسلیم کیا جائے تو ندامت کا اظہار ہر عمل میں نظر آتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم الٰہی سے یہ فرمایا: اگر اللہ تمہیں ضرر پہنچانا چاہے تو اس سے کون تم کو بچا سکتا ہے، اور اگر اللہ تم کو نفع دینا چاہے تو اسے کون روک سکتا ہے۔ جب تمہیں یہ یقین ہو کہ قادر مطلق ہر مقام پر تمہارا احاطہ کئے ہوئے ہے تو پھر یہ عذر کوئی حقیقت نہیں رکھتا کہ تمہیں تمہارے اموال و اہل نے مشغول رکھا اور تم حضور کے ساتھ سفر کو نہ جا سکے۔ اللہ کو تمہاری نیت کا بھی پتہ ہے، تمہارے اعمال کا بھی پتہ ہے۔

حاصل: جو لوگ خطرات کو دیکھتے ہوئے شاہد کے ساتھ سے پیچھے رہ جاتے ہیں، وہ جب نتائج کو مومنین کے حق میں دیکھتے ہیں تو معذرت کرتے ہوئے اپنی کوتاہی کا اعتراف کرتے ہیں۔ یہ اعتراف زبان سے ہوتا ہے، دل سے نہیں ہوتا۔ دل سے اپنی کوتاہی کا اعتراف ہو تو اسے ہر عمل میں نظر آنا چاہئے۔ نفع و ضرر کو باذن اللہ جاننے والے کبھی خلاف حق نہیں کرتے۔ اللہ کو ہماری نیت کا بھی پتہ ہے، ہمارے کاموں کا بھی پتہ ہے۔

بَلۡ ظَنَنۡتُمۡ اَنۡ لَّنۡ يَّـنۡقَلِبَ الرَّسُوۡلُ وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ اِلٰٓى اَهۡلِيۡهِمۡ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰ لِكَ فِىۡ قُلُوۡبِكُمۡ وَظَنَنۡتُمۡ ظَنَّ السَّوۡءِ ۖۚ وَكُنۡتُمۡ قَوۡمًاۢ بُوۡرًا ﴿۱۲﴾

بلکہ تمہیں یہ گمان تھا، کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین اپنے اہل کی طرف لوٹ کر نہ آئیں گے، اور برے خیال کو تم نے اپنے قلوب میں زینت دی تھی، اور تم نے سخت بدگمانی کی اور بالآخر ہلاک ہونے والے تم ہی بنے۔

at.com

مذکورہ سفر میں اعراب کی عدم شمولیت کی وجہ بیان فرمائی گئی ہے۔ اعراب نفاق میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔ یہ لوگ ظاہری اسباب کو دیکھتے ہوئے اندازے لگاتے رہتے تھے۔ ان کے اندازے کے مطابق رسول اکرم ﷺ اپنے ساتھیوں سمیت ایک بڑے خطرے کی طرف جا رہے تھے، ان کی تعداد کافروں کی تعداد کے مقابل بہت کم تھی، ان کے پاس کوئی بڑا سامان حرب بھی نہ تھا، جنگ کی صورت میں یہ لوگ دشمن کے نرغے میں آ سکتے تھے، یہ جنگ کافروں کے علاقے میں ہوتی تھی اس لیے ان کی پوزیشن بھی مضبوط تھی۔ ان اندازوں کی وجہ سے بادیہ نشینوں نے یہ حساب لگایا کہ حق کا نام لینے والے اپنی ہلاکت کی طرف جا رہے ہیں اب ان کا اپنے گھروں کی طرف لوٹ کر آنا ممکن نہیں ہوگا۔ اس خیال کو وہ لوگ بہت پسند کرتے تھے، اور حق سے نفرت ان کے دلوں میں تھی اس لیے یہ بدگمانی بڑھتی ہی چلی گئی۔ مگر اللہ کی شان دیکھیے، کہ حضور اکرم ﷺ اور آپ کے سب ساتھی بخیر و عافیت اس سفر سے واپس اپنے گھروں کو تشریف لائے، اور ہلاکت بدگمانی کرنے والوں کے حصے میں آئی۔

حاصل: صرف ظاہری اسباب کو ملحوظ رکھ کر کوئی نتیجہ اخذ کرنا مومنین کا طریقہ نہیں ہوتا۔ منافقوں کے دل میں پاک لوگوں کے بارے میں برے خیالات ہی ہوتے ہیں۔ مومنین اللہ کے ساتھ میں اپنی سلامتی جانتے ہیں منافق اسباب کے ساتھ سلامتی کو دیکھتے ہیں۔ اس لیے ہلاکت منافقوں ہی کی ہوتی رہی ہے اور ہوتی رہے گی۔

وَ مَنْ لَّمْ یُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَاِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ سَعِیْرًا ۝

اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہیں لایا تو ہم نے کافروں کے لیے جلتی آگ تیار کر رکھی ہے۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا پاک لوگوں کی معیت سے ہی شروع ہوتا ہے۔ [illegible] حقیقت نہیں رکھتا۔ حق کو نہ مانا جائے تو باطل خود ماننا پڑے گا، اور باطل ماننے والوں کا انجام دوزخ کی آگ [illegible] نتیجے میں انہیں حاصل ہوگی، جو ان کے ہاتھوں کی کمائی ہوگی۔

حاصل: اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے کے لیے اپنے اندر سے [illegible] ماننے والے اپنے اعمال کی جزا بصورت دوزخ پائیں گے۔

وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝

اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کی ہے۔ جسے چاہے مغفرت دے، اور جسے چاہے عذاب دے۔ اور اللہ مغفرت فرمانے والا رحم فرمانے والا ہے۔

آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کی ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں [illegible] نیتوں کو بھی جانتا ہے ان کے اعمال کو بھی جانتا ہے۔ [illegible] دعوے [illegible] اپنی صداقت کا ثبوت نہیں [illegible] وہ لوگوں کو اپنی صداقت کا ثبوت دینے کا موقع دیا جاتا ہے [illegible]

rfat.com

طلب گار پہلے بھی فائدے اٹھاتے رہے ہیں، آئندہ بھی فائدے اٹھاتے رہیں گے۔

حاصل: نفع وضرر کے باذن اللہ ہونے کا یقین ہو، تو پھر اللہ کی عطا کردہ توفیق کو حق کے مطابق استعمال ہونا چاہئے۔ جزا دینا اللہ کی شان ہے۔ طلب مغفرت اور طلب رحم بندے کی صداقت کو ثابت کرتے ہیں۔

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ؕ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۱۵

جب تم غنیمتیں لینے کے لیے چلو گے، تو پیچھے رہنے والے کہیں گے، کہ ہمیں بھی اپنا اتباع کرنے دو۔ ان کا ارادہ ہے کہ کلام اللہ کو بدل دیں۔ فرمادیجئے تم ہمارا اتباع نہیں کرو گے، یہی تو اللہ نے اس سے پہلے تمہیں فرمایا تھا۔ تو اب کہیں گے، تم لوگ ہم سے حسد کرتے ہو۔ بلکہ وہ سمجھتے ہی کم ہیں۔

منافقین کا سب کچھ اپنے نفس کی خوشی کے لیے ہوتا ہے۔ جب نفس کو خطرات نظر آئیں تو ان کو ساکن رہنے میں عافیت نظر آتی ہے، جب فوائد کا یقین ہو تو متحرک ہونے کے لیے بے چین ہو جاتے ہیں۔ خواہشات کی پیروی دونوں صورتوں میں ہوتی ہے۔ جب مومنین کے غلبے کا یقین ہو تو وہ انکے ساتھ جانے پر اصرار کرتے ہیں، مگر اللہ نے ان کو اس سے منع فرما دیا ہے۔ ان لوگوں کے روگ کا علاج اللہ کے حکم کو ماننے میں ہے، من مانی کرنے میں قطعاً نہیں ہے۔ جب ان کو غنیمت کے حصول کے لیے ساتھ جانے سے منع فرما دیا جائے گا تو کہیں گے: تم لوگ یہ نہیں چاہتے کہ ہمیں بھی آسانی حاصل ہو، تم ہم سے حسد کرتے ہو۔ منافقین کا گمان ان پاک لوگوں کے بارے میں بھی برا ہی ہوتا ہے جو صرف ان کی بھلائی کے لیے ان سے بات کرتے ہیں۔ یہ ہوتے ہی کم سمجھ ہیں۔ اپنی خواہشات کے دائرے میں رہنے والوں کو حقائق کی سمجھ کم ہی آیا کرتی ہے۔

حاصل: فوائد کا حصول یقینی ہو تو منافق، مومنین کے ساتھ جانے کو بے چین ہوتے ہیں۔ چاہتے یہی ہیں کہ اللہ کا حکم ان کی مرضی کے مطابق ہو جائے۔ اللہ کے حکم کو ماننے میں ہی بھلائی ہوتی ہے۔ اپنی خواہشات کے دائرے میں رہنے والوں کو حقائق کی سمجھ کم ہی آیا کرتی ہے۔

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۱٦

اعراب میں سے پیچھے رہ جانے والوں سے فرما دیجئے، عن قریب تم ایک شدید لڑائی والی قوم کی طرف بلائے جاؤ گے، کہ تم ان سے قتال کرو، یا وہ تسلیم کریں۔ پھر اگر تم اطاعت کرو گے تو اللہ تمہیں احسن اجر دے گا، اور اگر تم پھر گئے جیسے اس سے قبل پھر گئے تھے، تو تمہیں المناک عذاب دے گا۔

at.com

غنیمتوں کے حصول کے لیے مومنین کے ساتھ جانے کو اعراب نے بہت پسند کیا، اس وقت ان کو اس کی اجازت نہ دی گئی اور ان سے ساتھ یہ فرمایا گیا، کہ اگر تم اپنی صداقت کا ثبوت دینا چاہتے ہو، اور تم کو اپنے سابقہ رویے پر ندامت ہے تو تم کو ایک سخت جنگجو قوم سے لڑنے کے لیے بلایا جائے گا۔ یہ لڑائی اسی وقت ختم ہوگی جب وہ حق کو مان لیں گے۔ اگر تم نے اللہ کے حکم کو مانا تو وہ تمہیں اچھا اجر دے گا، اور اگر تم نے حق سے منہ موڑ لینے کی سابقہ روش کو اپنایا تو پھر تمہیں المناک عذاب دے گا۔

حاصل: اتمام حجت کے لیے من مانی کرنیوالوں کو اپنی صداقت کا ثبوت دینے کے لیے موقع دینا اللہ کی سنت ہے۔ اللہ کی اطاعت کرنے والے فلاح پاتے ہیں۔ حق سے دوبارہ پھر جانے والوں کے لیے المناک عذاب ہوتا ہے۔

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ۗ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۟ ع

اندھے پر کوئی حرج نہیں اور لنگڑے پر کوئی حرج نہیں اور مریض پر کوئی حرج نہیں۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا وہ اسے جنتوں میں داخل کرے گا جن کے تحت نہریں جاری ہیں، اور جو پھر جائے گا اسے المناک عذاب دے گا۔

اندھا اگر جہاد کے لیے نہ جائے تو اس کا عذر واضح ہے کہ وہ جنگ کرنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتا۔ لنگڑے پر بھی کوئی گناہ نہیں کہ جنگ میں حرکات کی سرعت اس کے بس میں نہیں ہوتی۔ مریض اگر جہاد کے لیے نہ جائے تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں، مرض اور ضعف اس کی کارکردگی میں بڑی رکاوٹ ہوتی ہے۔ مگر ان لوگوں کو بھی ایسا امور کی خدمت کرنی چاہیے جو نہیں ہماری مجبوری کے حوالے سے جو خدمات آپ پر کر سکیں گے۔ ہم بصداقت ان کی خدمات کا خوب صلہ دیا جائے گا۔ انہیں ایسے باغوں میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اور اگر اللہ کے فرمان کو ماننے کی بجائے اس سے اعراض کریں گے تو پھر انہیں بھی المناک عذاب دیا جائے گا۔

حاصل: معذور لوگوں کو اللہ نے رعایت دی ہے۔ انہیں بھی صاحب امر کے پاس حاضر ہو کر پوچھنا چاہیے کہ ہم کیا خدمت سر انجام دے سکتے ہیں۔ جو خدمت بھی ان کے سپرد کی جائے اسے صداقت سے سر انجام دینا چاہیے۔ اس کا صلہ بہت خوب ہوگا۔ معذور لوگ بھی اگر حق سے اعراض کے مرتکب ہوں گے تو انہیں المناک عذاب ہوگا۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الصف (۶۱) میں ارشاد فرمایا ہے: ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانہم بنیان مرصوص ۝ بے شک اللہ ان لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر قتال کرتے ہیں جیسے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں۔

rfat.com

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾

بے شک اللہ مومنین سے راضی ہوا، جب وہ شجر کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے، تو اللہ کو علم تھا جو ان کے قلوب میں تھا، تو اس نے ان پر سکینت نازل فرمائی اور انہیں فتحِ قریب کا انعام دیا۔

سب کچھ اللہ کی رضا کے لیے قربان کرنے کا عزم فرداً فرداً مومنین نے حضور اکرم ﷺ کے سامنے ظاہر کیا۔ حدیبیہ کے مقام پر مومنین حالتِ سفر میں تھے۔ تعداد بھی ایسی نہیں تھی، جو کافروں کو مرعوب کر سکتی تھی۔ سامان جنگ بھی ساتھ نہیں تھا۔ مومنین کے قلوب میں اللہ کی رضا کے لیے قربان ہونے کا عزم تھا۔ اللہ نے ان حضرات کے اوپر سکینت نازل فرمائی۔ ان لوگوں کو ان کی صداقت کا اور ان کی حسن نیت کا انعام دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی سکینت بھی انعام تھی، اور اس کے ساتھ مستقبل قریب میں حاصل ہونے والی فتح کی بشارت بھی انعام تھی۔

حاصل: مومنین جب اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق کو پورا جانیں، نصرت الٰہی کا یقین رکھیں، دشمن کے وسائل سے مرعوب نہ ہوں، اور اللہ کی رضا کے حصول کے لیے سب کچھ قربان کرنے کا عزم دل میں رکھتے ہوں، تو اللہ ان کی یکسوئی اور اس کے اظہار کو دیکھ کر راضی ہوتا ہے، ان پر سکینت نازل فرماتا ہے، اور انہیں انعامات کی بشارت دیتا ہے۔

وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾

اور کثیر غنیمتیں جن کو وہ لیں گے۔ اور اللہ عزت والا، حکمت والا ہے۔

صلح حدیبیہ کے بعد مومنین کو فتح خیبر کے حوالے سے بہت سی غنیمتیں حاصل ہوئیں، اور یہ غنیمتیں انہی حضرات کو ملیں جو بیعتِ رضوان کی صورت میں حضور اکرم ﷺ سے عہد کر چکے تھے۔ حالات ضرور نامساعد تھے، مومنین کے مقابل کافروں کو اپنے گھروں کے قریب ہونے کا فائدہ نظر آتا تھا، سامان جنگ کے حصول میں آسانی کا انہیں یقین تھا، ان کی تعداد بھی مومنین کے مقابل زیادہ تھی، مگر اللہ نے ان کافروں پر مومنین کا ایسا رعب طاری کر دیا کہ انہوں نے صلح کی درخواست پیش کی۔ کافر صلح کی درخواست صرف شکست کو دیکھ کر ہی کرتے ہیں۔ اللہ کی قدرت کے سامنے، اس کی طاقت کے سامنے کسی جمعیت کی حیثیت ہی کیا ہوتی ہے۔ اللہ جو چاہے کر سکتا ہے اور اسکے کاموں میں ہمیشہ حکمت موجود ہوتی ہے۔

حاصل: غنیمتیں کبھی مومنین کا مقصود نہیں ہوتیں۔ اللہ جو چاہے عطا کر دیتا ہے۔ اللہ عزت بڑھانا چاہے تو پھر اسے کم کرنا کسی کے بس میں نہیں ہوتا۔ اللہ کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے۔ نصرتِ الٰہی سے جو نتائج نکلتے ہیں وہ ہمیشہ ایمان افروز ہوتے ہیں۔

Marfat

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ ﴿۲۰﴾

اللہ نے تم سے کثیر غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے جو تم لو گے، پھر یہ تمہیں جلد عطا کر دیں، اور دشمنوں کے ہاتھ تم سے روک دیے تاکہ مومنین کے لیے نشانی ہو، اور تمہیں صراط مستقیم کی ہدایت فرمائے۔

مومنین کی نصرت کا اللہ نے وعدہ فرما رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت سے جو پتہ ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑی قوت والا ہے، سب سے بڑی قدرت والا ہے۔ اللہ کی رضا کے لیے جہاد کرنے والوں کو غنیمتیں عطا ہوتی ہیں۔ صلح حدیبیہ کے بعد خیبر کی فتح سے مومنین کو غنیمتیں نصیب ہوئیں۔ سورۃ مائدہ میں فرمایا گیا ہے: اے ایمان والو! اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو جب ایک قوم نے تم پر دست درازی کرنا چاہی تو اس نے ان کے ہاتھ تم پر سے روک دیے، اور اللہ سے ڈرو اور مومنوں کو اللہ پر توکل کرنا چاہیے۔ (۵:۱۱) جو یہ یقین رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اسے اللہ کے فضل سے حاصل ہوتی رہے گی وہ یقیناً صراط مستقیم پر ہوتا ہے۔

حاصل: مومنین سے کثیر غنیمتوں کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ غنیمتیں اللہ عطا کرتا ہے۔ دشمنوں سے بچا کر بھی مومنین کی مدد کی جاتی ہے۔ مومنین اللہ کی نشانیوں کی قدر کرتے ہیں، متوکل ہوتے ہیں، اللہ انہیں صراط مستقیم کی ہدایت دیتا ہے۔

وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۱﴾

اور ایک فتح بھی جس پر ابھی تمہیں قدرت نہیں ہے مگر اللہ نے اس کا احاطہ کر رکھا ہے۔ اور اللہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔

یہ فتح مکہ کی بشارت ہے۔ مومنین کافروں کے مقابل تعداد میں کم تھے۔ ... کی بڑی قوت سے ٹکرانا بڑا کام تھا اور ان کے پاس وسائل بھی ویسے نہیں تھے ... ہے، اور اللہ کے احاطے سے نکل جانا ممکن ہی نہیں۔ اللہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے ... کا۔ اللہ کی نصرت سے ہی یہ فتح مومنین کو نصیب ہوئی تھی۔ اس فتح کی بشارت ... جس کا ظہور مستقبل میں ہونے والا تھا۔

حاصل: لوگوں کی قدرت اسباب سے متعلق ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کامل ہے اور ہر شے پر محیط ہوتی ہے اور اللہ کی قدرت کے سامنے کسی مزاحمت کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہوتی۔

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۲۲﴾

اور اگر کافر تم سے لڑتے تو پیٹھ پھیر جاتے، پھر نہ کوئی دوست پاتے، اور نہ کوئی نصرت دینے والا پاتے۔

rfat.com

صلح حدیبیہ کافروں کی درخواست پر ہوئی، اور کافر لوگ جنگ میں اپنا مفاد دیکھتے تو کبھی صلح کی طرف نہ آتے۔ اور اگر وہ مومنین کے ساتھ جنگ کرتے تو یقیناً پیٹھ پھیر کر بھاگتے۔ اس وقت نہ کوئی ان کے ساتھ دوستی کا ثبوت دے سکتا، نہ کوئی ان کو مدد دینے والا ہوتا۔ مومنین فی سبیل اللہ لڑتے ہیں، کافر فی سبیل الطاغوت لڑتے ہیں۔ حکم الٰہی ہے کہ شیطان کے ساتھ دوستی کرنے والوں سے لڑو، شیطان کا داؤ ہمیشہ کمزور ہوتا ہے۔ (٤:٧٦) اللہ کی نصرت مومنین کو حاصل ہوتی ہے، اس لیے کافران کے مقابل زیادہ دیر ٹھہر نہیں سکتے، جلد ہی پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔

حاصل: مومنین اللہ کی رضا کے لیے لڑتے ہیں، ان کی لڑائی شیطان کے دوستوں سے ہوتی ہے، اور شیطان کا داؤ ہمیشہ کمزور ہوتا ہے۔ اس لیے کافر ہمیشہ مومنین کے مقابل آتے تو بڑی تیاری کے ساتھ ہیں، مگر جلد ہی پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں۔

سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿٢٣﴾

اللہ کی سنت ہے، جو پہلے سے چلی آ رہی ہے اور تم اللہ کی سنت کو تبدیل ہوتے نہ پاؤ گے۔

برا داؤ انہی پر پڑتا ہے، جو اسے چلتے ہیں، یہ اللہ کی سنت ہے، جو نہ کبھی بدلتی ہے اور نہ ٹلتی ہے۔ (٣٥:٤٣) جب بھی کافر، مومنین کے ساتھ لڑیں گے، ان کے مقابل زیادہ دیر ٹھہر نہیں سکیں گے اور جلد ہی پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ اللہ نے مومنین کی نصرت کا وعدہ فرما رکھا ہے، اور اللہ کا وعدہ ہمیشہ پورا ہوتا ہے۔ اور جسے اللہ کی نصرت حاصل ہو، اس کے مقابل ٹھہرنا ممکن نہیں ہوتا۔

حاصل: مومنین کی نصرت پہلے بھی ہوتی رہی ہے، آئندہ بھی ہوتی رہے گی۔ کافروں کا داؤ برا ہوتا ہے، اور ان کا داؤ انہی پر پڑتا ہے، یہ اللہ کی سنت ہے جو نہ کبھی بدلتی ہے نہ کبھی ٹلتی ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿٢٤﴾

اور وہی ہے جس نے بطنِ مکہ میں ان کے ہاتھ تم سے روک دیئے، اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے، بعد اس کے کہ تمہیں ان پر قابو دے دیا تھا، اور اللہ دیکھ رہا تھا جو عمل تم کر رہے تھے۔

بطن مکہ میں حدیبیہ کے مقام پر مومنین کو کافروں نے اس طرح سے دیکھا کہ یہ لوگ بالکل ہماری زد میں ہیں، اور ان کو بچ کر جانے کا موقع نہیں دیا جانا چاہئے۔ مگر جب انہوں نے مومنین کی جنگ کے لیے تیاری کو دیکھا، تو کافروں کو تباہی سے بچنے کے لیے صلح کی راہ اختیار کرنی پڑی، اس طرح اللہ نے فریقین کے ہاتھ ایک دوسرے سے روک دیئے۔ اللہ کا علم سب سے بڑا ہے، اس کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے، اور اللہ سب کچھ دیکھتا ہے۔

حاصل: اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے۔ وہ طرفین کے ہاتھ روک سکتا ہے۔ اگر ہم مانتے ہیں کہ اللہ ہمارے اعمال کو دیکھ رہا ہے تو پھر ہمارے اعمال کا خلافِ حق ہونا ممکن ہی نہیں ہو سکتا۔

at.com

هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ
وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ
لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ
مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ
مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۲۵﴾

یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانور اپنی جگہ پہنچنے سے رکے رہے۔ اور اگر یہ نہ ہوتا کہ کچھ مومن مرد اور مومن عورتیں جن کا تمہیں علم نہیں ہیں تم انہیں روند ڈالو تو لاعلمی میں تمہیں ان کی وجہ سے کوئی مصیبت پہنچے، اور اللہ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کرے۔ اور اگر وہ ایک طرف ہو گئے ہوتے تو ہم ان میں سے کافروں کو ضرور دردناک عذاب دیتے۔

منکرین حق نے مومنین کو بیت اللہ شریف میں داخل نہ ہونے دیا، حالانکہ یہ بھی نہ سوچا کہ بیت اللہ شریف میں [illegible] کیا گیا ہو۔ مومنین جنگ کے لیے آئے ہی نہیں تھے قربانی کے جانور ان کے ساتھ تھے، اور ان جانوروں کو قربانی کی جگہ پہنچنے سے روکنا ایسی زیادتی تھی جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مگر اللہ نے اس وقت جنگ ہونے نہیں دی [illegible] کچھ ایسے لوگ بھی رہ جاتے جو ایمان والے ہوں یا ایمان لانے والے ہوں۔ ایسی صورت میں مومنین پر [illegible] اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے، اور اللہ ہر شے کا علم رکھتا ہے۔ اگر یہ لوگ جو مکہ شریف میں تھے کافروں سے الگ ہوتے اور مقابلہ صرف کافروں سے ہوتا تو کافروں کو عبرتناک شکست کا سامنا کرنا پڑتا۔

حاصل: حق کی ادائیگی سے روکنا بڑا جرم ہے۔ مومنین کو یہ دھیان رکھنا چاہیے کہ ان کے کسی عمل سے [illegible] والوں کو تکلیف نہ ہو۔ کہ اللہ جس کو اپنی رحمت میں داخل کرنا چاہے اس کی قدر کرنی چاہیے۔ [illegible] صرف کافروں سے ہے تو پھر ان کو عبرتناک سزا دینی چاہیے۔ لیکن اللہ کو یہ پسند نہیں [illegible] تحت مسلمانوں کے کسی گروہ کو ناحق کی مصیبت میں مبتلا کرے یا کوئی اور [illegible] مومنین کے اجتماعی مفاد کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ افراد و جماعت سے متعلق [illegible] رحمت شامل ہو۔

اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ
حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى
رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ
كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ؕ
وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۲۶﴾ ع

جب کافروں نے اپنے قلوب میں حمیت رکھی جاہلیت کی حمیت تو اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین پر سکینت نازل فرمائی، اور کلمۂ تقویٰ کو ان پر لازم فرمایا، اور وہ اس کے زیادہ حقدار اور اہل تھے۔ اور اللہ ہر شے کا علم رکھنے والا ہے۔

صلح حدیبیہ میں وہ شرائط جو کافروں کی طرف سے پیش کی گئیں، وہ کافروں کی اڑ کا ثبوت تھیں اور ان کی نخوت کو ظاہر کرتی تھیں، وہ نخوت جو جاہلیت سے تعلق رکھتی ہے۔ کافروں کو یہ نظر آ رہا تھا کہ مومنین عمرہ کرنے کے لیے آئے ہیں، اور بیت اللہ شریف کی زیارت اور قربان گاہ پر قربانیاں پیش کرنے سے کسی کو روکنا ممکن نہیں، ضد یہ تھی ان کی کہ اس سال مومنین واپس چلے جائیں اور عمرے کے لیے آئندہ سال آئیں۔ اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اور مومنین پر سکینت نازل فرمائی، اور وہ کافروں کی حمیتِ جاہلیت کو دیکھتے ہوئے جنگ کے لیے کھڑے نہیں ہوگئے۔ کلمہ تقویٰ یہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں، اور اللہ کے رسول کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے۔ یہ کلمہ تقویٰ مومنین کے لیے اس قدر روح پرور ہے کہ ان کے اندر کسی درجے کا اختلاف باقی نہیں رہ جاتا اور ان کی اجتماعی شان بہت روشن ہو جاتی ہے۔ اس کلمہ تقویٰ کے زیادہ حق دار وہی ہیں جو شاہد سے محبت رکھتے ہیں اور اس کے فرمان کو ادب سے مانتے ہیں۔ جو بہتر جاننے والوں کے امر کو اپنی سمجھ کے حوالے سے مانتا ہو، اس کے اندر اہلیت کی کمی ہوتی ہے۔ اہلیت والے یہ یقین رکھتے ہیں کہ بہتر جاننے والوں کے حکم کو ماننا ضروری ہے، جاننا ضروری نہیں، ماننے کے بعد جاننے کا مقام آتا ہے۔ اللہ ہر شے کا علم رکھنے والا ہے، اس لیے جو کچھ اس کی طرف سے فرمایا گیا ہے، اس میں یقیناً بھلائی ہے۔

حاصل: جاہلیت کی اڑ نخوت ہے اور علامتِ کفر ہے۔ اپنے کلام کو جاہلیت کی حمیت سے پاک رکھنا چاہئے۔ سکینت نازل فرمانا اللہ کی شان ہے۔ کلمہ تقویٰ سے مومنین کا سلوک بڑھتا ہے، ان کی شان روشن ہوتی ہے۔ ہر شے کا علم رکھنے والا جو کچھ کر سکتا ہے وہ کسی دوسرے کے بس میں ہو ہی نہیں سکتا۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورہ الروم (۳۰) میں ارشاد فرمایا ہے:... وَ كَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اور ہم نے مومنین کی نصرت اپنے اوپر حق فرمالی ہے۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝۲۷

اللہ نے اپنے رسول کے رؤیا بالحق کو سچا فرمایا۔ انشاء اللہ تم امن کے ساتھ مسجدِ حرام میں داخل ہو گے۔ اپنے سروں کو منڈاتے یا بال ترشواتے، تمہیں خوف نہیں ہوگا۔ تو اللہ کو علم ہے جو تمہیں معلوم نہیں، اور اس سے پہلے اس نے تمہارے لیے فتحِ قریب ٹھہرادی۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھا کہ وہ بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے ہیں، اور عمرہ ادا کر رہے ہیں۔ محبین سے اس کا ذکر ہوا۔ حدیبیہ سے واپس لوٹ آنے کی بات اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رؤیا کی مطابقت کچھ لوگوں کی سمجھ میں نہ آئی۔ ان پر یہ واضح فرمایا گیا ہے کہ اللہ نے اسی سال کا وعدہ تو نہیں فرمایا تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دیکھا وہی ہوگا، اور مومنین امن کے ساتھ مسجدِ حرام میں داخل ہوں گے، اور مناسک کو پورا کریں گے، ان پر قطعاً خوف کی کیفیت نہ ہوگی۔ اللہ نے جو چاہا اس میں مومنین کی بھلائی ہے، اور اللہ جو دیکھتا ہے، وہ اسی کی شان کے لائق ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رؤیا کے مطابق زیارت بیت اللہ کا شرف پانے سے پہلے صلح حدیبیہ کی صورت میں اللہ نے ایک فتح قریب بھی مومنین کو دے دی۔

حاصل: شاہد کے فرمان کے پورا ہونے میں دیر معلوم ہو رہی ہو تو یہ یقین رکھنا چاہئے کہ ابھی ارکان جمع ہو رہے ہیں، اور اللہ تعالیٰ آسانیاں عطا فرمانے والا ہے، ہوگا وہی جو صاحب نے فرمایا ہے۔ اللہ کی نوازشات کی قدر کرنی چاہئے۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿٢٨﴾

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے۔ اور اللہ کی گواہی کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے، دین حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ اس لیے آپ کا قول بھی دین حق ہے اور آپ کا عمل بھی سند کا درجہ رکھتا ہے۔ اللہ نے یہی فرمایا ہے، کہ اگر تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے۔ [illegible] آپ کی بات ہدایت اور دین حق کے علاوہ بھی کچھ ہوتی تھی قطعاً خلاف حق ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا مقصد [illegible] دین حق کو سب دینوں پر غلبہ حاصل ہو۔ اللہ نے گواہی دی ہے، کہ یہی ہوگا اور اللہ کی گواہی [illegible] اس سے بڑی گواہی کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔ منافقت کی جڑ کٹ جائے گی۔ انسانی خواہشات سے پیدا ہونے والے [illegible] کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا، کہ کلمے کے وعدے پر ساری دنیا کو ایک نظام قبول کرنے پر مجبور ہونا ہوگا [illegible] دین حق کی احتیاج بھی واضح ہو جائے گی۔ تب دین حق کو قبول کیے بغیر کوئی چارہ نہ ہوگا۔ پھر دین حق کا [illegible] سوائے مومنین کے اور کوئی نہ ہوگا۔

حاصل: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل ہدایت اور دین حق ہونے کے حوالے سے سند کا درجہ رکھتا ہے۔ دین حق کا غلبہ سب ادیان پر یقیناً ہوگا۔ اللہ نے اس کی شہادت دی ہے، اور اللہ کی شہادت سب سے بڑی شہادت ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ٻ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ڗ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰي سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۭ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٢٩﴾ ع ٤

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کی معیت میں ہیں، کافروں پر شدید اور آپس میں رحم کرنے والے ہیں۔ تم ان کو دیکھو گے رکوع کرتے ہوئے، سجدہ کرتے ہوئے، اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں، ان کی نشانی ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے ہے۔ یہ ان کی مثال تورات میں ہے۔ اور انجیل میں ان کی مثال یوں ہے کہ جیسے ایک کھیتی نے اپنا پٹھا نکالا، پھر اس کو مضبوط کیا، پھر وہ سخت ہوئی اور اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی، زراعت کرنے والوں کو خوش لگتی ہوئی، تاکہ کافر ان سے غیظ کریں۔ اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے، مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔

Marfat.c

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ آپ کا اتباع باعثِ مغفرت ہے۔ آپ کی اطاعت سے ہدایت ملتی ہے۔ آپ کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے۔ جو لوگ آپ کی معیت اختیار کرتے ہیں، انہیں آپ سے میل جول کی بدولت قول کی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ آپ سے محبت کی بدولت اصلاح حال کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ پھر وہ علم حقیقی سے نوازے جاتے ہیں۔ ان مقامات پر پورا رہنے کا انعام بصورتِ اخلاص ملتا ہے اور مخلص کو بہکانا شیطان کے بس میں نہیں ہوتا۔ مومنین کی یہ شان ہے کہ کافروں کے ساتھ ان کا رویہ بے لچک ہوتا ہے۔ وہ اپنے قول کو ان کے قول سے نہیں ملاتے، وقف کا دھیان رکھتے ہیں۔ اپنے اعمال کو ان کے اعمال سے الگ رکھتے ہیں، اور اپنے امتیاز کو ہمیشہ قائم رکھتے ہیں۔ مومنین کے ساتھ ان کا رویہ بالکل نرم ہوتا ہے۔ ان کے الفاظ کو بھی دیکھتے ہیں، جب وہ الفاظ کا علم رکھتے ہوں، ورنہ ان کی نیت کے اچھے ہونے کا یقین ہر مقام پر نظر آتا رہتا ہے۔ اس لیے ان سے تعاون بھی ہوتا ہے، اور ان کا شکریہ بھی ادا کیا جاتا ہے کہ انہوں نے خدمت کا موقع دیا ہے۔ تورات شریف میں ان لوگوں کی نشانیاں یوں بیان فرمائی گئی ہیں کہ یہ رکوع وسجود میں سرگرم رہنے والے حضرات، اللہ کے فضل اور اللہ کی رضا کے طالب ہوتے ہیں۔ لوگوں کی خوشی کے مقابل ان کو اللہ کی رضا مطلوب ہوتی ہے۔ یہ نہیں دیکھتے کہ ان کے ساتھ کیا کیا جا رہا ہے، یہ دیکھتے ہیں کہ اللہ کی رضا کے مطابق انہیں کیا کرنا چاہئے۔ ان کے مبارک چہرے پرنُور رہتے ہیں، ان پر پاکیزگی جلوہ گر ہوتی ہے۔ انجیل شریف میں ان کی مثل ایسے بیان ہوئی ہے کہ جیسے ایک کھیتی نے اپنا پٹھا نکالا۔ زراعت کرنے والوں نے خیر کا بیج بویا، کھیتی اُگی۔ شروع میں کونپلیں کمزور سی لگتی ہیں۔ کاشت کرنے والے کو تو بیج میں بھی سب کچھ نظر آتا ہے۔ کونپلیں بڑی ہوئیں ان میں مزید قوت آئی اور پودے اپنے تنا پر کھڑے ہو گئے۔ ان پودوں کی شان دیکھ کر زراعت کرنے والوں کی خوشی کی کوئی حد نہیں رہتی۔ وہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ کفار کو اس کھیتی کے مشاہدے سے بڑی تکلیف پہنچتی ہے، کہ ان کے باطل نظریات کے مقابل حق کے ماننے والے انہیں بہت منظم قوت نظر آنے لگتے ہیں۔ جو لوگ ایمان لاتے ہیں، اور اپنے ایمان کو صالح اعمال سے سچا ثابت کرتے ہیں، اللہ نے ان سے مغفرت کا وعدہ فرما رکھا ہے، ان کو اجرِ عظیم دینے کا وعدہ فرما رکھا ہے، اور اللہ کا وعدہ ہمیشہ پورا ہوتا ہے۔

حاصل: حضور کی معیت صفات سے ثابت ہوتی ہے۔ کافروں کے ساتھ قول وفعل میں وقف رکھنا ضروری ہے۔ ہمیں مومنین کے کام آنا چاہئے، بڑی صداقت سے ان کی خدمت کرنی چاہئے۔ رکوع وسجود میں اللہ کا فضل اور اس کی رضا مطلوب ہونی چاہیے۔ مومنین کے چہرے پُرنور رہتے ہیں۔ دانے کی نفی ہو تو اس کی مثل کئی دانے پیدا ہوتے ہیں۔ مومنین کی تعداد اور اتحاد کافروں کے لیے تکلیف دہ ہونا واضح ہے۔ ایمان، صالح اعمال کی شہادت سے سچا ثابت ہو جائے، تو مغفرت اور اجرِ عظیم عطا کرنا اللہ کا وعدہ ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب (۳۳) میں ارشاد فرمایا ہے: هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَ مَلٰٓىِٕكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِؕ وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا۝ وہی ہے کہ تم پر درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے، کہ تمہیں ظلمات سے نور کی طرف نکالے، اور وہ مومنین پر رحم فرمانے والا ہے۔

fat.com

ایاتها ١٨ ﴿٤٩ سُورَةُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِيَّةٌ ١٠٦﴾ رکوعاتها ٢

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○

اے ایمان والو، اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے تقدم نہ کیا کرو، اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ سننے والا علم رکھنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ صورت وتعین سے بہت بلند ہے۔ جو صورت وتعین کے دائرے میں ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے آگے قدم [illegible] صورت میں ہو سکتے ہیں کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ سے آگے قدم بڑھائیں۔ حق اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل [illegible] پر نازل فرمایا گیا ہے۔ حکم الٰہی یہ ہے کہ حضور کا اتباع کیا جائے۔ تقدم اس امر الٰہی کی خلاف ورزی [illegible] مقتدی اپنے قول کو اپنے صاحب کے قول کے برابر جاننے لگے تو وہ بات کرتے وقت حد ادب ملحوظ نہیں [illegible] شاہد کے اعمال کے برابر جاننے لگے تو ناحق سے محبت کا دعویٰ بے معنی ہوتا ہے۔ ایسا بندہ اپنے اعمال [illegible] کے دائرے میں ہی ہے۔ یہ اللہ سے ڈرنے کا ثبوت ہے۔ اللہ سے ڈرنے والے [illegible] اپنے ماننے سے عمل تصدیق کروانا چاہتا ہے۔ اور جس عمل کی تصدیق حال پر [illegible] مانا جائے اور ادب سے مانا جائے۔ یہ یقین بھی شامل حال رہے کہ اللہ تعالیٰ [illegible]

حاصل: اللہ کے رسول سے تقدم یقیناً اللہ سے تقدم ہے، اور خلاف حق ہے۔ [illegible] کے جانے وہ بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اپنے جاننے کو اہمیت نہیں دیتے۔ یہ یقین [illegible] والا ہے تو نیت بھی درست رکھنی چاہئے، الفاظ بھی موزوں ہونے چاہئیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○

اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کیا کرو اور نہ آپ سے [illegible] آواز سے پکارا کرو جیسے ایک دوسرے [illegible] ہو، ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں شعور بھی نہ ہو۔

جب نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو حق کی تبلیغ [illegible] مقابل اپنی آواز کو پست رکھنا ادب ہے [illegible] لوگوں کے [illegible]

کے معلوم ہونے سے پہلے جو کچھ ہوا ہے اس پر گرفت نہیں ہوگی۔ حضور اکرم ﷺ معلّم ہیں۔ کتاب وحکمت کی تعلیم آپ نے دی ہے۔ تزکیہ آپ نے عطا کیا ہے۔ آپ نے وہ علم عطا کیا ہے جو پہلے نہیں تھا۔ حضور اکرم ﷺ سے جس مومن نے بھی بات کی اس یقین سے کی کہ وہ آپ سے اپنے علم کی تصدیق کروانا چاہتا تھا۔ بندوں میں سے کسی کا یہ مقام ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ اللہ کے رسول کو سکھانے والا ہو۔

حاصل: اپنی آوازوں کو اپنے شاہد کے حضور، اپنے معلّم کے حضور پست رکھنا چاہئے کہ یہ ادب ہے۔ اپنے معلّم کو بلند آواز سے مخاطب کرنا بھی خلافِ ادب ہے۔ بے ادبی سے ماحول پر بُرا اثر پڑتا ہے، اس لیے بے ادب کے اعمال بے حقیقت ہوجاتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ③

بے شک جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے حضور اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں، وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ نے تقویٰ کے لیے پسند کرلیا ہے۔ ان کے لیے مغفرت اور اجرِ عظیم ہے۔

جو لوگ اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان کو کلامِ حق جانتے ہیں، وہ یقین رکھتے ہیں کہ حضور کے ارشادات کو سننا اور ماننا باعث فلاحِ دارین ہے۔ اس لیے وہ اپنی آوازوں کو اپنے شاہد کے حضور پست رکھتے ہیں۔ ان کے قلوب میں ادب موجود ہوتا ہے۔ جن لوگوں کے قلوب میں شاہد کا ادب موجود ہو انہی کے اندر تقویٰ افزائش پاتا ہے۔ جس علم کے بڑھنے سے خوفِ خدا بڑھے، وہ علم حقیقی ہے۔ اللہ سے ڈرنے والے لوگوں کے دل پاک ہوجاتے ہیں۔ جب دل پاک ہوجائے تو سارا جسم پاک ہوجاتا ہے۔ جو پاک ہوجائے، اس کی خطاؤں کو بخش دیا جاتا ہے۔ اور اسے اجرِ عظیم عطا فرمایا جاتا ہے۔

حاصل: اپنے شاہد کے حضور اپنی آوازوں کو پست رکھنا ادب ہے۔ جن کے قلوب کے اندر ادب موجود ہو، انہی کے اندر تقویٰ کی افزائش ہوتی ہے۔ اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے بخشش بھی ہے اور اجرِ عظیم بھی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ④

بے شک جو لوگ آپ کو حجرات کے باہر سے ندا دیتے ہیں وہ اکثر عقل نہیں کرتے۔

حضور اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا وہ حصہ جس کا تعلق خلوت سے تھا، وہ بھی قطعاً حق تھا۔ اس لیے اس میں مداخلت یقیناً خلافِ ادب تھی۔ جو لوگ آپ کے رحمت خانے کے باہر سے آپ کو پکارتے تھے، وہ اکثر عقل نہیں کرتے تھے۔ عقل کا تقاضا تو یہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ کو صرف اس کام کے لیے آواز دی جاتی جس کو موخر کرنا ممکن نہ تھا۔ ناصح امین سے محبت ہو تو بندہ ہر مقام پر پورا رہ سکتا ہے، کہ محبت ہی ادب کا کل ہے۔

حاصل: اپنے شاہد کے بارے میں یہ یقین رکھنا ضروری ہے کہ خلوت وجلوت میں اسے حق کی احسن ادائیگی کے علاوہ کوئی کام ہی نہیں۔ اپنے شاہد کو رحمت خانے کے باہر سے آواز دینا اسی صورت میں عقل کا کام ہوگا، جب کسی کام کو موخر کرنا ممکن نہ ہوگا، مگر اکثر ایسا نہیں ہوتا۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اور اگر وہ صبر کرتے حتیٰ کہ آپ ان کے پاس
تشریف لے آتے تو یہ ان کے لیے بہتر ہوتا اور
اللہ بخشنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے رحمت خانے کے باہر سے پکارنے والے اگر صبر کرتے اور انتظار کرتے حتیٰ کہ آپ خود ان کے پاس تشریف لے آتے تو ان لوگوں کی طرف سے آپ کی تعظیم و توقیر کا ثبوت مل جاتا، اور یہ ان کے لیے یقیناً بہتر ہوتا، اللہ اس ادب کی وجہ سے ان کو اجر عطا فرما دیتا۔ کم علمی کی بدولت کوتاہی ہو جاتی ہے، اللہ اس کو بخش بھی دیتا ہے، اور جس کو بخش دیتا ہے اس پر اپنی رحمت بھی فرماتا ہے۔

حاصل: شاہد کے رحمت خانے پر حاضری نصیب ہو تو ملاقات کے لیے انتظار کر لینا بہتر ہوتا ہے، اس سے صبر کا بھی ثبوت ملتا ہے، تعظیم و توقیر کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ بے صبری کا مظاہرہ ہو جائے تو اللہ بخشنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر
لے کر آئے تو تم تحقیق کر لیا کرو، کہیں کسی قوم پر
بے جانے جا پڑو، پھر کل تمہیں اپنے کیے پر نادم ہونا پڑے۔

منافق یقیناً فاسق ہوتے ہیں۔ یہ لوگ برائی کا امر کرتے ہیں، بھلائی سے منع کرتے ہیں اور بخل کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھی ہیں مگر وہ مومنین کے ساتھی نہیں ہوتے۔ (۹:۶۷) صداقت کی قسم ہو تو یہ شکایت کی جاتی ہے کہ یہ دین کی باتوں میں لگے رہتے ہیں۔ زبانوں سے کچھ اور کہتے ہیں، دلوں میں کچھ اور ہوتا ہے۔ یہ فاسق ہیں اپنی اڑائی ہوئی باتوں سے فتنے پیدا کرتے ہیں۔ اڑائی ہوئی کسی خبر کو بلا تحقیق مان لینا درست نہیں ہوتا۔ اگر کسی فاسق کی اڑائی ہوئی خبر کو بلا تحقیق مان لیا جائے تو حقائق سامنے آنے پر مومنین کو اپنے کیے پر ندامت ہی ہوتی ہے، اور یہ جھوٹ بازی مومنین کے اتفاق میں رخنہ ڈال دیتی ہے۔

حاصل: ایمان والے لوگوں پر لازم ہے کہ وہ خبر لانے والے کو دیکھیں، اگر وہ فاسق ہو تو اس کی خبر کو بلا تحقیق نہ مانیں۔ فاسق اپنی شرارت و اختلافی منصوبوں سے فتنہ پیدا کرتے رہتے ہیں، ایسی خبروں پر عمل کر کے اگر کسی قوم سے ٹکراؤ ہو جائے تو حقائق سامنے آنے پر مومنین کو اپنے کیے پر ندامت ہوتی ہے۔

وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝

اور تمہیں معلوم رہے کہ رسول اللہ تمہارے درمیان
ہیں۔ اگر یہ بہت سے امور میں تمہاری باتوں کو مان لیا
کریں تو تم مشقت میں پڑ جاؤ گے۔ لیکن اللہ
نے تمہیں ایمان کی محبت دی ہے اور اسے تمہارے
قلوب میں زینت دی ہے، اور کفر و فسوق اور عصیان
سے تمہیں کراہت ہوتی ہے۔ یہی لوگ تو راشد ہیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے جس علم سے نوازا ہے، وہ علم سب سے بڑی شان رکھتا ہے۔ اس علم کی قدر کرنی چاہیے۔ اس سے استفادہ کرنا چاہیے، اور کبھی اپنے گمان کو یہ درجہ نہیں دینا چاہیے کہ حق کے مقابل اسے قابلِ ذکر سمجھا جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگر اکثر امور میں لوگوں کی باتوں کو مان لیا کرتے تو لوگ یقیناً مشقت میں پڑتے۔ اللہ نے ایمان والوں کو مشقت سے بچا کر بڑی مہربانی کی ہے۔ ایمان والوں کے اندر اللہ نے طلب ہدایت رکھی ہے، ایمان کو ان کے قلوب میں زینت دی ہے۔ ناصح سے محبت میں ان کا حال یہ ہے کہ دل، دلبر کے حوالے رہتا ہے۔ ان کو خلافِ حق کاموں سے کراہت ہوجاتی ہے، حق میں اپنی پسند کو داخل کرنے سے کراہت ہوجاتی ہے، اور شاہد کی حکم عدولی سے کراہت ہوجاتی ہے۔ رشد و ہدایت والے لوگوں کی یہ نشانیاں ہیں۔

حاصل: شاہدِ حق کا بڑا علم رکھتے ہیں۔ ان کی اطاعت میں فلاحِ دارین ہوتی ہے۔ بہتر جاننے والے کو اپنی منوائی جائے تو یقیناً مشقت میں پڑ جانے کا مقام آتا ہے۔ طلبِ ہدایت، ناصح سے محبت، ایمان والوں کی شان ہے۔ ایمان والوں کو کفر، فسق کی ہر صورت اور شاہد کی حکم عدولی سے کراہت ہونی چاہیے، یہ رشد و ہدایت کی نشانیاں ہیں۔

فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ⑧ اللہ نے تمہیں اپنے فضل اور نعمت سے نوازا ہے، اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے۔

رشد اللہ کا فضل ہے۔ جس کو یہ نعمت حاصل ہو، اس سے نورِ ہدایت لینا چاہیے، اس کا ادب و احترام کرنا چاہیے، علم و حکمت کی طلب رکھنی چاہیے۔ اللہ کا ہر کام اس کے علم سے ہوتا ہے، اور اس میں ہمیشہ حکمت موجود ہوتی ہے۔ ماننے والے پر ہی جاننے کا مقام آتا ہے۔ جو محض جاننے کی فکر میں لگا رہے اور ماننے کا حق ادا نہ کرے، وہ کبھی اپنے گمان کے دائرے سے نکل نہیں سکتا۔

حاصل: رشد و ہدایت والے صاحبان کی تکریم کرنی چاہیے۔ ان کو اللہ نے اپنے علم سے نوازا ہے، اور اللہ کی نوازش میں ہمیشہ حکمت موجود ہوتی ہے۔

وَاِنْ طَاۗىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَي الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْۗءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَاۗءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ⑨

اور اگر مومنین کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں، تو ان کے مابین صلح کرا دو۔ پھر اگر ان میں سے ایک، دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو، حتیٰ کہ وہ اللہ کے امر کی طرف لوٹ آئے۔ جب وہ لوٹ آئے تو عدل کے ساتھ ان کے مابین مصالحت کرا دو۔ اور انصاف کرو۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

مومنین کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں، تو ان کے مابین مصالحت کرانے کی ذمہ داری ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے، جو حق کو مانتے ہیں، اللہ کی رضا کے حصول کے لیے کوشاں رہتے ہیں، اور مومنین کی اجتماعی بھلائی کا علم رکھتے ہیں۔ گروہی عصبیتوں میں پھنس جانے والے لوگ

fat.com

اپنے زاویہ نگاہ کو خراب کر لیتے ہیں۔ ان کو سمجھانا بہت ضروری ہوتا ہے۔ اگر وہ زیادتی کرنے سے باز نہ آئیں تو پھر ان سے [illegible] جاتا ہے۔ جب ان کی سرکوبی ہو جائے تو وہ اللہ کے امر کی طرف لوٹ آتے ہیں۔ گروہی عصبیت والے ایک طرف [illegible] سے دیکھنے لگتے ہیں۔ جب زیادتی کرنے والے حق کی طرف لوٹ آئیں تو عدل کے ساتھ دونوں [illegible] چاہیے۔ زیادتی کا تعین کیا جائے، نقصانات کو دیکھا جائے، تلافی کی صورت واضح کی جائے اور زیادتی کرنے والے [illegible] جائے، جو کسی حوالے سے درست تو ہو مگر اس کے لیے ہونا قابل برداشت۔ انصاف کرنے کا [illegible] کے فرمان کو ادب سے ماننا لازم ہے۔ اپنی پسند کو کبھی یہ وقعت نہیں دینی چاہیے کہ وہ حق سے متصادم ہو [illegible] والے، اجتماعی بھلائی کے لیے، اللہ کی رضا کے حوالے سے اپنا وقت بھی لگاتے ہیں، قوت بھی لگاتے ہیں [illegible] کے محبوب لوگوں کی صفات ہیں۔

حاصل: مومنین کے دو گروہوں کے جھگڑے میں مصالحت کی ذمہ داری ان لوگوں پر ہوتی ہے جو حق کو ماننے والے ہیں، اور گروہی عصبیت سے بلند رہتے ہیں۔ پہلا مرحلہ قول سے سمجھانا ہے۔ زیادتی کرنے والوں سے لڑنے کا منشا، اسے اللہ کے امر کی طرف لوٹانا ہوتا ہے۔ زیادتی کا تعین ہو جائے۔ نقصان کی تلافی [illegible] جائے، اور فریقین کو یہ احساس دلایا جائے کہ اللہ کے فرمان کو ادب سے ماننا ایمان کا تقاضا ہے۔ [illegible] پورا ہو جائے گا۔ انصاف کرنے والوں کو اللہ کا محبوب [illegible] ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ ع

مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں تو اپنے بھائیوں کے مابین مصالحت کرا دو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم ہو۔

حکم الٰہی ہے کہ جب بات [illegible] پرستی کی صورت ہے۔ اسی راہ پر رہنا چاہیے [illegible] (۶:۱۵۳) مومن بھائیوں کے درمیان مصالحت کرانا حکم الٰہی ہے [illegible] لوگوں کی جماعت ہونی چاہیے جو لوگوں کی نظر میں محترم ہو [illegible] رضا کے لیے [illegible] مومنین کی اجتماعی بھلائی [illegible] خواہشات کی پیروی نہیں کرتے۔ اللہ [illegible]

حاصل: مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں اس لیے ایک دوسرے پر [illegible] چاہیے۔ مومن بھائیوں کے مابین مصالحت کرانا، باقی لوگوں کی ذمہ داری ہے۔ [illegible] کیا جاتا ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الشوریٰ (۴۲) میں ارشاد فرمایا ہے: قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ وَمَن يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ شَكُورٌ (۲۳) فرما دیجیے میں اس پر تم سے کوئی اجر [illegible] والوں سے محبت۔ اور جو اچھا [illegible] ہم اس کے حسن کو زیادہ کر دیں گے۔ بیشک اللہ بخشنے والا قدر [illegible]

rfat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَ مَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۱﴾

اے ایمان والو کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے، قریب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں، عورتوں کا مذاق اڑائیں، قریب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور آپس میں طعن و تشنیع نہ کرو، اور بُرے القاب سے ایک دوسرے کو یاد نہ کرو۔ ایمان کے بعد فسق کا تو نام بھی بُرا ہے، اور جو توبہ نہ کریں وہی ظالم ہیں۔

حسن معاشرت کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا فرمایا گیا ہے، اس علم کی قدر کرنی چاہئے۔ جو لوگ اپنی نسبی فضیلت ثابت کرتے ہوئے دوسروں کو حقیر ثابت کرتے ہیں، اپنے اختیار و اقتدار کو بڑا ثابت کرتے ہیں، اپنی وسعت مال پر اتراتے ہیں، انہیں یہ دیکھنا چاہئے کہ مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ مومنوں کو یہ کب زیب دیتا ہے کہ وہ حق کو ماننے کے بعد ایسی باتیں کریں، جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ نسب، اللہ کے حکم سے ہوتا ہے، رزق، اللہ کے حکم سے تعلق رکھتا ہے، نفع و ضرر بھی باذن اللہ ہوتا ہے۔ اللہ کے کاموں پر زبان کھولنے کے آداب ہیں۔ کسی کی تحقیر کرنا قطعاً درست نہیں ہے۔ جن لوگوں کا مذاق اڑایا جائے وہ اگر یہ کہیں کہ اللہ کے کام اس کے علم مطلق سے ہوتے ہیں، ان میں ہمیشہ حکمت ہوتی ہے۔ اور اللہ لوگوں کے ساتھ مہربانی کرتا ہے، ان پر رحم فرماتا ہے، تو یقیناً یہ مذاق اڑانے والوں کے مقابل بہتر لوگ ہیں۔ عورتوں کو بھی یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ دوسری عورتوں کا مذاق نہ اڑائیں۔ شکل و صورت بنانے والا تو اللہ ہے، کسی صورت کو ناقص کہنے سے اس کے خالق پر اعتراض ہوگا، اور یہ بے ہودگی ایمان سے کیا تعلق رکھتی ہے۔ لباس، زیورات اور دوسری چیزیں بھی مومن عورتوں کو اللہ نے دی ہیں، اور یہ دیکھنے کے لیے دی ہیں کہ ان کا استعمال اللہ کی رضا کے مطابق ہوتا ہے، یا نہیں ہوتا۔ جن عورتوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے، وہ اگر حق کے حوالے سے زبان کھولتی ہیں تو وہ یقیناً بہتر ہیں۔ آپس میں طعن و تشنیع سے بھی منع فرمایا گیا ہے، کہ اس کا مقصد دوسروں کی نیت کو بُرا ثابت کرنا ہوتا ہے۔ اس سے آپس کے تعلقات بُری طرح متاثر ہو جاتے ہیں۔ نفرتیں افراد کے مابین فاصلوں کو بڑھا دیتی ہیں۔ بُرے القاب سے ایک دوسرے کو یاد کرنے سے بھی منع فرمایا گیا ہے۔ اس سے بھی دوسروں کی تحقیر ہوتی ہے۔ دوسروں کی عزت افزائی مومنین کا طریق زندگی ہونا چاہئے۔ ایمان لانے کا دعویٰ تبھی درست ہوگا جب ناصح سے محبت ہوگی۔ مومن ہونے کے بعد اپنی پسند کے حوالے سے بات کرنا تو مومن کو زیب ہی نہیں دیتا۔ فسق تو ناپاکی ہے، اور قابل نفرت ہے۔ ایسا قصور ہو جائے تو فوراً توبہ کرنی چاہیے۔ زبان کو بڑی احتیاط سے کھولنا چاہیے۔ قول درست ہو تو پہلے درجہ میں بندہ سچا ہوتا ہے۔ پھر اعمال کے درست ہونے کا مقام آتا ہے۔ جو برائی کرنے کے بعد توبہ نہ کرے وہ ظالم ہے، اور ظالم کا حق سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔

حاصل: مومن مرد، مردوں کا مذاق نہ اڑائیں، مومن عورتیں، عورتوں کا مذاق نہ اڑائیں۔ آپس میں طعن و تشنیع کرنا بھی خلافِ حق ہے۔ بُرے القاب سے دوسروں کو یاد کرنا بھی خلافِ حق ہے۔ قصور ہو جائے تو توبہ کرنی چاہئے، ایسا نہ کیا جائے تو یہ ظلم ہوگا، اور ظالم کو فلاح نصیب نہیں ہوتی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ۝

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے اجتناب کرو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں، اور تجسس نہ کرو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا تم میں سے کسی کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند ہوگا؟ تمہیں اس سے کراہت ہے، اور اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

مومن بھائیوں کے بارے میں بدگمان رہنا کہ وہ اپنی خواہشات سے پیچھے نہیں [illegible] جب کسی کی حسن نیت پر شک ہو تو جو گمان بھی ہوگا وہ گناہ کے زمرے میں آئے گا۔ [illegible] پیروی سے بچنا اس طرح ممکن ہوتا ہے۔ تجسس سے بھی منع فرمایا گیا ہے۔ [illegible] لیے زور لگانا ہے۔ کسی مومن بھائی کے حالات سے باخبر ہونا اور حق سے متعلق [illegible] پسندیدہ کام ہے۔ اس کو تجسس کہنا درست نہیں ہے۔ تجسس سے مراد کسی دوسرے کی [illegible] برائی کرنے کا نام ہے۔ غیبت کرنے والا یہ جرأت نہیں رکھتا کہ وہ کسی کی [illegible] کو بیان کرنے سے اس کی تحقیر ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے۔ مردہ بھائی کی پیٹھ پیچھے [illegible] غیبت کرنا اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف ہے۔ حق کے واسطے کی تحقیق [illegible] کہ دوسروں کے ساتھ اپنا تعلق درست رکھتے ہیں وہ کبھی غیبت نہیں کرتے۔ [illegible] میں وہ گناہ کے مرتکب نہ ہوں۔ جہاں کوتاہی کا احساس ہو وہ فوراً توبہ کرتے ہیں [illegible] توبہ قبول کرنے والا ہے، رحم فرمانے والا ہے۔

حاصل: بہت سے گمانوں سے اجتناب کرنا چاہئے۔ کسی مومن کے بارے میں [illegible] مومن کی تذلیل کے لیے زور لگانا بھی گناہ ہے۔ اور کسی مومن کی پیٹھ پیچھے برائی [illegible] سے ڈرنے والے توبہ کرتے ہیں۔ اللہ ان کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان پر رحم فرماتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے، اور تمہیں شعوب و قبائل میں تقسیم کیا ہے آپس کے تعارف کے لیے۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ معزز وہ ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہے۔ بے شک اللہ علم والا خبر رکھنے والا ہے۔

rfat.com

تمام لوگوں کے ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا ہونے کی سند نازل فرمائی گئی ہے۔ ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا ہونے والے ایک دوسرے پر اپنی برتری ثابت کرنے کی کوشش کریں تو ان کی بات بے سند ہوگی۔ حضرت آدم علیہ السلام اور آپ کی زوجہ محترمہ سے پیدا ہونے والی اولاد ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ تعارف بہت بڑی ضرورت ہے، اور اللہ نے اس ضرورت کو اپنے علم سے پورا کیا ہے۔ زمین میں لوگوں کا پھیلنا، ان کے رنگوں کا اختلاف، ان کی زبانوں کا اختلاف، اللہ کی نشانیاں ہیں، اور یہ نشانیاں بھی تعارف میں مدد دیتی ہیں۔ خاندان اور قبیلے بنتے رہتے ہیں، مگر ان کو صرف تعارف کے لیے استعمال کیا جانا چاہیے۔ کسی خاندان اور قبیلے کو کسی دوسرے خاندان اور قبیلے پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے۔ اللہ کے نزدیک زیادہ مکرم وہ ہے، جو تقوے کے اعتبار سے بڑا ہے اور اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔ جو اللہ کے نزدیک مکرم ہے، اس کی تکریم کرنے سے لوگوں کو سکھ ملے گا۔ اللہ ہر شے کا علم رکھتا ہے، ہر حال کی خبر رکھتا ہے۔ وہ خوب جانتا ہے، کون زیادہ متقی ہے۔

حاصل: ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا ہونے والے ایک دوسرے پر نسبی فضیلت کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ خاندان اور قبیلے تعارف کے حوالے سے یقیناً اہم ہیں، ان کو لوگوں کے مابین نفرت کی دیواروں کا درجہ دینا قطعاً غلط ہے۔ جو اللہ کے نزدیک مکرم ہے، اس کی تکریم کرنے سے اللہ کا ساتھ نصیب ہوتا ہے۔ اللہ خوب جانتا ہے، کس کا رخ درست ہے، اور کس کا نہیں ہے۔

قَالَتِ الۡاَعۡرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا وَ لٰکِنۡ قُوۡلُوۡۤا اَسۡلَمۡنَا وَ لَمَّا یَدۡخُلِ الۡاِیۡمَانُ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ ؕ وَ اِنۡ تُطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ لَا یَلِتۡکُمۡ مِّنۡ اَعۡمَالِکُمۡ شَیۡئًا ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۴﴾

اعراب نے کہا ہم ایمان لائے ہیں۔ فرما دیجیے تم ایمان نہیں لائے، ولیکن تم کہو ہم نے تسلیم کیا ہے، اور ابھی ایمان تمہارے قلوب میں داخل نہیں ہوا۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو گے تو اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی کم نہیں کرے گا۔ بے شک اللہ بخشنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔

بعض بادیہ نشین لوگ اپنے ایمان لانے کا ذکر کر کے مومنین پر احسان جتاتے تھے۔ یہ لوگ کفر و نفاق میں اشدّ تھے، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو تاوان جانتے تھے، مومنین پر گردشوں کے انتظار میں رہتے تھے، جہاد کا حکم سن کر ان پر سخت خوف کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی، خوف دور ہو جاتا تو مالِ غنیمت کے لالچ میں طعن و تشنیع کرنے لگتے تھے۔ ان لوگوں سے فرمایا گیا ہے کہ تم ایمان لانے کا دعویٰ نہ کرو، صرف یہ کہو کہ ہم نے حق کو تسلیم کیا ہے۔ ایمان تو ناصح سے محبت کی بدولت نصیب ہوتا ہے، طلبِ ہدایت ہو تو ایمان قلوب میں زینت پاتا ہے، اور ایمان قلوب میں داخل ہو جائے تو کفر، فسوق اور عصیاں سے کراہت ہو جاتی ہے۔ یہ رشد والے صاحبان کی نشانیاں ہیں۔ بھلا تو اس کا ہو گا، جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا۔ اللہ اس کو اس کے اعمال کی پوری پوری جزا دے گا۔ ادب موجود ہو گا تو اطاعت میں کوتاہی کو بخش دیا جائے گا اور اللہ اپنے رحم سے مزید نوازے گا۔

حاصل: دعویٰ ایمان بے شہادت نہیں ہونا چاہئے۔ کذب سے بچنے کے لیے دعویٰ کی تصحیح بھی ایک مقام ہے۔ ناصح سے محبت ہو تو ایمان قلوب میں داخل ہوتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے فلاح حاصل ہوتی ہے۔ ادب کے ساتھ حق کو ماننے والے سے کوتاہی ہو جائے تو اللہ بخش بھی دیتا ہے، اپنے رحم سے مزید نوازتا بھی ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝

مومن تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے، پھر کبھی شک میں نہیں پڑے اور اپنے اموال و انفس سے فی سبیل اللہ جہاد کیا، یہی سچے ہیں۔

جو لوگ ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں مگر احکام الٰہی ماننے میں اپنی پسند و ناپسند [illegible] ہیں، جہاں خطرات محسوس ہوں وہاں سے بچ جاتے ہیں، یہ شک میں پڑے ہوئے ہیں [illegible] اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد شک کا مقام ختم ہو جانا چاہئے۔ [illegible] میں جہاد کے لیے پیش کرنا دعویٰ ایمان کو سچا ثابت کرتا ہے۔ [illegible]

حاصل: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے شک میں پڑ جائیں تو ان کا دعویٰ ایمان [illegible] جاتا ہے۔ سچے لوگ اپنے دعویٰ ایمان کے ساتھ اپنے اموال و انفس سے جہاد فی سبیل اللہ [illegible] ثبوت دیتے ہیں۔

قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِیْنِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝

فرما دیجئے کیا تم اللہ کو اپنا دین [illegible] ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے [illegible] ہر شے کا علم رکھتا ہے۔

اللہ ہر شے کا علم رکھنے والا ہے۔ اللہ کو اپنا دین بتایا جائے گا [illegible] آپ کے بعد شاہدین کے سامنے اپنے دعویٰ ایمان [illegible] خلوت و جلوت میں حق کے مطابق نہیں رہتا، اسے یقین نہیں ہوتا کہ اللہ ہر شے کا علم [illegible]

حاصل: اللہ کو اپنا دین بتانے والے ایمان والے نہیں ہوتے۔ جو خلوت و جلوت میں حق کے مطابق [illegible] اسے یقین نہیں ہوتا کہ اللہ ہر شے کا علم رکھتا ہے۔

يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا ۖ قُلْ لَا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ ۖ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۷﴾

یہ آپ پر احسان جتاتے ہیں کہ وہ اسلام لائے۔ فرما دیجئے اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو۔ بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے، کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت کی، اگر تم سچّے ہو۔

دائرہ کفر سے دائرہ اسلام میں داخل ہونا بہت بڑی تبدیلی ہے، اس تبدیلی کے لیے بہت سے مقامات سے گزر ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ لوگوں کے سامنے تھی۔ آپ کی صداقت اور امانت کا اعتراف ہر مقام پر تھا۔ آپ کا ارشاد سند کے ساتھ تھا۔ آپ کو لوگوں کی بھلائی عزیز تھی، اور لوگوں کا مشقت میں پڑنا آپ پر گراں ہوتا تھا۔ آپ لوگوں کو خوف وحزن سے پاک ہونے کا راستہ دکھاتے تھے۔ جو لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے وہ آپ سے محبت رکھتے تھے۔ محب کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ اپنے محبوب پر احسان جتائے۔ جو لوگ حضور اکرم ﷺ پر اپنے مسلمان ہونے کا احسان جتاتے تھے، ان سے فرمایا گیا کہ اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو، بلکہ اللہ کا اپنے اوپر احسان مانو کہ اس نے تمہیں ایمان کی طرف راہ دی ہے۔ اگر تمہارے اندر صداقت ہے تو تمہارا رخ یہی ہونا چاہئے۔

حاصل: دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دینے والے پر اس کی دعوت کو قبول کر کے احسان جتانا قطعاً درست نہیں ہوتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کو ظلمات سے نور کی طرف آنے میں سہارا دیتا ہے، جسے چاہے تزکیہ عطا کرتا ہے۔ ناصح سے محبت ہو تو پھر اس پر احسان جتانے کا مقام آنہیں سکتا۔

ع إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۱۸﴾

بے شک اللہ کو آسمانوں اور زمین کے غیب کا علم ہے۔ اور اللہ دیکھ رہا ہے جو عمل تم کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ خالق کل ہے۔ ہر شے کا علم رکھتا ہے۔ آسمانوں اور زمین کے ہر ظاہر اور چھپے ہوئے کو جانتا ہے۔ وہ ہمارے صدور میں مخفی باتوں کو بھی جانتا ہے، اور ہمارے اعمال کو بھی دیکھتا ہے۔ جو حضرات اللہ تعالیٰ کی معیت میں ہونے کا شرف رکھتے ہیں، جب ان کے سامنے ایسی بات کی جائے جو سچی نہ ہو تو ایسی بات کرنے والا، اللہ تعالیٰ کے بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ہونے کا منکر ہوتا ہے۔

حاصل: اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی مخفی نہیں ہے۔ وہ نیتوں کو بھی جانتا ہے، اعمال کو بھی دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو علیم و بصیر ماننے کا ثبوت خلوت وجلوت میں پاک رہ کر ہی دیا جا سکتا ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ شعرا (۲۶) میں ارشاد فرمایا ہے: فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ إِنِّي بَرِيءٌ مِمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۲۱۶﴾ تو اگر آپ کی حکم عدولی کریں تو فرما دیجئے، میں اس سے الگ ہوں جو کچھ تم کرتے ہو۔

rfat.com

PESHAWAR
London Book Company
Arbab Road, Saddar Cantt, Peshawar.
Tel. +92 (91) 5272722

FAISALABAD
Paramount Books (Pvt) Ltd. Faisalabad
41, 1st Floor, Koh-e-Noor One
Jaranwala Road, Faisalabad.
Tel. +92-41-8501676

ABBOTABAD
Paramount Books (Pvt) Ltd.
House. No 69/8, Street No. 9
Habib Ullah Colony, Abbottabad.
Mobile. 0313-6606779/ 0344-9496567

DISTRIBUTOR

PARAMOUNT BOOKS (PVT) LTD.

The Online Bookstore

SALEPOINTS

KARACHI

Head Office: 152 O Block 2 P.E.C.H.S Karachi.
Tel. [illegible]
Fax. [illegible]
info@paramountbooks.com.pk

Original Book Point
Shop [illegible] Opp. Bahadur Shah Market, Urdu Bazar, Karachi.
Tel. [illegible]

Paramount Books
Urdu Bazar Shop No. [illegible] Zarina Manzil G. Lekhraj Road, Karachi.
Tel. [illegible]

The Book Tique
[illegible] Francaise Karachi.
[illegible] Kehkashan Clifton, Karachi

HYDERABAD
Showroom [illegible] Ground Floor Madina Heights
[illegible] Pump Hyderabad.
Tel. [illegible]

LAHORE
Paramount Books (Pvt) Ltd.
[illegible] Tariq Road
Gulberg III Lahore
Tel. [illegible]

ISLAMABAD
Paramount Books (Pvt) Ltd.
[illegible] Floor Pacific Centre, F-8 Markaz, Islamabad.
Tel. [illegible]

rfat.com

Tafseer-e-Fazli

Aṣ-Ṣafât to Al-Ḥujrât

Manzil VI

COMMENTARY:

HAZRAT FAZAL SHAH

WRITTEN BY:

MUHAMMAD ASHRAF FAZLI

1418 A.H.

FAZLI FOUNDATION LAHORE

تفسیرِ فاضلی

منزل ششم

الصّٰفّٰت ۔ الحجرات

حضرت فضل شاہ

محمد اشرف فاضلی

۱۴۱۸ھ

فاضلی فاؤنڈیشن، لاہور